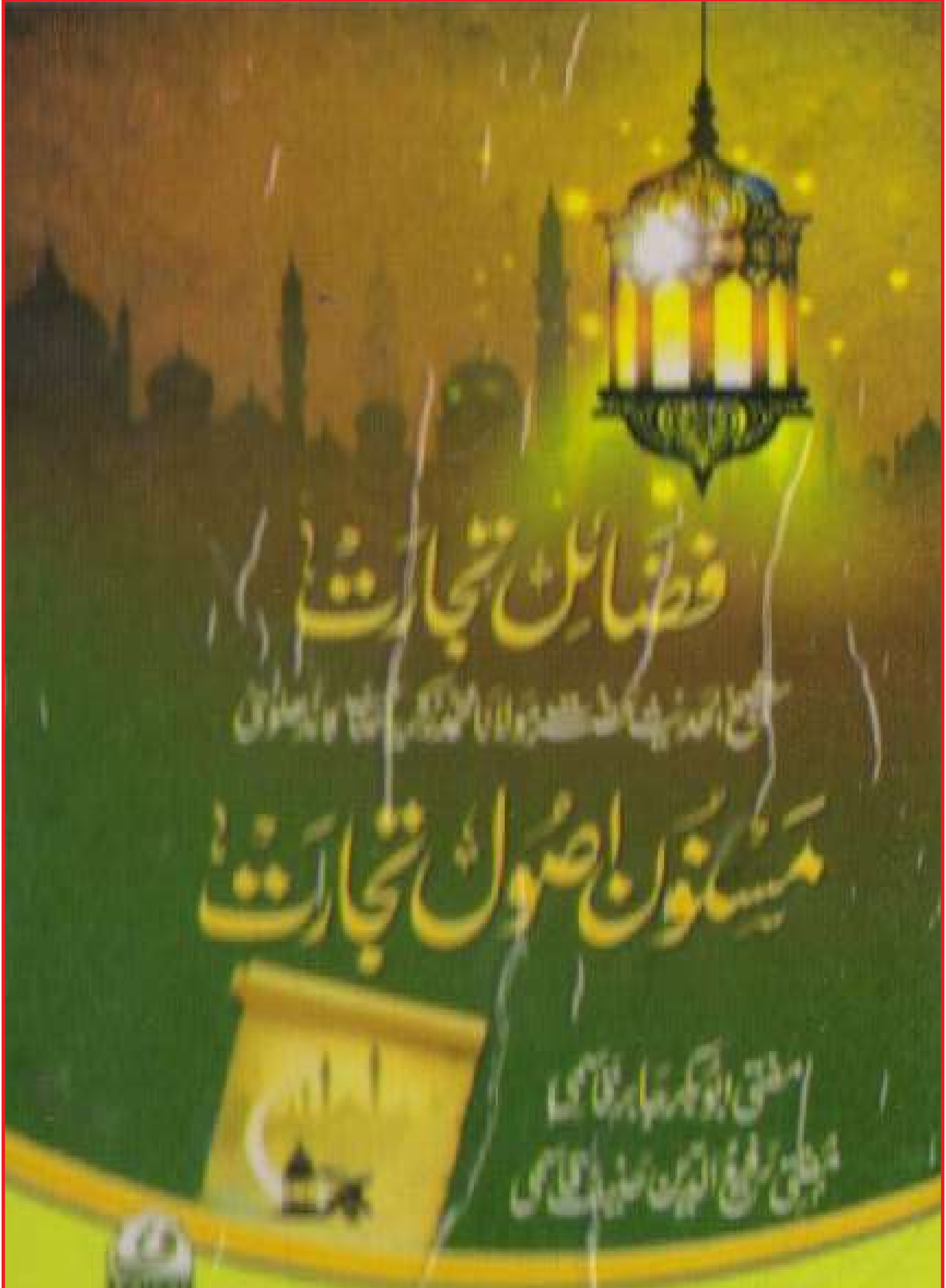

فضائلِ تجارت

[illegible]

مسنون اصولِ تجارت

[illegible]

[illegible]

فضائلِ تجارت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریّا صاحب کاندھلویؒ

مسنون اصولِ تجارت

مفتی محمّد ابوبکر جابر قاسمی
مفتی رفیع الدّین حنیف قاسمی

ناشر
فیصل انٹرنیشنل

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

نامِ کتاب : فضائلِ تجارت
مصنف : شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ
نامِ کتاب : مسنون اصولِ تجارت
مصنّفین : مفتی ابوبکر جابر قاسمی 09885052592
مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی 09550081116
صفحات : 444
سنِ طباعت : پہلا ایڈیشن: ۱۴۳۷ھ م ۲۰۱۶ء
کمپوزنگ : حافظ محمد حسام الدین حنیف، فون: 07386561390
تزئین : قبا گرافکس، حیدرآباد فون: 09704172672

ملنے کے پتے

- مدرسہ خیر المدارس، بورابنڈہ، حیدرآباد، فون: 040 - 23836868
- دکن ٹریڈرس، پانی کی ٹانکی، مغلپورہ، حیدرآباد، فون: 040 - 66710230
- فضل بک ڈپو، جامع مسجد ملے پلی، حیدرآباد، فون: 9440039231 - 40 91+
- ہندوستان پیپر ایمپوریم، مچھلی کمان، حیدرآباد، فون: 040 - 66714341
- ہُدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی، حیدرآباد، فون: 040 - 24514892
- مکتبہ کلیمیہ، یوسفین ویڈنگ مال، نامپلی، حیدرآباد

فہرستِ مضامین

- تقریظ (حضرت مفتی جمال الدین صاحب قاسمی) ۱۵
- پہلی بات ۱۹

فضائلِ تجارت

- **فضائلِ تجارت** ۲۱
- حصولِ مال طلب کرنے کا بیان ۲۵
- **فصل** ۴۱
- کمائی کی فضیلت کے بیان میں ۴۱
- کمائی کے ذرائع اور ان میں افضل کا بیان ۷۳
- زراعت ۹۳

مسنون اصول تجارت

- **حلال کمانے کی فضیلت واہمیت** ۱۲۱
- حلال کمانے کی اہمیت قرآن کریم میں ۱۲۱
- دنیاوی نعمتوں کی نفرت اخروی نعمتوں کی نفرت کا مقدمہ ہے ۱۲۲
- روحانی ترقی معاشی ترقیوں کے ساتھ ممکن ہے ۱۲۳
- زراعت وباغبانی کے ساتھ قرآن کا خصوصی تعلق ۱۲۵
- حلال کمانے کی اہمیت احادیث میں ۱۲۵

- روزی بقدر محنت ۱۳۱
- معاشی مسائل کی اہمیت حدیثوں میں ۱۳۵
- مسلمانوں کی معاشی پریشان سے پیغمبر ﷺ پریشان ہونا ۱۳۶
- اپنی آپ مدد پر لوگوں کو آمادہ کرنا ۱۳۷
- سرمایہ کتنا ہو؟ ۱۳۹
- معاشی سہولتوں کے لئے ایک فرض نماز کی فرضیت ساقط کی گئی ۱۴۰
- قربِ قیامت میں بھی معاشی کاروبار ترک نہ کرے ۱۴۲
- آثار سلف ۱۴۴
- ایک اعتراض اور اس کا جواب ۱۵۳
- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا جواب ۱۵۴
- محدث داؤدی رحمہ اللہ کا جواب ۱۵۵
- محدث ابن متین کی عمدہ توجیہ ۱۵۶
- صنعت وحرفت میں انبیاء علیہم السلام کا نمونہ ۱۵۷
- کائنات کے جمالی پہلوؤں کی طرف چند قرآنی اشارے ۱۵۸
- حسن کار صناعوں کا طبقہ خدا کو محبوب ہے ۱۶۳
- چند انقلابی صناعات کا انتساب پیغمبروں کی طرف ۱۶۵
- جدید صنعتوں کے متعلق پیغمبرانہ نمونے ۱۶۷
- لباس اور پیغمبر ﷺ ۱۶۹
- منبرِ رسول اللہ ﷺ ۱۶۹
- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تعمیر کردہ ڈیم ۱۷۲
- **تجارت اور کسب و معاش کے فوائد** ۱۷۴
- ۱-انسان میں خودداری اور غیرت پیدا ہوتی ہے ۱۷۴
- ۲-کسب و معاش زمین کی تعمیر اور اصلاح کا ذریعہ ۱۷۵

- ۳-طلب معاش امت کی قوت اور خیر کا باعث ۱۷۶
- ۴-تاجر اور صانع کا صدقہ اس کے لئے ثواب کا ذریعہ ۱۷۷
- ۵-کسب و معاش مصائب کے دور کرنے ضروریات کو پورا کرنے کا باعث ۱۷۹
- ۶-اپنے ہاتھ کی کمائی سب سے بہتر ۱۸۲
- ۷-کسب و معاش اللہ کی محبت کا باعث ۱۸۲
- ۸-کسب و معاش مغفرت کا ذریعہ ۱۸۲
- ۹-کسب و معاش عفاف اور غنا کا باعث ۱۸۳
- ۱۰-مال سے فرائض اسلام کی ادائیگی میں مدد ملتی ہے ۱۸۳
- **کسب و معاش کی شرعی و فقہی حیثیت** ۱۸۶
- کسبِ معاش کس کے لئے؟ ۱۸۸
- **دور رسالت اور مابعد علماء کے اختیار کردہ پیشے** ۱۹۷
- تجارت کی اہمیت ۱۹۸
- تجارت ملازمت سے افضل ہے ۱۹۹
- حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تجارت ۲۰۱
- حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا نظریہ ۲۰۸
- عہد رسالت کے کپڑے کے تاجر ۲۱۳
- سوتی کپڑے کے تاجروں میں علماء ۲۱۴
- پرانے کپڑے کے تاجر علماء ۲۱۵
- کپڑے کے ٹکڑوں کے تاجر علماء ۲۱۵
- قمیص فروش علماء ۲۱۵
- کلاہ فروش علماء ۲۱۵
- لحاف اور رضائی کے تاجر علماء ۲۱۵
- فرش وغیرہ کے تاجر علماء ۲۱۶

- حضور ﷺ کے زمانے کا کپڑے کا بازار ۲۱۶
- عطر فروشی ۲۱۶
- بکریوں کی تجارت حضرات انبیاء علیہم السلام کا کام ۲۱۷
- کپڑے اور عطر کی تجارت و دکانداری بہتر کام ہے ۲۱۸
- ناپنے اور تولنے والے ۲۱۹
- سونے کے کانوں کی کھدائی ۲۱۹
- کھانا فروخت کرنے والے علماء ۲۱۹
- مطبخ والے علماء ۲۱۹
- ستو اور چنا پیسنے والے علماء ۲۲۰
- قصاب علماء ۲۲۰
- ماہی گیر اور ماہی فروش علماء ۲۲۱
- زراعت اور شجر کاری کرنے والے علماء ۲۲۲
- سبزی فروش علماء ۲۲۷
- میوہ فروش علماء ۲۲۷
- گندم فروش علماء ۲۲۸
- جو فروش علماء ۲۲۸
- چاول فروش علماء ۲۲۹
- دال فروش علماء ۲۲۹
- آٹا پیسنے والے علماء ۲۲۹
- آٹا چھاننے والے علماء ۲۳۰
- آٹا کے تاجر علماء ۲۳۰
- نان بائی علماء ۲۳۰
- تنور بنانے والے علماء ۲۳۰

- بیکری والوں میں علماء ۲۳۱
- تلہن کا کاروبار کرنے والے علماء ۲۳۱
- مشین سے تیل نکالنے والے علماء ۲۳۱
- روغن فروش علماء ۲۳۲
- معمار علماء ۲۳۲
- اینٹ بنانے والے علماء ۲۳۳
- چھتوں اور دیواروں میں نقش و نگار کرنے والے علماء ۲۳۳
- قبہ اور گنبد بنانے والے علماء ۲۳۳
- دباغت کا سامان بیچنے والے ۲۳۴
- چرم اور دبّاغ علماء ۲۳۴
- لکڑی فروخت کرنے والے ۲۳۵
- لکڑی چیرنے، پھاڑنے، کاٹنے، تراشنے اور خراد کر چیزیں بنانے والے علماء ۲۳۶
- کوئلہ فروخت کرنے والے علماء ۲۳۶
- بڑھیوں میں علماء ۲۳۶
- لکڑی کے کھلونے اور خوشنما چیزیں بنانے والے علماء ۲۳۷
- پرانے جہازوں اور کشتیوں کے سامان فروش علماء ۲۳۷
- دلالی ۲۳۷
- دلالوں میں علماء ۲۳۸
- منادیوں میں علماء ۲۳۸
- جانوروں کے دلالوں میں علماء ۲۳۸
- پارچہ باف (کپڑے بننے والے) ۲۳۹
- پارچہ باف علماء ۲۴۰
- ریشم کے کیڑے پالنے اور ریشم بنانے والوں میں علماء ۲۴۲

- ریشم باف علماء ۲۴۲
- روئی کے کاشت کار علماء ۲۴۷
- روئی دھننے والے علماء ۲۴۷
- دھاگے اور سوت بنانے والے علماء ۲۴۷
- دھاگے بیچنے والے علماء ۲۴۹
- سوزن گر علماء ۲۴۹
- درزی ۲۴۹
- رفو گروں میں علماء ۲۵۰
- رنگ ساز علماء ۲۵۱
- رنگ ریز علماء ۲۵۱
- چھینٹ بنانے والے علماء ۲۵۱
- جائز تصویر کشی کرنے والے ۲۵۲
- دودھ فروش ۲۵۲
- دودھ کا کاروبار کرنے والے علماء ۲۵۳
- دور رسالت کی صنعت ۲۵۴
- لوہاری کا پیشہ ۲۵۵
- نیزے فروخت کرنے والے ۲۵۶
- سنار ۲۵۷
- نقّاش ۲۵۷
- سونے کی ناک بنوانا اور سونے سے دانتوں کو باندھنا ۲۵۷
- آہن گر اور لوہار علماء ۲۵۸
- صفاروں میں علماء ۲۵۸
- کمہاروں میں علماء ۲۵۹

- جوتہ سازوں اور جوتہ فروشوں میں علماء ۲۵۹
- موچیوں میں علماء ۲۶۰
- حجاموں میں علماء ۲۶۰
- حجاموں یعنی پچھنا لگانے والوں میں علماء ۲۶۱
- موزہ بنانے والے علماء ۲۶۱
- سقاء یعنی بہشتیوں میں علماء ۲۶۱
- استخواں بندوں میں علماء ۲۶۱
- رسی بٹنے والے علماء ۲۶۲
- چٹائی بنانے والے علماء ۲۶۲
- ٹوکری بنانے والے علماء ۲۶۳
- پنکھا بنانے والے علماء ۲۶۴
- خادموں میں علماء ۲۶۴
- شکاریوں میں علماء ۲۶۴
- بکریاں چرانا ۲۶۵
- حمالوں اور باربرداروں میں علماء ۲۶۵
- کرایہ پر سامان اور جانور پہنچانے والے علماء ۲۶۶
- محمل والے علماء ۲۶۶
- اونٹ بھیڑ اور بکری کے چرواہے علماء ۲۶۷
- گھاس بھوسا چارہ فروش علماء ۲۶۷
- علماء اور تجارت ۲۶۸
- حضور اکرم ﷺ کا نبوت کے بعد ترک معاش ۲۶۹
- تجارت یا ملازمت کے لئے بیرونی ممالک کا سفر ۲۷۱
- **توکل کی حقیقت** ۲۸۱

- آیات ۲۸۱
- احادیث ۲۸۳
- آثار ۲۸۵
- توکل کے تین درجے ہیں ۲۸۵
- ترک اسباب کا نام توکل نہیں ۲۸۶
- **کسب وکمائی مقصود کے حصول کا ذریعہ** ۲۸۹
- کسب وتدبیر ۲۹۱
- فقر وسلطنت ۲۹۲
- تدبیر کی غرض ۲۹۲
- اسلامی وغیر اسلامی معاشیات کا فرق ۲۹۴
- تدابیر کا درجہ ۲۹۵
- معاشی فراخی وتنگی کا مقصود ۲۹۸
- معاش کا رخ معاد کی طرف ۲۹۹
- معاشی زندگی کے دو اصل مسئلے ۳۰۰
- احادیث کسب کا صحیح مطلب ۳۰۰
- ترغیب کسب کی عدم ضرورت ۳۰۱
- معاشیات کی اصل روح انفاق وایثار ہے ۳۰۳
- ”کسب کے لئے قرآنی اصطلاح ”ابتغاء فضل الله “ کا راز ۳۰۳
- معادی معاشیات والوں کی خاص پہچان ۳۰۴
- کسب کے بجائے انفاق پر حرص واصرار کا راز ۳۰۵
- **کامیاب تجارت کے چند نبوی ہدایات** ۳۰۷
- (۱) رزق کو حلال طریقے سے حاصل کیا جائے ۳۰۷
- (۲) آمدنی اور خرچ کی ترتیب ہونی چاہیئے ۳۰۸

- (۳) آمدن وخرچ کا ایک اصول ۳۱۲
- (۴) تجارت کے مسائل کی جانکاری حاصل کرے ۳۱۲
- (۵) کاروبار میں بے برکتی کا علاج ۳۱۳
- (۶) جس علاقے وشہر میں رزق ملنے لگے وہیں رک جائے ۳۱۴
- (۷) جب رزق کسی دروازے سے مل رہا ہو تو اسے مت چھوڑے ۳۱۵
- (۸) تاجروں اور دکانداروں کے لئے صدقہ وخیرات کی تاکید ۳۱۷
- (۹) تھوڑا بھی نفع ہو تو بیچ دے، زیادہ کی جستجو میں نہ رہے ۳۱۸
- (۱۰) تجارت اور دوکانداری کے لئے صبح جانا بہتر ۳۱۹
- (۱۱) بالکل صبح سویرے سے دیر رات تک دکانداری بہتر نہیں ۳۲۰
- (۱۲) آپ ﷺ فجر کی نماز کے بعد رزق کی دعا مانگتے ۳۲۰
- (۱۳) تجارت کے جائز وناجائز مسائل کی معلومات حاصل کرے ۳۲۱
- (۱۴) تاجر دنیا کی حد سے زیادہ حرص نہ کریں ۳۲۲
- (۱۵) تاجر دنیا کے لئے دین کو برباد نہ کریں ۳۲۳
- (۱۶) جمعہ کی پہلی اذان کے ساتھ دوکانداری بند کرے ۳۲۴
- (۱۷) نفع کتنا لے؟ ۳۲۵
- (۱۸) اقالہ کی فضیلت ۳۲۹
- (۱۹) ذخیرہ اندوزی کی ممانعت ۳۳۰
- (۲۰) غلہ کو روکنے کے بجائے ہر دن کے بھاؤ سے بیچنا ثواب کا باعث ۳۳۳
- (۲۱) دھوکہ دہی اور مبیع کے عیب کو ظاہر نہ کرنے کی ممانعت ۳۳۴
- (۲۲) کسی عیب وکمی کو چھپانا حرام ہے کہ اگر خریدار جان لیتا تو نہ خریدتا؟ ۳۳۹
- (۲۳) پھلوں کی فصل تیاری سے پہلے نہ بیچی، نہ خریدی جائے ۳۴۱
- (۲۴) غلط قسم کھا کر مال فروخت کرنے والا خدا کی نظر کرم سے محروم ۳۴۲
- (۲۵) سامان کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرے ۳۴۳

- (۲۶) غیر موجود چیز کی خرید وفروخت کی ممانعت ۳۴۳
- (۲۷) خرید وفروخت میں فسخ کا اختیار ۳۴۴
- (۲۸) خیار عیب کی وجہ سے معاملہ کو فسخ کرنا ۳۴۵
- (۲۹) خیار رویت ۳۴۶
- (۳۰) شرکت کے آداب ۳۴۶
- اپنی تجارت میں غیر مسلم کو شریک نہ کرے ۳۴۸
- معاملات کی شرکت میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے ۳۴۹
- شرکت میں منافع ونقصانات کی تقسیم ۳۵۰
- (۳۱) مضاربت کے احکام ۳۵۱
- مضاربت میں نفع ونقصان کی تقسیم ۳۵۲
- (۳۲) نبی کریم ﷺ کی ایک مشفقانہ ہدایت ۳۵۳
- (۳۳) ناپ تول میں کمی ایک عظیم گناہ ۳۵۳
- (۳۴) جھکتا ہوا تولے ۳۵۴
- (۳۵) معاملات میں دوسروں کے ساتھ نرمی برتی جائے ۳۵۶
- (۳۶) مجبور شخص سے مناسب دام سے کم یا زائد میں خرید، وبیچنا ناجائز ۳۵۸
- (۳۷) حلال وحرام سے لاپرواہی ۳۵۹
- حلال وحرام سے لاپرواہی ۳۶۰
- مشتبہ چیزوں سے پرہیز ۳۶۰
- کسب کی نبوی منفی تعلیم ۳۶۱
- حرام مال سے خیر وخیرات بھی قبول نہیں ۳۶۲
- صحابہ کی اسلامی معاشی مزاج شناسی ۳۶۳
- تجارت کی ترغیب کے بجائے اس کے مفاسد سے ترہیب ۳۶۳
- مشتبہات سے بھی پرہیز کیا جائے۔ ۳۷۰

- ورع کے واقعات ۳۷۱
- (۳۸) اسراف اور فضول خرچی سے اجتناب کرے ۳۷۱
- (۳۹) خرچ میں میانہ روی اختیار کی جائے ۳۷۲
- (۴۰) ربا (سود) کی ممانعت ۳۷۴
- (۴۱) جوا کی حرمت ۳۸۰
- جوے کی مذمت احادیث میں ۳۸۴
- جوے کی شکلیں ۳۸۷
- قمار کے سماجی اور اجتماعی نقصانات ۳۸۷
- **قرض کے لین دین کے احکام** ۳۹۲
- (۴۲) قرض دینے کی فضیلت ۳۹۲
- قرض لینا مباح ہے ۳۹۴
- قرض کی ادائیگی میں نیت درست ہو ۳۹۶
- قرض لینے کے سلسلے میں عام کوتاہی ۳۹۷
- قرض کی ادائیگی بہترین طریقے پر ہو ۳۹۸
- قرض سے نفع حاصل نہ کیا جائے ۳۹۹
- قرض کی ادائیگی کی دعائیں ۴۰۱
- قرض اور ادھار کے لئے اقرار نامہ لکھنے کی ہدایت اور متعلقہ احکام ۴۰۲
- (۴۳) ضابطہ شہادت کے چند اہم اصول ۴۰۴
- گواہوں کی شرائط ۴۰۴
- گواہی دینے سے بلا عذر شرعی انکار کرنا گناہ ہے ۴۰۴
- اسلام میں عدل وانصاف قائم کرنے کا اہم اصول کہ گواہوں کو کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہونچے ۴۰۵
- **مزدوروں کے حقوق** ۴۰۷

- کام کی مقدار کا بھی تعین ہو ۴۱۲
- مزدوروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کیا جائے ۴۱۳
- مالک کے حقوق ۴۱۶
- کام میں اللہ کا دھیان رہے ۴۱۸
- **عورتوں کا تجارت یا ملازمت کرنا** ۴۲۲
- فقہاء کے اقوال ۴۲۵
- شوہر یا ولی کو عورت کے گھر کے اندر کام کی ممانعت کا کتنا حق ہے؟ ۴۲۵
- عورت کا گھر کے باہر کام کرنا ۴۲۸
- عورت کے گھر کے باہر کام کرنے کا حکم ۴۲۸
- قرآن کریم کے دلائل ۴۲۹
- احادیث نبوی کے دلائل ۴۳۰
- کیا شوہر شادی کے بعد کام کرنے والی عورت کو باہر جانے سے روک سکتا ہے؟ ۴۳۱
- عورتوں جن میدانوں میں کام کرسکتی ہے؟ ۴۳۲
- عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کے شروط وضوابط ۴۳۲
- عورتوں کا چرخہ کاتنا ۴۳۴
- فہرست مراجع ۴۳۸

* * *

تقریظ

حضرت مولانا مفتی جمال الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم
صدر مفتی دار العلوم حیدر آباد

تجارت اور سرمایہ کاری ایک بہترین اور اختیار کرنے کے قابل عمل ہے، خدائے ذوالجلال کی رضا وخوشنودی کا سبب ہے، مالی لحاظ سے خوشحالی اور فراخی کی ضامن ہے، تجارت اور سرمایہ کاری انسان کے اندر خودداری اور خوداعتمادی پیدا کرتی ہے، پیہم کوشش اور مسلسل جدوجہد کرنے کا صالح جذبہ بیدار کرتی ہے، اعلی سے اعلی کی طلب اور خوب سے خوب تر کی جستجو میں رواں اور دواں رکھتی ہے، انسان کو ہر دم متحرک اور فعال رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، یہ تجارت اور سرمایہ کاری ہی ہے جو انسان کو معاشی لحاظ سے خود کفیل بناتی ہے، غیر کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے محفوظ رکھتی ہے، افراد خاندان کی پرورش اور ان کی مالی نگہداشت رکھنے میں مدد ومعاون ثابت ہوتی ہے، جو قوم تجارت وسرمایہ کاری، صنعت وحرفت اور معیشت وکاروبار میں ممتاز اور ترقی یافتہ ہوتی ہے وہی قوم دنیا میں برسر اقتدار ہوتی ہے؛ لیکن جو قوم معیشت وکاروبار اور صنعت وحرفت میں مفلوج اور ناکارہ ہوتی ہے، وہ قوم دوسروں کے دست نگر ہو کر محکومانہ حیثیت سے زندگی بسر کرتی ہے، ذلت وپستی اور شکستہ پائی وزبوں طالعی اس کا مقدر ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ تجارت اور کسب معاش کے لئے تگ ودو اسلام میں مطلوب ہے، یہ تمام انبیائے کرام کی مشترکہ سنت رہی ہے، صحابہ کرام، تابعین عظام اور جلیل القدر فقہاء ومحدثین نے

بھی تجارت اور مختلف پیشوں کو ذریعہ معاش بنایا۔

تجارت اور سرمایہ کاری جہاں انسان کو مالی لحاظ سے خوش حال اور فراخ دست بناتی ہے، وہیں اخروی زندگی کو سنوارنے اور اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے میں معین ومددگار ثابت ہوتی ہے، آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

" التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء" (ترمذی: حدیث نمبر:۱۲۰۹)

''سچا امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا''

ایک روایت میں آتا ہے:

" من الذنوب ذنوب لا يكفرها إلا الهم في طلب المعيشة" (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: حدیث نمبر ۳۷۲۵)

''بعض گناہ ایسے ہیں جو طلب معاش کی فکر سے مٹتے ہیں''

ایک حدیث میں آتا ہے:

"إن الله يحب المؤمن المحترف"

(المعجم الاوسط، حدیث نمبر:۸۹۳۴)

''اللہ پیشہ ور محنتی کو محبوب رکھتا ہے''

صرف یہی نہیں، بلکہ معاشی لحاظ سے خوش حال انسان کے لئے یہ بات بھی باعث شرف وافتخار ہے کہ اس کو بہت سی عبادتیں مثلاً زکاۃ، حج، قربانی، صدقہ فطر وغیرہ ادا کرنے کے مواقع میسر آتے ہیں، مال ودولت کے ذریعہ وہ غریبوں کا تعاون اور یتیموں اور بیواؤں کی دست گیری جو شریعت اسلامیہ میں خاص ثواب اور فضیلت کے حامل ہیں، کرتا ہے اور اس طرح اپنے نامہ اعمال میں بہت سے اعمال صالحہ کو اکھٹا کر لیتا ہے۔

آج کے اس پرفتن اور مہیب دور میں جہاں دین کے دیگر شعبے انحطاط اور زوال کے شکار ہیں وہیں تجارت کے شعبہ میں بھی بہت سی خرابیاں در آئی ہیں، اس کا ایک سبب

تو یہ ہے کہ عالمی منڈی پر ایسے حریص اور زر پرست لوگ چھائے ہوئے ہیں جو ایک طرف سرمایہ دارنہ ذہنیت کی وجہ سے محنت کش اور مزدور طبقہ پر ظلم وزیادتی اوران کا معاشی استحصال کرنے کے روادار ہیں تو دوسری طرف اسلام اور مسلمانوں سے عداوت ونفرت کی وجہ سے اسلام کے معاشی واقتصادی نظام کوازرکارِرفتہ ثابت کرنے پر آمادہ ہیں، جس کی وجہ سے آئے دن کاروبار کی نت نئی شکلیں سامنے آتی ہیں جو شرعی نقطہ نظر سے بہت سے مفاسد پر مشتمل ہوتی ہیں، دوسرا سبب یہ ہے کہ خود مسلم سماج میں دین بیزاری اور شرعی احکام سے غفلت بڑھتی جارہی ہے، سیم وزر اکھٹا کرنے اور عیش وعشرت کے وسائل جمع کرنے کا رجحان روزافزوں ہے، جس کی وجہ سے جھوٹ، دروغ گوئی فریب، دھوکہ دہی اور خیانت تجارت کا جزء لاینفک بن چکے ہیں اور یہ تصور عام ہوتا جارہا ہے کہ اسلامی بنیادوں پر کی جانے والی تجارت وسرمایہ کاری کے ذریعہ مالی ترقی اور معاشی استحکام ناممکن ہے، ظاہر ہے کہ ہمارے معاشرے کی یہ صورت حال کافی افسوسناک اور غم انگیز ہے اور مصلحین قوم وملت کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے، ضرورت تھی اس تعلق سے کہ ایک جامع تحریر مرتب کی جائے جس میں تجارت کی فضیلت واہمیت اوراس کے بارے میں اسلامی ہدایات کو تفصیل سے ذکر کیا جائے۔

بڑی خوشی ومسرت کی بات ہے کہ مفتی ابوبکر جابر قاسمی اور مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی .....جن کے خامہ زرنگار نے گلستان علم وادب میں بہت سے پھول کھلائے ہیں اوران کی کئی علمی واصلاحی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور عوام وخواص کے حلقہ میں استحسان اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گئے ہیں... نے اس جانب اپنی توجہ مبذول کی اوراس موضوع پر ایک مبسوط اور مفصل کتاب ترتیب دی جس میں اولا: حلال کمائی کی فضیلت واہمیت، پھر قرآن وحدیث کی روشنی میں تجارت کی اہمیت اوراس کے فضائل کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، انبیاء کرام اور صحابہ وتابعین نے کسب معاش کے لئے جو مختلف پیشے اختیار کئے ان کا بھی ذکر ہے، نیز تجارت کی بابت اسلام نے جو ہدایات دی ہیں ان کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، زبان وبیان سادہ اور عام فہم ہے، ہر بات

باحوالہ اور مستند کتابوں سے مراجعت کر کے لکھی گئی ہے، جس کی وجہ سے اس کی افادیت ونافعیت دوچند ہوگئی ہے، امید ہے کہ یہ اسلامی لائبریری میں حسین اور خوش گوار اضافہ ہوگا اور اس کی جانب دستِ شوق بڑھے گا اور تجارت میں جو خرابیاں در آئی ہیں اس کے سدباب میں یہ کتاب معین اور رہنما ثابت ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس رسالہ کو قبولیت عامہ نصیب فرمائے اور مؤلف کے لئے ذخیرہ آخرت اور باقیات صالحات بنائے مؤلف کے زبان وبیان کو دلنوازی اور ان کی تحریر کو شگفتگی اور رعنائی بخشے اور آئندہ بھی اس طرح کی تالیفات کی توفیق ارزانی نصیب فرمائے۔ آمین۔

پہلی بات

بہت عرصے سے خواہش تھی کہ تجارت کے موضوع پر جامع کتاب منظر عام پر آئی اور اس سلسلے کی شرعی ہدایات اہل علم اور عوام کے سامنے ہوں، دین سے دوری ہی ہماری پس ماندگی کی وجہ ہے، جیسا کہ شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: خود حضرت مولانا الیاسؒ کی خواہش تھی کہ ”فضائل اعمال“ اور ”فضائل صدقات“ کی طرح ”فضائل تجارت“ پر بھی امت کے سامنے آجائے، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے تعمیلِ ارشاد میں لکھ دیا، لیکن آپ کی مشغولیات اور امراض کے ہجوم کی وجہ سے اپنی عادت کے خلاف مختصر کر دیا اور عجیب بات یہ ہے کہ لوگ بلکہ بہت سے اہلِ علم بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کی ”فضائل تجارت“ کو نہیں جانتے ہیں۔

۱- یہ کیا گیا کہ فضائل تجارت کی مکمل تخریج کر دی گئی، اگر چہ ہم سے پہلے ادارۂ دینیات ممبئ والوں نے فضائل تجارت کو خوبصورت انداز میں چھاپا ہے۔

۲- حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب قاسمی بھاگلپوری ثم لکھنوی، استاذ حدیث وتفسیر مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپوری کی کتاب ”تاجر وجنت میں کیسے جاؤ گے؟“ کی کتاب سے کافی استفادہ کیا گیا، جا بجا بعینہ ان کی ہی تحریر کو نقل کیا گیا، حوالہ وہاں پر نقل کرنے میں بڑی مشقت تھی؛ اس لئے نقل نہیں کیا گیا۔

۳- مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا عبد الباری ندوی رحمہم اللہ کی تحریروں سے بھر پور استفادہ کیا گیا، کوشش کی گئی کہ ان حضرات کی تحریروں کی تسہیل کی جائے، لیکن زبان وبیان کی چاشنی کے متاثر ہونے اور تسلسل میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ تھا، اس لئے بقدر ضرورت ہی تسہیل کی

جا سکی ہے، کوشش کی گئی کہ تجارت وملازمت کے کامیاب راہنمایانہ اصول امت کے سامنے متقدمین ومتاخرین کی تحریروں کی روشنی میں سامنے آئیں، فضائل کی چاشنی اور ضروری مسائل کی وضاحت بھی آجائے، صحابہ کی زندگیوں کے تجارتی شعبے کی جھلک بھی ہمیں معلوم ہو اور علماء کی تجارت کے ڈھنگ سے بھی ہم واقف ہوں، شیخ الحدیثؒ کی فضائل تجارت کے ساتھ اس کو جوڑ کر اس لئے چھاپا جا رہا ہے کہ یہ سب بھی اکابر کے افادات ہی ہیں، شاید کسی قدر اس کا تکملہ بھی اس امید سے کہ اس چاول کے ساتھ یہ کنکر بھی تُل جائیں گے اور بِک جائیں گے اور طالبین کو مواد یکجا فراہم ہو جائے گا، کوشش کی گئی کہ مواد کے جمع کرنے میں تکرار نہ ہو، بار بار نظر ثانی بھی ہوئی، اسے شخصی تصنیف یا تالیف کہتے ہوئے شرم آرہی ہے ، ہماری ساری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی اکابر کے نقول اور ملفوظات اور انہیں کے اقتباسات پر مشتمل ہے ، بس ہم نے یکجا کر دیا اور کوشش کی ہے کہ متعلقہ موضوع پر سارا مواد اکٹھا ہو جائے ، اللہ تعالی قبول فرمائے، دنیا وآخرت کی کامیابی کا ہمارے ذریعہ فرمائے۔

ابوبکر جابر قاسمی

۱۷/صفر المظفر/۱۴۳۷ھ

مطابق ۳۰/۱۱/۲۰۱۵ء

فضائلِ تجارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائلِ تجارت

نحمده ونصلي علي رسوله الكريم

حامدا ومصليا ومسلما أما بعد! چچا جان، مجدد تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کے تعمیل ارشاد میں اس ناپاک ونا کارہ کے قلم سے فضائل اعمال کے سلسلہ میں چند رسائل شائع ہو چکے ہیں، اور میری ناپاکی کے باوجود ان کے ارشاد کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مفید بھی ہوئے اور بہت کثرت سے شائع ہو رہے ہیں۔

اللهم لك الحمد كله ولك الشكر كله، اللهم لا أحصي ثناء عليك أنت كما أثنيت على نفسك.

انہوں نے اپنی حیات کے آخر میں دو رسالوں کے لکھنے کا بہت زور سے حکم فرمایا تھا، ایک انفاق فی سبیل اللہ، اور دوسرا فضائل تجارت، ان دونوں میں سے فضائل انفاق تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرصہ ہوا لکھا جا چکا، اور فضائل صدقات کے نام سے شائع ہوا، لیکن تجارت کے بارے میں باوجود ان کے تاکیدی حکم کے اب تک نہ لکھا جا سکا، وہ زمانہ ان کی شدتِ علالت کا تھا، جس کی وجہ سے مجھے نظام الدین دہلی بار بار حاضر ہونا پڑتا تھا، اور مدرسہ مظاہر العلوم کے تعلیمی سال کے اختتام کی وجہ سے اور بالخصوص بخاری شریف کے اختتام کی وجہ سے بار بار سہارنپور بھی آنا ہوتا تھا کہ نہ یہاں قیام کر سکتا تھا، نہ وہاں، اس لئے ہر ہفتہ دو تین دن سہارنپور گذارتا، اور دو تین دن دہلی، جیسا کہ میں فضائل حج اور فضائل صدقات کے مقدمہ میں مختصرً الکھ بھی چکا ہوں، ان کے تاکید کی وجہ

سے تجارت کے فضائل میں ایک رسالہ ان کی حیات ہی میں شروع بھی کر دیا تھا، اور ایک خاکہ بھی لکھ دیا تھا، جس میں اپنے طرز کے موافق چند ابواب، چند فصول اور خاتمہ میں چند قصص کا اجمال لکھ کر ان کی خدمت میں پیش بھی کر دیا تھا، مگر وہ اپنی علالت کی وجہ سے اسے سن نہ سکے، میرا دل چاہتا تھا کہ وہ حیات میں سُن لیں اور جو کوتاہی یا کمی ہو اس پر تنبیہ کر دیں؛ تاکہ میں اس کے مطابق تکمیل کر سکوں، لیکن اپنی شدت علالت کی وجہ سے وہ خود تو سن نہ سکے، انہوں نے فرما دیا تھا کہ اس مسودہ کو میرے دوستوں کی جماعت کو دے دو کہ وہ اپنے علمی مذاکرہ میں اس پر غور کر لیں اور جو کمی زیادتی اس میں ہو اس پر متنبہ کر دیں، میرا تو دل چاہتا تھا کہ وہ خود سن لیتے تو زیادہ اچھا تھا، مگر ان کی شدید عدالت اور میری مسلسل دہلی میں عدم حاضری کی وجہ سے میں اس رسالہ کو چچا جان کو تو نہ سنا سکا، ان کی تعمیل حکم میں ان کی جماعت کے افراد کو دے آیا تھا، اور ایک آدھ پھیرے میں میں نے ان سے مطالبہ اور تقاضا بھی کیا؛ مگر وہ بھی اپنے مشاغل اور چچا جان کی بیماری کی وجہ سے کہتے رہے کہ ابھی پورا نہیں ہو سکا، اسی میں چچا جان کا انتقال ہو گیا، نوّر اللہ تعالیٰ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ، اور یہ ناکارہ ابتداءً اپنے مشاغل کی کثرت بالخصوص مظاہر العلوم کے تعلیمی اور انتظامی امور اور اپنے تالیفی سلسلہ کے بالخصوص احادیث کی شروح وغیرہ میں جو کام کر رہا تھا اس میں اس حکم کی تعمیل نہ کر سکا، جس کا بہت افسوس ہے، اب مدینہ منورہ کے چند سالہ قیام میں مدرسہ کی مشغولیت تو نہ رہی، مگر اس کے بجائے امراض نے گھیر لیا اور پانچ چھ سال میں روز افزوں امراض کا شکار رہا، مگر جب چچا جان کے تاکیدی حکم کا خیال آتا ہے تو اپنی عدم تعمیل پر بہت قلق ہوتا ہے، چند ماہ سے بہت ہی امراض نے گھیر رکھا ہے، کوئی علمی کام تو ہو نہیں سکا، بار بار اس رسالہ کی یاد ستاتی رہی کہ آج ۱۷؍ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ شب چہار شنبہ میں مسجد نبوی میں اس کی بسم اللہ تو کرا دی اور اپنے مخلص دوست صوفی اقبال صاحب جن کی کئی تصانیف میرے ہی کہنے سے لکھی جا چکی ہیں اور شائع ہو چکی ہیں، ان سے درخواست کی ہے کہ اپنے پورا کرنے کی تو امید نہیں ہے وہ پورا کر دیں، مگر چچا جان کی توجہ سے خود ہی لکھ دیا، اگرچہ اس وقت جو مضمون ذہن میں تھا وہ تو

یاد رہا نہیں اور وہ مسودہ بھی نہیں ملا اور چچا جان کے زمانہ کے علماء بھی جا چکے، اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کو پورا کرا دے؛ تاکہ چچا جان کے اعمال حسنہ میں یہ بھی داخل ہو جائے، میرا سابقہ مقدمہ تو باوجود تحقیقات کے نہ مل سکا اور نہ یہ معلوم ہوسکا کہ اب کہاں ہے؟ اس لئے ازسرنو اب بسم اللہ کرائی اور تبرکاً ابتداء میں حضرت حکیم الامت اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہ کی بہشتی زیور کا ایک مضمون نقل کروار ہا ہوں جس کو حضرت نے بہشتی زیور ۵ کے ضمیمہ میں کسب حلال کے عنوان سے درج فرمایا ہے۔

حصول مال طلب کرنے کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱- حدیث میں ہے کہ حلال مال کا طلب کرنا فرض ہے بعد اور فرض کے، مطلب یہ ہے کہ حلال مال کا حاصل کرنا فرض ہے، بعد اور فرضوں کے (۱) یعنی ان فرضوں کے بعد جو ارکان اسلام ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ یعنی مال حلال کی طلب فرض تو ہے؛ مگر اس فرض کا رتبہ دوسرے فرضوں سے کم ہے، جو کہ ارکان اسلام ہیں اور یہ فرض اس شخص کے ذمہ ہے جو مال کا ضروری خرچ کے لئے محتاج ہو، خواہ اپنی ضرورت رفع کرنے کو یا اپنے اہل وعیال کی ضرورت رفع کرنے کو اور جس شخص کے پاس بقدر ضرورت موجود ہے، مثلاً صاحب جائیداد ہے یا اور کسی طرح سے اس کو مال مل گیا تو اس کے ذمہ یہ فرض نہیں رہتا، اس لئے کہ مال کو حق تعالیٰ شانہ نے حاجتوں کے رفع کرنے کے لئے پیدا کیا ہے؛ تاکہ بندہ ضروری حاجتیں پوری کر کے اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں مشغول ہو؛ کیوں کہ بغیر کھائے پئے عبادت نہیں ہوسکتی، پس مال مقصود لذاتہ نہیں؛ بلکہ مطلوب لغیرہ ہے، سو جب ضرورت کے قابل میسر ہو گیا تو خواہ مخواہ حرص کی وجہ سے اس کو طلب کرنا اور بڑھانا نہیں چاہئے، پس جس کے پاس بقدرِ ضرورت موجود ہو اس پر بڑھانا فرض نہیں؛ بلکہ مال کی حرص خدا تعالیٰ سے غافل کرنے والی اور اس کی کثرت

---

(۱) المعجم الکبیر ،عبداللہ بن مسعود الہذلی، حدیث: ۹۹۹۳، علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں عباد بن کثیر ثقفی متروک ہے۔

گناہوں میں مبتلا کرنے والی ہے، خوب سمجھ لو۔

اور اس بات کا لحاظ رہے کہ مال حلال میسر آوے، حرام کی طرف مسلمان کی بالکل توجہ نہیں ہونی چاہئے، اس لئے کہ وہ مال بے برکت ہوتا ہے، اور ایسا شخص جو کہ حرام خور ہو، دین و دنیا میں ذلت اور خدا تعالیٰ کی پھٹکار میں مبتلا رہتا ہے، اور بعضے جاہلوں کا یہ خیال کہ آج کل حلال مال کمانا غیر ممکن ہے اور حلال مال ملنے سے مایوسی ہے، سراسر غلط اور شیطان کا دھوکہ ہے، خوب یاد رکھو کہ شریعت پر عمل کرنے والے کی غیب سے مدد ہوتی ہے جس کی نیت حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی ہوتی ہے، حق تعالیٰ اس کو ایسا ہی مال مرحمت فرماتے ہیں اور یہ امر مشاہدہ سے ثابت ہے اور قرآن و حدیث میں تو جا بجا یہ وعدہ آیا ہے، اس نازک زمانہ میں جن خدا کے بندوں نے حرام اور شبہ کے مال سے اپنے نفس کو روک لیا ہے ان کو حق تعالیٰ شانہ عمدہ حلال مال مرحمت فرماتے ہیں اور وہ لوگ حرام خوروں سے زیادہ راحت و عزت سے رہتے ہیں، جو شخص اپنے ساتھ اور دوسرے حضرات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ دیکھتا ہے اور جا بجا قرآن و حدیث میں یہ مضمون پاتا ہے وہ ایسے جاہلوں کے کہنے کی کچھ پرواہ نہیں کر سکتا اور اگر کسی معتبر کتاب میں ایسی باتیں نظر سے گذریں، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے، پس جب وہ مضمون دیکھو تو کسی پکے دیندار عالم سے اس کا مطلب دریافت کرو، انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری تسلی ہو جائے گی اور ایسی بیہودہ باتوں کا وسوسہ دل سے نکل جائے گا، خوب سمجھ لو۔

لوگ مال کے باب میں بہت کم احتیاط کرتے ہیں، ناجائز نوکریاں کرتے ہیں، دوسروں کی حق تلفی کرتے ہیں، یہ سب حرام ہے اور خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی بات کی کمی نہیں جس قدر تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا، پھر بد نیتی کرنا، اور دوزخ میں جانے کی تیاری کرنا، کونسی عقل کی بات ہے؟ چونکہ لوگوں کو مال حلال کی طرف توجہ بہت کم ہے؛ اس لئے بار بار تاکید سے یہ مضمون بیان کیا گیا۔ دنیا میں اصل مقصود انسان اور جن کی پیدائش سے یہ ہے کہ انسان اور جن حق تعالیٰ کی عبادت کریں؛ لہٰذا اس بات کا ہر معاملہ میں خیال رکھو، اور کھانا پینا اس لئے ہے کہ قوت پیدا ہو جس سے خدا کا نام

لے سکے، یہ مطلب نہیں ہے کہ شب وروز لذتوں میں مشغول رہے اور اللہ میاں کو بھول جاوے اور ان کی نافرمانی کرے، بعضے جاہلوں کا یہ خیال کہ دنیا میں فقط کھانے پہننے اور لذتیں اڑانے کے لئے آئے ہیں، سخت بددینی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ جہالت کا ناس کرے کیسی بری بلا ہے۔

۲- حدیث میں ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی نے نہیں کھایا کوئی کھانا کبھی بہتر اس کھانے سے جو اپنے دونوں ہاتھوں کے عمل سے ہو۔(۱)

اور بیشک خدا کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام اپنے ہاتھوں کے عمل سے کھاتے تھے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی بہت عمدہ چیز ہے، مثلاً کوئی پیشہ کرنا یا تجارت کرنا وغیرہ، خواہ مخواہ کسی پر بوجھ ڈالنا نہ چاہئے، اور پیشے کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے، جب اس قسم کے کام حضراتِ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے کئے ہیں تو اور کون ایسا شخص ہے جس کی آبرو ان حضرات سے بڑھ کر ہے؛ بلکہ کسی کی ان حضرات کے برابر بھی نہیں، ان سے بڑھ کر تو کیا ہوتی؟ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی نبی ایسے نہیں ہوئے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔(۲)

خوب سمجھ لو اور جہالت سے بچو، اور بعضے لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کسی کے پاس مال حلال ہو؛ مگر اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا نہ ہو؛ بلکہ میراث میں ملا یا اور کسی حلال ذریعہ سے میسر آیا ہو تو خواہ مخواہ اپنے کمانے کی فکر کرتے ہیں اور اس کو عبادت میں مشغول ہونے سے بہتر جانتے سمجھتے ہیں، یہ سخت غلطی ہے؛ بلکہ ایسے شخص کے لئے عبادت میں مشغول ہونا بہتر ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اطمینان دیا اور رزق کی فکر سے فارغ البال کیا تو پھر بڑی ناشکری ہے کہ اس کا نام اچھی طرح نہ لیوے اور مال ہی کو بڑھائے جاوے؛ بلکہ مال حلال تو جس طرح سے میسر آوے بشرطیکہ کوئی ذلت نہ اٹھانی پڑے، وہ سب عمدہ

---

(۱) بخاری: باب كسب الرجل وعمله بيده، حديث:۱۹۶۶

(۲) بخاری: باب رعی الغنم على قراريط، حديث:۲۱۴۳۔

ہے، اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اس کی بڑی قدر کرنی چاہئے، اور انتظام سے خرچ کرنا چاہئے، فضول نہ اڑانا چاہئے، اور حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ لوگ اپنا بار کسی پر نہ ڈالیں اور لوگوں سے بھیک نہ مانگیں جب تک کوئی خاص ایسی مجبوری نہ ہو جس کو شریعت نے مجبوری قرار دیا ہو، اور پیشہ کو حقیر نہ سمجھے اور حلال مال طلب کرے، کمائی کو عیب نہ سمجھیں سو اس وجہ سے یہ مضمون مبالغہ کے طور پر بیان فرمایا گیا؛ تاکہ لوگ اپنے ہاتھ سے کمانے کو برا نہ سمجھیں اور کمائیں اور کھائیں اور کھلائیں اور خیرات کریں، حدیث کی یہ غرض نہیں ہے کہ سوائے اپنے ہاتھ کی کمائی کے اور کسی طرح سے جو حلال مال ملا ہو وہ حلال نہیں، یا ہاتھ کی کمائی کے برابر نہیں؛ بلکہ بعض مال اپنے ہاتھ کی کمائی سے بڑھ کر ہوتا ہے اور بعضے ناواقف سچے خاصان خدا پر جو متوکل ہیں طعن کرتے ہیں اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں، جو مذکور ہوئی کہ ان کو اپنے ہاتھ سے کمانا چاہئے، محض توکل پر بیٹھنا اور نذرانوں سے گذر کرنا اچھا نہیں، یہ ان کی سخت نادانی ہے اور یہ اعتراض جناب رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے، ڈرنا چاہئے، سخت اندیشہ ہے کہ ان بزرگوں کی بے ادبی اور ان پر لعن طعن سے دارین میں بلا نازل ہو اور طعن کرنے والوں کو ہلاک کر دے؛ بلکہ اولیاء اللہ کی بے ادبی سے ایمان جاتے رہنے اور برا خاتمہ ہونے کا اندیشہ ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس دن سے پہلے ناپید کر دے جس دن بزرگوں پر اعتراض کرے کہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے، میں کہتا ہوں قرآن اور حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ انصاف سے اور طلب حق کے لئے تامل کیا جاوے کہ جس شخص میں توکل کی شرطیں پائی جاویں تو اس کیلئے توکل کرنا کمانے سے بدرجہا افضل ہے اور یہ اعلیٰ مقام ہے مقامات ولایت سے، جناب رسول اللہ ﷺ خود متوکل تھے اور جو آمدنی متوکل کو ہوتی ہے وہ ہاتھ کی کمائی سے بہت بہتر ہے اور اس میں خاص برکت اور خاص نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یہ رتبہ مرحمت فرمایا ہے اور بصیرت اور فہم اور نور عطا فرمایا ہے وہ کھلی آنکھوں اس کی برکت دیکھتا ہے اور اس کا تفصیلی بیان کسی خاص موقع پر کیا جاوے گا، چونکہ یہ مختصر رسالہ ہے، اس لئے طوالت کی گنجائش نہیں، اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ یہ قول سراسر غلط ہے

جیسا کہ بیان ہوا اور بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ ایک تو خود نیک کام سے محروم ہوا اور دوسرا کرے تو اس پر لعن طعن کرو، بھلا حق تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤ گے جب کہ اس کے دوستوں کے درپے ہوتے ہو، اور علاوہ فائدہ مذکورہ کے توکل اختیار کرنے میں بہت سے دینی فائدے ہیں اور وہ متوکلین جو مخلوق کی تعلیم کرتے ہیں ان کی خدمت کرنا تو بقدر ان کے ضروری خرچ پورا ہونے کے فرض ہے، سو اپنا حق نذرانہ سے لینا کیوں برا سمجھا گیا؟ جب کہ غیر متوکلین بھی اپنے حقوق مار دھاڑ سے لڑائی لڑ کر وصول کرتے ہیں ؛ حالاں کہ متوکلین تو بہت تہذیب اور لوگوں کی بڑی آرزو کرنے سے اپنا حق قبول کرتے ہیں اور نذرانہ قبول کرنے میں جب کہ ذلت نہ ہو اور استغنا اور بے پروائی سے لیا جاوے خصوصاً جب کہ اس کے واپس کرنے میں دینے والے کی سخت دل شکنی ہو تو ظاہر ہے کہ اس میں بھلائی ہے یا برائی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ایسے حضرات جو سچے متوکل ہیں ان کو بڑی عزت سے روزی میسر ہوتی ہے ؛ مگر ان کی نیت اور توجہ محض خدا کے بھروسہ پر ہوتی ہے، مخلوق کی طرف نگاہ نہیں ہوتی اور جو طمع رکھے مخلوق سے اور نگاہ کرے ان کے مال پر وہ دغا باز ہے، وہ ہمارے اس کلام سے خارج ہے، ہم نے تو سچے توکل والے کی حالت بیان کی ہے، کسی کو حقیر سمجھنا خصوصا خاصانِ خدا کو بڑا سخت گناہ ہے، اور ان حضرات کا اس میں کوئی ضرر نہیں ؛ بلکہ نفع ہے کہ برا کہنے والوں کی نیکیاں قیامت کے روز ان کو ملیں گی، تباہی تو ان کی ہے جو برا کہتے ہیں کہ دین و دنیا تباہ ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ توکل کی اجازت ہر شخص کو شریعت نے نہیں دی ہے، اس کی ہمت کرنا اور اس کی شرطوں کو پورا کرنا بہت دشوار ہے، اسی وجہ سے ایسے حضرات بہت کم پائے جاتے ہیں گویا کہ معدوم ہیں اور بہت اچھی چیز ہمیشہ کم ہی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا بیحد شکر ہے کہ یہ مقام محض معمولی توجہ سے بہت عمدہ تحریر ہو گیا، اللہ تعالی ہم کو اور آپ کو عمل کی توفیق دے، آمین۔

۳۔ حدیث میں ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ طیب ہے، یعنی کمالات کے ساتھ موصوف اور تمام عیبوں سے پاک ہے، نہیں قبول کرتا ہے مگر طیب کو۔(۱)

---

(۱) السنن الکبری للبیهقی، باب الخروج من المظالم والتقرب إلی الله ، حدیث: ٦١٨٧

یعنی اللہ تعالیٰ طیب مال، یعنی حلال مال قبول فرماتا ہے، حرام مال وہاں مقبول نہیں، بلکہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حرام مال خیرات کرکے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے حکم کیا مؤمنوں کو اس چیز کا جس کا کہ حکم فرمایا مرسلین یعنی رسولوں کو، پس فرمایا: اے رسولو! کھاؤ پاک چیزیں یعنی حلال، اور عمل کرو اچھے (۱) اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے: اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں (۲) پھر ذکر فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کا جو لمبا سفر کرتا ہے، حج کرنے، علم طلب کرنے وغیرہ کو اس حال میں کہ پراگندہ حال اور گرد آلودہ ہوتا ہے، سفر کی مشقت سے اور ہاتھ بڑھاتا ہے، آسمان کی طرف اور کہتا ہے: اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! یعنی اللہ پاک سے بار بار سوال کرتا ہے کہ رحم فرما کر مقصود عطا کردے، حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا پہننا حرام ہے۔ (۳)

اور اس کا لباس حرام ہے! یعنی خورد ونوش اور لباس مال حرام سے حاصل کرتا ہے یعنی مال حرام سے گذر کرتا ہے، اسی سے پرورش پاتا ہے، ہاں جس کو والدین نے نابالغی کی حالت میں مال حرام سے پرورش کیا ہو اور بالغ ہو کر اس نے حلال مال حاصل کیا اور اس کو اپنی خورد ونوش اور لباس میں صرف کیا تو وہ شخص اس حکم سے خارج ہے، نابالغ ہونے کی حالت کا گناہ فقط والدین پر ہے، پس کیوں کر قبول کی جاوے گی، وہ دعا اس کے لئے، یعنی باوجود اتنی مشقتوں کے مال حرام کے استعمال کی وجہ سے ہرگز دعا مقبول نہ ہوگی اور اگر کبھی مقصود حاصل بھی ہو گیا تو وہ دعاء کے سبب سے نہیں؛ بلکہ اس کا حاصل ہونا تقدیر الٰہی کی وجہ سے ہے جیسے کہ کافروں کے مقصود پورے ہو جاتے ہیں اور دعا کے مقبول ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ بندہ پر نظر رحمت فرمائیں اور اس رحمت کی وجہ سے اس کو اس کا مطلوب عطا فرمائیں، اور اس طلب پر ثواب عنایت ہو، سو یہ بات اسی کو میسر ہوتی

---

(۱) المؤمنون: ۵۱

(۲) حوالہ سابق

(۳) مسلم: باب قبول الصدقة من الكسب الطيب، حديث: ۱۰۱۵

ہے جو شریعت کا پابند ہے اور اللہ پاک سے مقصود طلب کرے، یہاں سے معلوم ہوا کہ حلال کھانے میں بڑی برکت ہے اور واقعی اس کی خاص تاثیر ہے اور ایسا مال کھانے سے نیکی کی قوت پیدا ہوتی ہے، اعضاء عقل کی تابعداری کرتے ہیں، حضرت سیدنا ومولانا ابو حامد محمد غزالی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ ایک بہت بڑے درویش سے یعنی حضرت سہیلؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ جو حرام کھاتا ہے، اعضاء اس کی عقل کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں، یعنی عقل نیکی کا حکم کرتی ہے اور وہ اس کی اطاعت نہیں کرتے؛ مگر یہ بات ان ہی حضرات کو معلوم ہوتی ہے جن کے دل کی آنکھیں روشن ہیں، ورنہ جن کا دل سیاہ ہے وہ تو شب و روز اس میں مشغول رہتے ہیں اور خوب لذّت اڑاتے ہیں اور ان کو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ قلب کے حسن اور دل کی بینائی اور بصیرت کو قائم رکھے، آمین۔

۴- حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارکؒ جو بڑے عالم اور زاہد اور حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں، فرماتے ہیں کہ: مجھے ایک درہم مشتبہ مال کا لوٹا دینا جو مجھے ملے خواہ ہدیہ کے ذریعہ سے یا اور کسی طرح، زیادہ محبوب ہے چھ لاکھ درہم خیرات کرنے سے یہاں سے اندازہ کرنا چاہئے کہ مشتبہ مال کی کیا قدر ہے، افسوس کہ لوگ صریح حرام بھی نہیں چھوڑتے، روپیہ ملے، کسی طرح ملے اور حضرات بزرگان دین مشتبہ مال کو اس قدر برا سمجھتے تھے حرام مال سے بچنا سب کے ذمہ ضروری ہے، اس سے بہت بڑی احتیاط لازم ہے برا مال کھانے سے بیحد خرابیاں نفس میں پیدا ہوتی ہیں، یہ انسان کو ہلاک کرنے والا ہے۔

۵- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے حلال ظاہر ہے، اور حرام ظاہر ہے، اور ان دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں یعنی ان کے حلال اور حرام ہونے میں شبہ ہے، بعضے اعتبار سے ان کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعضے اعتبار سے ان کا حرام ہونا معلوم نہیں ہوتا جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے اور کم ہیں ایسے لوگ جو ان کو جانتے ہیں اور وہ بڑے بڑے عالم متقی ہیں جو اپنے علم پر اچھی طرح عمل کرتے ہیں۔

پس جس شخص نے پرہیز کیا ہے، شبہ کی چیزوں سے بچالیا ہے اس نے اپنے دین

کو، یعنی عذاب دوزخ سے پناہ مل گئی اور اپنی آبرو، یعنی طعنہ دینے والوں سے اپنی آبرو بچالی، اس لئے کہ خلاف شرع شخصوں کو لوگ طعن دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دین و دنیا کی بے عزتی سے بچنا ہر ذی عقل پر ضروری ہے اور جو شخص واقع ہوا شبہ کی چیزوں میں وہ واقع ہوگا حرام میں یعنی جو شخص شبہ کی باتوں سے پرہیز نہیں کرتا، وہ رفتہ رفتہ صریح حرام باتوں میں مبتلا ہوجاتا ہے جہاں نفس کو ذرا گنجائش دی گئی وہ رفتہ رفتہ اس قدر خرابی برپا کرتا ہے کہ خدا کی پناہ ہلاک ہی کردیتا ہے، سو جو شخص مال کے بارے میں احتیاط نہ کرے جو ملے قبول کرلے، کسی شبہ کی پرواہ ہی نہ کرے وہ عنقریب حرام کھانے لگے گا، نفس کو ہمیشہ شریعت کا قیدی بنا کر رکھنا چاہئے، کبھی آزادی نہ دے، اور گو ایسے شبہ کا مال کھانا جس کا یہ حال معلوم نہ ہو کہ اس میں کتنا حلال ملا ہے اور کتنا حرام، جائز ہے؛ لیکن مکروہ ہے، اور رفتہ رفتہ شبہ سے صریح حرام میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہے؛ لہٰذا چاہئے کہ شبہ کی باتوں سے بھی بچے کہ اصل مقصود اور ہمت کی بات یہی ہے، خوب سمجھ لو، مثل اس چرواہے کے جو چراتا ہے گرد اس چراگاہ کے جس کو بادشاہ نے اپنے جانور چرانے کے لئے خاص کرلیا ہے، قریب ہے یہ چرادے اس چراگاہ میں، یعنی جو ایسی چراگاہ کے گرد چراتا ہے، وہ عنقریب خاص چراگاہ میں چرانے لگے گا، یا تو اس طرح کہ جانوروں کا اس طریق پر چرنا کہ اس حد سے آگے نہ بڑھیں دشوار ہے، یا اس طرح کہ خود چرواہے ہی کو عنقریب ایسی دلیری ہوجائے گی کہ وہ اس قدر احتیاط نہ کرے گا، اسی طرح نفس کو احتیاط نہیں ہوتی اور کبھی تو ابتداء ہی سے جہاں شبہ کے درجہ پر پہنچا حرام میں مبتلا ہوجاتا ہے اور کبھی کچھ دنوں کے بعد یہ حالت ہوتی ہے اور یاد رکھنا چاہئے کہ خودرو گھاس کی چراگاہ کو صرف اپنے لئے خاص کرلینا اور اس میں دوسروں کو اس میں چرانے سے روکنا زمینداروں کو جائز نہیں اور یہاں تو فقط مثال بیان کرنا مقصود ہے، آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے اور آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ جس کی حفاظت کی گئی ہے، اس کے محارم ہیں، یعنی جن چیزوں کو اس نے حرام فرمادیا ہے تو جو شخص ان حرام چیزوں میں واقع ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی خیانت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ کی خیانت کرنا بغاوت ہے اور حق

تعالیٰ شانہ چونکہ اعلیٰ درجہ کے بادشاہ ہیں؛ لہٰذا ان کی خیانت اعلی درجہ کی بغاوت ہے جس کی سزا بھی بہت بڑی ہے، آگاہ رہو کہ انسان کے بدن میں ایک بوٹی ہے جب کہ وہ درست ہوگی اور اس میں باطنی یا ظاہری خرابی نہ پیدا ہوگی، کل بدن درست ہوگا جب کہ وہ فاسد اور خراب ہوگی تو خراب ہوگا تمام بدن، آگاہ رہو کہ وہ بوٹی دل ہے(۱) یعنی دل سلطان البدن ہے، قلب کی درستی سے تمام اعضاء درست رہتے ہیں، اطاعتِ الٰہی پر، گناہ کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے، حاصل یہ ہوا کہ نیکیوں کا وجود موقوف ہے قلب کی درستی اور صفائی پر اور قلب کی صفائی میں اکل حلال کو خاص دخل ہے، پس اس سے ترغیب ہوئی اہتمام اکل حلال پر۔

۶- حدیث میں فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے ہلاک کرے اللہ تعالیٰ یہود کو، حرام کی گئیں ان پر چربیاں، پس انہوں نے چربی (چربیاں یعنی گائے اور بکری کی چربی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے) کو گلایا پھر انہوں نے اس کو فروخت کیا یعنی حیلہ یہ کیا کہ خود چربی نہیں کھائی؛ بلکہ اس کے دام کھائے اور اس کو یہ سمجھے کہ یہ چربی کھانا نہیں ہوا(۲) حالانکہ اس حکم کا حاصل یہ تھا کہ چربی سے بالکل منتفع مت ہو، اس میں بیچ کر دام کھانا بھی داخل تھا، آج کل بعضے سود خوروں نے اسی قسم کے حیلے پیدا کر لئے ہیں؛ تا کہ ظاہر میں سود کھاویں؛ لیکن حق تعالیٰ عالم الغیب ہے نیت کو خوب جانتا ہے ہرگز ہرگز ایسے حیلے نکالنا روا نہیں۔

۷- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے نہیں ہے یہ بات کہ کمائے بندہ مال حرام کو پس صدقہ دے اس میں سے سو اس سے قبول کیا جائے اور نہ یہ کہ خرچ کرے اس میں سے پس برکت دی جائے، اس کے لئے اس مال میں اور نہ یہ کہ چھوڑے اپنے پیچھے مگر ہو وہ چھوڑنا توشہ اس کے لئے پہنچانے والا دوزخ کی طرف یعنی مال حرام کما کر اگر صدقہ کرے مقبول نہ ہوگا اور خاک ثواب نہ ملے گا؛ بلکہ بعض علماء نے

---

(۱) بخاری: باب فضل من استبرأ لدینه ،حدیث:۵۲

(۲) مسلم : باب تحریم بیع الخمر والمیتة، حدیث:۱۵۸۲

فرمایا ہے کہ حرام مال خیرات کر کے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے اور فقیر جس کو مال حرام دیا گیا ہے اس نیت سے کہ دینے والے کو ثواب ہوا گر جانتا ہے کہ یہ مال اسطرح کا مجھے دیا گیا ہے، اور وہ باوجود جاننے کے خیرات دینے والے کو دعا دے تو وہ بھی ان علماء کے قول پر کافر ہو جائے گا اور اگر ایسا مال کسی اور خرچ میں لگایا جائے تو بھی کچھ برکت نہ ہوگی اور اگر اپنے بعد ایسا مال چھوڑے گا تو اس کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا، کھاویں گے وارث اور عذاب میں یہ مبتلا ہوگا، غرض مال حرام میں بجز ضرر کے کوئی نفع نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ نہیں دور کرتا ہے برائی کو برائی کے ذریعہ سے پس چونکہ حرام مال خیرات کرنا فسق ہے اور گناہ ہے سو اس گناہ کے ذریعہ سے اور گناہ نہیں معاف ہو سکتے؛ لیکن دور کرتا ہے برائی کو بھلائی سے، پس حلال مال صدقہ کرنا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے؛ جب کہ با قاعدہ اور شریعت کے موافق خیرات کرے، تحقیق خبیث یعنی مال حرام نہیں دور کرتا ہے خبیث کو یعنی گناہ کو۔

۸- حدیث میں ہے جنت میں وہ گوشت نہ داخل ہوگا جو پلا ہے اور بڑھا ہے مال حرام سے اور ہر ایسا گوشت جو پلا بڑھا ہے مالِ حرام سے جہنم ہی اس کے لائق ہے (۱) یعنی حرام خور جنت میں بغیر سزا بھگتے داخل نہ ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ کفار کی طرح کبھی داخل جنت نہ ہوگا۔؛ بلکہ اگر وہ اسلام پر مرا اور تھا حرام خور تو اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو جاوے گا اور اگر حرام کھانے سے توبہ کرے مرنے سے پہلے اور جس کا حق اس کے ذمہ ہو وہ ادا کر دے تو البتہ حق تعالیٰ اس کا یہ گناہ معاف فرمائیں گے اور اس حدیث میں جو عذاب مذکور ہے اس سے محفوظ رہے گا۔

۹- حدیث میں ہے کہ بندہ نہیں ہوتا ہے پورے پرہیزگاروں میں سے یہاں تک کہ چھوڑ دے اس چیز کو جس میں کچھ ڈر نہیں بسبب اس چیز کے جس میں اندیشہ ہے، (مسند احمد، حدیث الحسن بن علی، حدیث: ۱۷۲۷، محقق شعیب الارنوط نے اس کی

---

(۱) مسند احمد: مسند جابر بن عبد اللہ، حدیث: ۱۴۴۸۱، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، مجمع الزوائد، حدیث: ۹۲۶۳۔

سند کو صحیح کہا ہے) یعنی کوئی چیز بالکل حلال ہے اور کوئی کام مباح اور جائز ہے؛ مگر اس میں متوجہ ہونے سے اور ایسے مال کے کھانے سے کسی گناہ ہو جانے کا ڈر اور احتمال ہے تو اس حلال مال کو بھی نہ کھاوے اور ایسے جائز کام کو بھی نہ کرے؛ اس لئے کہ اگر چہ یہ کام کرنا اور یہ مال کھانا گناہ نہیں؛ مگر اس کے ذریعہ سے گناہ ہو جانے کا ڈر ہے اور برے کام کا ذریعہ بھی برا ہوتا ہے، مثلاً عمدہ عمدہ کھانے اور لباس میں مشغول ہونا جائز اور حلال ہے؛ مگر چونکہ حد سے زیادہ لذتوں میں مشغول ہونے سے گناہوں کے صادر ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے کمال تقوی اور اعلی درجہ کی پرہیز گاری یہ ہے کہ ایسے کاموں سے بھی بچے، یا شبہ کا مال کھانا مکروہ ہے، مگر اس میں ہمت کھانے کی کرنے سے اندیشہ ہے کہ عنقریب نفس ایسا بے قابو ہو جائے گا کہ حرام کھانے لگے تو ایسے مال سے بھی بچنا چاہئے۔

۱۰- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کا ایک غلام تھا، جو ان کو خراج دیتا تھا (یہاں خراج سے وہ محصول مراد ہے جو غلام پر مقرر کیا جاتا ہے، اس کی ساری کمائی میں سے کچھ کمائی مالک لیتا ہے) پس حضرت ابو بکر ؓ وہ محصول اس غلام کا کھاتے تھے، سو لایا وہ ایک دن کچھ کھانے کی چیز اور حضرت ابو بکر ؓ نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو غلام نے کہا: تمہیں معلوم ہے کیا تھی یہ چیز جسے تم نے کھایا (اور کہاں سے آئی) پس فرمایا حضرت ابو بکر ؓ نے کونسی چیز تھی وہ جسے میں نے کھایا، اس نے کہا: میں نے جاہلیت کے زمانے میں یعنی اسلام سے پہلے ایک آدمی کو کاہنوں کے قاعدہ سے کوئی خبر دی تھی اور میں اس کام کو اچھی طرح نہیں جانتا تھا، (یعنی کاہن لوگ جس طرح کچھ باتیں بتلاتے ہیں اور وہ کبھی جھوٹ اور غلط اور کبھی سچ اور صحیح ہو جاتی ہیں اور اس کا سچ ماننا منع ہے اور جو اس فن کے ماہر ہیں انہوں نے جو قاعدے مقرر کئے ہیں میں ان سے اچھی طرح واقف نہ تھا، مگر بیشک میں نے اس آدمی کو دھوکہ دیا، پھر اس نے مجھے وہ چیز جو آپ نے کھائی دی بذریعہ اس کے، یعنی جو بات میں نے اس کو بتلادی تھی، اس کے عوض دی، تو وہ یہ چیز ہے جسے آپ نے کھایا، پس داخل فرمایا حضرت ابو بکر ؓ نے اپنا ہاتھ حلق میں پھر قئے فرمایا، یعنی نکال دیا تمام اس

چیز کو جوان کے پیٹ میں تھا، یعنی احتیاط اور کمالِ تقوی کی وجہ سے کھانا پیٹ کے اندر کا نکال دیا؛ کیوں کہ خاص اس کھانے کا نکالنا تو غیر ممکن تھا سو تمام پیٹ خالی کر دیا؛ حالانکہ اگر آپ قئے نہ فرماتے جب بھی گناہ نہ ہوتا۔ (۱)

۱۱- حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی کپڑا دس درہم کو خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا نہ قبول فرمائے گا حق تعالیٰ اس کی نماز جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا یعنی گو فرض ادا ہو جائے گا مگر نماز کا پورا ثواب نہ ملے گا اور اسی طرح اور اعمال کو بھی قیاس کر لو، خدا سے ڈرنا چاہئے کہ اول تو لوگوں سے عبادت ہی کیا ہوتی ہے، اور جو ہوتی ہے وہ اس طرح ضائع ہو پھر کیا جواب دیا جائے گا، قیامت کے روز اور کیسے عذاب دردناک کی برداشت ہوگی؟ (۲)

۱۲- حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے! بے شک میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا ہوں جو تمہیں جنت سے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے؛ مگر یہ بات ہے کہ میں نے تم کو اس کا حکم کر دیا ہے یعنی جنت میں داخل کرنے والے اور دوزخ سے ہٹانے والے سب اعمال میں نے تم کو بتلا دیئے ہیں، اور میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا جو تمہیں جنت سے دور کر دے اور دوزخ سے تم کو قریب کر دے؛ مگر یہ بات ہے کہ میں نے تم کو اس سے منع کر دیا ہے، یعنی دوزخ میں داخل کرنے والے اور جنت سے ہٹا دینے والے کاموں سے تم کو روک چکا ہوں کہ ایسے کام مت کرو اور بے شک روح الامین یعنی جبرائیل نے میرے دل میں ڈال دیا ہے کہ بیشک کوئی نفس ہرگز نہ مرے گا یہاں تک کہ پورا لے لے اپنا رزق یعنی تقدیر میں جو رزق ہر مخلوق کی لکھا جا چکا ہے بغیر اس قدر ملجانے کے پہلے کوئی نہیں مر سکتا، اگر چہ وہ رزق دیر میں ملے، یعنی ملنا ضرور ہے جس وقت پر لکھ دیا ہے اسی وقت پہنچے گا، نیت خراب کرنے اور حرام کمانے سے جلدی نہیں مل سکتا، خدا سے ڈرو یعنی اس پر بھروسہ کرو اور اس کے وعدے کا یقین کرو پس حرام کمانے سے بچو

---

(۱) بخاری: باب أیام الجاهلیة، حدیث:۳۶۲۹

(۲) مسند احمد: مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب، حدیث:۵۷۳۲

اور اختصار اختیار کرو، طلب رزق میں یعنی بیحد دنیا کمانے میں مشغول نہ ہو، حرص نہ کرو، شرع کے خلاف کمائی سے بچو، اور ہر گز نہ آمادہ کرے تم کو دیر لگنا رزق ملنے میں اس بات پر کہ تم طلب کرنے لگو اس کو خدا تعالیٰ کی معصیت سے یعنی اگر روزی ملنے میں دیر ہو تو گناہ اور حرام ذریعوں سے رزق حاصل نہ کرو، اس لئے کہ وقت سے پہلے ہر گز نہ ملے گا خواہ مخواہ گناہ بے لذت میں مبتلا ہوگے، اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ نہیں حاصل کی جاتی وہ چیز جو اس کے پاس ہے رزق اور اس کے سوا جو چیز ہے اس کی معصیت کے ذریعہ سے

رواه ابن أبي الدنيا في القناعة، والبيهقي في المدخل، وقال إنه منقطع، ونص الحديث قال رسول الله ﷺ: إِنِّي لَا أَعْلَمُ شَيْئًا يُقَرِّبُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبْعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ إِلَّا أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَلَا أَعْلَمُ شَيْئًا يُبْعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ إِلَّا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ، وَإِنَّ الرُّوحَ الْأَمِينَ نَفَثَ فِي رُوعِي أَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ، وَاجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اسْتِبْطَاءُ شَيْءٍ مِنَ الرِّزْقِ أَنْ تَطْلُبُوهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَلَا يَنَالُ مَا عِنْدَهُ مِنَ الرِّزْقِ وَغَيْرِهِ بِمَعْصِيَتِهِ"(۱)

۱۳- **حدیث میں ہے** کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے دس حصوں میں سے نو حصے رزق تجارت میں ہے، یعنی تجارت بہت بڑی آمدنی کا ذریعہ ہے، اس کو اختیار کرو۔(۲)

---

(۱) مصنف ابن أبي شيبه : ما ذكر عن نبينا ﷺ، **حدیث:۳۴۳۳۲**

(۲) كنز العمال: الفصل الثالث في أنواع التجارة، **حدیث:۹۳۴۲**، علامہ بوصیری نے زوائد میں اس کی سند کو نعیم بن عبدالرحمٰن کی جہالت کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، محقق اشرف مسعود نے "مغني عن حمل الأسفار : في فضل الكسب والحث عليه" فرماتے ہیں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں اور یہ نعیم ان کو ابن مندہ نے صحابہ میں ذکر کیا ہے، اور یہ صحیح نہیں اور ابو حاتم رازی اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ تابعی ہیں اور یہ حدیث مرسل ہے۔

۱۴- حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس مومن کو جو محنتی ہو اور پیشہ ور ہو، نہیں پرواہ کرتا ہے کہ کیا پہنتا ہے یعنی محنت و مشقت میں معمولی سے کپڑے پہنتا ہے، اتنی فرصت نہیں اور ایسا موقع نہیں جو کپڑے زیادہ صاف رکھ سکے، لیکن جو شخص مجبور نہ ہو اس کو سادگی کے ساتھ صاف رہنا چاہئے۔

۱۵- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ میری طرف وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور میں تجارت کرنے والوں میں سے ہوں اور لیکن یہ وحی کی گئی ہے کہ مجھکو کہ اللہ کی تسبیح (پاکی بیان کرنا یعنی سبحان اللہ کہنا) کرو اس کی حمد کے ساتھ یعنی اس کی تعریف بیان کرو یعنی ”سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ“ پڑھو اور ہو جاؤ سجدہ کرنے والوں میں سے یعنی نماز پر ہمیشگی کرو اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جو نماز پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو یہاں تک کہ تم کو موت آجائے، یعنی حاجت سے زیادہ دنیا میں مشغول نہ ہو؛ کیوں کہ بقدر ضرورت معاش کا بندوبست کرنا سب پر واجب ہے، ہاں جس میں توکل کی قوت ہو اور سب شرطیں اس میں توکل کی جمع ہوں ایسا شخص البتہ جس کام کو چھوڑ کر محض عبادت علمیہ و عملیہ میں مشغول ہو جائے۔(۱)

۱۶- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں فرمایا جناب سرور عالم ﷺ نے رحم کرے اللہ تعالیٰ آدمی نرمی کرنے والے پر جس وقت کوئی چیز فروخت کرے اور جس وقت کچھ خریدے اور جس وقت قرض طلب کرے سبحان اللہ خرید و فروخت اور قرض طلب کرنے کی حالت میں نرمی اور رعایت کرنے کا کس قدر بڑا درجہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایسے شخص کے حق میں خاص طور پر دعا فرماتے ہیں اور آپ کی دعا یقیناً مقبول ہے اگر اس نرمی کے برتاؤ کی فقط یہی فضیلت ہوتی اور اس کے سوا کچھ ثواب نہ ملتا تو یہی بہت بڑی نعمت تھی؛ حالانکہ اس رعایت اور نرمی کا ثواب بھی ملے گا؛ لہٰذا تاجروں کو مناسب ہے کہ اس صحیح حدیث پر عمل کرکے جناب رسالت مآب ﷺ کے

---

(۱) الزهد لابن حنبل : زهد عبيد بن عمير: ۳۹۱/۱، دار الريان ، بيروت

محل کرم ہوں، نیز دنیا کا اس برتاؤ میں یہ نفع ہے کہ ایسے شخص کے معاملہ سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور تجارت خوب چلتی ہے، لوگوں کا رجوع ایسے معاملہ کرنے والے کی طرف بہت ہوتا ہے اور بعض اوقات خوش ہو کر دعا بھی دیتے ہیں، واقعی بات یہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنے والا دین و دنیا میں گویا بادشاہ ہو کر رہتا ہے اور بڑی راحت سے گذرتی ہے، اس سے بڑھ کر خوش نصیب کون ہے جس کو دارین کی برکتیں حاصل ہوں اور خدا کے نزدیک اور اکثر لوگوں کے نزدیک بھی محبوب اور عزیز ہے۔

ورواه البخاری بلفظ عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: "رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَى وَإِذَا اقْتَضَى" (۱)

۱۷- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے بچو تم زیادہ قسم کھانے سے (۲) یعنی اس خیال سے کہ ہمارا مال خوب بکے بہت قسمیں نہ کھاؤ، کیوں کہ زیادہ قسم کھانے میں کوئی نہ کوئی قسم ضرور جھوٹ نکلے گی اور پھر اس سے بے برکتی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے، ہاں کبھی اگر ایسا کرو تو مضائقہ نہیں اس لئے کہ تحقیق وہ کثرت سے قسم کھانا رواج دیتا ہے مال کو اور لوگوں کو قسم کی وجہ سے مال کے متعلق جو امور ہوتے ہیں ان کا اعتبار آ جاتا ہے، پھر بے برکت کر دیتا ہے جس سے دین و دنیا کی منفعت سے محرومی ہوتی ہے۔

۱۸- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے تجارت کرنے والا سچا گفتگو میں اور برتاؤ میں بڑا امانت دار، قیامت میں انبیاء اور صدیقین، یعنی جو بڑے بڑے خدا کے ولی ہیں (۳) اور جنہوں نے ہر قول اور ہر فعل میں اعلیٰ درجہ کی سچائی اختیار

---

(۱) بخاری : باب السهولة والسماحة فی الشراء ، حدیث: ۱۹۷۰

(۲) ابن ماجه : باب ماجاء فی کراهية اليمين، حدیث: ۲۲۰۹، البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(۳) سنن الترمذی : التجار وتسمية النبی ﷺ ، حدیث: ۱۲۰۹، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

کی ہے اور اللہ میاں کی نہایت اعلیٰ درجہ کی اطاعت کی ہے اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا یعنی ایسے تاجر کو جس کی یہ صفتیں ہوں جو بیان کی گئیں قیامت کے روز حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور حضرات صدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات شہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہمراہی اور دوزخ سے نجات میسر ہوگی اور ساتھ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ ان حضرات کے برابر رتبہ مل جاوے گا؛ بلکہ ایک خاص قسم کی بزرگی مراد ہے جو بڑوں کے ساتھ رہنے سے حاصل ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص کسی بزرگ کی دنیا میں دعوت کرے اور ان کے ہمراہ ان کے خادموں کی بھی ضیافت کرے تو ظاہر ہے کہ ان بزرگ کے کھانا کھانے کی جگہ اور ان خدام کے کھانا کھانے کی جگہ نیز کھانا ایک ہی ہوگا؛ لیکن جو درجہ ان لوگوں کے نزدیک ان بزرگ کا ہوگا، وہ خادموں کا نہیں؛ مگر ہمراہی کا شرف وعزت، نیز کھانے اور مکان میں شرکت کا میسر آنا ایک بہت بڑا کمال ہے۔

۱۹- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے اے گروہ تاجروں کے بیشک بیع ایسی چیز ہے جس میں اکثر لغو باتیں ہوجاتی ہیں (۱) اور قسم کھائی جاتی ہے پس ملالو اس میں صدقہ، یعنی لغو باتیں اور قسمیں کھانا بری بات ہے؛ لہٰذا صدقہ کرنا چاہئے؛ تاکہ ان لغویات وغیرہ کا جو کہ بلا قصد صادر ہوگئی ہیں کفارہ ہوجائے اور قلب میں جو کدورت پیدا ہوگئی ہے وہ جاتی رہے اور لغو سے مراد بیکار کلام ہے۔

۲۰- حدیث میں ہے کہ تجارت کرنے والے قیامت کے روز فاجر اور گنہ گار اٹھائے جاویں گے مگر جو شخص ڈرا اور سچ بولا (اور خرید وفروخت میں کوئی گناہ نہ کیا تو اس وبال سے بچ جاوے گا)۔ (۲)

یہاں تک بہشتی زیور کا مضمون تھا جو ختم ہوا۔

---

(۱) المستدرک، کتاب البیوع، حدیث: ۲۱۳۸، امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے، ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۲) سنن الترمذی: التجار وتسمیۃ النبی ﷺ، حدیث: ۱۲۱۰، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

فصل

کمائی کی فضیلت کے بیان میں

اس میں سب سے پہلے تو قرآن پاک کی آیات ہیں، امام غزالیؒ نے احیاء العلوم کے باب آداب الکسب والمعاش میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، اس سے مختصر کر کے یہاں لکھتے ہیں، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (۱)	اور بنایا دن کمائی کرنے کو۔

اس آیت شریفہ کو اللہ جل شانہ نے احسان جتانے کے لئے بیان فرمایا، دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (۲)	اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور مقرر کردیں اس میں تمہارے لئے روزیاں تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۳) فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۴)	اور کتنے اور لوگ پھریں گے ملک میں ڈھونڈنے اللہ تعالیٰ کے فضل کو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ تعالیٰ کا

اور حدیث پاک میں آیا ہے:

عن انس بن مالك رضى الله عنه عن النبى ﷺ قال:	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

---

(۱) النبأ:۱۱ (۲) الأعراف:۱۰

(۳) فوائد القرآن-المزمل (۴) الجمعة:۱۰

”طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ(۱)

فرمایا کہ حصول مال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه أنَّ النبی ﷺ قال : طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ(۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حلال مال کا طلب کرنا دوسرے فرائض کی ادائیگی کے بعد فرض ہے۔

عن أبی سعید الخدری رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ ”أَيُّمَا رَجُلٍ اِكْتَسَبَ مَالًا مِنْ حَلَالٍ فَأَطْعَمَ نَفْسَهُ أَوْ كَسَاهَا فَمَنْ دُوْنَهُ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَانَ لَهُ بِهٖ زَكَاةٌ (۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس آدمی نے بھی حلال مال کما کر خود اپنے کھانے اور پہنے میں خرچ کیا یا اپنے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی دوسرے کو کھلا دیا یا پہنایا تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہوگا۔

وعن نصیح العنسی عن رکب المصری رضی الله عنهما

حضرت رکب مصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خوش

---

(۱) رواه الطبرانی فی الأوسط وإسناده حسن إنشاء الله ،المعجم الأوسط: من اسمه مسعود، حدیث:۸۶۱۰، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد: باب طلب الحلال ،حدیث:۱۸۰۹۹۔

(۲) المعجم الکبیر : عبد الله بن مسعود الهذلی، حدیث:۹۹۹۳، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس میں عباد بن کثیر ثقفی متروک ہے، مجمع الزوائد : باب طلب الحلال، حدیث:۱۸۰۹۸

(۳) صحیح ابن حبان: باب النفقة ،حدیث:۴۲۳۶، حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

قال: قال رسول الله ﷺ: "طُوبىٰ لِمَنْ طَابَ كَسْبُهُ(۱)

خبری ہو اس کے لئے جس کی کمائی پاک ہو۔

ترغیب وترہیب کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے، تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اے سعد! اپنا کھانا پاک وحلال بنالو مستجاب الدعوات بن جاؤگے، اور قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس سے چالیس دن تک کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔ (۲)

عن المقدام بن معديكرب رضى الله عنه عن النبى ﷺ قال: مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدُ عليه السلام كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ(۳)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی نے نہیں کھایا، اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

وابن ماجة ولفظه: قال: مَا كَسَبَ الرَّجُلُ كَسْبًا أَطْيَبُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَمَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ

اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کمائی نہیں، اور جو مال

---

(۱) المعجم الكبير: ركب المصرى، حديث: ۴۶۱۶، علامہ منذری نے اس کے رواۃ کو ثقہ کہا ہے، الترغيب، كتاب الأدب وغيره، حديث: ۴۳۹۱۔

(۲) الترغيب والترهيب، الترغيب فى الاكتساب، حديث: ۲۶۶۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے، اس میں ایک شخص ہے جس کو میں نہیں جانتا۔

(۳) بخاری: باب كسب الرجل وعمله بيده، حديث: ۱۹۶۶

عَلٰی نَفْسِهٖ وَأَهْلِهٖ وَوَلَدِهٖ وَخَادِمِهٖ فَهُوَ صَدَقَةٌ. (۱)

حلال بھی آدمی خود اپنے اوپر اوراپنے اہل پر اور اپنی اولاد اورخادم پر خرچ کرے وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔

وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله: ”لَأَنْ يَّحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهٗ أَوْ يَمْنَعُهٗ (۲)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنی پشت پر لکڑیاں لادکر اس کو بیچ کر کھائے یہ اس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ کسی سے سوال کرے پھر وہ دے یا نہ دے۔

وعن أنس رضی الله عنه: ”أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ: أَمَا فِيْ بَيْتِكَ شَيْءٌ؟ قَالَ : بَلٰى ، حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهٗ وَنَبْسُطُ بَعْضَهٗ ، وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ ، قَالَ : اِئْتِنِيْ بِهِمَا فَأَتَاهُ بِهِمَا، فَأَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ ، وَقَالَ: مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَيْنِ؟ قَالَ رَجُلٌ :

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاری نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کچھ مال کا سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے گھر میں کچھ نہیں ؟ ان انصاری نے عرض کیا، ہاں ہے، ایک ٹاٹ ہے جس کے کچھ حصے کو پہنتا ہوں اور کچھ کو بچھا کر سوتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو

---

(۱) ابن ماجة : باب الحث علی المکاسب ،حدیث:۲۱۳۸، علامہ بوصیری کہتے ہیں کہ: اس کی سند صحیح ہے، مصباح الزجاجة : کتاب التجارات: ۲/۱، دار الجنان، بیروت۔

(۲) بخاری: باب کسب الرجل وعمله بیده، حدیث:۱۹۶۸

أَنَا، آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يَّزِيْدُ عَلَى دِرْهَمٍ؟ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ، قَالَ رَجُلٌ : أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ، فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ فَأَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ فَأَتَاهُمَا الْأَنْصَارِيَّ، وَقَالَ: اِشْتَرِ بِأَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلٰى أَهْلِكَ، وَاشْتَرِ بِالآخَرِ قَدُوْمًا فَأْتِنِيْ بِهٖ ، فَأَتَاهُ بِهٖ فَشَدَّ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُوْدًا بِيَدِهٖ، ثُمَّ قَالَ : اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا، فَفَعَلَ فَجَاءَ وَقَدْ أَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ تَجِيْئَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱)

لے آؤ، وہ انصاری لے آئے ، حضور اقدس ﷺ نے ان دونوں چیزوں کو ہاتھ میں لے کر فرمایا: ان کو کون خریدتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا کہ ان دونوں کو ایک درھم میں لے لوں گا، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ایک درھم سے زیادہ میں کون لے گا، دو تین دفعہ یہی اعلان فرمایا، ایک آدمی نے عرض کیا: میں دو درھم میں لے لوں گا؟ آپ نے وہ دونوں درھم لے کر انصاری کو عطا فرمائے اور فرمایا کہ: ایک درھم سے کچھ کھانے کی چیز خرید کر گھر والوں کے پاس پھینکو (پہنچاؤ)، اور دوسرے کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس آؤ، وہ لے آئے تو حضور اقدس ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ لگایا اور ان انصاری سے فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں کاٹو، اور بیچو، اور دیکھو پندرہ دن تک تمہیں میں ہرگز نہ

---

(۱) رواہ ابوداؤد: باب ما تجوز فيه المسألة، حدیث:۱۶۴۳، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے، الترغيب ، الترغيب في أداء الزكاة ،حدیث:۲۶۰۵۔

دیکھوں، ان انصاری نے ایسا ہی کیا، پھر پندرہ دن کے بعد اس حال میں آئے کہ دس درہم نفع کما چکے تھے، بعض کا کپڑا خریدا اور بعض درھم کے کھانے کی چیزیں خریدیں، اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: یہ تمہارا خود محنت کر کے کمانا تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن اس حال میں آؤ کہ سوال کا داغ تمہارے چہرے پر ہو۔

عن عائشه رضى الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ: مَنْ أَمْسَى كَالًّا مِنْ عَمَلِهِ أَمْسَى مَغْفُوْرًا لَهُ (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: جس کسی نے اس حال میں شام کی کہ کام کرنے کی وجہ سے تھک کر چور ہو گیا ہو تو گویا اس نے اس حال میں شام کی کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے ہوں گے۔

ان سب آیات وروایات سے کمائی کی فضیلت اور ترغیب معلوم ہوتی ہے، اور بھی بہت سی احادیث اپنے ہاتھ سے کمائی کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں، لیکن اس کے

---

(۱) مجمع الزوائد: باب الكسب والتجارة، ومحبتهما على طلب الرزق، حديث: ۶۲۳۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک جماعت ہے جس کو میں نہیں جانتا۔

بالمقابل جو آیات وروایات توکل کے بارے میں ہیں وہ ان سے بھی بڑھی ہوئی ہیں قرآن وحدیث اور اکابر کے کلام توکل سے لبریز ہیں، امام غزالی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں کہ: توکّل ایک بڑا مرتبہ ہے دین کے مراتب میں سے اور مقرّبین کے درجات میں سے ایک اعلی درجہ ہے، اس کا سمجھنا بھی مشکل ہے اور اس پر عمل کرنا بھی بہت دشوار ہے اور اس کے بارے میں آیات واحادیث جو وارد ہیں ان کا احصاء بھی مشکل ہے، چند ایک پر اکتفاء کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوٓا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (۱)	اور اللہ پر بھروسہ چاہئے ایمان والوں کو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ (۲)	اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے

ایک جگہ ارشاد ہے:

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (۱)	اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اس کو کافی ہے۔

ایک دوسری جگہ وارد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (۴)	اللہ تعالیٰ کو محبت ہے توکل والوں سے۔

فائدہ: تو اللہ تعالیٰ جس کے لئے حسیب اور کافی ہو اور جس کا محبّ اور محافظ ہو جائے تو وہ شخص کامیاب ہو گیا؛ اس لئے کہ محبوب نہ تو عذاب دیتا ہے اور نہ محبّ کو دور کرتا ہے اور نہ اپنے دیدار سے محبّ کو محجوب کرتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

---

(۱) المائد: ۲۳ (۲) سورہ ابراہیم: ۱۲

(۳) الطلاق: ۳ (۴) آل عمران: ۱۵۹

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ(۱)

کیا اللہ بس نہیں اپنے بندہ کو۔

اور وارد ہے:

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ(۲)

اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اور ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ(۳)

جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ بندے ہیں تم جیسے۔

اور وارد ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقاً فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ(۱)

بے شک جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے وہ مالک نہیں تمہاری روزی کے، سو تم ڈھونڈو اللہ کے یہاں روزی اور اس کی بندگی کرو اور اس کا حق مانو اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

اور فرمایا ہے کہ:

وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ(۵)

اللہ تعالیٰ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے؛ لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے:

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهٖ(٦)

تدبیر کرتا ہے کام کی کوئی سفارش نہیں کرسکتا مگر اس کی اجازت کے بعد۔

---

(۱) الزمر: ۳٦

(۲) الانفال: ۴۹

(۳) الأعراف: ۱۹۴

(۴) العنکبوت: ۱۷

(۵) المنافقون أیت: ۷

(٦) یونس: ۳

اس کے علاوہ بہت سی احادیث کتب حدیث میں اس کی ترغیب وتاکید میں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ:

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ، فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَرَجَوْتُ أَنْ يَّكُوْنَ أُمَّتِيْ، فَقِيْلَ: هٰذَا مُوْسٰى فِيْ قَوْمِهٖ، ثُمَّ قِيْلَ لِيْ اُنْظُرْ فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَقَالَ لِيْ: اُنْظُرْ هٰكَذَا أَوْ هٰكَذَا، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَقِيْلَ: هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا قُدَّامُهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابِهِمْ، هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ، فَقَامَ عُكَاشَةُ بْنُ مُحْصِنٍ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: نبی کریم ﷺ ایک دفعہ گھر سے باہر نکلے تو فرمایا کہ: میرے اوپر امتیں پیش کی گئیں تو دیکھا کہ بعض نبی کے ساتھ ایک ہی آدمی ہے (جو ان پر ایمان لایا) بعض کے ساتھ دو آدمی ہیں اور بعض کے ساتھ ایک جماعت ہے اور بعض کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں، پھر ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا جس نے کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا تو میں نے یہ تمنا کی خدا کرے کہ یہ میری امت ہو، مجھ سے یہ کہا گیا کہ یہ حضرت موسی علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ ہیں، پھر مجھ سے کہا گیا کہ: نظر اٹھاؤ جب نظر اٹھائی تو ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا جس نے اپنی کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا، پھر مجھ سے کہا گیا: ادھر اور اُدھر

فَقَالَ : أَدْعُوْ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، قَالَ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ، ثُمَّ قَالَ رَجُلٌ آخَرُ: فَقَالَ : أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، فَقَالَ : سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ (۱)

(دائیں بائیں کی طرف) دیکھو تو میں نے بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا تو کہا گیا کہ: یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ان کے آگے اور بھی ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو نہ فال لیتے ہیں اور نہ ٹونا ٹوٹکا کرتے ہیں اور نہ (بطور علاج کے) جسموں کو داغتے ہیں اور صرف اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن اٹھے اور عرض کیا کہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں کر دے، آپ ﷺ نے دعا فرما دی کہ اے اللہ! اس کو ان لوگوں میں کر دے، پھر ایک اور آدمی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ: میرے لئے بھی دعا فرما دیجئے کہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں کر دے، اس پر آپ نے فرمایا کہ عکاشہ نے پہل کر دی۔

---

(۱) بخاری: باب من لم یرق ،حدیث:۵۴۲۰

حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب ”عکاشہ سبقت لے گئے“ یہ ہے کہ ایک طلب حقیقی ہے اور ایک صورت دیکھی کی، جیسا بیعت کے درمیان میں، ایک شخص طلب لے کر آتا ہے اور دیکھا دیکھی اور بھی بہت سے بیعت ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ہم بھی مرید ہوں گے۔

ایک طویل حدیث قدسی میں وارد ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ قَالَ : وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَعُلُوِّیْ وَبَهَائِیْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِیْ لَا یُؤْثِرُ عَبْدٌ هَوَى عَلَى هَوَى نَفْسِهِ إِلَّا أَثْبَتُّ أَجَلَهُ عِنْدَ بَصَرِهِ وَضَمِنَتِ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ رِزْقَهُ وَكُنْتُ لَهُ مِنْ وَرَاءِ تِجَارَةِ كُلِّ تَاجِرٍ (۱)	بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میری عزت، جلال، بلندی، جمال اور میرے مرتبہ کے ارتفاع کی قسم نہیں ترجیح دیتا ہے کوئی بندہ میری مرضی کو اپنی خواہش پر مگر میں اس کی موت کو اس کی نگاہ کے سامنے کر دیتا ہوں (یعنی وہ موت سے غافل نہیں رہتا) اور آسمان وزمین کو اس کے رزق کا ضامن بنا دیتا ہوں اور میں اس کا معاون بن جاتا ہوں، ہر تاجر کی تجارت کے پیچھے (کہ وہ جس تاجر سے بھی جائز سودا کرے اس کو نفع ہوگا)۔۔
عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ	حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ

---

(۱) المعجم الکبیر: احادیث عبد اللہ بن عباس، حدیث: ۱۲۷۱۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس میں ایک جماعت ہے جسے میں نہیں جانتا، مجمع الزوائد: باب فیما یصلح للمؤمن علی الغنی والفقیر، حدیث: ۱۷۹۵۳۔

اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: "لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا (۱)

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا توکل کرنا چاہیے تو تم کو ایسی روزی دے جیسے پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس ہوتے ہیں۔

وعن أبی ذر رضی الله عنه: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنِّیْ لَأَعْلَمُ آيَةً لَوْ أَخَذَ النَّاسُ بِهَا لَكَفَتْهُمْ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ"(۲)

حضرت ابوذر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل کرلیں تو ان کے لئے کافی ہوجائے اور وہ آیت یہ ہے کہ "ومن یتق اللہ" الأیۃ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ پیدا فرمادیتا ہے اور ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو خیال بھی نہیں ہوتا۔

وعن أنس رضی الله عنه قال: "كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ: حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں دو

---

(۱) ترمذی: باب فی التوکل علی الله، حدیث: ۲۳۴۴، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) سنن الدارمی، باب فی تقوي الله، حدیث: ۲۷۲۵، حسین سلیم اسد نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَاتِي النَّبِيَّ ﷺ وَالآخَرُ يَحْتَرِفُ، فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ (١)

بھائی تھے ان میں سے ایک تو حضور اقدس ﷺ کے پاس حاضری دیا کرتا تھا اور دوسرا بھائی کوئی کام کرتا تھا، کام کرنے والے نے دوسرے بھائی کی نبی کریم ﷺ سے شکایت کی (کہ یہ کچھ نہیں کرتا) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: (تم اس کے کام نہ کرنے کی شکایت کرتے ہو اور تمہیں پتہ نہیں) کہ شاید اسی کی وجہ سے تمہیں روزی ملتی ہو؟۔

گنگوہ میں میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے کتب خانہ کا کام ایک بزرگ منشی محمد حسین صاحب فیض آبادی کیا کرتے تھے، فرمائشوں کا نکالنا، بنڈل بنانا، ڈاک خانہ لے جانا وغیرہ، میرے چچا جان مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ عبادات میں مشغول رہتے تھے، تلاوت ونوافل وغیرہ میں ایک دفعہ منشی جی نے چچا جان کو بہت ڈانٹا کہ کتب خانہ کی بھی کچھ خبر لے لیا کرو، سارا دن یونہی پھرتے رہتے ہو، ابا جان نے منشی جی کو بلا کر بہت ڈانٹا اور یہ کہا کہ: منشی جی! میں یوں سمجھتا ہوں کہ مجھے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی افراط دے رکھی ہے، وہ اسی بچہ کی وجہ سے ہے، اس کو کبھی کچھ مت کہیو، قصہ طویل ہے حدیث کے مناسب تھا اس واسطے یاد آ گیا اور مختصراً لکھ دیا۔

وعن أبي هريرة ؓ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ لَوْ أَنَّ عَبِيدِي

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تمہارے رب عزوجل فرماتا

---

(١) ترمذی: باب فی التوکل علی الله، حدیث: ۲۳۴۵، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

أَطَاعُوْنِیْ لَاَسْقَیْتُهُمْ بِاللَّیْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَیْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ(۱)

ہے کہ اگر میرے بندے میری فرماں برداری کریں تو ان پر رات کو بارش برساؤں اور دن میں دھوپ نکالدوں اور بادلوں کے گرجنے کی آواز نہ سنواؤں۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالی نے یہ آیت

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ

اس زندہ ذات پر بھروسہ کر جو کبھی فنا نہیں ہوگا۔

آخر تک تلاوت کی، پھر فرمایا کہ: بندہ کے لئے اس آیت کے بعد مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ کرے۔

بعض علماء کو خواب میں یہ بات کہی گئی کہ جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اس نے اپنی روزی جمع کر لی۔

اور بعض علماء نے فرمایا کہ: جس رزق کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے وہ تم کو فرائض پر عمل کرنے سے غافل نہ کردے کہ تم آخرت کے معاملہ کو چھوڑ دو، حالانکہ اتنی ہی تم دنیا پا سکتے ہو جتنی مقدر ہو چکی ہے اور اس فرض سے ہٹ کر روزی کمانے میں مشغول ہونے سے مال کچھ بڑھے گا نہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ: میں نے بعض راہبوں سے سوال کیا کہ کہاں سے کھاتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ: مجھے اس کا پتہ نہیں، میرے رب سے پوچھو کہ مجھے کہاں سے کھلاتا ہے۔

ہرم بن حیانؒ نے حضرت اویس قرنی سے پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے میں کہاں رہائش اختیار کروں؟ حضرت اویسؒ نے ملک شام کی طرف اشارہ کیا، ہرمؒ نے

---

(۱) مسند احمد: مسند أبي هريرة، حديث: ۸۶۹۳، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کا دار و مدار صدقہ بن موسی الدقیقی پر ہے جن کو ابن معین نے ضعیف اور مسلم بن ابراہیم نے صدوق کہا ہے۔

عرض کیا کہ وہاں روزی کی کیا صورت ہوگی؟ حضرت اویسؒ نے فرمایا: افسوس ہے ان قلوب پر جن میں شک سما گیا، ان کو وعظ و نصیحت کیا نفع دے گی؟(۱)

میرے رسالہ فضائل حج میں بھی چند واقعات لکھے ہیں۔

۱- ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا، ہمارے قریب ایک نوجوان رہا کرتا تھا، اس کے پاس پرانی چادریں تھیں، وہ نہ ہمارے پاس آتا جاتا تھا نہ کبھی پاس بیٹھتا، میرے دل میں اس کی محبت گھر کر گئی میرے پاس ایک جگہ سے بہت حلال ذریعہ سے دو درھم آئے، میں وہ لے کر اس جوان کے پاس گیا اور میں نے اس کے مصلی پر ان کو رکھ کر کہا کہ بالکل حلال ذریعہ سے مجھ کو ملے ہیں ان کو تم اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا اس جوان نے مجھے ترچھی اور تیز و ترش نگاہ سے دیکھا اور یہ کہا کہ اللہ پاک کے ساتھ یہ ہم نشینی (پاس بیٹھنا) میں نے ستر ہزار اشرفیاں نقد جو میرے پاس تھیں علاوہ جائداد کے اور کرایہ کے مکانات کے ان سب سے اپنے کو فارغ البال کر کے خریدا ہے، تو اس نے جواب دیا کہ تو ان دراہم کے ساتھ مجھے دھوکہ میں ڈالنا چاہتا ہے، یہ کہہ کر اپنا مصلی جھاڑ کر کھڑا ہوگیا، جس استغناء کے ساتھ وہ اٹھ کر جا رہا تھا اور میں بیٹھا ان دراہم کو چن رہا تھا، اس وقت تک کی اس کی عزت اور اپنی سی ذلت میں نے عمر بھر کسی کی نہیں دیکھی، یعنی اس وقت اس کی عزت جتنی میری نگاہ میں تھی اتنی عزت کبھی کسی کی میری نگاہ میں نہیں ہوئی اور جتنی اس وقت درہم چنتے ہوئے مجھے اپنی ذلت محسوس ہو رہی تھی اتنی ذلت کبھی اپنی یا کسی اور کی مجھے محسوس نہیں ہوئی۔(۲)

۲- حضرت شیخ ابراہیم خواصؒ کا معمول تھا کہ جب کہیں سفر کو تشریف لے جاتے تو نہ کسی سے تذکرہ کرتے، نہ کسی کو خبر ہوتی، ایک لوٹا ہاتھ میں لیا اور چل دیئے، حامد اسود کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں بھی مسجد میں حاضر خدمت تھا آپ حسبِ معمول

---

(۱) إحياء علوم الدين، بيان حقيقة التوحيد الذى هو أصل التوكل: ۲۴۵/۴

(۲) فضائل حج واقعہ: ۳۰

لوٹا لے کر چل دیئے، میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا، جب ہم قادسیہ میں پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا: حامد کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: میں تو ہم رکابی کیلئے چل پڑا، فرمایا کہ میرا ارادہ تو مکہ مکرمہ جانے کا ہے، میں نے عرض کیا: میں بھی انشاء اللہ وہیں چلوں گا، جب ہم کو چلتے چلتے تین دن ہو گئے تو ایک نوجوان ہمارے ساتھ اور بھی ہولیا، اور ایک دن رات وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا؛ لیکن اس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی، میں نے شیخ سے عرض کیا کہ یہ تیسرا آدمی جو ہمارے ساتھ مل گیا، نماز نہیں پڑھتا، شیخ نے اس سے پوچھا کہ تو نماز کیوں نہیں پڑھتا، اس نے کہا کہ: میرے ذمہ نماز نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ کیا تو مسلمان نہیں ہے؟ اس نے کہا نہیں، میں تو نصرانی ہوں؛ لیکن میں نصرانیت میں بھی توکل پر گذر کرتا ہوں، میرے نفس نے یہ دعوی کیا تھا کہ وہ توکل میں پختہ ہوگیا، میں نے اس کو جھٹلایا اور اس جنگل و بیاباں میں لا ڈالا؛ تاکہ اس کے دعوی کا امتحان کروں، شیخ اس کی یہ بات سن کر چل دیئے اور مجھ سے فرمایا: اس سے تعرض نہ کرو، تمہارے ساتھ پڑا چلتا رہے، وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم بطن مرو پر پہنچے، وہاں شیخ نے اپنے میلے کپڑے بدن سے اتارے اور ان کو دھویا پھر لڑکے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے، اس نے کہا: عبدالمسیح، شیخ نے فرمایا: عبدالمسیح یہ مکہ کی دہلیز ہے یعنی حرم آگیا اور اللہ جل شانہ نے مشرکوں کا داخلہ اس میں ممنوع قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ”إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ“ (۱) (مشرکین ناپاک ہیں، یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آویں) اور اپنے نفس کا جو امتحان کرنا چاہتا تھا وہ تجھ پر ظاہر ہی ہوگیا، پس ایسا نہ ہو کہ تو مکہ میں داخل ہوجاوے، اگر ہم تجھے وہاں دیکھیں گے تو اعتراض کریں گے، حامد کہتے ہیں کہ: ہم اس کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے، مکہ مکرمہ پہنچے، اس کے بعد جب ہم عرفات پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکا احرام

---

(۱) سورۃ التوبۃ: ۲۸

باندھے ہوئے لوگوں کے منہ دیکھتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا اور شیخ کے اوپر گر پڑا، شیخ نے پوچھا: عبدالمسیح کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ: ایسا نہ کہو اب میں عبدالمسیح نہیں ہوں؛ بلکہ اس کا غلام ہوں جس کے حضرت مسیح علیہ السلام بھی غلام تھے، حضرت ابراہیمؒ نے پوچھا کہ: اپنی سرگذشت تو سناؤ کہنے لگا کہ: جب تم مجھے وہاں چھوڑ کر چلے آئے تو میں اسی جگہ بیٹھ گیا اور جب مسلمانوں کا ایک قافلہ اور آ گیا تو میں بھی مسلمانوں کی طرح احرام باندھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے ان کے ساتھ ہولیا، جب مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ پر میری نظر پڑی تو اسلام کے علاوہ جتنے مذاہب تھے وہ سب ایک دم میری نگاہ سے گر گئے، میں نے غسل کیا، مسلمان ہوا اور احرام باندھا اور آج صبح سے تم کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں، اس کے بعد سے وہ اور ہم ساتھ ہی رہے، یہاں تک کہ صوفیاء ہی کی جماعت میں اس کا انتقال ہوا۔ (۱)

آپ بیتی میں حضرت تھانویؒ کے ملفوظات حسن العزیز سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ اب رہا یہ شبہ کہ کفار کے لئے ایسا کیوں ہوتا ہے؟ تو بات یہ ہے کہ کفار کی دعا بھی قبول ہوسکتی ہے، یہ تو مسلم ہے، اسی طرح ان کا توکل بھی مؤثر ہوسکتا ہے، غرض جیسے دعا قبول ہوتی ہے اسی طرح توکل بھی نافع ہوسکتا ہے؛ بلکہ کافر کی بعض دعا تو ایسی قبول ہوئی ہے کہ مسلم کی کبھی نہیں ہوئی اور وہ دعا ہے ابلیس کی "اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ" بات یہ ہے کہ "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ جیسا ظن کر لیتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہ پورا فرما دیتے ہیں، بت پرستوں تک کی حاجت پوری ہوتی ہے، چونکہ ان کو حق تعالیٰ سے یہی گمان ہوتا ہے اور حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ مجمع الزوائد: ۱۰۔۱۰۱ میں ایک روایت نقل کی ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما	عن جابر بن عبد الله رضی
نے حضور اقدس ﷺ سے روایت	الله تعالی عنهما عن رسول
کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: بندہ	الله ﷺ قال: إِنَّ الْعَبْدَ يَدْعُو

---

(۱) فضائل حج: واقعہ: ۵۴

اللّٰــہَ وَھُــوَ یُـحِـبُّـہُ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَـزَّوَجَـلَّ یَـا جِبْـرَئِیْلُ اِقْضِ لِـعَبْـدِیْ ھٰـذَا حَـاجَتَہُ وَأَخِّرْھَا فَـإِنِّـیْ أُحِـبُّ أَنْ أَسْمَعَ صَوْتَہُ، وَإِنَّ الْـعَبْـدَ لَـیَـدْعُـوْ الـلّٰـہَ وَھُوَ یُـبْـغِـضُـہُ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ یَا جِبْـرَئِیْـلُ اِقْـضِ لِـعَبْـدِیْ ھٰذَا حَـاجَتَہُ وَعَجِّلْھَا فَإِنِّیْ أَکْرَہُ أَنْ أَسْمَعَ صَوْتَہُ(۱)

اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کے بارے میں دعا کرتا ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے جبریل میرے اس بندے کی یہ حاجت پوری کردو؛ مگر دینے میں ذرا تاخیر کردو؛ کیوں کہ میں اس کی آواز کو پسند کرتا ہوں، اور بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل سے فرماتے ہیں کہ اے جبریل اس بندہ کی یہ حاجت پوری کردو اور جلدی سے اس کو فارغ کردو؛ کیوں کہ مجھے اس کی آواز ناپسند ہے۔

اور سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ دردنامہ غمناک میں فرمایا ہے:

اگر رونا مراخوش آوتا ہے
یہ درد ورنج تجھکو بھاوتا ہے
تو درد غم سے نت روتا رہوں گا
تیری الفت میں جی کھوتا رہوں گا

---

(۱) المعجم الاوسط، من بقیة من أول اسمه میم من اسمه موسی، حدیث:۸۴۴۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس میں اسحاق بن عبداللہ بن فروہ متروک ہے۔

۳- شیخ بنانؒ فرماتے ہیں کہ میں مصر سے حج کو جارہا تھا میرا توشہ میرے ساتھ تھا، راستہ میں ایک عورت ملی، کہنے لگی بنان! تم بھی حمال (یعنی مزدور) ہی نکلے، توشہ لادے لئے جارہے ہو، تمہیں یہ وہم ہے کہ وہ تمہیں روزی نہیں دے گا، میں نے اس کی بات سن کر اپنا توشہ پھینک دیا، تین دن مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا، راستہ میں چلتے چلتے مجھے ایک پازیب (پاؤں کا زیور) پڑا ہوا ملا، یہ سوچ کر اٹھالیا کہ اس کا مالک مل جائے گا تو اس کو دوں گا، وہ شاید اس پر مجھے کچھ دے دے، تو وہ عورت پھر سامنے آئی، کہنے لگی کہ تم دوکاندار ہی نکلے کہ وہ پازیب کے بدلہ میں شاید کچھ دیدے، اس کے بعد اس عورت نے میری طرف کچھ درہم پھینک دیئے کہ لے انہیں خرچ کرتا رہیئو، میں نے ان کو خرچ کرنا شروع کیا اور واپسی میں مصر تک انہوں نے مجھے کام دیا۔(۱)

۴- ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے تنہا حج کیا، عزیز و اقارب کوئی ساتھ نہ تھا اور یہ عہد کیا کہ کسی سے سوال نہ کروں گا، چلتے چلتے راستہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ ایک زمانہ تک کہیں سے کچھ نہ ملا حتی کہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہوگئے اور دل میں خیال آیا کہ اب اضطرار کا درجہ پہنچ گیا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی اللہ جل شانہ نے ممانعت فرمائی ہے، اس لئے اب مجھے سوال کرلینا چاہیئے؛ لیکن پھر دل میں کھٹک پیدا ہوئی اور آخر یہ طئے کرلیا کہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کرلیا وہ نہیں توڑوں گا، چاہے مرجاؤں چونکہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہوگئے تھے اس لئے رہ گئے اور سارا قافلہ روانہ ہوگیا اور یہ موت کے انتظار میں قبلہ رو ہوکر ایک جگہ لیٹ گئے، اتنے میں ایک سوار ان کے قریب آیا اس کے پاس ایک برتن میں پانی تھا وہ اس نے ان کو پلایا اور جو حاجت تھی وہ سب پوری کی اور پھر پوچھا کہ تم قافلہ کے ساتھ ملنا چاہتے ہو؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ: قافلہ اب کہاں؟ نہ معلوم کتنی دور نکل چکا، اس سوار نے کہا کہ: کھڑے ہو

---

(۱) فضائل حج: واقعہ:۴۶

اور میرے ساتھ چلو، یہ چند ہی قدم اس کے ساتھ چلے تھے کہ اس نے کہا کہ: تم یہاں ٹھہر جاؤ قافلہ تم سے آملے گا، یہ وہاں ٹھہر گئے تو قافلہ پیچھے سے ان کو آتا ہوا ملا۔(۱)

۵- حضرت عبد الواحد بن زیدؒ جو مشائخ چشتیہ کے سلسلہ میں مشہور بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ کشتی میں سوار جارہے تھے، ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرہ میں پہنچادیا، ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک بت کو پوج رہا ہے، ہم نے اس سے پوچھا کہ: تو کس کی پرستش کرتا ہے؟ اس نے اس بت کی طرف اشارہ کیا، ہم نے کہا: تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنادیتا ہے، جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پوجنے کے لائق نہیں ہے، اس نے کہا: تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ ہم نے کہا: اس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اوپر ہے، اس کی گرفت زمین پر ہے، اس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے، کہنے لگا: تمہیں اس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا، ہم نے کہا: اس نے ایک رسول (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم و شریف تھا، اس رسول نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں، اس نے کہا: وہ رسول کہاں ہے؟ ہم نے کہا: اس نے جب پیام پہنچادیا اور اپنا حق پورا کردیا تو اس مالک نے اس کو اپنے پاس بلالیا؛ تاکہ اس کے پیام پہنچانے اور اس کو اچھی طرح پورا کردینے کا صلہ اور انعام عطا فرمائے، اس نے کہا: اس رسول نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا: اس مالک کا پاک کلام ہمارے پاس چھوڑا ہے، اس نے کہا: مجھے وہ کتاب دکھاؤ ہم نے قرآن پاک لاکر اس کے سامنے رکھا، اس نے کہا: میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، تم اس میں سے کچھ سناؤ، ہم نے ایک سورۃ سنائی وہ سنتے ہوئے روتا رہا، یہاں تک کہ وہ سورۃ پوری ہوگئی، اس نے کہا: اس کلام پاک کا حق یہی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اس کے بعد وہ مسلمان

---

(۱) فضائل حج واقعہ: ٣٦

ہوگیا، ہم نے اس کو اسلام کے احکام اور ارکان بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں، جب رات ہوئی عشاء کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے، اس نے پوچھا: تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے؟ ہم نے کہا: وہ پاک ذات حی وقیوم ہے، وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے (آیۃ الکرسی) وہ کہنے لگا: تم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سوجاؤ، ہمیں اس بات کی بڑی حیرت ہوئی، جب ہم اس جزیرۃ العرب سے واپس ہونے لگے تو وہ کہنے لگا: کہنے لگے کہ: مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو تاکہ میں دین کی باتیں سیکھوں، ہم نے اپنے ساتھ لے لیا، جب ہم شہر آبادان میں پہونچے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ: یہ شخص نومسلم ہے، اس کے لئے کچھ معاش کا فکر بھی چاہیئے، ہم نے کچھ درہم چندہ کیا اور اس کو دینے لگے، اس نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا: کچھ درہم ہیں ان کو تو اپنے خرچ میں لے آنا، کہنے لگا: ''لا إله إلا الله'' تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے، میں ایک جزیرہ میں تھا، ایک بت کی پرستش کرتا تھا، خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا۔ اس نے اس حالت میں بھی مجھے ضائع اور ہلاک نہ کیا؛ حالانکہ میں اس کو جانتا بھی نہ تھا اور اس وقت مجھے کیوں کر ضائع کردے گا جب کہ میں اس کو پہنچانتا بھی ہوں، اس کی عبادت بھی کرتا ہوں، تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا آخری وقت ہے، موت کے قریب ہے، ہم اس کے پاس گئے اس سے پوچھا کہ تیری کوئی حاجت ہو تو بتا کہنے لگا: میری تمام حاجتیں اس پاک ذات نے پوری کردی جس نے تم لوگوں کو جزیرہ میں (میری ہدایت کے لئے) بھیجا تھا، شیخ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ: مجھ پر دفعۃً نیند کا غلبہ ہوا میں وہیں سوگیا، تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت سرسبز وشاداب باغ ہے، اس میں ایک نہایت نفیس قبہ بنا ہوا ہے، اس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے، اس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی، یہ کہہ رہی ہے خدا کے واسطے اس کو جلدی بھیج دو، اس

کے اشتیاق میں میری بے قراری حد سے بڑھ گئی، میری جو آنکھ کھلی تو اس نومسلم کی روح پرواز کر چکی تھی، اس کی تجہیز وتکفین کی اور دفن کر دیا، جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا تھا: "وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ" (۱) جس کا ترجمہ یہ ہے (اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ ہے اور یہ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا اور دین پر مضبوط جمے رہے، پس اس جہان میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے) حق تعالیٰ شانہ کے عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بت پرستی کی اور اس نے اپنے لطف وکرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بے قابو ہو جانے سے وہاں بھیجا تھا اور اس کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا "اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ" (۲)

٦- حضرت ذوالنون مصری جو اکابر ومشہور صوفیاء میں ہیں، فرماتے ہیں کہ: میں ایک جنگل میں جا رہا تھا مجھے ایک نوجوان نظر پڑا جس کے چہرے پر داڑھی کی دو لکیریں تھیں یعنی نکلنی شروع ہوئی تھی، مجھے دیکھ کر اس کے بدن پر کپکپی آ گئی اور چہرہ زرد ہو گیا اور مجھ سے بھاگنے لگا، میں نے کہا: میں تو تیرے ہی جیسا انسان ہوں جن تو نہیں ہوں؛ پھر کیوں اتنا ڈرتا اور بھاگتا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ: تم انسانوں ہی سے تو بھاگتا ہوں، میں اس کے پیچھے چلا اور میں نے اس کو قسم دی، ذرا کھڑا ہو جائے وہ کھڑا ہو گیا، میں نے پوچھا کہ: تو اس جنگل بیابان میں بالکل تنہا رہتا ہے، کوئی رفاقت کے لئے بھی نہیں ہے، تجھے خوف نہیں معلوم ہوتا، کہنے لگا: نہیں میرے پاس تو میرا دل لگانے والا ہے، میں نے سمجھا کہ اس کا کوئی رفیق کہیں گیا ہوا ہوگا، میں نے کہا: وہ کہاں ہے؟ کہنے لگا: وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے، وہ میرے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف ہے، میں نے پوچھا کہ: کچھ

---

(۱) الرعد: ۲۳ (۲) فضائل صدقات: واقعہ: ۵۵

کھانے پینے کا سامان بھی تیرے پاس نہیں ہے، کہنے لگا: وہ بھی موجود ہے، میں نے کہا: وہ کہاں ہے؟ کہنے لگا: جس نے میری ماں کے پیٹ میں روزی دی، اسی نے میری بڑی عمر میں بھی روزی کی ذمہ داری لے رکھی ہے تو میں نے کہا کہ کھانے پینے کے لئے کچھ تو آخر چاہئے، اس سے رات کو تہجد میں کھڑے ہونے کی قوت پیدا ہوتی ہے، دن کو روزہ رکھنے میں مدد ملتی ہے اور بدن کی قوت سے مولیٰ کی خدمت یعنی عبادت بھی اچھی طرح ہوسکتی ہے، میں نے کھانے پینے کی ضرورت پر بہت زور دیا تو وہ چند شعر پڑھ کر بھاگ گیا، جن کا ترجمہ یہ ہے:

اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے کسی گھر کی ضرورت نہیں ہے اور وہ ہرگز اس کو گوارہ نہیں کرتا کہ اس کی کوئی جائداد ہو، وہ جنگل سے پہاڑ کی طرف چل دیتا ہے، تو وہ جنگل اس کی جدائی سے روتا ہے جس میں وہ پہلے سے تھا وہ رات کے تہجد پر اور دن کے روزے پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوا کرتا ہے، وہ اپنے نفس کو سمجھا دیا کرتا ہے کہ جتنی محنت اور مشقت ہوسکے کر لے؛ اس لئے کہ رحمٰن کی خدمت میں کوئی عار نہیں ہوتی وہ بڑے فخر کی چیز ہوتی ہے، وہ جب اپنے رب سے باتیں کرتا ہے تو اس کی آنکھ سے آنسو بہا کرتے ہیں اور وہ یہ کہا کرتا ہے یا اللہ میرا دل اڑا جا رہا ہے اس کی تو خبر لے وہ یوں کہا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے نہ تو جنت میں یاقوت کا گھر چاہئے، جس میں حوریں رہتی ہیں اور نہ مجھے جنت عدن کی خواہش ہے اور نہ جنت کے پھلوں کی آرزو ہے، میری ساری تمنا صرف تیرا دیدار ہے اس کا مجھ پر احسان کر دے یہی بڑی فخر کی چیز ہے۔ (۱)

۷- حضرت ابراہیم خواصؒ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا، راستہ میں ایک نصرانی راہب مجھے ملا، جس کی کمر میں زنار (پٹکہ یا دھاگہ وغیرہ جو کفر کی علامت کے طور پر کافر باندھتے ہیں) بندھ رہا تھا، اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی (کافر فقیر اکثر مسلمان فقراء کی خدمت میں رہتے چلے آئے

---

(۱) فضائل صدقات واقعہ: ٦٧

ہیں) میں نے ساتھ لے لیا سات دن تک ہم چلتے رہے، نہ کھانا نہ پینا، ساتویں دن اس نصرانی نے کہا: اے محمدی! کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ، کئی دن ہو گئے کچھ کھایا نہیں، میں نے اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ یا اللہ اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما، میں نے دیکھا کہ فوراً ایک خوان سامنے رکھا گیا جس میں روٹیاں بھنا ہوا گوشت اور تر و تازہ کھجوریں اور پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا، ہم دونوں نے کھایا پانی پیا اور چل دیئے، سات دن تک چلتے رہے، ساتویں دن میں نے اس خیال سے کہ وہ نصرانی پھر نہ کہہ دے جلدی کر کے اس نصرانی سے کہا کہ: اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ اب کے تمہارا نمبر ہے، وہ اپنی لکڑی پر سہارا لگا کر کھڑا ہو گیا اور دعا کرنے لگا، جب ہی دو خوان جن میں ہر چیز اس سے دوگنی تھی جو میرے خوان پر تھی سامنے آ گئی، مجھے بڑی غیرت آئی میرا چہرہ فق ہو گیا اور میں حیرت میں رہ گیا اور میں نے رنج کی وجہ سے کھانے سے انکار کر دیا، اس نصرانی نے مجھ پر کھانے کا اصرار کیا؛ مگر میں عذر ہی کرتا رہا، اس نے کہا کہ: تم کھاؤ میں تم کو دو بشارتیں سناؤں گا، جن میں سے پہلی یہ ہے کہ "أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ" میں مسلمان ہو گیا ہوں اور یہ کہہ کر زنار توڑ کر پھینک دیا اور دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کے لئے دعا کی تھی، وہ یہی کہہ کر کی تھی کہ یا اللہ اس محمدی کا اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل مجھے کھانا دے، اس پر یہ کھانا ملا ہے اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا، اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا اور آگے چل دیئے، آخر مکہ مکرمہ میں پہنچے، حج کیا اور وہ نو مسلم مکہ میں ہی ٹھہر گیا وہیں اس کا انتقال ہوا، غفر اللہ تعالی لہ۔

کافروں کے اس طرح مسلمان ہونے کے بہت سے واقعات تواریخ کی کتب میں موجود ہیں اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ بسا اوقات دوسروں کے طفیل کسی کو روزی دیتے ہیں جن کو وہ ملتی ہے وہ اپنی بے وقوفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا کارنامہ ہے، ہماری کوشش کا نتیجہ ہے، احادیث میں کثرت

سے یہ مضمون آیا ہے کہ تم کو تمہارے ضعفاء کے طفیل اکثر روزی دی جاتی ہے، نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں پر بھی بسا اوقات مسلمانوں کی وجہ سے فتوحات ہوتی ہیں، جس کو ظاہر میں ان کی مدد سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ دوسروں کا طفیل ہوتا ہے۔ (۱)

ان واقعات اور احادیث و آیات جو اوپر گذری ہیں ان کے علاوہ بھی توکل کے فضائل بہت ہیں، اور عشاق و مخلصین کے واقعات کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا، چودہ سو سال کے قریب ہو رہے ہیں ہر سال میں کتنے مخلصین اور متوکلین ایسے ہوں گے جن پر عجیب واقعات گذرے ہوں گے، کوئی لکھے تو کہاں تک لکھے، البتہ ان واقعات میں تین امر قابل لحاظ ہیں۔

اول: یہ کہ یہ احوال اور واقعات جو گذرے ہیں وہ عشق و محبت اور توکل پر مبنی ہیں اور یہ چیزیں عام قوانین سے بالاتر ہیں:

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

عشق کے ضوابط کسی اصول کے ماتحت نہیں ہوتے، نہ پڑھنے لکھنے سے آتے ہیں؛ بلکہ عشق پیدا کرنے سے آتے ہیں۔ ع

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھادے گی

اپنا کام کوشش اور سعی کر کے اس سمندر میں کود پڑنا ہے، اس کے بعد ہر محنت آسان ہے اور ہر مشقت لذیذ ہے، ہر وہ چیز جو عشق سے بے بہرہ لوگوں کے لئے مصیبت اور ہلاکت ہے وہ اس سمندر کے غوطہ لگانے والوں کے لئے آسان اور لطف و فرحت کی چیز ہے، اس سمندر میں غوطہ لگانے والے انجام اور عواقب کی مصلحت بینیوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔

عبث ہے جستجو بحر محبت کے کنارے کی
بس اس میں ڈوب ہی جانا ہے اے دل! پار ہو جانا

---

(۱) فضائل صدقات، واقعہ: ٦٨

لہٰذا ان واقعات کو اسی عینک سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور اسی رنگ میں رنگے جانے کی کوشش کرنا چاہئے ؛ لیکن جب تک عشق پیدا نہ ہو اس وقت تک نہ تو ان واقعات سے استدلال کرنا چاہئے ، نہ ان پر اعتراض کرنا چاہئے ، اس لئے کہ وہ عشق کے غلبہ میں صادر ہوتے ہیں ، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ : جو شخص محبت کا پیالہ پی لیتا ہے وہ مخمور ہو جاتا ہے اور جو مخمور ہوتا ہے اس کے کلام میں بھی وسعت آ جاتی ہے ، اگر اس کا وہ نشہ زائل ہو جائے تو وہ دیکھے کہ جو کچھ اس نے غلبہ میں کہا ہے وہ ایک حال ہے حقیقت نہیں ، اور عشاق کے کلام سے لذت تو حاصل کی جاتی ہے ، اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا ۔ (۱)

دوسرا امر یہ ہے کہ ان قصوں میں اکثر مواقع میں توکل کی وہ مثالیں گذری ہیں جو ہم جیسے نااہلوں کے عمل تو درکنار ذہنوں سے بھی بالاتر ہیں ، ان کے متعلق یہ بات ذہن میں رکھنا چاہئے کہ توکل کا منتہا یہی ہے جو ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ پسندیدہ بھی ہے اور اس کے کمال پر پہنچنے کی سعی اور کم سے کم تمنا تو ہونا ہی چاہئے ؛ لیکن جب تک یہ درجہ حاصل نہ ہو اس وقت تک ترکِ اسباب نہ کرنا چاہئے ، ایک بزرگ کہتے ہیں کہ : میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے پوچھا کہ توکل کی حقیقت کیا ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ : اگر تو بہت بڑے اژدھے کے منہ میں ہاتھ دے دے اور وہ پہنچے تک کھالے تو اس وقت بھی تجھے اللہ جل شانہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو ، اس کے بعد میں بایزیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ان سے اس کے متعلق دریافت کروں ، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا ، انہوں نے اندر ہی سے جواب دے دیا کہ تجھے عبدالرحمٰن کے جواب سے کفایت نہ ہوئی جو میرے پاس پوچھنے کے واسطے آیا ہے ، میں نے عرض کیا کہ : کواڑ تو کھول دیجئے ، فرمایا : تم اس وقت ملاقات کے لئے تو آئے نہیں ، بات پوچھنے کے واسطے آئے تھے ، اس کا جواب مل گیا اور کیواڑ نہ کھولے ایک سال کے بعد میں دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فوراً کیواڑ کھول دیئے اور فرمایا کہ : اس وقت تم ملنے کے لئے آئے ہو ۔ (روض)

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ اسباب کا اختیار کرنا توکل کے

---

(۱) احیاء علوم الدین : بیان الأفضل من الصبر والشکر : ۱۳۵/۴ ، دارالمعرفۃ ، بیروت

منافی نہیں ہے اور اگر کوئی شخص خالص توکل کا ارادہ کرے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ مستقیم الحال ہو، اسباب چھوڑ کر پریشان نہ ہو؛ بلکہ اللہ جل شانہ کے سوا کسی دوسرے کا خیال بھی اس کو نہ آئے اور جن حضرات نے ترکِ اسباب کی مذمت فرمائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کا حق ادا نہیں کرتے؛ بلکہ دوسرے لوگوں کے توشہ دانوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ اگر تم اللہ جل شانہ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ اس کا حق ہے تو تم کو ایسی طرح رزق عطا فرمائے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس ہوتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ جل شانہ کی طرف بالکلیہ منقطع ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی ہر ضرورت کو پورا کرتے ہیں اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس کا اندازہ دو قصوں سے ہوتا ہے، جو احادیث میں مذکور ہیں ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مشہور قصہ کہ جب حضور اقدس ﷺ غزوہ تبوک کے لئے چندہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ لے آئے اور جب حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ گھر میں کیا چھوڑا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ جل شانہ اور اس کا رسول ﷺ۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ: ایک شخص حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ایک سونے کی ڈلی انڈے کے برابر پیش کی اور عرض کیا؟ یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ ایک معدن سے مل گئی اس کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دیتا ہوں، اس کے سوا میرے پاس کوئی چیز نہیں، حضور اقدس ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا، ان صاحب نے دوسری اور تیسری مرتبہ اسی طرح اصرار سے پیش کیا حضور اقدس ﷺ نے اس کو لیکر ایسے زور سے پھینکا کہ اگر ان صاحب کو لگ جاتی تو زخمی کر دیتی، اور آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: بعضے آدمی اپنا سارا مال صدقہ کر دیتے ہیں، پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے واسطے بیٹھ جاتے ہیں۔(۱)

---

(۱) رواہ ابو داؤد: باب الرجل یخرج من مالہ، حدیث: ۱۶۷۵، حاکم نے اس کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

ان صاحب کو اعتماد علی اللہ تعالیٰ، اور توکل حضرت ابو بکرؓ کے مقابلہ میں کیا ہو سکتا تھا اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے وہاں سب کچھ قبول فرمالیا اور یہاں ناراضی کا اظہار فرمایا۔

اختیار اسباب اور توکل محض کی احادیث اور قصص میں مختلف طور سے جمع کیا گیا ہے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ: توکل کے تین درجے ہیں، پہلا درجہ تو ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی مقدمہ میں کسی ہوشیار، ماہر تجربہ کار کو وکیل بنالے کہ: وہ ہر چیز میں اس ماہر وکیل کی طرف رجوع کرتا ہے،؛ لیکن اس کا یہ توکل فانی ہے کسبی ہے، اس کو اپنے توکل کا احساس وشعور رہے۔ دوسرا درجہ جو پہلے سے اعلیٰ ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ ناسمجھ بچہ کا اپنی ماں کی طرف کہ وہ ہر بات میں اسی کو پکارتا ہے، اور جب کوئی گھبراہٹ یا تکلیف کی بات اس کو پیش آتی ہے، تو سب سے پہلے اس کے منہ سے اماں نکلتا ہے، ان ہی دونوں کی طرف حضرت سہلؒ نے اشارہ کیا ہے: جب کہ ان سے کسی نے پوچھا: کہ توکل کا ادنیٰ درجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ امیدوں کا ختم کردینا، پھر سائل نے پوچھا کہ: درمیانی درجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اختیار کا چھوڑ دینا، پھر سائل نے پوچھا کہ: اعلیٰ درجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اس کو وہ پہچان سکتا ہے جو دوسرے پر پہنچ جائے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ: تیسرا درجہ جو سب سے اعلیٰ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے ساتھ ایسا ہو جائے جیسا کہ مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں، اس کی اپنی کوئی حرکت رہتی ہی نہیں، اسی درجہ پر پہنچ کر اللہ جل شانہ سے مانگنے کا بھی محتاج نہیں رہتا وہ خود ہی بلا طلب اس کی ضروریات کا تکفل کرتا ہے، جیسا کہ نہلانے والا خود ہی میت کی ضروریات غسل کو پورا کرتا ہے۔ (احیاء)

اس پر یہ اشکال کہ: حضور اقدس ﷺ کا عام طریق، اسباب کے اختیار کا تھا صحیح ہے؛ لیکن حق یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے شایان شان وہی حالت تھی جس کو حضور اقدس ﷺ نے اختیار فرمایا، اگر حضور اقدس ﷺ کے حالات ان واقعات کی نوعیت کے ہوتے تو امت بڑے سخت ابتلاء میں پڑجاتی حضور اقدس ﷺ کو امت پر شفقت کی وجہ سے اس کا بہت اہتمام تھا کہ: ایسی چیز اختیار نہ فرماتے جس میں امت کو مشقت ہو، حضرت

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: حضور اقدس ﷺ چاشت کی نماز نہ پڑھتے تھے، اور میں پڑھتی ہوں، بیشک حضور اقدس ﷺ بعض عمل باوجود یہ کہ حضور اقدس ﷺ کی خواہش اس کے کرنے کی ہوتی تھی اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہوجائے۔ (۱)

حضرت عائشہؓ کے اس ارشاد کا مطلب کہ: حضور اقدس ﷺ نہیں پڑھتے تھے اور میں پڑھتی ہوں، اہتمام اور دوام ہے کہ: جس شدت اہتمام سے حضرت عائشہؓ پڑھتی تھیں۔ حضور اقدس ﷺ اتنے اہتمام سے نہ پڑھتے تھے، ورنہ بیسیوں روایات میں حضور اقدس ﷺ کا چاشت کی نماز پڑھنا وارد ہے، اور یقیناً حضور اقدس ﷺ اگر اتنے شدید اہتمام سے پڑھتے تو یہی چیز اس کو واجب بنا دیتی، تراویح کے بارے میں بڑی کثرت سے روایات میں وارد ہوا ہے، حضور اقدس ﷺ نے چند راتیں پڑھیں اور پھر چھوڑ دی صحابہؓ کو اس کا اشتیاق اتنا بڑھا کہ جب چند راتوں کے بعد حضور اقدس ﷺ اپنے خیمہ سے باہر تشریف نہیں لائے تو صحابہ کرامؓ کو یہ خیال ہوا کہ شاید آنکھ لگ گئی؟ اس لئے ایسی چیزیں اختیار کیں جن سے بغیر جگائے آنکھ کھل جائے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میں تمہاری حرکتیں دیکھتا رہا، اور میں بحمد اللہ تعالیٰ اس رات میں بھی غافل نہ تھا؛ لیکن مجھے اس کے سوا اور کوئی چیز نکلنے سے مانع نہ ہوئی کہ میں اس سے ڈرا کہ تم پر فرض نہ ہوجائے، اگر تم پر فرض ہوجاتی تو اس کا نباہنا تمہیں مشکل ہوجاتا۔ (۲)

صاحب روض لکھتے ہیں کہ: جلب منفعت اور دفع مضرت کے اسباب کا اختیار کرنا ہی طریقہ جمہور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام، اور جمہور اولیاء کا ہے؛ لیکن اس سے ان اولیاء کرام پر جو مضرتوں سے نہ بچتے تھے اور اپنے لئے اسباب اختیار نہ فرماتے تھے، اعتراض نہیں ہوسکتا اس لئے کہ: حضور اقدس ﷺ شریعت مطہرہ پر چلانے والے تھے، اس لئے

---

(۱) رواه ابوداود: باب صلاة الضحی، حدیث:۱۲۹۵، بخاری: باب تحریض النبی صلی الله علیه وسلم، حدیث:۱۰۷۶۔

(۲) رواه ابو دود: باب فی قیام شهر رمضان: حدیث:۱۳۷۳، مسلم: باب الترغیب فی قیام رمضان، حدیث:۷۶۱۔

ایسے سہل راستے پر چلاتے تھے جس پر عوام وخواص سب چل سکیں، اور اگر قافلوں کا چلانے والا کسی ایسے مشکل راستہ پر قافلہ کو لیجائے جس پر وہ خود اپنی قوت کی وجہ سے چل سکتا ہو؛ لیکن قافلہ کی اکثریت اس راستہ کی متحمل نہ ہو تو وہ قافلہ والوں کے اوپر مہربان شمار نہ ہوگا۔

تیسری بات جو ان واقعات میں قابل لحاظ ہے، وہ بھی حقیقت میں پہلی ہی بات پر متفرع ہے، وہ یہ ہے کہ: بعض واقعات میں ایسی شدت ملتی ہے جو سرسری نظر میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، اور بظاہر یہ ناجائز معلوم ہوتا ہے، اس کے متعلق یہ بات ضرور سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ واقعات بمنزلہ دوا کے ہیں، اور دوا میں طبیب حاذق بسا اوقات سنکھیا بھی استعمال کرایا کرتا ہے؛ لیکن اس کا استعمال طبیب کی رائے کے موافق ہو تو مناسب ہے، بلکہ بسا اوقات ضروری لیکن بدون اس کے مشورہ کے ناجائز اور موجب ہلاکت ہے، اسی طرح ان واقعات میں جن حاذق طبیبوں نے ان دواؤں کا استعمال کیا ہے، ان پر اعتراض اپنی نادانی اور فن سے ناواقفیت پر مبنی ہے، لیکن جو خود طبیب نہ ہو اور اس کو کسی طبیب کا مشورہ حاصل نہ ہو اس کو ایسے امور جو شریعت مطہرہ کے خلاف معلوم ہوتے ہوں اختیار کرنا جائز نہیں ہے، البتہ فن کے ائمہ پر اور قواعد سے واقف لوگوں پر اعتراض میں جلدی کرنا، بالخصوص ایسے لوگوں کی طرف سے جو خود واقفیت نہ رکھتے ہوں غلط چیز ہے، اور ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالنا ہر حال میں جائز نہیں ہے، اگر دینی مصلحت اس کی متقاضی ہو تو پھر مباح سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ: اللہ جلّ شانہ دو شخصوں پر بڑا تعجب فرماتے ہیں یعنی اس سے بہت راضی ہوتے ہیں، ایک وہ شخص ہے جو نرم نرم بستر پر لحاف کے اندر محبوبہ بیوی کے ساتھ لیٹا ہو اور ایک دم بشاشت کے ساتھ وہاں سے اٹھکر نماز کے لئے کھڑا ہو جائے حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر تفاخر فرماتے ہیں، دوسرا وہ شخص جو ایک لشکر کے ساتھ ملکر جہاد میں شرکت کر رہا ہو اور وہ لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگے اور اس میں سے کوئی شخص بھاگنے میں اللہ جل شانہ کا خوف کرے اور تن تنہا واپس ہو کر مقابلہ کرے حتی کہ شہید ہو جا

ئے حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو میرا یہ بندہ میرے انعامات میں رغبت اور میری ناراضی کے خوف سے لوٹا حتی کہ اس کا خون بھی بہا دیا گیا۔ (۱)

اب یہ شخص جو تنہا لوٹا ہے، ظاہر ہے کہ مرنے ہی کے واسطے لوٹا ہے کہ جب پورا لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگا تو اس میں ایک آدمی کیا کر سکتا ہے؟ اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہ اس پر تفاخر فرماتے ہیں۔

کوکب کتاب ۳/۷۸ میں لکھا ہے کہ توکل کے مختلف اقسام ہیں، ایک توکل وہ ہے جو نص صریح کے خلاف ہو جیسے کوئی آدمی توکل کر کے زہر پی لے یا پہاڑ سے کود پڑے یا بالکل کھانا ہی چھوڑ دے اور اس کو ان امور میں سے کسی کی طاقت نہ ہو تو ایسا توکل ارشادِ خداوندی "وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" کے خلاف ہے اور یہ حرام ہے، اور توکل کی دوسری صورت یہ ہے کہ: آدمی ایسی چیز کو ترک کر دے جس کی افادیت مظنون ہو جیسے مریضوں کا دوا پینا اور یہ توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ: ایسی چیز کو چھوڑ کر توکل کرے جس کی افادیت کا ظن غالب نہ ہو، جیسے جھاڑ پھونک کو چھوڑ دینا اور یہ توکل کا سب سے آخری درجہ ہے، دوسری جگہ (صفحہ نمبر ۳/۴۰۳) کوکب ہی میں مشہور حدیث "اِعْقِلْهَا وَ تَوَكَّلْ" کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں:

> "معلوم ہوا کہ توکل کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ: اسباب کو اختیار کیا جائے اور اس پر اعتماد نہ کیا جائے، اور پھر یہ ہے کہ اسباب کو سرے سے اختیار ہی نہ کیا جائے"

ہمارے حضرت شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے درّ ثمین میں تحریر فرمایا ہے کہ: میں نے ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ سے روحانی سوال کیا کہ اسباب کے اختیار کرنے میں اور اس کے چھوڑنے میں افضل چیز کونسی ہے؟ تو مجھ پر حضور ﷺ کا ایک روحانی فیض ہوا جس کی وجہ سے میرا قلب اسباب اور اولاد وغیرہ کی طرف سے بالکل سرد پڑ گیا، اس کے تھوڑی دیر بعد یہ حالت زائل ہوئی تو میں نے اپنی طبیعت کو اسباب کی طرف مائل پایا

---

(۱) صحیح ابن حبان: باب النوافل، حدیث: ۲۵۵۸، شعیب الأرنوط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اور اپنی روح کو اسباب سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کو سونپ دینے کی طرف مائل پایا۔ (فضائل حج) کسی نے کیا خوب کہا:

از دروں شو آشنا وز بروں بیگانہ شو
ایں چنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

اندر سے تو آشنا اور باہر سے اجنبی بنا ہوا ہو ایسا بہتر طریقہ دنیا میں
بہت کم ہوتا ہے

ہمارے اکابر دیوبند کا طرز دونوں ہی قسم کا رہا ہے، ایک رائے پوری طرز تھا کہ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے یہاں اسباب کا سلسلہ شروع ہی سے نہیں رہا، اور دوسرا طرز بقیہ حضرات کا رہا کہ ابتداء میں اسباب کے ساتھ تلبس رہا اخیر میں ترک اسباب ہو گیا، ہمارے حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا حال تو معلوم نہیں مگر حضرت گنگوہیؒ نے ابتداء میں ملازمت بھی کی جس کے متعلق تذکرۃ الرشید (صفحہ ۵۵) میں لکھا ہے کہ ابتداء میں ملازمتوں کی پیشکش ہوئی اور ایک جگہ سے قرآن پاک کے ترجمہ کے لئے سات روپے کی ملازمت آئی حضرت نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ سے اجازت مانگی، اعلیٰ حضرت نے منع فرما دیا: اور فرمایا کہ اس سے زائد کی آئے گی، حضرت نے اس کو انکار کر دیا، چند ہی دن گزرے تھے کہ سہارنپور کے مشہور رئیس نواب شائستہ خان نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے دس روپے ماہوار پر آپ کو بلایا، وہاں آپ نے چھ ماہ تک نوکری کی اس کے بعد حضرت کا تجارت کتب کرنا تو معلوم نہیں ہوا، مگر ہدایت الشیعہ کے شروع میں حضرت نے جو عبارت لکھی ہے وہ یہ ہے۔

بندہ عاجز نابود ابو محمود کتب فروش عفا عنہ الرب المعبود کہ کچھ چنداں علم نہیں رکھتا مگر صحبت علماء اہل حق سے بہرہ ور رہا ہے اور مکاید اہل باطل و شیعہ سے بخوبی واقف ہوا۔

اسی طرح متعدد کتابوں کی تقریضوں میں اپنے آپ کو کتب فروش لکھا ہے، مستقل تجارت کرنا حضرت کا مجھے نہیں معلوم مگر میرے والد صاحب حضرت کے خادم خاص اور کاتب کتابوں کی تجارت کرتے تھے، اور غالبا اس میں حضرت گنگوہیؒ کا بھی کچھ حصہ رہا ہوگا۔

اعلیٰ حضرت نانوتویؒ نے ابتداء میں مطبع احمدی میرٹھ میں ملازمت کی جو ان کے استاذ مولانا احمد علی صاحبؒ نے قائم کیا تھا، اس میں تصحیح کتب کی ملازمت کی اور اسی اثناء میں دارالعلوم کی بنیاد پڑ گئی آپ اس کی خبر گیری کرتے رہے، اور پھر دارالعلوم کے کاموں میں ایسے مشغول ہو گئے کہ میرٹھ کا کام چھوٹ گیا مگر دارالعلوم سے کبھی تنخواہ نہیں لی جیسا کہ سوانح قاسمی (صفحہ ۱۵۳۶ میں ہے اس کے بعد حضرت سہارنپوری حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت تھانویؒ نے ابتداء میں مدرسی کی اور پھر اخیر میں سب نے چھوڑ دی۔

حضرت مدنیؒ گو اخیر تک تنخواہ لیتے رہے، مگر حضرت کا دسترخوان اس قدر وسیع تھا، اور خفیہ داد و دہش بھی اس قدر وسیع تھی کہ تنخواہ بالا بالا ہی نمٹ جاتی تھی۔ میرے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ابتداءً سہارنپور میں ملازمت کی اور اس کے بعد دہلی چلے گئے، ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ کئی دفعہ تجارت شروع کر چکا ہوں اور میوات والوں کے ساتھ کئی دفعہ بکریاں خرید چکا ہوں مگر سو ہونے سے پہلے پہلے مر جاتی ہیں، مجبوراً چھوڑ دیا۔

خود سیدالکونین ﷺ نے بھی چند قیراطوں پر مکہ والوں کی بکریاں چرائی تھیں اور نبوت سے پہلے حضرت خدیجہؓ کے مال میں تجارت بھی کی؛ لیکن نبوت کے بعد نہیں کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں دس برس تک اجرت پر چرائیں جیسا کہ درمنثور (صفحہ ۱۲۴؍ ۵) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ اور دس برس میں سے کونسی مدت پوری کی تو آپ نے جواب دیا جو زیادہ اچھی اور زیادہ پوری یعنی دس سال تھی۔

کمائی کے ذرائع اور ان میں افضل کا بیان

کمائی کے ذرائع اور ان میں جو افضل ہے، اس کی تعیین میں سلف میں اختلاف ہے، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک تجارت افضل ہے، اور ابوالحسن ماوردی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ زراعت افضل ہے، امام نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کمانا افضل ہے

اوراس میں زراعت کو بھی شامل کیا ہے۔ صاحب بحر فرماتے ہیں کہ ہمارے فقہاء (احناف) کے نزدیک جہاد کے بعد کمائی کا سب سے افضل طریقہ تجارت ہے پھر زراعت ہے پھر صنعت وحرفت ہے۔ میرے نزدیک کمائی کے ذرائع تین ہیں، تجارت، زراعت اوراجارہ، اور ہر ایک کے فضائل میں بہت کثرت سے احادیث ہیں، بعض حضرات نے صنعت وحرفت کو بھی اس میں شامل کیا ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔ میرے نزدیک وہ ذرائع کمائی میں نہیں، اسباب آمدنی میں ہیں، اور آمدنی کے اسباب بہت سے ہیں، ہبہ ہے، میراث ہے، صدقہ ہے وغیرہ وغیرہ جنہوں نے اس کو کمائی کے اسباب میں شمار کیا میرے نزدیک صحیح نہیں، اس لئے کہ نرا صنعت وحرفت کمائی نہیں ہے؛ کیونکہ اگر ایک شخص کو جوتے بنانے آتے ہیں یا جوتے بنانے کا پیشہ کرتا ہے وہ جوتے بنا بنا کر کوٹھی بھرلے اس سے کیا آمدنی ہوگی؟ یا تو اس کو بیچے گا یا کسی کا نوکر ہو کر اس کا بنائے یہ دونوں طریقے تجارت یا اجارہ میں آگئے اوراس سے زیادہ قبیح جہاد کو کمائی کے اسباب میں شمار کرنا ہے اس لئے کہ جہاد میں اگر کمائی کی نیت ہوگئی تو جہاد ہی باطل ہوگیا، حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کوئی جہاد کے لئے نکلتا ہے اوراس کے ساتھ دنیوی مال ومنال کا بھی طالب ہوتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ (۱)

ایک اورحدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ ایک آدمی غنیمت کی نیت سے جہاد کرتا ہے دوسرا شہرت کے لئے، جہاد کرتا ہے تیسرا اپنی بہادری دکھانے کے لئے کون شخص واقعی مجاہد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرے وہی حقیقی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ (۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ

---

(۱) ابوداؤد: باب فیمن یغزوا ویلتمس الدنیا، حدیث:۲۵۱۶

(۲) ابوداؤد: باب من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا، حدیث:۲۵۱۷، البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

اس شخص کے بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں جو شہرت اور غنیمت کے لئے جہاد کرتا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو کوئی نفع نہیں، سائل نے تین دفعہ پوچھا اور حضور ﷺ بھی یہی فرماتے رہے کہ اس کو کوئی نفع نہیں، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو بالکل خالص ہو اور صرف اسی کی خوش نودی کے لئے کیا گیا ہو۔ (۱)

میں پہلے لکھ چکا کہ میرے نزدیک تجارت افضل ہے وہ بحیثیت پیشہ کے ہے اس لئے کہ تجارت میں آدمی اپنے اوقات کا مالک ہوتا ہے، تعلیم ، وتعلم، تبلیغ، افتاء وغیرہ کی خدمت بھی کرسکتا ہے، لہٰذا اگر اجارہ دینی کاموں کے لئے ہو تو وہ تجارت سے بھی افضل ہے اس لئے کہ وہ واقعی دین کا کام ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہی کام مقصود ہو اور تنخواہ بدرجہ مجبوری ہے میرے اکابر دیوبند کا زیادہ معاملہ اسی کا رہا، اور اس کا مدار اس پر ہے کہ کام کو اصل سمجھے اور تنخواہ کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اسی لئے کسی جگہ پر اگر کوئی دینی کام کر رہا ہو، تدریس، افتاء کا وغیرہ وغیرہ اور اس سے زیادہ کسی دوسرے مدرسہ میں زیادہ تنخواہ ملے تو پہلی جگہ کو محض کثرت تنخواہ کی وجہ سے نہ چھوڑے، میں نے اپنے جملہ اکابر کا یہ معمول بہت اہتمام سے ہمیشہ دیکھا جس کو آپ بیتی: ۱۵۵/۶ میں لکھوا چکا ہوں کہ انہوں نے اپنی تنخواہوں کو ہمیشہ اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھا۔ حضرت اقدس سیدی حضرت سہارنپوری اور حضرت شیخ الہندؒ کے متعلق لکھوا چکا ہوں، میرے حضرت کی آخری تنخواہ مظاہر علوم میں چالیس تھی اور حضرت شیخ الہند کی آخری تنخواہ دار العلوم میں پچاس روپے تھی، ان دونوں کے متعلق جب بھی ممبران اور سرپرستان کی طرف سے ترقی تجویز ہوئی تو دونوں حضرات اپنی اپنی جگہ یہ کہہ کر ترقی سے انکار کر دیا کرتے تھے کہ: ہماری حیثیت سے یہ بھی زیادہ ہے، دونوں مدرسوں میں جب مدرس دوم کی تنخواہیں ان کی تنخواہ کے برابر پہنچ گئیں تو ممبران نے یہ کہہ کر کہ اب ماتحت مدرسوں کی تنخواہیں، صدر مدرس کی تنخواہ سے زیادہ نہیں ہوسکتیں، آپ کے انکار سے ان کی ترقیات رک جاویں گی، اس پر مجبوراً ہر دو اکابر نے اپنی اپنی ترقی قبول کی۔

---

(۱) نسائی: من غزا یلتمس الأجر والذکر، حدیث: ۳۱۴۰۔

میرے مرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ جب ایک سالہ قیام حجاز کے بعد آخر ۱۳۳۴ ہجری میں مظاہر علوم واپس تشریف لائے تو میرے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہ کا شروع ذیقعدہ میں انتقال ہو چکا تھا، اور حضرت کو اطلاعی تاریخ بمبئی میں مل چکی تھی، حضرت نے مدرسہ سے تنخواہ لینے سے یہ تحریر فرما کر انکار فرمادیا تھا کہ میں اپنے ضعف و پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کرسکتا؛ لیکن اب تک مولانا محمد یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے، اور تنخواہ نہیں لیتے تھے، وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے، اور میں اور وہ دونوں ملکر ایک مدرس سے زیادہ کام کرتے تھے، اور اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے، اور میں مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام بخوبی نہیں کرسکتا اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں، اس پر حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں۔ حضرت رائے پوری نے لکھا کہ آپ کے وجود کی مدرسہ کو سخت ضرورت ہے، آپ کے وجود سے مدرسہ کا سارا نظام باحسن وجوہ قائم ہے، اس لئے آپ کو مدرسہ اب تعلیم کی تنخواہ نہیں دے گا، مدرسہ ناظم مدرسہ کی تنخواہ دیگا، حضرت کے مدرسہ میں تشریف نہ رکھنے سے مدرسہ کا سخت نقصان ہے، حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے حضرت رائپوری کی تائید فرمائی اس وقت حضرت شیخ الہندؒ مالٹا میں تھے، تینوں حضرات سرپرست تھے۔

حضرت نانوتویؒ کے متعلق آپ بیتی ۱۰۹/۲ پر لکھوا چکا ہوں کہ: ایک رئیس مولوی اسماعیل جو علیگڑھ کے رئیس تھے، ان کو حدیث پڑھنے کا شوق ہوا تو حضرت نانوتوی کی خدمت میں لکھا کہ کسی عالم کو جو حضرت کے نزدیک قابل اعتماد ہو علیگڑھ بھیج دیا جائے؛ تا کہ میں ان سے حدیث پڑھوں جواب میں مولانا نے تحریر فرمایا کہ کسی اور عالم کو فرصت کہاں جو آپ کے پاس جانے پر راضی ہوسکے؛ البتہ ایک بیکار خود یہ فقیر ہے حکم ہو تو بندہ ہی حاضر ہو کر آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرے، مولوی اسماعیل کے لئے تو یہ نوید جانفزا تھی کہ خود حضرت نانوتوی پڑھانے پر آمادہ ہوگئے ہیں، کہتے ہیں کہ صرف ان کو پڑھانے کے لئے حضرت نے علی گڑھ میں قیام فرمایا اور مولوی اسماعیل جو کتابیں پڑھنا

چاہتے تھے ان کو پڑھا کر آپ علی گڑھ سے واپس تشریف لے گئے، نواب صاحب اس قصہ کے ساتھ تنخواہ کی کمی بیشی کا بھی ذکر کرتے تھے تنخواہ کا مسئلہ جب پیش ہوا تو مولوی اسماعیل نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت والا جو فرماویں گے وہی رقم خدمت میں پیش کی جائیگی۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ جب تک میں تمہارے یہاں ہوں ماہوار پندرہ روپے مجھے دیدینا تا کہ گھر بھیجدوں اس قلیل رقم کو سن کر مولوی اسماعیل شرمندہ تھے؛ لیکن چونکہ بات پہلے ہی طے ہو چکی تھی کہ مسئلہ بجائے تمہارے فیصلہ کے میری رائے کے تابع رہے گا، اس لئے خاموش ہو گئے کئی مہینے حسب وعدہ پندرہ کی رقم پیش کرتے رہے، اسی عرصہ میں مولوی اسماعیل صاحب ایک دن جب پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ میاں اسماعیل جو رقم اب تک تم دیتے تھے اس پر نظر ثانی کی ضرورت پیش آ گئی وہ خوش ہوے کہ شاید کچھ اضافہ کی منظوری عطا فرمائی جائے گی؛ لیکن جب ان سے حضرت نے یہ فرمایا کہ بھائی پندرہ جو تم دیتے تھے ان میں دس تو میں اپنے گھر کے لوگوں کو دیا کرتا تھا، اور پانچ روپے والدہ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا کل خط آیا ہے کہ والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے، اس لے اس پانچ روپے کی ضرورت اب باقی نہیں رہی اس لئے آئندہ بجائے پندرہ کے دس روپے دیا کرنا۔ مولوی اسماعیل یہ سن کر حیران تھے کہتے جاتے تھے کہ حضرت مجھ پر کوئی بار نہیں؛ لیکن حضرت کی طرف سے اصرار تھا کہ غیر ضروری روپے کا بار اپنے سر کیوں لوں آخر بات دس ہی روپے والی طے ہو گئی؛ لیکن قاری طیب صاحب نے جنہوں نے یہ قصہ براہ راست نواب صدر یار جنگ سے سنا ہے ان کو اس قصہ کے آخری جزء کے متعلق اشتباہ ہے۔ حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں کہ تصحیح کتب کے سوا درس وتدریس پر کبھی معاوضہ نہیں لیا اس پر تمام اکابر دیوبند کا اتفاق ہے۔

آپ بیتی ۱۰۹۶/ میں ارواح ثلثہ سے نقل کیا ہے کہ مولوی امیر الدین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھوپال سے مولانا (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب) نانوتوی کی طلبی آئی اور پانچ سو روپے ماہواری تنخواہ مقرر کی میں نے کہا کہ اے قاسم؟ تو چلا کیوں نہیں

جاتا تو فرمایا کہ وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور اس بنا پر وہ پانچ سو روپے دیتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا پھر کس بنا پر جاؤں؟ میں نے بہت اصرار کیا مگر نہیں مانا انتہیٰ۔

درحقیقت میرے اکابر کے بہت سے واقعات اس کی تائید میں ہیں کہ: تنخواہ کو وہ کبھی اصل یا معتد بہ چیز نہیں سمجھتے تھے، جیسا میں نے اوپر لکھا اور تنخواہ کو محض عطیہ الٰہی سمجھتے تھے جو ہم لوگوں میں بالکل مفقود ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی بنا پر میں نے اجارہ تعلیم کو سب انواع سے افضل لکھا؛ لیکن ابوداود شریف کی ایک حدیث سے اشکال ہے، حضرت عبادۃ بن الصامتؓ نے فرمایا کہ میں نے اہل صفہ کے چند آدمیوں کو قرآن پڑھایا تو ان میں سے ایک آدمی نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ یہ کوئی مال نہیں ہے، اور اس سے میں جہاد میں تیر پھینکوں گا (پھر بھی مجھے خیال ہوا کہ) میں حضور اقدس ﷺ سے پوچھ لوں؟ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ایک آدمی نے جس کو میں قرآن پڑھایا کرتا تھا ہدیہ میں ایک کمان دی ہے، اور یہ مال ہے نہیں (کہ اجرت علی التعلیم میں آسکے) اور اس سے جہاد میں تیر پھینکوں گا، اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر تجھے یہ پسند ہے کہ آگ کا طوق پہنو تو قبول کرلو: "تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا"(۱)

اس حدیث کی بناء پر ائمہ میں تعلیم پر اجرت لینے میں اختلاف ہو گیا امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک تعلیم پر اجرت لینی جائز نہیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے، امام احمد بن حنبلؒ کے دو قول ہیں ایک امام شافعیؒ کے ساتھ جواز کا اور دوسرا امام مالکؒ و امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ عدم جواز کا متأخرین حنفیہ نے بضرورت تعلیم جواز کا فتویٰ دیا ہے، جواز والوں کی دلیل حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک عورت نے اپنے آپ کو پیش کیا، حضور ﷺ نے سکوت کیا اور جب

---

(۱) ابو داؤد: باب في كسب المعلم، حدیث نمبر: ۳۴۱۶، محقق شعیب الارنؤط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

دیر ہوگئی اور وہ عورت کھڑی رہی تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ کو رغبت نہیں ہے تو میرا نکاح ان سے کر دیجئے، حضور اقدس ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کوئی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس تہبند کے سوا اور کچھ نہیں تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اپنی تہبند تو اس کو دے دیگا، تو بغیر ازار کے رہے گا؟ لہٰذا کوئی اور چیز مہر میں دینے کے لئے تلاش کرو، اس صحابی نے عرض کیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تلاش کرو چاہے لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو اس صحابی رضی اللہ عنہ نے تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں: فلاں فلاں سورۃ (اور چند سورتیں گنوائیں) تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تجھ سے اس کا نکاح کیا بسبب اس قرآن کے جو تجھے یاد ہے: ”قَدْ زَوَّجْتُكُمَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ“ (۱) درمنثور کی ایک حدیث میں نقل کیا ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نے تجھ سے اس کا نکاح کیا اس شرط پر کہ جو قرآن تجھے یاد ہے اس کو تو سکھا دے، اور مشکوٰۃ شریف: ۲۵۸ میں فاتحۃ الکتاب سے جھاڑنے پر اجرت کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس نے باطل جھاڑ پھونک پر کھایا اس نے برا کیا تم نے تو حق جھاڑ پھونک پر کھایا، ایک دوسری حدیث میں اسی قصہ میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ مستحق اجرت کتاب اللہ کی ہے۔ (۲) اس کے حاشیہ میں لمعات میں نقل کیا ہے۔ اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ قرآن سے جھاڑ پھونک کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں اور یہی حکم قرآن کے پڑھانے پر اور کتابت پر اجرت لینے کا ہے، اگرچہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ (۳)

---

(۱) بخاری: باب تزویج المعسر، حدیث: ۴۷۹۹، ابوداؤد، باب فی التزویج علی العمل یعمل، حدیث: ۲۱۱۳، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

(۲) بخاری: باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم، حدیث: ۵۴۰۵۔

(۳) حاشیہ مشکوٰۃ/۲۵۸

اس مسئلہ کی پوری بحث بذل المجھود کتاب الاجارہ کتاب النکاح اور کتاب الطب میں ہے اور اوجز المسالک کتاب النکاح میں بھی بہت طویل بحث کی گئی ہے جو علماء سے تعلق رکھتی ہے لامع الدراری جلد ثانی کتاب الاجارات میں بھی اس کی بہت تفصیل ہے۔

بندہ کی یہ رائے ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں توکل اور زہد بہت بڑھا ہوا تھا جس کی کچھ مثالیں پہلے گزر چکیں، دینداروں میں عطایا کا اور بیت المال کا سلسلہ بھی چل رہا تھا اس لئے اس زمانہ میں اجرت کی ممانعت سے کچھ نقصان نہیں تھا، متاخرین کے زمانہ میں بیت المال کا سلسلہ نہیں رہا، اور لوگوں میں علی العموم زہد و توکل بھی مفقود ہو گیا، اس لئے بغیر اجرت کے دینی کام کا کرنا بہت مشکل ہو گیا چنانچہ مجموعہ رسائل ابن عابدین کے ساتویں رسالہ شفاء العلیل میں میرے اس خیال کی تائید ملتی ہے، چنانچہ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ متقدمین نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو اس وجہ سے برا سمجھا کہ اس زمانہ میں بیت المال سے عطایا ملتے تھے اور لوگوں کی رغبت بھی دینی امور میں ہوتی تھی اور اب ہمارے زمانہ میں یہ بات نہیں رہی۔

بلکہ میرا تو کئی سال سے یہ معمول ہے کہ اہل مدارس کو مشورہ دیتا ہوں کہ بغیر تنخواہ کے مدرس نہ رکھا جائے اور اپنا ذاتی تجربہ اپنے مدرسہ کا یہ ہے کہ ابتداء میں میں نے مظاہر علوم میں معین المدرسی کا دورہ شروع کیا تھا جس کو ایک دو سبق پڑھائے پھر بقیہ اوقات میں اپنا کوئی تجارتی کام کرنے کا مشورہ دیتا تھا مگر ایک ہی سال بعد ان کی توجہ پڑھانے کی طرف کم ہو گئی اور تجارتی کام میں لگ گئے اور شدہ شدہ دینی کام چھوٹ گیا اور بے تنخواہ مدرس جس بے توجہی سے کام کے ساتھ ساتھ کچھ تجارت وغیرہ بھی کرتے تھے تو ان پر ہمیں اپنے آپ کو قیاس نہیں کرنا چاہئے ان کا توکل اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بقدر ضرورت دنیا میں مشغول ہونا ان کو دینی کام سے ہٹا کر دنیا میں منہمک نہیں کر دیتا تھا بلکہ وہ تجارت کو دینی تعلیم کے تابع رکھتے تھے اور محض رزق کفاف کے لئے تجارت کرتے تھے، لیکن اس زمانہ کا حال یہ ہے کہ اگر دینی تعلیم و تدریس کے ساتھ تجارت وغیرہ کمائی

کے ذرائع بھی شروع کر دیئے جائیں تو اپنی دینی کمزوری اور توکل کی کمی کی وجہ سے ساری توجہ دنیا کی طرف ہو جاتی ہے اور تعلیم وتدریس سے طبیعت بالکل علیحدہ ہو جاتی ہے، اسی تجربہ تلخ کی وجہ سے میں نے ہمیشہ مدارس میں صنعت وحرفت کو داخل کرنے سے اختلاف کیا کہ جو کچھ دل یا بیدلی سے یہ طلبہ ومدرسین تعلیمی کام کر رہے ہیں صنعت وحرفت کے آجانے کے بعد بالکل ہی ہاتھ سے جاتے رہیں گے اسی لئے مولانا رومؒ نے فرمایا ہے:

’’کار پاکاں را قیاس از خود مگیر، گرچہ باشد در نوشتن شیر وشیر‘‘

جب تک آدمی ان حضرات کے برابر زہد وتوکل حاصل نہ کر لے محض اوپر سے دیکھ کر ان کے کاموں کو نہ اختیار کرے ہاں جب اس مرتبہ تک پہنچ جائے اور اپنے اوپر اتنا اعتماد ہو جائے کہ دونوں کاموں کو نباہ سکے تو یہ یقیناً بہتر ہے، اسی واسطے ہمارے اکابر کا یہی دستور رہا ہے؛ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ نے ابتداء میں سہارنپور میں دس روپے تنخواہ پر بچوں کو پڑھانے کے لئے ملازمت کی اور حضرت نانوتویؒ کے متعلق بھی گزر چکا کہ کچھ دنوں حدیث پڑھانے پر اور تصحیح کتب پر تنخواہ لی اور حضرت تھانویؒ کا قصہ مشہور ہے، ابتداء میں کانپور میں ملازمت کی اور بعد میں حضرت گنگوہیؒ سے خط وکتابت سے مشورہ کیا کہ میں ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں حضرت تھانویؒ نے تین مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کو خطوط لکھے اور حضرت گنگوہیؒ نے تینوں دفعہ ملازمت چھوڑنے کی ممانعت فرمائی اور چوتھی دفعہ حضرت تھانویؒ نے ملازمت چھوڑ کر تھانہ بھون آکر خط لکھا کہ حضرت میں ملازمت چھوڑ کر آگیا تو حضرت گنگوہیؒ نے بہت اظہار مسرت کیا اور بہت دعائیں دیں اور تحریر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ روزی سے پریشان نہیں ہو گے، میرے والد صاحب چونکہ حضرت گنگوہیؒ کے خطوط لکھا کرتے تھے، حضرت سے عرض کیا کہ تین دفعہ انہوں نے اجازت مانگی اور آپ نے منع کر دیا اور اب ملازمت چھوڑنے پر دعائیں؟ تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مشورہ وہ کیا کرتا ہے جس کے دل میں ڈگر گا ہو اور جب پختہ ہو جائے تو مشورہ نہیں کرتا۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مجالس حکیم الامت/۳۶ میں لکھا ہے کہ ترک ملازمت کانپور کے بعد خانقاہ تھانہ بھون میں متوکلانہ قیام فرمایا تو اس وقت ضروریات خانگی کے لئے ڈیڑھ سو روپے قرض ہوگیا، حضرت حاجی صاحبؒ کی وفات ہوچکی تھی ان کے بعد حضرت حکیم الامتؒ حضرت گنگوہیؒ کو اپنے شیخ کا قائم مقام سمجھ کر مشکلات میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے، عرض حال اور ادائے قرض کی دعا کے لئے گنگوہ کو خط لکھا، جواب آیا کہ مدرسہ دیوبند میں ایک جگہ ملازمت کی خالی ہے اگر رائے ہو تو میں ان کو لکھدوں، حضرت نے فرمایا اس جواب سے میں کشمکش میں پڑ گیا کہ اس ملازمت کو اختیار کرتا ہوں تو حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد کی مخالفت ہوتی ہے، اور نہیں کرتا تو حضرت گنگوہیؒ کے باوجود قبول نہ کرنا ایک گونہ بے ادبی ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے صحیح جواب دل میں ڈال دیا، میں نے لکھا کہ حضرت! میری غرض تو اس سے صرف دعا تھی کسی ملازمت یا ذریعہ معاش کی طلب مقصود نہ تھی؛ حضرت حاجی صاحب نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ کانپور کی ملازمت چھوڑو تو پھر کوئی دوسری ملازمت اختیار نہ کرنا، حضرت کو ہی حضرت حاجی صاحبؒ کے قائم مقام سمجھتا ہوں، اگر اس پر بھی ملازمت اختیار کرنے کا حکم ہو تو میں اس کو بھی حاجی صاحبؒ ہی کا حکم سمجھوں گا اور پہلے حکم کا ناسخ قرار دے کر ملازمت اختیار کرلوں گا، اس پر حضرت گنگوہیؒ کا جواب آیا کہ اب آپ کوئی ملازمت نہ کرو انشاءاللہ تعالیٰ پریشانی نہیں ہوگی۔

اسی مجالس حکیم الامت: ۳۵ پر حضرت نانوتوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے متعلق لکھا ہے کہ

حضرت ممدوح کے علمی اور عملی کمالات سے شاید ہی کوئی مسلمان ناواقف ہو، ان حضرات کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ معاش کا احساس ہوا تو مطبع مجتبائی دہلی میں کتابوں کی تصحیح کے لیے ملازمت اختیار کرلی، کل دس روپے ماہوار تنخواہ تھی، ایک مرتبہ اس سے بھی جی گھبرایا تو اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے مشورہ کیا کہ یہ تنخواہ لینا بھی چھوڑ دیں اور جو کام بھی کریں لوجہ اللہ تعالیٰ بے تنخواہ کریں، حضرت حاجی صاحبؒ امام

وقت تھے انہوں نے فرمایا کہ آپ ترک مشاہرہ کے لئے مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں، مشورہ دلیل تردد ہے اور تردد ہے، اور تردد کی حالت میں ترک اسباب موجب پریشانی ہوتا ہے ترک اسباب تو اس وقت روا ہوتا ہے جب آدمی مغلوب الحال ہو جاوے۔

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ خود متوکل تھے فقر وفاقہ کے سخت مراحل سے گزرے ہوئے تھے مگر اپنے مریدین کے لئے اس کا اہتمام فرماتے تھے کہ وہ کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہوں۔

اور مکتوبات امدادیہ میں ۱۲/ مکتوب ۴/ میں حضرت حاجی صاحبؒ نے خود حضرت تھانویؒ کو لکھا ہے۔

> ترک تعلق مصلحت نیست زیرا کہ ایں امر بجز دنہ زیبد عیال رامضطرب گزاشتن قرین ناعاقبت اندیشی است اور وبہ بھی ندارد، بخلق اللہ فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصول الی اللہ است وگاہے گاہے، بخدمت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب رفتہ باشند واحوال بسمع مبارک ایشاں رسانیدن نافع خواہد شد انشاء اللہ تعالیٰ۔

> ”اسباب سے تعلق کو ختم کر دینا مصلحت کی بات نہیں اس لئے کہ یہ بات سوائے تجرد کی حالت کے اور کسی حالت میں اچھی نہیں لگتی، اہل وعیال کو معاش کے معاملہ میں مضطرب اور پریشان چھوڑ دینا نا عاقبت اندیشی کی بات ہے، اور کوئی فائدہ نہیں، مخلوق خدا کو دینی فائدہ پہنچانا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے قریب ترین راستہ ہے اور کبھی کبھی عزیزم مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں بھی جاتے رہیں اور اپنے احوال ان کے سمع مبارک تک پہنچانا بھی انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگا، اس پر حضرت تھانویؒ نے فائدہ کے تحت فرمایا ہے“

یعنی جس شخص کے نفس میں مجاہدہ وریاضت سے پوری قوت توکل کی پیدا نہ ہوئی ہو وہ ظاہری اسباب معیشت کو ترک نہ کرے ورنہ نفس کو تشویش وبدگمانی قضائے الٰہی کے

ساتھ پیدا ہوگی، اورتشویش میں کوئی کام درست نہیں ہوتا، بالخصوص باطن کا کام جس میں سراسر جمعیت کی ضرورت ہے، البتہ جس وقت قلب میں قوت کا اعتماد علی الحق پیدا ہو جائے تو ترک اسباب جائز ہے مگر یہ ضرور ہے کہ جلدی نہ کرے جب تک پورے طور سے اس صفت میں اپنا امتحان نہ کرے اور شیخ کی بھی اجازت نہ ہو جاوے۔ اس ملازمت کے بعد تجارت افضل ہے اس لئے کہ تاجر اپنے اوقات کا حاکم ہوتا ہے وہ تجارت کے ساتھ دوسرے دینی کام تعلیم، تدریس، تبلیغ، وغیرہ بھی کرسکتا ہے، اس کے علاوہ تجارت کی فضیلت میں مختلف آیات واحادیث ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّة (۱)	خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔

اور بھی بہت سی آیات تجارت کی فضیلت میں ہیں ان کے علاوہ احادیث میں ہے۔

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ (۲)	سچا امانتدار تاجر (قیامت میں) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

نیز حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ:

اِنَّ اَطْیَبَ الْکَسْبِ کَسْبُ التُّجَّارِ الَّذِیْنَ اِذَا حَدَّثُوْا لَمْ یَکْذِبُوْا وَاِذَا ائْتُمِنُوْا لَمْ یَخُوْنُوْا وَاِذَا وَعَدُوْا لَمْ یُخْلِفُوْا اِذَا اشْتَرَوْالَمْ یَذُمُّوْا وَاِذَابَاعُوْالَمْ	بہترین کمائی ان تاجروں کی کمائی ہے جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے اور خریدتے وقت اس چیز کی مذمت نہیں کرتے، (تاکہ

---

(۱) التوبة: ۱۱۱

(۲) ترمذی: التجار وتسمیة النبی ﷺ، حدیث: ۱۲۰۹، امام ترمذیؒ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

يَمۡدَحُوا وَاِذَاكَانَ عَلَيۡهِمۡ لَمۡ يَمۡطِلُوا وَاِذَا كَانَ لَهُمۡ لَمۡ يَعۡسِرُوۡا(۱)

بیچنے والا قیمت کم کرکے دیدے) اور جب (خود) بیچتے ہیں تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے (تاکہ زیادہ ملے) اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہو تو ٹال مٹول نہیں کرتے اور اگر خود ان کا کسی کے ذمہ نکلتا ہو تو وصول کرنے میں تنگ نہیں کرتے۔

عن انسؓ قال: قال رسول الله ﷺ: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوۡقُ تَحۡتَ ظِلِّ الۡعَرۡشِ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سچ بولنے والا تاجر قیامت میں عرش کے سایہ میں ہوگا۔

عن ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه واٰله وسلم قال: "اِنَّ التَّاجِرَ اِذَا كَانَ فِيۡهِ اَرۡبَعُ خِصَالٍ طَابَ كَسۡبُهُ اِذَا اشۡتَرٰى لَمۡ يَذُمَّ وَاِذَا بَاعَ لَمۡ يَمۡدَحۡ وَلَمۡ يُدَلِّسۡ فِي الۡبَيۡعِ وَلَمۡ يَحۡلِفۡ فِيۡمَا بَيۡنَ ذٰلِكَ (۳)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تاجر میں چار باتیں آجائیں تو اس کی کمائی پاک ہوجاتی ہے، جب خریدے تو اس چیز کی مذمت نہ کرے اور بیچے تو (اپنی چیز کی بہت زیادہ) تعریف نہ کرے، اور بیچنے میں گڑبڑ نہ کرے اور خرید وفروخت میں قسم نہ کھائے۔

---

(۱) الترغیب والترهیب فی الاکتساب، حدیث ۲۷۴۷

(۲) الترغیب والترهیب فی الاکتساب، حدیث ۲۷۴۶

(۳) الترغیبوالترهیب فی الاکتساب، حدیث ۲۷۴۷

وعن حكيم بن حزام رضى الله تعالىٰ عنه ان رسول الله تعالىٰ عليه واله وسلم قال: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا الْبَيِّعَانِ وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِىْ بَيْعِهِمَا وَاِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا فَعَسٰى اَنْ يَرْبَحَا رِبْحًا وَيُمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا(۱)

حضرت حکیم حزام ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خرید وفروخت کرنے والے کو (بیع توڑنے کا) حق ہے جب تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، اگر بائع و مشتری سچ بولیں اور قیمت کے عیب اور کھرے کھوٹے ہونے کو بیان کر دیں تو ان کے بیع میں برکت ہوتی ہے اور اگر عیب کو چھپا لیں اور جھوٹ اوصاف بتادیں تو شاید کچھ نفع کما لیں (لیکن) بیع کی برکت ختم کردیتے ہیں۔

واخرج سعيد بن منصور فى سننه عن نعيم بن عبد الرحمٰن الازدى ويحيىٰ بن جابر الطائى مرسلا قال المناوى رجاله ثقات: "تِسْعَةُ اَعْشَارِ الرِّزْقِ فِىْ التِّجَارَةِ وَالْعَشْرُ فِىْ الْمَوَاشِىْ يَعْنِىْ اِنْتَاجٌ(۲)

امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نعیم بن عبدالرحمٰن اور یحییٰ بن جابر سے مرسلاً نقل ہے، نو حصے رزق تجارت میں ہے اور ایک حصہ جانوروں کی پرورش وپرداخت میں ہے۔

واخرج الديلمى عن ابن

دیلمی نے ابن عباس ؓ سے نقل

---

(۱) بخاری: باب السهولة والسماحة فى الشراء، حدیث:۱۹۷۳

(۲) مسند الفردوس، باب الخاء، حدیث:۲۸۷۹

عباس رضی الله تعالیٰ عنهما: أُوصِيكُمْ بِالتُّجَّارِ خَيْرًا فَإِنَّهُمْ بُرُدَ الآفَاقِ وَأُمَنَاءُ اللّٰهِ فِيْ الاَرْضِ (۱)

کیا ہے کہ تمہیں تاجروں کے ساتھ خیر کے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں؛ کیونکہ یہ لوگ ڈاکئے اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔

وفی العتبیه قال مالك قال عمر ابن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه عَلَيْكُمْ بِالتِّجَارَةِ لَاتَفْتِنَنَكُمْ هٰذِهِ الْمِرَاءُ عَلٰى دُنْيَاكُمْ

عتبیہ میں ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تجارت کو ضروری سمجھو، یہ سرخ لوگ (عجمی غلام) تمہاری دنیا پر امتحان نہ بن جائیں۔۔

فائدہ: حضرت امام شہب مالکیؒ نے فرمایا کہ قریش کے لوگ تجارت کرتے تھے اور عرب لوگ تجارت کو حقیر سمجھتے تھے، اور سرخ لوگوں سے مراد عجمی غلام تھے جو عموماً سرخ رنگ کے ہوتے تھے۔

اور المدخل ابن حاج میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ بازار میں تشریف لائے تو دیکھا کہ عموما تجارت کرنے والے باہر سے آئے ہوئے اور عوام الناس ہیں، یہ دیکھ کر غمگین ہوئے اور جب خاص خاص لوگ جمع ہوئے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی، لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور مال غنیمت کی وجہ سے تجارت کرنے سے ہم کو مستغنی کر دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ ایسا کروگے تو تمہارے مردان کے مردوں کے اور تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کے محتاج ہو جائیں گے۔

علامہ عبدالحی کتانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی فراست اس امت کے بارے

---

(۱) اتحاف الخيرة المهرة بزوائد السمانيد: باب فی التجار، وحث التجار علي الصدقة: حدیث: ۲۷۳۰: ۲/ ۷۷

میں بالکل سچی ہوئی؛ کیونکہ جب اس امت نے مشروع طریقہ سے تجارت کو چھوڑ دیا تو اس کو غیروں نے اختیار کرلیا اور امت مسلمہ غیر مسلموں کی محتاج ہوگئی، چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں تک میں دوسروں کے محتاج ہو گئے۔

اسی کتاب میں ترمذی سے نقل کیا ہے کہ ترمذی نے ایک مستقل باب التبکیر بالتجارۃ کا باندھا ہے یعنی علی الصباح تجارت شروع کرنا، اور اسی باب میں حضرت صخر غامدیؓ کی حدیث نقل فرمائی کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ دعا فرمائی "اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا" (۱) (اے اللہ میری امت کے صبح ہی صبح کام کرنے میں برکت دے) اور حضرت صخر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ حضور اقدس ﷺ جب کوئی لشکر بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے، اور یہ حضرت صخر رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے اور جب اپنے ملازموں کو تجارت کے لئے بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے؛ چنانچہ خوب نفع ہوا، اور مال بہت بڑھا۔

عن سعد بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم "مَنْ بَاعَ عِقَارًا اَوْدَارًا وَلَمْ یَجْعَلْ ثَمَنُھَا فِیْ مِثْلِھَا لَمْ یُبَارَكْ لَهُ (۲)

حضرت سعد بن حریث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے زمین یا کوئی مکان بیچا اور اس کی قیمت کو اسی جیسی کسی دوسری چیز میں نہیں لگایا تو اس کے لئے برکت نہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تجارت معروف تھی اصابہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بحیثیت ایک تاجر کے معروف آدمی تھے حضور اقدس ﷺ کی بعثت کے وقت ان کے پاس ۴۰ ہزار درہم تھے ان میں سے غلام آزاد کرتے تھے، مسلمانوں کی خبر گیری کرتے تھے یہاں تک کہ جب مدینہ منورہ آئے تو صرف پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے

---

(۱) سنن الترمذی، التبکیر فی التجارۃ، حدیث: ۱۲۱۲، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

(۲) ابن ماجۃ: باب من باع عقارا، حدیث: ۲۴۹۱، زوائد میں ہے اس کی سند میں یوسف بن میمون ہے جس کو امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، البانی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

تھے، اور موت کے وقت کچھ نہیں چھوڑا اور تاریخ ابن عساکر میں حضرت ام سلمہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ہی میں شہر بصریٰ تجارت کے لئے تشریف لے گئے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شوق اور تعلق خصوصی بھی سفر تجارت سے مانع نہ ہوا، ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو دوسرے دن صبح کو تجارت کی غرض سے سر پر کپڑے اٹھاتے ہوئے بازار کی طرف نکلے، اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی، انہوں نے کہا کہ یہ کام کیسے کروگے حالانکہ مسلمانوں کے معاملات کی ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ پر ڈالدی گئی ہے؟ انہوں نے فرمایا پھر میں اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کے لئے روزینہ مقرر کردیں گے: لہٰذا انہوں نے ایک بکری کی قیمت کا کچھ حصہ مقرر کردیا۔ ابن زکریاؒ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو مصالح مسلمین میں مشغول ہو مثلاً قاضی، مفتی، مدرس، ان کا بھی یہی معاملہ ہونا چاہئے۔ (یہ سارا مضمون اس کتاب میں موجود ہے۔(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تجارت کرتے تھے، بعض احادیث جو انہیں نہ معلوم ہوسکیں ان کے بارے میں انہوں نے خود فرمایا: ”اَلْھَانِیْ الصَّفَقُ فِیْ الاَسْوَاقِ“ (مجھے بازار کے کاروبار نے مشغول رکھا جس کی وجہ سے بعض باتیں معلوم نہ ہوسکیں) متعدد محدثین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کوئی موقع ایسا نہیں جس میں مجھے موت آجانا اس سے زیادہ محبوب ہو کہ میں اپنی محنت اور کوشش سے روزی طلب کررہا ہوں، یعنی اس موقع پر موت آجانا جہاد کے علاوہ تمام مواقع سے بہتر ہے اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی: ”وَآخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِیْ الْأَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ“(۲)

---

(۱) نظام الحکومة النبویة، باب تشدید عمر علی الصحابة فی ترکھم التجارة،۲/۱۸، دارارقم، بیروت

(۲) المزمل: ۲۰، حوالہ سابق۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے ان کا تاجر ہونا تو بہت زیادہ مشہور ہے، زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں تاجر رہے۔ (۱) اور مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے غزوہ تبوک کے لئے جب چندہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ پورے ساز و سامان کے ساتھ پیش کیے، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس موقع پر اپنی آستین میں ایک ہزار دینار (اشرفی) لائے، حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کئے، آپ ﷺ نے ان کو اپنی گود میں الٹتے پلٹتے ہوئے یہ فرمایا۔ آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہ دے گا، دو مرتبہ ایسا ہی فرمایا، دوسری جگہ ۳۲/ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دیئے۔ (۲)

تراتیب الاداریہ میں تاجرین کی فہرست میں حضرت ام المؤمنین خدیجہؓ کا اسم گرامی بھی لکھا ہے، ان کا تاجر ہونا اور شام کی طرف ساجھے پر تجارت کے لئے مال دیکر لوگوں کو بھیجنا معروف و مشہور ہے، انہوں نے اپنے غلام میسرہ کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کو بھی مال دیکر تجارت کے لئے بھیجا تھا اور یہ کہا تھا کہ دوسروں کو جو نفع کا حصہ دیتی ہوں، آپ ﷺ کو اس کا دوگنا دوں گی آپ ﷺ شام تشریف لے گئے اور بصریٰ شہر کے بازار میں ان کا مال فروخت فرمایا اور دوسرا مال خرید کر واپس تشریف لائے، حضرت خدیجہؓ کو دوگنا نفع ہوا جتنا اور لوگوں کی تجارت سے ہوتا تھا، پھر انہوں نے حضور اقدس ﷺ کو اس کا بھی دوگنا دیا جتنا طے کیا تھا۔ (۳)

حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تجارت میں بہت زیادہ کمایا تو فرمایا کہ میں نے کبھی عیب دار چیز نہیں خریدی، اور نفع کا کبھی ارادہ نہیں کیا اور اللہ جس کو چاہے برکت دے، ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت

---

(۱) التراتیب الأداریة: نظام الحکومة النبویة، باب تشدید عمر علی الصحابة فی ترکهم التجارة :۱۸/۲، دارارقم، بیروت

(۲) حیاة الصحابة: انفاق عثمان فی جیش العسرة، ۴۱۹/۲، مؤسسة الرسالة، بیروت

(۳) الطبقات الکبری لابن سعد: ۱۶/۸، دارصادر بیروت

زبیر رضی اللہ عنہ کے ہزار غلام تھے جو روزانہ ان کی خدمت میں کمائی کا ایک مقرر حصہ پیش کرتے تھے۔ (۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ (مواخاۃ) کرادی، سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مال والا ہوں، لہٰذا میں اپنا آدھا مال تم کو دیدیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں تمہاری وجہ سے ان میں سے ایک جس کو تم چاہو طلاق دیدیتا ہوں، جب اس کی عدت گزر جائے تو تم نکاح کر لینا میں نے کہا "بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ" (اللہ تعالیٰ تمہارے اہل و مال میں برکت دے) اس پیشکش کی ضرورت نہیں، مجھے تو بازار کا راستہ بتادو جہاں کاروبار ہوتا ہو؛ چنانچہ بنو قینقاع کا بازار بتادیا گیا، وہاں انہوں نے پہلے ہی دن تجارت کی اور اسی دن نفع میں بہت سا پنیر اور گھی بچا کر لے آئے، دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا، تھوڑا ہی سا وقت گزرا تھا کہ انہوں نے شادی بھی کر لی، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے کپڑوں پر ذرا سا پیلے رنگ کا اثر تھا (جو بیوی کے کپڑے سے لگ گیا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے انصار کی عورت سے نکاح کر لیا ہے، فرمایا تم نے مہر میں اس کو کیا دیا ہے؟ عرض کیا ایک گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہو، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر مال دیا کہ جس عورت سے نکاح کیا تھا اس کو مرض الموت میں جب طلاق دی تو بطور مصالحت کل مال کے آٹھویں حصہ کا ایک تہائی ۱/۳ اسکو دیا تو ۸۳ ہزار تھا۔ (۲)

---

(۱) التراتيب الإدارية: نظام الحكومة النبوية، باب تشديد عمر على الصحابة فی ترکهم التجارة: ۲/۲۲، دارارقم، بیروت

(۲) التراتيب الادارية، حتی يتعلم أحكامه، ۲/۲۷، عبد الحی الكتانی، دارالكتاب العربی، بيروت

اپنے کثیر المال ہونے کے باعث فیاض بھی بہت تھے حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ ان کے بیٹے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تیرے باپ کو جنت کی سلسبیل سے سیراب کرے اور وجہ اس دعا دینے کی یہ تھی کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو ایک باغ دیا تھا جو بعد میں چالیس ہزار میں فروخت ہوا۔ (۱)

تراتیب الاداریہ میں حضرت سعد بن عائذ رضی اللہ عنہ مؤذن کی تجارت کا بھی ذکر ہے، یہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے، اصابہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ قرظ کی تجارت کرتے تھے یہ ایک خاص قسم کے پتے تھے جن سے کچی کھالوں کو رنگا جاتا تھا اسی تجارت کی وجہ سے ان کا لقب سعد القرظ پڑ گیا تھا، امام بغویؒ نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اپنی تنگدستی کی شکایت کی آپ ﷺ نے ان کو تجارت کا حکم فرمایا چنانچہ وہ بازار گئے اور تھوڑی سی قرظ خریدی پھر اسے فروخت کیا جس میں نفع ہوا، حضور اقدس ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اسی کاروبار کو کرتے رہو۔

نیز تراتیب الاداریہ میں ابو معلق انصاریؓ کا تذکرہ بھی تاجروں کی فہرست میں کیا ہے، وہ اپنا مال اور دوسروں کا مال لے کر تجارت کرتے تھے اور دور دراز ملکوں میں سفر کرتے تھے اور اس کے باوجود عبادت گزار پرہیزگار اور مستجاب الدعوات تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے اور حضرت سفیان بن عیینہؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی روزانہ کی آمدنی ایک ہزار وافیہ تھی اور ایک وافیہ ایک دینار کے ہموزن ہوتا ہے۔

اور بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا پھرتا ہے اور انصار و مہاجرین اتنی حدیثیں نہیں بیان کرتے؛ حالانکہ میرے مہاجرین بھائیوں کو بازار کی مشغولی (یعنی تجارت کی) تھی اور میں صرف پیٹ بھرائی روٹی پر (اور کبھی وہ بھی نہ ملتی تھی) حضور اقدس ﷺ سے چمٹا

---

(۱) مشکاۃ: باب مناقب قریش، ذکر القبائل، حدیث: ۶۱۲۱

رہتا تھا، لہٰذا جب وہ غائب ہوتے تو تب بھی میں حاضر رہتا اور منجملہ مساکین اہل صفہ کے ایک مسکین تھا، (کوئی جائداد میری تھی نہیں جس میں مشغولی ہوتی) اس لئے میں یاد رکھتا تھا جب کہ وہ بھول جاتے تھے اور حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ ایک گفتگو کے دوران فرمایا کہ جو کوئی میری اس گفتگو کے دوران اپنا کپڑا پھیلا لے اور گفتگو ختم ہونے کے بعد کپڑے کو لپیٹ لے تو وہ میری بات کو محفوظ کر لے گا، تو میں نے اپنی چادر بچھا دی اور جب حضور اقدس ﷺ نے اپنی بات پوری فرمالی تو اس چادر کو اپنے سینہ سے چمٹا لیا، پھر کوئی بات میرے حافظہ سے نہیں نکلی۔ (۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف چیزوں کی تجارت کرتے تھے جس کی تفصیل تراتیب الادار یہ میں ہے اس میں مختلف ابواب کے تحت صحابہ رضی اللہ عنہم کا مختلف انواع کی تجارت کا ذکر کیا ہے۔

زراعت:

تجارت کے بعد میرے نزدیک زراعت افضل ہے، زراعت کے متعلق حدیث میں آیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان جو درخت لگائے یا زراعت کرے پھر اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ یا کوئی جانور کھالے تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے، اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس میں سے کچھ چوری ہو جائے تو وہ بھی اس کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔ (۲)

اور ضرورت کے اعتبار سے بھی زراعت اہم ہے؛ کیونکہ اگر زراعت نہ کی جائے تو کھائیں گے کہاں سے؟

زراعت کی فضیلت قرآن پاک میں کئی جگہ سے آئی ہے اور بطور احسان کے اللہ جل شانہ نے کئی جگہ آسمان سے پانی برسانے کا ذکر کیا ہے تاکہ کھیتی کی جائے۔

---

(۱) بخاری: باب ماجاء فی قول اللہ، حدیث: ۱۹۴۲

(۲) مسلم: باب فضل الغرس، حدیث: ۴۰۵۱

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ
مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ
شَیْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا
نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا (۱)

اور اللہ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر چیز کے پودے اگائے پھر ہم نے اس سے سبز چیز نکالی اس کے ذریعہ غلوں کے دانے نکالے جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے گچھے، جھکے ہوئے اور باغ انگور کے اور زیتون کے اور انار کے آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا بھی، دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے۔ (۲)

اور اس قسم کی بہت سی آیات ہیں کھیتوں اور باغوں کے پیدا کرنے پر جن میں احسان جتایا ہے، سورہ ہود میں ارشاد ہے:

هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ
فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا إِلَيْهِ إِنَّ
رَبِّیْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ (۳)

اسی نے بنایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں، سو گناہ بخشواؤ اس سے اور رجوع کرو اس کی طرف تحقیق میرا رب نزدیک ہے، قبول کرنے والا۔

---

(۱) الأنعام: ۹۹ (۲) ترجمہ شیخ الہند (۳) ہود: ۶۱

امام ابوبکر جصاص رازیؒ نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے زمین کو آباد کرنے کا وجوب مستنبط ہوتا ہے خواہ کھیتی سے ہو خواہ باغ لگا کر، خواہ عمارتیں بنا کر، اور صدقہ جاریہ کے سلسلہ میں جہاں اور کئی چیزیں وارد ہوئی ہیں ان میں یہ الفاظ بھی ہیں "او غرس غرسا" یعنی کوئی شخص پودا لگاوے اور اس سے انتفاع ہوتا رہے تو اس سے بھی مرنے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔

عن انس رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال: " اِنْ قَامَتِ السَّاعَةُ وَفِیْ یَدِ اَحَدِکُمْ فَسِیْلَةٌ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَاتَقُوْمَ حَتّٰی یَغْرُسَهَا فَلْیَغْرُسْهَا(١)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر قیامت آجاوے اور تمہارے میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو جس کو لگا رہا ہو تو اگر وہ اس پر قادر ہو کہ قیام قیامت سے پہلے پہلے اس کو لگا دے تو ایسا ضرور کر لے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عن معاویة بن قرة قال: "لَقِیَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِؓ نَاسًا مِنْ اَهْلِ الْیَمَنِ فَقَالَ مَنْ اَنْتُمْ؟ فَقَالُوْامُتَوَکِّلُوْنَ، فقال: کذبتم ما أنتهم متوکلون، اِنَّمَا الْمُتَوَکِّلُ رَجُلٌ اَلْقٰی حَبَّهٗ فِیْ الْاَرْضِ وَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰهِ " اخرجه الحکیم وابن ابی

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یمن کے چند آدمیوں سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ تم کون لوگ ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم توکل کرنے والے لوگ ہیں (یعنی کوئی کام نہیں کرتے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو (دعویٰ

---

(١) الأدب المفرد: باب اصطناع الأموال، حدیث:٤٧٩، محقق البانی نے اس کو صحیح کہا ہے، مسند عبد بن حمید، مسند أنس بن مالک، حدیث:١٢١٦

الدنیا فی التوکل والعسکری فی الا مثال، والدینوری فی المجالسة (۱)

توکل میں) حقیقت میں توکل کرنے والا تو وہ آدمی ہے جس نے دانہ زمین میں ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔

ان روایات پر ایک روایت سے اشکال ہوتا ہے جو حضرت ابوامامہ ؓ سے بخاری میں نقل کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابوامامہ ؓ نے کسی کے پاس ہل اور زراعت کرنے کے کچھ آلات دیکھے تو فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جس گھر میں بھی یہ چیز داخل ہوئی وہاں ذلت بھی داخل کر دیتی ہے۔ (۲)

لامع الدراری میں لکھا ہے کہ یہ اور اسی قسم کی دوسری احادیث اس پر محمول ہیں کہ کسی نے خراجی زمین کی زراعت کی ہو اور اس کا خراج ادا کرتا ہو تو یہ بھی ذلت کی چیز ہے یا اس میں اتنا مشغول ہو جائے کہ دین و دنیا میں ذلیل ہونا پڑے، اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ تاویل بہت سے شراح نے کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ مستخرج ابونعیم میں ہے کہ "اَلَاادُخِلُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ ذُلًّا لَا يَخْرُجُ عَنْهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" (۳) اور اس سے مراد وہ حقوق ہیں جو حکام ان سے وصول کرتے ہیں۔ اور کھیتی کرنا پہلے ذمیوں کے ذمہ تھا اسی واسطے صحابہ ؓ کھیتی میں مشغول ہونے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ حضور اقدس ﷺ کے معجزہ اخبار عن المغیبات میں سے ہے؛ کیونکہ آج کل یہ امر مشاہد ہے کہ زیادہ تر ظلم کھیتی کرنے والوں ہی پر ہوتا ہے، اور امام بخاریؒ نے دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کی طرف اشارہ کیا ہے، اس طرح پر کہ اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ انجام کار ذلت ہے اور وہ اس طرح پر کہ کھیتی میں اتنا مشغول ہو جائے کہ اس کی وجہ سے جن چیزوں کی حفاظت کا حکم دیا

---

(۱) کنز العمال: أنواع الکسب، حدیث: ۹۸۷۵

(۲) بخاری: باب مایحذر من عواقب الاشتغال بآلة، حدیث: ۲۱۹۶

(۳) مسند الشامیین: محمد بن زیاد عن أبی أمامة الباهلی، حدیث: ۸۱۶

گیا ہے، ان کو بھی ضائع کردے، یا ضائع تو نہ کرے مگر اس میں حد سے تجاوز کر جائے، اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس بات پر محمول ہے کہ آدمی خود کھیتی کرے؛ لیکن اگر اس کے پاس بہت سے مزدور ہوں جو یہ کام کرتے ہوں تو یہ مراد نہیں، اور داؤدی سے نقل کیا ہے یہ اس کے لئے ہے جو دشمن (کفار) سے قریب رہتا ہو، وہ اگر کھیتی میں مشغول ہو جائے گا تو دشمن اس پر غالب آجائیں گے۔

باقی اپنی زمین دوسرے کو دینا مزارعت کہلاتا ہے، زراعت اور چیز ہے مزارعت اور چیز ہے، حاصل یہ ہے کہ قواعد شرعیہ کی رعایت ہر چیز میں بہت ضروری ہے جیسا کہ اس بارے میں اوجز المسالک ۵/۲۲۰ باب کراء الارض میں بہت لمبی بحث کی گئی ہے، اور شرعی حدود کی رعایت ان ہی تینوں میں نہیں بلکہ دین کے ہر معاملہ میں ضروری ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن کا فیصلہ کیا جائیگا (وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے، سب سے پہلے) ایک شہید کو لایا جائیگا، اس کو تمام نعمتیں (جو اس پر کی گئیں) پہچانوائی جائیں گی وہ پہچان لے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے مقابلہ میں تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ تیرے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے جھوٹ بولا، تو نے صرف اس لئے قتال کیا تا کہ کہا جائے کہ بڑا بہادر ہے وہ کہا جا چکا پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈالدیا جائیگا۔

پھر دوسرا آدمی ایک عالم لایا جائیگا جس نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پاک پڑھا ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نعمتیں گنوائیں گے، وہ انکار کریگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ان نعمتوں کے مقابلہ میں تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم پڑھا اور دوسروں کو پڑھایا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹا ہے، ہاں علم اس واسطے پڑھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس واسطے پڑھا کہ لوگ قاری کہیں وہ کہا جا چکا پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے اس کو بھی منھ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

پھر تیسرا شخص مالدار لایا جائیگا جس کو اللہ تعالیٰ نے مختلف اقسام کے وافر مقدار میں مال دیا ہوگا، اللہ تعالیٰ تمام نعمتیں گنوائیں گے، وہ انکا اقرار کریگا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، ان کے مقابلہ میں تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسا موقع جس میں مال کا خرچ کرنا آپ کو پسند ہو نہیں چھوڑا جس میں خرچ نہ کیا ہو، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹا ہے؟ ہاں تو نے صرف اس واسطے کیا تاکہ کہا جائے کہ بڑا سخی ہے؟ وہ تو کہا جاچکا، پھر حکم دیا جائیگا اور اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ (۱)

حالانکہ علم جیسی اہم چیز اور شہادت وسخاوت تینوں چیزیں بہت اہم ہیں مگر نیت کے فساد سے جہنم میں سب سے پہلے ڈالے جائیں گے۔

بیع اور تجارت کے بارے میں باوجود ان ساری فضیلتوں کے جو اوپر گزریں اگر سود شامل کر دیا جائے تو ثواب کے بجائے کس قدر سخت عذاب کا مستحق ہو جائے، شہادت اور علم کی فضیلت مسلم اور کتنی آیات وروایات ان کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں مگر نیت کی خرابی کی وجہ سے جہنم میں جانے والا سب سے پہلا طبقہ بھی وہی ہے، اجارہ کے بھی فضائل گزر چکے ہیں مگر اوقات اجارہ میں اگر کچھ کوتاہی ہو تو وبال جان ہے۔

حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتویؒ کے متعلق مشہور ہے کہ اگر اوقات مدرسہ میں کوئی شخص ذاتی کام کے لئے آجاتا تو حضرتؒ چپکے سے گھنٹہ دیکھ لیتے اور اس کے جانے کے بعد دوبارہ گھنٹہ دیکھ کر جتنے منٹ اس میں خرچ ہوتے نوٹ کر لیتے اور آخر ماہ میں سب جمع کر کے تنخواہ میں سے وضع کرا دیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا معمول ان کی سوانح ۱/۲۷۴ میں لکھا ہے کہ منشی ممتاز علی صاحبؒ نے میرٹھ میں چھاپہ خانہ قائم کیا اور مولوی صاحب (مولانا نانوتویؒ) کو پرانی دوستی کے سبب بلالیا، وہی تصحیح کی خدمت تھی، یہ کام برائے نام تھا مقصود ان کا مولوی صاحب کو اپنے پاس رکھنا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود منشی ممتاز علی صاحب مالک مطبع کی جانب سے کسی قسم کا کوئی قدغن آپ کے کام کے متعلق نہیں تھا بلکہ

---

(۱) مسلم: باب من قاتل للرياء والسمعة استحق، حديث: ۱۹۰۵

حضرت والا کے قیام ہی کافی معاوضہ وہ خیال کرتے تھے، یہ منشی صاحب کی شرافت اور علمی قدر دانی تھی لیکن آپ دیکھ رہے ہیں خود حضرت والا کے اندر اپنی ذمہ داری کا احساس کتنا زندہ اور کتنا بیدار تھا کہ سارے کاموں پر خود فرماتے ہیں کہ مطبع کا کام مقدم ہے، اور گو کتابوں میں ذکر نہیں کیا گیا ہے؛ لیکن بتواتر دیوبندی حلقہ کے علماء میں جو یہ مشہور ہے کہ حضرت نانوتویؒ مطبع میں تصحیح کا کام جب کیا کرتے تھے تو کام کا جو وقت تھا اگر ٹھیک اس وقت تک کسی وجہ سے پہنچنے میں تاخیر ہو جاتی خواہ منٹ دو منٹ کی تاخیر ہی کیوں نہ ہو تو اس کو فوراً نوٹ کر لیتے، درمیان میں یا آخر میں اسی قسم کا عذر پیش آجاتا تو بھی، یہی کرتے اور مہینہ جب ختم ہوتا تو مہینہ بھر کے ان منٹوں کی میزان دی جاتی اور تنخواہ کو گھنٹوں کے حساب پر بٹھا کر اتنی تنخواہ یا معاوضہ کے کٹوانے پر اصرار فرمایا جاتا آخر جب خود فرماتے ہیں ''از ہمہ مقدم کار مطبع است'' تو آپ کے طرز عمل سے کیوں تعجب کیا جائے؟

میرے حضرت مرشدی سہارنپوریؒ کا واقعہ مشہور ہے اور میرے کئی رسالوں میں مفصل آچکا ہے اور اس رسالہ میں بھی ۵۳/ میں گزر چکا ہے کہ ۳۴/ ھجری میں جب سفر حجاز کے یکسالہ قیام کے بعد واپسی ہوئی اور بمبئی میرے والد صاحب کے انتقال کا تار پہنچا تو مدرسہ میں تنخواہ لینے سے انکار فرمایا اور یہ فرمادیا کہ میں اپنے ضعف اور پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کرسکتا؛ لیکن اب تک مولانا یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں مل کر ایک مدرس سے زیادہ کا کام کرتے تھے اور اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کا پورا کام بخوبی نہیں کرسکتا؛ اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں، اس پر حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں بالآخر تدریس کی تنخواہ موقوف ہو کر نظامت کی تنخواہ تجویز ہوئی۔

الجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر میں لکھا ہے کہ حضرت مدنیؒ جتنے دن پڑھاتے تھے اس کے علاوہ ایک دن کی تنخواہ لینا بھی گوارا نہ تھا، بارہا ایسا ہوا کہ سفر مدرسہ کے سلسلہ میں کیا مگر

تنخواہ صرف ایامِ تعلیم ہی کی لی، آخری بیماری میں ایک ماہ کی رخصت بیماری کا قانونی حق تھا؛ لیکن رخصت نہیں لی، اور اس ایک ماہ کی تنخواہ جو دارالعلوم کی طرف سے بھیجی گئی تو یہ فرما کر واپس کردی کہ میں نے پڑھایا ہی نہیں تو تنخواہ کیسی؟ آپ کی وفات کے بعد اس رقم کو لیکر مہتمم صاحب آپکے مکان پر تشریف لے گئے اور آپ کی اہلیہ سے عرض کیا کہ شرعاً یہ پیسہ لینا حلال ہے، حق ہے، حضرت نے تو زہد وتقویٰ کی وجہ سے نہیں لیا تھا آپ فرمائیں تو آپ کی خدمت میں پیش کردوں؟ انہوں نے شکریہ کے ساتھ رقم واپس کردی اور فرمایا کہ جس چیز کو حضرتؒ نے پسند نہیں فرمایا میں کیسے پسند کرسکتی ہوں؟ حضرتؒ نے جب ۱۳۶۳ھ میں دارالعلوم کی صدارت منظور فرمائی تھی اس وقت بیس ۲۰ شرطیں پیش کی تھیں جو دارالعلوم کی شوریٰ نے منظور کی تھیں، ان میں شرط ۱۹ یہ تھی کہ جو اوقات میری خدمات تعلیمیہ کے ہوں ان کی پابندی میں جو کچھ تقصیر ہو اس پر حساب کرکے تنخواہ کاٹی جائے، مکتوبات مرتبہ جناب افضال الٰہی دیوبندی میں لکھا ہے کہ حضرتؒ نے ۳۰/ ذی الحجہ ۱۳۶۳/ھ میں بنام جناب مہتمم صاحب ایک درخواست پیش کی جس پر یہ تحریر فرمایا کہ، آنجناب میری تنخواہ میں سے تمام ایامِ غیوبت کی تنخواہ حسبِ قاعدہ وضع فرمالیا کریں؛ بلکہ وہ ایام بھی موضوع میں شمار کرلیا کریں جن کو میری شروط میں اعتبار کرنا قرار دیا گیا ہے۔

زراعت کے سلسلہ میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد (مشکوٰۃ شریف) ۱/۲۵۴ میں نقل کیا ہے۔

عن سعید بن زیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم "مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ (۱)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی ایک بالشت زمین بھی ظلم سے لے لے تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا یہ ٹکڑا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

---

(۱) بخاری: باب ما جاء فی سبع أرضین، حدیث: ۳۰۲۶

ان سب کے بعد نہایت ضروری اور اہم امر یہ ہے کہ کسب کے اور ہر عمل میں شریعت مطہرہ کی رعایت ضروری ہے جس کو احیاء العلوم ۶۴/۲ میں مستقل باب کے تحت بیان کیا ہے؛ چنانچہ حضرت امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''بیع اور شرا کے ذریعہ مال حاصل کرنے کے مسائل کا سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے جو اس مشغلہ میں لگا ہوا ہو؛ کیونکہ علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس سے ان تمام مشاغل کا علم طلب کرنا مراد ہے ، مشغلہ رکھنے والوں کو جن مسائل کی حاجت ہو اور کسب کرنے والا کسب کے مسائل جاننے کا محتاج ہے اور جب اس سلسلہ کے احکام جان لیگا تو معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں سے واقف ہو جائے گا؛ لہٰذا اس سے بچے گا اور ایسے شاذ و نادر مسائل جو باعث اشکال ہوں گے ان کے ہوتے ہوئے معاملہ کرنے میں سوال کر کے علم حاصل کرنے تک توقف کرے گا؛ کیونکہ جب کوئی شخص معاملات کو فاسد کرنے والے امور کو اجمالی طور پر نہ جانے تو اسے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ میں کس کے بارے میں توقف کروں؟ اور سوال کر کے اس کو جانوں؟ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں پیش گی علم حاصل نہیں کرتا ، اس وقت تک کام کرتا رہوں گا جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آ جائے جب کوئی واقعہ پیش آئیگا تو اس وقت معلوم کرلونگا تو یہ اس شخص کو جواب دیا جائیگا کہ جب تک تو اجمالی طور پر معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں کو جسے اجمالی علم بھی نہ ہو وہ برابر تصرفات کرتا رہے گا اور ان کو صحیح سمجھتا رہے گا؛ لہٰذا علم تجارت سے اولا اس قدر جاننا ضروری ہے کہ جس سے جائز و ناجائز میں تمیز ہو اور یہ پتہ چل سکے کہ کون سا معاملہ وضاحت کے ساتھ جائز ہے اور صحیح ہے اور کس میں اشکال ہے؟ (۱)

---

(۱) احیاء علوم الدین، الغزالی، کتاب آداب الکسب والمعاش: ۶۳/۲ دار المعرفۃ، بیروت

اور التراتیب الاداریہ میں بھی ایک باب قائم کیا ہے کہ:

’’شروع زمانہ اسلام میں اس وقت تک لوگ بیع وشراء نہیں کرتے تھے جب تک کہ اس کے احکام اور آداب کو نہ سیکھ لیتے تھے اور یہ کہ خرید وفروخت میں سود سے کیسے بچیں گے؟ چنانچہ اس باب کے تحت آگے تحریر فرماتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے ’’الرسالہ‘‘ میں اور امام غزالیؒ نے ’’احیاء العلوم‘‘ میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ کسی مکلّف کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی معاملہ پر اقدام کرے یہاں تک کہ یہ نہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس میں کیا ہے اور امام قرافی مالکیؒ نے ’’کتاب الفروق‘‘ میں فرمایا ہے کہ جو خرید وفروخت کا کام کرے اس کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ یہ سیکھے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کیا چیز مشروع فرمائی ہے اور جو اجارہ داری کرے اس کے ذمہ یہ واجب ہے کہ اجارہ کے احکام کو جانے اور جو قرض کے لین دین کا معاملہ کرے اس کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو سیکھے اور جو نماز پڑھے اس کے ذمہ اس نماز کے احکام جاننے ضروری ہیں، اور اس قاعدہ پر قرآن کی وہ آیت دلالت کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے ”قَالَ رَبِّ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهٖ عِلْمٌ “ (۱) یعنی جس سوال کے جواز کا علم نہیں اس سے پناہ چاہتا ہوں؛ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس بات پر عتاب کیا گیا کہ وہ اپنے لڑکے کے بارے میں سوال کر بیٹھے کہ (طوفان کے وقت) اس کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں لے لیں (تاکہ وہ غرقابی سے بچا رہے) اور یہ بات پہلے نہ معلوم کر سکے کہ یہ طلب ٹھیک بھی ہے یا نہیں تو اللہ تعالیٰ

---

(۱) ہود: ۴۷

کا یہ عتاب اور حضرت نوح علیہ السلام کا یہ جواب دونوں اس بات پر دال ہیں کہ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے اس کے متعلق جواز وعدم جواز اور متعلقہ احکام کا جاننا ضروری ہے۔ دوسری آیت میں ہے: ”وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ“ (۱) ترجمہ: جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کرو (بیان القرآن) اس آیت میں اللہ جل شانہ اپنے نبی کو غیر معلوم کے اتباع سے منع فرمایا ہے؛ لہٰذا کسی کام کو شروع کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس کام کا علم نہ ہو جائے، معلوم ہوا کہ علم حاصل کرنا ہر حال میں ضروری ہے؛ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ“ (ہر مسلمان پر علم سیکھنا ضروری ہے) امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ طلب علم دو طرح پر ہے، ایک فرض عین دوسرا فرض کفایہ، فرض عین تو ہر وہ علم ہے جس سے واسطہ پڑے اور اس کے علاوہ کا علم فرض کفایہ ہے“ (۲)

اور کتاب ”الروحة المشتبكة“ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ عجمی (جہلاء) لوگ ہماروں میں اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک خرید وفروخت کے احکام کو نہ جان لیں، اور اس کی اصلیت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ملتی ہے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر اس شخص کو جو کوئی کام کرنا چاہتا تھا اس کے احکام اور ضروریات سکھایا کرتے تھے۔

اور مجاجیؒ نے شرح مختصر ابن ابی جمرہ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء کا قول ہے کہ جو بیع وشراء کے احکام کو نہ جانتا ہو اس کے لئے خرید وفروخت کا معاملہ کرنا اور بازار میں بیٹھنا جائز نہیں اور یہ کہ جو یہ کرنا چاہے اس پر بہت ضروری ہے کہ پہلے اس کے احکام کو

---

(۱) الإسراء: ۳۶

(۲) التراتيب الا دارية: باب كون الناس كانوا أول الاسلام: دار ارقم، بيروت

سیکھے اور اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے، اور یہی امام مالکؒ نے کتاب القراض میں فرمایا ہے، اور مدّ ونہ، میں فرمایا ہے کہ میرے نزدیک لین دین کا معاملہ کرنا اس شخص کے لئے درست نہیں جو (اپنی جہالت کی وجہ سے) حرام کو حلال کرے یا حلال حرام میں تمیز ہی نہ کرتا ہو، چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص کو انہوں نے یہ کہہ کر بازار بھیجا کہ جو خرید وفروخت کے احکام کو نہ جانتا ہو اس کو بازار سے نکال دے اور (مدخل ابن الحاج) میں ہے کہ کبھی کبھی حضرت عمرؓ اس کو کوڑے بھی لگا یا کرتے تھے جو احکام جانے بغیر خرید وفروخت کرنے بیٹھ جاتا اور فرماتے ہمارے بازاروں میں وہ شخص نہ بیٹھا کرے جو سود کو نہ جانتا ہو، امام مالکؒ نے بھی اس شخص کو بازار سے نکلوادینے کا حکم فرمایا تھا جو احکام کو نہ جانتا ہو؛ تاکہ (اپنے مسائل سے جہالت کی وجہ سے) لوگوں کو سود نہ کھلا دے اور میں نے سیدی ابو محمدؒ سے سنا کہ ان کے زمانہ میں محتسب (داروغہ) بازار میں جاتا اور (ہر ہر) دوکان پر ٹھہرتا اور دوکان دار سے اس کے متعلقہ مسائل پوچھتا کہ کس طرح کرنے سے سود ہو جائے گا، اور کیسے سودی کام سے بچے گا، اگر وہ صحیح صحیح جواب دے دیتا تو اس کو چھوڑ دیتا اور جو ان احکام میں سے کسی سے بھی لاعلمی کا اظہار کرتا تو اس کو نکال دیتا اور کہتا کہ تمہارے لئے مسلمانوں کے بازار میں بیٹھنا جائز نہیں تم لوگوں کو سود اور ناجائز چیزیں کھلاتے ہو؟ اور ابو طالب مکی کی ”قوت القلوب“ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں گھوما کرتے اور بعض تجار کو (احکام نہ جاننے کی وجہ سے جیسا کہ پہلے گزرا) کوڑے بھی لگاتے اور فرماتے کہ ہمارے بازار میں صرف احکام بیع جاننے والے ہی خرید وفروخت کریں ورنہ خواہ مخواہ سود کھا ہی لیں گے۔

اور کنز العمال میں مرفوعاً نقل کیا ہے کہ ہمارے بازاروں میں صرف وہی آدمی خرید وفروخت کیا کرے جو دینی مسائل جانتا ہو۔

اور ”تنبیہ المغترین“ میں لکھا ہے حضرت امام مالکؒ حکام کو فرماتے وہ تاجروں اور بازاری لوگوں کو حضرت امام کے سامنے پیش کرتے۔ امام صاحب ان سے سوالات کرتے، اگر کوئی ایسا شخص ان میں سے پاتے جو احکام معاملات کی سوجھ بوجھ نہ رکھتا ہو،

اور حلال وحرام میں تمیز نہ کرنے والا ہو تو اس کو بازار سے نکلوا دیتے اور اس کو فرماتے کہ (پہلے) خرید وفروخت سے متعلق مسائل کو سیکھو پھر بازار میں بیٹھو؛ کیونکہ اگر مسائل سے ناواقف ہوگا تو سود کھائے گا۔

علامہ زرقانیؒ نے شرح مختصر میں امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ تاجروں کی شہادت کسی معاملہ میں اس وقت تک مقبول وجائز نہیں جب تک وہ اپنے متعلقہ خرید وفروخت کے مسائل کو نہ سیکھ لیں۔

اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ بیع وشرا کے احکام کو نہ جان لے کہ کیا جائز ہے اور کیا نہیں؟

اور فتاویٰ بزازیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک بیوع سے متعلق مسائل کو زبانی یاد نہ کرلے اور پہلے زمانہ میں تجار جب سفر کرتے تھے (اور خود مسائل سے ناواقف ہوتے تھے) تو اپنے ساتھ کسی فقیہ کو بھی رکھا کرتے تھے؛ تاکہ اس سے مسائل پوچھتے رہیں۔

حضرت امام محمدؒ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تقوی کے بارے میں ایک کتاب لکھ دیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے بیوع کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھ دی ہے، ان مسائل کا خیال کرکے جب کوئی شخص خرید وفروخت کرے گا اور ناجائز سے بچے گا تو متقی ہوگا، اس کا کسب حلال ہوگا اور عمل اچھا ہوگا۔ (یہ سارا مضمون اس کتاب میں ہے)۔(۱)

حضرت تھانویؒ نے ان معاملات میں ایک رسالہ ”صفائی معاملات“ کے نام سے لکھا ہے اس میں تجارت کی بہت سی جزئیات الگ الگ لکھی ہیں اس کو مطالعہ میں رکھنا بہت مفید ہے اس کے اخیر میں لکھا ہے۔

تصحیح معاملات کا اہم اجزائے دین سے ہونا اور اس میں کم توجہی کا گلہ رسالہ ہذا کے خطبہ میں عرض کیا گیا ہے اخیر میں اس تصحیح معاملات کے اعظم ثمرہ کہ اکل حلال ہے،

---

(۱) التراتيب الادارية: حتى يتعلموا أحكامه وأدابه: ۲/۱۶-۱۹

بتلانا اور غذائے حلال کے برکات اور غذائے حرام کے ظلمات کو جتانا مناسب معلوم ہوا، اس لئے پانچ احادیث نبویہ کا خلاصہ ترجمہ اور سات شعر، مثنوی معنوی، اور پندرہ شعر، نان وحلوہ، کے جو اس مضمون کی شہادت دیتے ہیں حوالہ قلم ہوتے ہیں؛ تاکہ ناظرین کو عبرت وتوجہ ہو اور غفلت مبدل بہ تنبیہ مسند احمد اور شعب الایمان بیہقی اور سنن دیلمی میں حضور سرور ﷺ کے جو ارشادات روایت کئے گئے ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ کسب حلال بھی نماز، روزہ فرائض کے بعد فرض ہے اور کسب حلال سے آدمی مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے، اور ایک لقمۂ حرام بھی جو منہ تک جاتا ہے اس کے وبال سے چالیس روز تک دعا قبول نہیں ہوتی اور اگر دس درہم کی پوشاک میں ایک درہم یعنی چار آنے کی بھی مقدار حرام مال ہو تو جب تک وہ لباس بدن پر رہتا ہے نماز مقبول نہیں ہوتی، اور حرام مال سے نہ صدقہ خیرات قبول ہو نہ اس سے خرچ کرنے میں برکت ہو اور جو مرے پیچھے چھوڑ جائے وہ اس کو دوزخ میں لیجانے کے لئے رہبر ہو جاتا ہے اور جو بدن حرام مال سے پلا ہو وہ جنت میں نہ جائے گا، بلکہ وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔ حضرت تھانویؒ نے (نان وحلوہ) کے اشعار لکھ کر ان کا خلاصہ یہ لکھا ہے۔

اشعار میں حلال غذا کے جو خواص مذکور ہیں یہ ہیں۔ نور، کمال علم حکمت، عشق، خیالات نیک، ہمت، حضوری قلب۔

اور حرام غذا کے یہ آثار ہیں، دوری از دین، سلب نور عرفان، غلبہ نفس، کم ہمتی در طاعت، بربادی دین۔

اور اشعار میں جو علاج اس حرام کی ہوس سے بچنے کا بتلایا ہے وہ قناعت ہے اور اپنی خوراک وپوشاک اور اخراجات میں سادگی واختصار کرنا ہے اور تکلفات وآرائش ونمائش کو ترک کرنا۔ پس لازم ہے کہ وعیدات وآثار مذکورہ پر نظر کر کے جلدی بطریق مذکورہ علاج کریں۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی کتاب ''جواہر الفقہ'' کے مجموعہ میں ایک رسالہ ناجائز معاملات پر ایک تصنیفی خاکہ کی تمہید لکھی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے تو یہ

واضح ہو گیا کہ اسلامی قانون پر تنگی اور سختی کا الزام سراسر بہتان اور غلط ہے، جو کچھ تنگی ودشواری ہے وہ محض عام مسلمانوں کی آزادی سے ہے کہ ان کے نزدیک حلال وحرام میں کوئی فرق نہیں۔ ایک معاملہ جو ذرا سے تغیر کے ساتھ حلال ہوسکتا تھا اس کو اپنی بے فکری سے حرام طریق پر کیا جاتا ہے؛ لیکن یہ اشکال ابھی تک باقی رہ جاتا ہے کہ تنگی خواہ مسلمانوں کی بے فکری سے ہو مگر حلال روزی حاصل کرنے والے کے لئے دشواریاں تو بہرحال پیدا ہوگئیں وہ ایسی صورت میں کیا کرے۔ سو جواب اس کا اول تو یہ ہے کہ انسان دنیا کی چندروزہ راحت یا بعض انسانوں کو راضی کرنے کے لئے ہزاروں قسم کی مشقتیں اور مصائب جھیلتا ہے، آخر آخرت کی دائمی حیات اور غیر فانی نعمتوں کیلئے اور آپ نے مالک کو راضی کرنے لئے بھی اگر کچھ مشقت اٹھائی تو کوئی بڑی بات نہیں بالخصوص جب کہ مشقت اٹھا کر حلال روزی حاصل کرنے کی صورت میں اس کا اجر وثواب بھی بہت بڑھ جائے گا۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں اس کا وعدہ ہے دوسرے حق تعالیٰ کا یہ بھی وعدہ ہے کہ جو شخص اس کی رضا جوئی کی فکر میں لگتا ہے وہ اس کے لئے مشکلات میں بھی آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں

قال الله تعالى:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۱)	یعنی جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے۔ (۲)

اور اس کا مشاہدہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر معاملات باطلہ اور فاسدہ پیش آتے ہیں یا جو مجبوریاں ملازمتوں میں پیش آتی ہیں ان کو لکھ کر علماء سے سوال کیا جائے کہ ان میں گناہ اور حرام سے بچنے کی کوئی شرعی تدبیر بتلائی جائے تو یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ سارے معاملات فاسدہ میں جواز کی صورتیں نکل آویں گی؛ لیکن بامید قوی یہ کہہ سکتا ہوں کہ اکثر معاملات فاسدہ میں بہت معمولی اور آسان تغیر کردینے

---

(۱) العنکبوت: ۶۹

سے جواز وحلت کی صورتیں پیدا ہو جاویں گی، اور جو کام وہ حرام کرتے ہیں حلال کر کے کر سکیں گے؛ لیکن کسی کو حلال کی فکر نہ ہو تو اس کا کیا علاج؟ (۱)

میں اپنی کتاب (اکابر علمائے دیوبند) میں لکھوا چکا ہوں کہ میری عمر جب بارہ برس کی تھی اور اپنے والد صاحب کے ساتھ گنگوہ سے سہارنپور منتقل ہوا تو میرے والد صاحب کا معمول یہ تھا کہ اوقات مدرسہ میں مدرسہ میں رہتے اور اس کے علاوہ خالی اوقات میں سونے اور کھانے کے اوقات گھر گزارتے اور ان دونوں وقتوں کے علاوہ جو وقت بچتا مدرسہ کے قریب موچیوں کی مسجد میں گزارتے۔

ایک مرتبہ میرے والد صاحب عصر کے بعد موچیوں کی مسجد میں کنویں کے قریب تشریف فرما تھے، اور دو تین ولایتی طالب علم کنویں پر کھڑے ہوئے دمادم کنویں سے ڈول کھینچ کر والد صاحب پر ڈال رہے تھے، ایک ختم نہیں ہوتا تھا کہ دوسرا شروع ہو جاتا تھا، مولوی امداد کے والد حافظ مقبول مرحوم بھی میرے والد صاحب کے معتقدین میں تھے اور وہ بھی اکثر عصر کے بعد وہاں چلے جایا کرتے تھے، وہ کہنے لگے حضرت جی: یہ اسراف نہیں؟ میرے والد صاحب نے فرمایا تمہارے لئے اسراف ہے، میرے لئے نہیں، انہوں نے کہا یہ کیا بات؟ والد صاحب نے کہا کہ تو جاہل اور میں مولوی حافظ جی نے کہا یہ تو وہی بات ہوگئی جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ مولوی اپنے واسطے ہر چیز کو جائز کر لیں میرے والد صاحب نے کہا خواہ مخواہ شرمندہ ہوں، وہی کام تم اگر کرو تو ناواقفیت کی وجہ سے گناہ ہوگا، اور مولوی اسی کام کو جائز کر کے کرے گا، انہوں نے وجہ پوچھی تو میرے ابا جان نے فرمایا کہ عربی پڑھو۔

میرے والد صاحب کا عام مقولہ تھا کہ یہ مشغول لوگ بالخصوص، وکلاء یا انگریزی اسکولوں کے ماسٹر مجھے ۷۲/ بہتر گھنٹے دیدیں تو میں انہیں مولوی بنا دوں اور یہ تفریحی فقرہ نہیں تھا بلکہ ان کے نصاب کے پڑھے ہوئے کئی وکلاء اس زمانہ کے اس سے بھی کم وقت میں اچھے خاصے مولوی ہو گئے، وہ ۷۲ گھنٹے مسلسل نہیں مانگتے تھے؛ بلکہ ہر اتوار کو دو گھنٹے

---

(۱) جواہر الفقہ: ۲/۳۶۲

مانگتے تھے اور ان دو گھنٹوں میں اتنا کام ان کے سپرد کر دیتے تھے کہ اگلے اتوار تک اس کو یاد کر کے اور مشق کر کے لاؤ اس زمانہ کے مشہور وکیل مولوی شہاب الدین اور مولوی منفعت علی صاحب جو بعد میں مسلم لیگ سہارنپور کے صدر ہوم اور حضرت تھانویؒ کے مجازی صحبت بھی ہو گئے تھے اسی طرح کے پڑھے ہوئے تھے۔

اور مولوی شبیر علی صاحب کا جو خط میں نے اکمال الشیم کے مقدمہ میں نقل کیا ہے اس میں بھی اس طرزِ تعلیم کا ذکر کیا ہے حافظ مقبول صاحب اصرار کرتے رہے اور میرے والد صاحب اس پر اصرار کرتے رہے کہ عربی پڑھو مولوی ہو جاؤ گے، اسوقت تو یہ اسراف والا واقعہ میرے بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا مگر جب مشکوٰۃ شریف پڑھی اور باب الربوا میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث پڑھی جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت بلالؓ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں برنی کھجوریں لائے جو بہت عمدہ ہوتی ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہ کہاں سے لائے؟ انہوں نے عرض کیا میرے پاس گھٹیا کھجوریں تھیں اس میں سے دو صاع (ایک پیمانہ) کے بدلہ میں یہ ایک صاع بڑھیا خرید لی، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ہائے ہائے یہ تو عین سود ہو گیا، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ایسا کبھی نہ کی جیو، اگر ایسا کرنا چاہو تو ردی کھجوروں کو فروخت کر دو اور ان داموں سے عمدہ کھجوریں خرید لو۔ (۱)

اس وقت معاً مجھے موچیوں کی مسجد کے ڈول یاد آ گئے کہ مولوی اور جاہل میں یہ فرق ہے کہ دو صاع ردی تمر کے بدلے میں ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدنی یقیناً عین ربوا ہے، لیکن جو ترکیب حضور اقدس ﷺ نے بتلائی کہ ان ردی کھجوروں کو مثلاً ایک روپیہ میں بیچ دو اور اسی ایک روپیہ سے عمدہ کھجوریں ان سے آدھی خرید لو، بات تو ایک ہی رہی کہ جاہل آدمی اگر دو صاع گھٹیا کھجور کے بدلہ میں ایک صاع عمدہ خرید لے گا تو عین ربوا ہو گا اور مولوی گھٹیا دو صاع کھجوروں کو ایک روپیہ میں بیچ کر اس ایک روپیہ کی عمدہ کھجوریں ایک صاع خرید لے تو یہ ربٰوا نہیں رہا، دیکھنے میں تو بات ایک ہی رہی کہ دو

---

(۱) بخاری: باب اذا أراد بیع تمر بتمر خیر منه، حدیث: ۲۰۸۹

صاع گھٹیا کھجوروں کے بدلہ میں ایک صاع عمدہ مل گئی مگر حضور اقدس ﷺ نے جو ترکیب بتلا دی اس سے ذرا سے تغیر سے ربوا ہونے سے نکل گئی۔

ہمارے مدرسہ کے مہتمم اول حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کا معمول یہ تھا کہ مدرسہ کے چندہ میں جو زیورات آتے ان کو کسی دوسرے کے ہاتھ نہیں فروخت کراتے تھے؛ بلکہ خود بہ نفس نفیس گھر آتے جاتے وقت فروخت کیا کرتے تھے، اور ہیرا نام کا ایک بہت بڑا صراف تھا اسی سے معاملہ ہمیشہ کیا کرتے تھے اور وہ بھی مہتمم صاحب کا اتنا معتقد ہو گیا تھا کہ بہت رعایت مہتمم صاحب کی کیا کرتا تھا، جب طلائی زیور فروخت کرتے تو اول اس صراف سے چاندی کے روپے قرض لیا کرتے اور اس سے خرید فروخت کر کے پھر اس کے روپے واپس کر کے چلے آتے وہ بہت غور سے دیکھا کرتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور جب چاندی کے زیور کی خرید وفروخت ہو تو اس سے پہلے اشرفیاں قرض لیتے اور اس سے معاملہ کرنے کے بعد پھر واپس کر دیتے، وہ پوچھتا مولانا صاحب: اس ہیر پھیر میں کیا فائدہ ہوا بات تو ایک ہی رہی تو مہتمم صاحب اس کو سمجھایا کرتے کہ ہمارے مذہب میں چاندی سونے کی فروخت میں خاص طریقہ ہے اور اسے سمجھاتے وہ صراف بھی بیع صرف کے مسئلہ میں اتنا ماہر ہو گیا تھا کہ عام لوگوں کو تو پہلے ہی مسئلہ بتا دیا کرتا تھا مگر جب مولوی قسم کا کوئی آدمی اس کے یہاں پہنچتا اول تو وہ صراف عام طریقہ سے بیچ دیتا اور جب وہ مولانا صاحب اٹھتے تو وہ صراف کہتا مولانا صاحب ذرا تشریف رکھئے یہ جس طرح خریدا ہے یہ آپ کے مذہب میں ناجائز ہے، اکثر مولوی تو یہ لفظ سن کر چکراتے اور بعض جوشیلے اس سے کہتے کہ ہمارے مذہب سے ہم واقف ہیں یا تو بہت بوڑھا تھا وہ کہتا مولانا صاحب پہلے تشریف رکھئے خفا نہ ہوئیے، میری بات سنئے پھر اسے سمجھاتا کہ آپ کے مذہب میں اس طرح جائز ہے تو وہ بھی سوچ میں پڑ جاتے اور شرما جاتے اس لئے کہ اصل مسئلہ میں وہ مولانا صاحب جاہل ہوتے تھے اور وہ مشرک مسئلہ کا واقف ہوتا تھا۔

منتہیٰ کے اعتبار سے بات تو ایک ہی رہتی؛ لیکن حضرت بلال ؓ کے کھجوروں

کی طرح سے ذرا سے تغیر سے وہ ناجائز معاملہ جائز بن جاتا۔ الخ

اس کی مثالیں مطوّلات میں بہت کثرت سے لکھی گئی ہیں ان سب کا لکھنا تو بہت طول ہے۔

مختصر یہ ہے کہ تجارت ہو یا زراعت یا اجارہ، ہر چیز میں حلال وحرام کی تفتیش بہت ضروری ہے، عوام کے دیکھنے کی چیز تو نہیں مگر اہل علم اور عربی داں لوگوں کیلئے دیکھنا بہت ضروری ہے۔ کتاب الکبائر علامہ ذہبی کی الزواجر عن اقتراف الکبائر ابن حجر مکی کی۔ اور احیاء العلوم غزالی کی کتاب الحلال والحرام والاحصہ۔ علامہ ذہبیؒ نے کتاب الکبائر میں لکھا ہے کہ اٹھائیسواں کبیرہ گناہ حرام کا کھانا اور استعمال کرنا کسی بھی طریقہ سے ہو۔

امام ذہبیؒ نے اول آیت شریفہ "وَلَا تَاكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" نقل کی ہے اور اس کا مطلب لکھا ہے کہ کوئی کسی کا مال باطل کے ذریعہ سے نہ کھائے پھر لکھا ہے کہ باطل طریقہ سے کھانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ظلم کے طریقہ پر ہو مثلاً غصب، خیانت اور چوری کے ذریعہ حاصل کرے دوسرے یہ کہ مذاق کے طور پر لے لے جیسے جوے میں اور دوسرے کھیل کے مواقع پر لے لیتے ہیں۔ (۱)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق طریقہ پر گھسے چلے جاتے ہیں سو ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے۔ (۲)

اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا جس کا سفر لمبا ہو بال بکھرے ہوئے ہوں جسم غبار آلود ہو وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر یارب یارب کہہ کر دعائیں کر رہا ہو اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے، اور لباس حرام ہے اور حرام ہی سے پلا ہو، سو ان حالات میں اس کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے؟ (۳)

---

(۱) الکبائر للذھبی، الکبیرۃ الثامنۃ والعشرون أکل الحرام: ۱/۱۱۸، دار الندوۃ الجدیدۃ، بیروت

(۲) بخاری: باب قول اللہ تعالیٰ فإن للہ خمسہ، حدیث: ۲۹۵۰

(۳) مسلم: باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب، حدیث: ۱۰۱۵

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنادے، آپ ﷺ نے فرمایا اے انس اپنی کمائی حلال رکھو تمہاری دعا قبول ہوگی؛ کیونکہ جو کوئی شخص حرام کا کوئی لقمہ منہ میں لیتا ہے تو چالیس دن تک اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اور امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضورِ اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق تقسیم کردیئے ہیں، جیسا کہ ارزاق بانٹ دیئے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اس کو دیتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے اور اس کو بھی جس سے محبت نہیں فرماتا مگر دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے سو جس کو اللہ تعالیٰ نے دین دیا اس کو اللہ تعالیٰ نے محبوب بنالیا اور جو کوئی بندہ مال حرام کمائے گا پھر اس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی، اور اس میں سے صدقہ کرے گا، تو قبول نہ ہوگا، اور اپنے پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو یہ مال دوزخ میں لے جانے کے لئے اس کا توشہ ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو نیکی کے ذریعہ مٹاتا ہے۔(١)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میٹھی اور سرسبز ہے جس نے اس میں سے حلال طریقہ پر مال کمایا اور اسے حق کے راستوں، میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ اسے ثواب دے گا، اور جنت عطا فرمائے گا اور جس نے اس دنیا میں حلال کے سوا دوسرے طریقہ پر مال کمایا اور اسے ناحق طریقوں میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ اسے ذلت کے گھر یعنی دوزخ میں داخل کرے گا، بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خواہش نفس کے مطابق حرام مال میں گھس جاتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے۔(٢) اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جو شخص یہ پرواہ نہیں کرتا کہ مال کہاں

---

(١) مسند احمد: مسند عبداللہ بن مسعود، حدیث:٣٦٧٢، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس روایت کو امام احمد نے نقل کیا ہے، اس کی سند میں بعض لوگ مستور ہیں اور اکثر ثقہ ہیں۔

(٢) صحیح ابن حبان: باب ماجاء فی الصبر وثواب الأمراض والأعراض، حدیث:٢٨٩٢، محقق شعیب الارنؤوط نے اس روایت کو حسن کہا ہے

سے کمایا اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرتا کہ اسے دوزخ کے کس دروازہ سے داخل کیا؟ (۱)

حضرت ابوہریرہ ؓ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے منہ میں مٹی بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے منہ میں حرام مال ڈال لے۔ (۲)

حضرت یوسف بن اسباطؒ کا ارشاد ہے کہ کوئی جوان آدمی جب عبادت گزار بن جاتا ہے، تو شیطان اپنے مددگاروں سے کہتا ہے کہ دیکھو اس کی خوراک کہاں سے ہے؟ سو اگر اس کا کھانا پینا ناجائز طریقہ سے ہو تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ چھوڑو اسے، اپنے نفس کو عبادت میں تھکاتا رہے۔ اور بیکار محنت کرتا رہے، تمہیں اس کے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں اس کی یہ عبادت حرام کا استعمال کرتے ہوئے نفع نہ دے گی، اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابھی گزری کہ کھانا، پینا، لباس حرام ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ ایک فرشتہ بیت المقدس پر روزانہ رات کو اور دن کو یہ آواز لگاتا ہے کہ جس شخص نے حرام کھایا اللہ تعالیٰ اس کا فرض، نفل، کچھ قبول نہیں فرمائے گا۔ (۳)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا ارشاد ہے کہ شبہ کی وجہ سے میں ایک درہم واپس کردوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ایک لاکھ اور ایک سو درہم صدقہ کروں۔ (۵)

اور حضور اقدس ﷺ سے مروی ہے کہ جو شخص حرام مال سے حج کرے اور جب وہ لبیک کہے تو اسے جواب میں فرشتہ کہتا ہے کہ نہ تیرا لبیک معتبر ہے نہ سعدیک، تیرا حج تیرے ہی اوپر لوٹا دیا گیا۔ (۶)

---

(۱) صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، حدیث:۴۵۱۲

(۲) شعب الایمان: الفصل الثالث فی طیب المطعم، حدیث:۵۷۶۳

(۳) الزواجر لابن حجر الهیثمی، الکبیرة السابعة والثمانون بعد المائة أکل: ۱/۴۵۰، المکتبة العصریة، بیروت

(۵) حوالہ سابق

(۶) المعجم الأوسط: من اسمه محمد، حدیث:۵۲۲۸

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی دس درہم کا کپڑا خرید ے اور ایک درہم بھی اس میں حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر ہے اس کی کوئی نماز مقبول نہیں۔ (۱)

اور وہب بن وردؒ نے فرمایا کہ اگر تم ستون کی طرح سے کھڑے رہو (یعنی نماز میں) تو یہ تمہیں کچھ نفع نہیں دے گا جب تک تم یہ نہ تحقیق کرلو کہ تمہارے پیٹ میں کیا جارہا ہے؟ حلال یا حرام؟ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام کھانا داخل ہو گیا ہو جب تک وہ اس سے توبہ نہ کرلے۔ (۲)

اور سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ جو شخص حرام مال نیک کام میں خرچ کرے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنا ناپاک کپڑا پیشاب سے پاک کرے حالانکہ ناپاک کپڑے کو صرف پانی ہی پاک کرسکتا ہے، اسی طرح گناہ کو بھی حلال ہی مٹا سکتا ہے۔ (۳)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصے اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام میں نہ پڑ جائیں۔ (۴)

اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جسم جنت میں داخل نہ ہوسکے گا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔ (۵)

علماء نے کہا ہے کہ اس باب میں (حرام کھانے میں) ٹیکس لینے والا، خیانت کرنے والا، چور، ڈاکو، سود لینے والا، دینے والا، یتیم کا مال کھانے والا، جھوٹی گواہی دینے والا، اور کسی کی چیز مانگنے پر لیکر انکار کردینے والا، رشوت لینے والا، ناپ تول میں کمی

---

(۱) مسند احمد: مسند عبداللہ بن عمر، حدیث: ۵۷۳۲

(۲) المعجم الأوسط: ۶۴۹۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک شخص کو میں نہیں جانتا۔

(۳) الزواجر حوالہ سابق (۴) الزواجر حوالہ سابق

(۵) ترمذی: باب ما ذکر فی فضل الصلاۃ، حدیث: ۶۱۴، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔

کرنے والا، اور عیب دار چیز کے عیب کو چھپا کر بیچنے والا، جوا کھیلنے والا، جادوگر، نجومی، تصویریں بنانے والا، زانیہ عورت، اجرت پر رونے والی عورت، اور وہ دلال جو بائع کی اجازت کے بغیر اپنی اجرت لے اور خریدنے والے کو زائد دام بتائے، اور آزاد شخص کو بیچ کر کھانے والا، یہ سب بھی حرام کھانے والوں کی فہرست میں داخل ہیں۔ (۱)

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ ایسے لوگ لائے جائیں گے، جن کے ساتھ تہامہ پہاڑ کی طرح سے نیکیاں ہوں گی، مگر جب ان کو پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ”ھباء منثورا“ (کالعدم) کردیں گے۔ پھر ان سب کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کیسے ہوگا؟ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، زکوٰۃ ادا کرتے تھے، حج بھی کرتے تھے مگر ان سب کے باوجود جب کوئی ذرا حرام مال سامنے آیا اس کو بے دریغ لے لیتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے اعمال کالعدم کردیئے۔ (۲)

اور بعض صالحین سے مروی ہے کہ جب موت کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے کہا اچھا ہی معاملہ ہوا؛ لیکن اتنی بات ہے کہ ایک سوئی کی وجہ سے جنت کے داخلہ سے روکا ہوا ہوں، یہ سوئی میں نے عاریۃً لی تھی پھر اسے واپس نہ کی۔ (۳)

علامہ ذہبیؒ آگے ایک اور باب کے تحت فرماتے ہیں۔

باسٹھواں کبیرہ گناہ ناپ تول وغیرہ میں کمی کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ“ الآیۃ: یعنی ہلاکت ہو ان لوگوں کے لئے جو ناپ تول میں لوگوں کے حقوق

---

(۱) الزواجر: الكبيرة السابعة والثمانون بعد المائة أكل الحرام: ۱/۴۵۰

(۲) المعجم الأوسط: من اسمه عبيدالله، حديث: ۴۶۳۲، الزواجر: الكبيرة السابعة والثمانون بعد المائة أكل الحرام: ۱/۴۵۰

(۳) الزواجر: الكبيرة السابعة والثمانون بعد المائة أكل الحرام: ۱/۴۵۰

مارتے ہیں اور جب اپنا حق لوگوں سے وصول کرتے ہیں تو پورا پورا وصول کرتے ہیں، اور جب لوگوں کے حقوق دیتے ہیں تو کمی کر کے دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں،، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں، کا کیا مطلب؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱) جب بھی کسی قوم نے کیا ہوا عہد توڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا۔

۲) اور جب بھی کسی قوم نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے فیصلہ کے علاوہ فیصلہ کیا تو ان میں محتاجگی (غربت) عام ہوگئی۔

۳) اور جب بھی کسی قوم میں برائیاں (زنا) عام ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر طاعون مسلط کر دیتا ہے۔

۴) اور جب بھی ناپ تول میں کسی قوم نے کمی کی اللہ تعالیٰ نے خوش حالی ختم کر دی اور قحط سالی میں مبتلا کر دیا۔

۵) اور جب بھی کسی قوم نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کی اللہ تعالیٰ نے بھی بارش روک دی۔(۱)

حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ میں ایک پڑوسی کے پاس گیا جو نزع کی حالت میں تھا اور وہ کہہ رہا تھا، آگ کے دو پہاڑ ہیں، آگ کے دو پہاڑ ہیں، میں نے کہا یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میرے پاس دو پیمانے تھے ایک سے ناپ کر لیتا اور دوسرے سے ناپ کر دیتا تھا (اور یہ آپس میں چھوٹے بڑے تھے) مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں میں ان دونوں کو لیکر ایک دوسرے پر مارنے لگا، تو اس نے کہا کہ تمہارے

---

(۱) مجمع الزوائد: باب فرض الزكاة، حديث:۴۳۴۶، علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس میں اسحاق بن عبداللہ بن کیسان المروزی ہیں، ان کو حاکم نے لین کہا ہے اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں اور ان میں کلام ہے۔

اس مارنے سے میرا عذاب اور زیادہ سخت اور بڑا ہوگیا، پھر وہ اسی مرض میں مر گیا، مطفف وہ ہے جو ناپنے اور تولنے میں کمی کرتا ہے، اس کو مطفف اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اس طرح سے شئی طفیف یعنی معمولی سی ہی چیز چرا سکتا ہے، یہ کمی کرنا چوری اور خیانت اور حرام کھانے کی قسم ہے، اللہ تعالیٰ نے ''ویل'' یعنی شدت عذاب کی وعید ارشاد فرمائی، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ''ویل'' جہنم کی ایک وادی کا نام ہے، اگر اس میں ساری دنیا کے پہاڑ بھی جلائے جائیں تو اس کی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں، بعض سلف کا ارشاد ہے کہ میں ہر ناپنے والے اور تولنے والے کے بارے میں دوزخ میں جانے کا یقین رکھتا ہوں؛ کیونکہ یہ مشغلہ رکھتے ہوئے کوئی کمی بیشی کرنے سے نہیں بچ سکتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ ہی محفوظ کرے۔(۱)

بعض حضرات نے ذکر فرمایا کہ میں ایک مریض کے پاس گیا وہ مرض الموت میں مبتلا تھا میں اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگا؛ لیکن اس کی زبان اس کلمہ کی ادائیگی پر نہیں چلتی تھی، جب اسے کچھ ہوش آیا تو میں نے کہا کہ اے میرے بھائی کیا بات ہے میں تم کو کلمہ شہادت کی تلقین کرتا ہوں اور تمہاری زبان نہیں چلتی؟ وہ کہنے لگا میری زبان پر ترازو آڑے آجاتی ہے، جو مجھے بولنے نہیں دیتی، میں نے کہا کیا تو کم تولتا تھا؟ اس نے کہا نہیں، ہاں اتنی بات تھی کہ میں تول نے لگتا تھا تو ترازو کو درست کرنے کے لئے توقف نہیں کرتا تھا، پس یہ اس شخص کا حال ہے جسے ترازو درست کرنے کا اہتمام نہ تھا پھر اس کا کیا حال ہوگا جو کم تولنے والا ہو؟ حضرت نافعؒ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سوداگر کے پاس سے گزرتے تھے تو فرماتے تھے کہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور ناپ تول پوری کرنے کا اہتمام کر؛ کیونکہ ان دونوں میں کمی کرنے والے میدان قیامت میں اس حال میں کھڑے کئے جائیں گے کہ ان کا پسینہ نیچے سے لے کر ان کے کانوں کے آدھے حصہ تک ہوگا، اور یہی حال اس تاجر کا ہے جو ناپ کر کپڑا وغیرہ بیچتا ہو جو بیچتے وقت خوب

---

(۱) الكبائر للذهبي، الكبيرة الثانية والستون نقص الكيل والزراع: ۲۲۵/۱، دار الندوة الجديدة، بيروت۔

اچھی طرح ہاتھ سخت کر دیتا تا کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ جائے، اور اپنے لئے ناپ کر خریدتا تھا تو اس خیال سے ہاتھ ڈھیلا کر دیتا تھا، کہ کچھ زیادہ آ جائے، بعض سلف کا ارشاد ہے کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ایک ناقص دانہ کے بدلہ اتنی بڑی جنت چھوڑ دے جس کا عرض آسمان وزمین کے برابر ہے اور سخت افسوس ہے اس شخص کے لئے جو ایک دانہ زیادہ لینے پر اپنے لئے ہلاکت خریدتا ہو۔(۱)

میرا تو دل چاہتا تھا کہ اس رسالہ کو ذرا تفصیل سے لکھوں مگر مجھ پر آج کل امراض کا حملہ بہت زیادہ ہے اس واسطے ہر مضمون کو شروع کرتے ہوئے یہ خیال رہا کہ یہ پورا ہوگا بھی یا نہیں؟ اس لئے مجبوراً آج یوم دوشنبہ ۵؍صفر ۱۴۰۰ھ کو ختم ہی کر دیا، اللہ جل شانہ اس مختصر رسالہ کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے، اور مسلمانوں کو اکل حلال اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سیہ کار کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين، وصلى الله
تعالىٰ على خير خلقه سيدنا ونبينا محمد واله واصحابه
ومن تبعه الىٰ يوم الدين. اٰمين

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم مہاجر مدنی
۵؍صفر ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۷۹ء مدینہ طیبہ

---

(۱) الكبائر للذهبي، الكبيرة الثانية والستون نقص الكيل والزراع: ۲۲۵/۱، دار الندوة الجديدة، بيروت

مسنون اصول تجارت

حلال کمانے کی فضیلت واہمیت

حلال کمانے کی اہمیت قرآن کریم میں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا“ (۱) یہاں اللہ عزوجل نے حصول معیشت کو اپنے احسانات کے تحت ذکر فرمایا، اور یہ بھی ارشاد باری ہے: ”وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَائِشَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ“ (۲) یعنی ہم نے تمہارے لئے روئے زمین میں مختلف اقسام کے کسب ومعاش کے ذرائع پیدا کئے، اور فرمایا: ”لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ“ (۳) یعنی اللہ کے رزق کو تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، اور یہ بھی قول ہے کہ اس سے مراد مباح دنیا و ماکولات ومشروبات کا حاصل کرنا ہے، اور یہ بھی اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: ”وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ“ بعض لوگ روئے زمین میں تلاش رزق کے لئے سفر کرتے ہیں، اپنے اسفار اور تجارتوں کے ذریعے منافع حاصل کرتے ہیں، اور اسی کے مثل اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ” فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ“ (۴)۔

اللہ عزوجل نے انسان کی معاشیات کی تکمیل کے لئے آسمان وزمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اپنے ان قرآنی الفاظ کے ذریعہ مسخر کیا ہے ” رِزْقًا لِّلْعِبَادِ“ (۵) ”روزی ہے بندوں کے لئے“۔

---

(۱) النبأ:۱۱ (۲) الأعراف: ۱۰ (۳) البقرة: ۸۹۱

(۴) الجمعة: ۱۰ (۵) ق:۱

اللہ عزوجل نے اس نظام عالم کو اس لئے بنایا ہے؛ تاکہ انسان اپنی معاشی سہولتوں کے لئے بالواسطہ یا بلا واسطہ اس سے استفادہ کرے، نفع اٹھائے، اس مہیب اور عظیم کارخانے کو قرآن کا انسان کے سامنے رکھنا اور زمین کے اندر قوُتی (رزق) کا مواد کا جو ذخیرہ محفوظ کیا گیا ہے اس کی طرف اشارہ ہے:

”قَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا“ (۱) (ناپ تول کر رکھ دیئے اقوات (غذائی ذخیرے) اس کے (یعنی زمین کے اندر۔) کے الفاظ میں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”سَوَاءً لِلسَّائِلِيْنَ“ (برابر ہے تلاش و جستجو کرنے والوں کے لئے) کا اعلام اور ان تمام معاشی پیداواروں کو ”فضل اللہ“ کے احترامی نام سے موسوم کر کے اور اس کی تلاش و جستجو کو ”وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ“ (۲) سے تعبیر کیا۔

قرآن تو صاف لفظوں میں ما لا بد منہ ضروریات سے گذر کر آسائش وراحت، اور زیب وزینت وغیرہ کے ساز وسامان تک کے متعلق صرف جواز کے فتوی ہی پر قناعت نہیں کرتا؛ بلکہ ”زینت اللہ“ اور ”الطیبات من الرزق“ کے استعمال سے گریز کرنے والوں کو اس عتابی سوال سے مخاطب کرتا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (۳)	بولئے کس نے حرام کی ہے اللہ کی آرائش کو جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا اور صاف ستھری روزی کو۔

دنیاوی نعمتوں کی نفرت اخروی نعمتوں کی نفرت کا مقدمہ ہے

اور واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ قدرت کی ان نعمتوں سے ”اَلْحَيَاةُ الدُّنْيَا“ اور اس معاشی زندگی میں ان سے بھاگ بھاگ کر اپنے اندر عادتی چڑ اور کراہت پیدا کر لیں گے ان کے کراہت زدہ قلوب پر اخروی نعمتوں کی قدر و قیمت کا کتنا وزن باقی رہ سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ عام مسلمانوں ہی کو نہیں؛ بلکہ مسلمانوں کے سب سے بڑے روحانی

---

(۱) فصلت: ۱۰ (۲) الجمعۃ: ۱۰ (۳) الأعراف: ۳۲

پیشوا سید الانبیاء کو تک ”یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ “(۱) (اے نبی ﷺ! کیوں حرام کرتے ہیں آپ اس چیز کو جسے حلال کیا ہے اللہ نے آپ کے لئے) کے الفاظ سے مخاطب کیا، جس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ ”روحانیت“ کے بلند سے بلند مقام تک میں ان چیزوں سے گریز، جنہیں قدرت نے معاشی استفادہ کیلئے پیدا کیا ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے مفید تر کیا ہوگا؛ بلکہ باعثِ ضرر ہی ہوسکتا ہے علامہ ابوبکر جصاص اس بنیاد پر فرماتے ہیں:

”أَنْ لَا فَضِیْلَةَ فِیْ اِمْتِنَاعِ أَکْلِهَا“(۲)	جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ حلال فرماچکا ہے ان کے کھانے سے پرہیز کرنے میں کسی قسم کی کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔

روحانی ترقی معاشی ترقیوں کے ساتھ ممکن ہے

اور سچ یہ ہے کہ جب شاہی ساز و سامان کو بھی قرآن انسانیت کے ارتقاء کی آخری منزل یعنی ”نبوت“ کے منافی نہیں خیال کرتا، باوجود پیغمبر اور خدا کے رسول ہونے کے حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق مختلف مقامات میں شیش محل، عرش وتخت وکرسی، مَحَارِیْب وَتَمَاثِیْل، قُدُوْرِ رَّاسِیَاتِ (بڑی بڑی دیگیں) صَافِنَاتُ الْجِیَادِ (قیمتی گھوڑے) ہر قسم کے بَنَّاءٌ (معمار) غَوَّاصٌ (غوطہ زن) جُنُوْدٌ (افواج) سب ہی چیزوں کا ذکر کرتا ہے، اور ان تمام امور کو قربِ الٰہی کے مقامات عالیہ کے منافی نہیں قرار دیتا تو مجھے ان پر تعجب نہیں ہے جو اپنی جہالت کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے طرز عمل کو دیکھ کر اسلام کو بھی ایک قسم کا راہبانہ مذہب قرار دیتے ہیں، بلکہ حیرت ان پر ہے جو یہ جاننے کے باوجود کہ ”اسلام میں رہبانیت نہیں ہے“ اس بدیہی دعوی کو نظری قرار دے کر

---

(۱) التحریم:۱

(۲) أحکام القرآن للجصاص: مطلب فی تأویل ما ورد عنه علیه السلام :۵۶۶/۲، دار الکتب العلمیة ، بیروت

اس کے ثبوت میں بلا وجہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں......

جس کتاب کی جوہری تعلیم ہی اس پر مبنی ہو کہ قدرت نے جو کچھ بھی پیدا ہے، انسان ہی کے لئے پیدا کیا ہے اور اس نظریہ کو مختلف پیرایہ میں بار بار ہر تھوڑی دیر کے بعد بیان کیا گیا اس کے متعلق ایک لمحہ کے لئے بھی ''معاش گریز'' خیال کا اندیشہ کیا جائز ہوسکتا ہے؟ اگر اس کا ارادہ کیا جائے کہ قرآن نے تفصیلا کن کن چیزوں کے افادی پہلوؤں سے استفادہ کی طرف انسانی فطرت کو ابھارا ہے تو شاید یہ مبالغہ نہ ہوگا کہ قرآن کے ایک تہائی حصہ کو نقل کرنا پڑے گا، بر و بحر، شجر و حجر، سفلیات وعلویات آخر ایسی کونسی اہم چیز ہے جس کے افادی پہلوؤں کی طرف قرآن نے صراحۃ یا کنایۃ اشارہ نہیں کیا ہے، انسان ان چیزوں سے اپنی معاشی سہولتوں کے حصول میں جن جن طریقوں سے کام لیتا رہتا ہے اور لے رہا ہے اگر غور کیا جائے تو قرآن باوجودیکہ کوئی خالص معاشی کتاب نہیں ہے؛ لیکن پھر بھی ان طریقوں کی طویل فہرست قرآنی آیات کی روشنی میں بہ آسانی مرتب ہوسکتی ہے، مثلاً زراعت، باغبانی، شکار، شکار کے مختلف طریقے یعنی آلاتِ حیلی سے شکار، شکاری کتوں، شکاری پرندوں (باز بحری وغیرہ) سے شکار، خشکی کے شکار، دریائی جانوروں کے شکار، مویشیوں کی پرورش، بری و بحری جانوروں، پرندوں کے مختلف اجزاء، گوشت کھال، اون، بال، دودھ، شہد وغیرہ سے استفادہ کی مختلف نوعیتیں، تجارت، تجارت کے سلسلے میں حیوانی وغیرہ، حیوانی، بری و بحری سواریوں کے ذریعے مواصلات حمل ونقل کی سہولتوں کا ذکر، صنعت وحرفت اور اس کے مختلف بسیط ومرکب سادہ اور پیچیدہ شعبے مثلاً آہن گری، نجاری، زرگری، ظرف سازی، شیشہ سازی، زرہ سازی، پارچہ بافی، معماری، سنگ تراشی، کان کنی، غواصی، مزدوری، مزدوری کی مختلف نوعیتیں، حکومتی ملازمت، کاروباری تنظیم وغیرہ وغیرہ تقریباً وہ ساری چیزیں جن سے بعض معاشی علماء نے معاشی تختے مرتب کر کے اہل علم سے داد حاصل کی ہے، جہاں تک میں خیال کرتا ہوں ان تختوں کی خانہ پری صرف قرآنی آیات سے اگر کوئی کرنا چاہے تو مشکل ہی سے کوئی خانہ خالی رہ سکتا ہے، اگرچہ قرآنی آیات میں ان کا ذکر جہاں بھی آیا ہے ضمنا ہی آیا

ہے، تاہم اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ معاشی امور سے قرآن مسلمانوں کو کتنا قریب رکھنا چاہتا ہے۔

زراعت و باغبانی کے ساتھ قرآن کا خصوصی تعلق:

خصوصاً زراعت و باغبانی کے متعلق قرآنی اشارات کی نوعیت ضمنی مباحث سے یقیناً ذرا زیادہ نظر آتی ہے، حالانکہ قرآن نے اپنے خطاب کا آغاز جس قوم اور ملک سے شروع کیا ہے، خصوصاً قریشِ مکہ، ظاہر ہے کہ ان کا ماحول زراعت وغیرہ گویا بے تعلق تھا، لیکن باوجود اس کے بار بار مختلف پیرایوں میں قرآن ابر و باد، برق و رعد، لَوَاحِق (حاملہ یا مان سونی ہواؤں) بارش اور ان کے ساتھ کسانوں کے جذبات، خوف و طمع کا جو تعلق ہوتا ہے مسلسل ذکر کرتا چلا جاتا ہے، لہلہاتی کھیتیوں، ہرے بھرے گھنے باغوں، ان کے مختلف موسمی حالات کا تذکرہ اس کتاب میں دُہرا کر اس طرح کیا گیا ہے کہ بظاہر خیال گذرتا ہے کہ شاید اس کتاب کا خطاب زیادہ تر ان ہی لوگوں سے ہے جو کاشتکاری اور باغبانی کے پیشوں میں مشغول ہیں، لوگوں کا قرآن کے متعلق خواہ کچھ بھی خیال ہو لیکن میرا ذاتی رجحان تو یہی ہے کہ گویا اس راہ سے مسلمانوں میں انسانی معاش کے اس اہم باب سے گونہ زیادہ مناسبت پیدا کرنا شاید یہ بھی مقصود ہو۔

حلال کمانے کی فضیلت احادیث میں:

اس سلسلے میں احادیث بھی متعدد ہیں:

ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ گناہ وہ ہیں جو طلب معاش کی فکر ہی سے مٹتے ہیں:

”مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوبٌ لَا يُكَفِّرُهَا إِلَّا الْهَمُّ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ“(۱)

اور ایک روایت میں ہے: جو شخص دنیا کو حلال طریقے سے سوال کی ذلت سے

---

(۱) مجمع الزوائد: باب فیمن یبتلی، حدیث: ۳۷۲۵

بچنے، اہل وعیال کے لئے سعی اور کوشش اور اپنے پڑوسی پر مہربانی کرنے کے لئے حاصل کرتا ہے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے " إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُوْمِنَ الْمُحْتَرِفَ " (۱) اللہ تعالیٰ پیشہ ور محنتی مومن کو پسند کرتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے: " خَيْرُ الْكَسْبِ كَسْبُ يَدِ الصَّانِعِ إِذَا نَصَحَ "(۲) (آدمی کا حلال مال جو کھانے کے قابل ہے جو صناعت اور کاریگری کے ذریعہ ہو جب کہ صناعت اور کارگری کا حق ادا کردیا ہو)۔ یعنی اس نے دھوکہ دہی، دغا سے کام نہ لیا ہو؛ بلکہ نہایت مکمل مضبوطی کے ساتھ کام انجام دیا ہو۔

روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا، تو پوچھا: تو کیا کام کرتا ہے، اس نے کہا: میں عبادت کرتا ہوں؟، فرمایا: تمہارے اہل وعیال کی کفالت کون کرتا ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی تو حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا: "أَخُوكَ أَعْبَدُ مِنْكَ" تمہارا بھائی تم سے زیادہ عبادت گذار ہے۔ (۳)

دیکھئے اس روایت میں عبادت کے ساتھ دنیا کمانے والے دکان داری کرکے اپنی ضرورت اور دوسرے کی ضرورت پوری کرنے والے صرف عبادت اور ذکر کرنے والے سے افضل اور زائد عبادت گذار بتایا گیا ہے، پس اس وجہ سے کہ اس نے دو فریضہ کو جمع کیا، ایک حلال کمائی جو عبادت ہے اور ایک خالص عبادت نماز وروزہ وغیرہ اس وجہ سے کہ ایک تو حلال کمائی کا ثواب، پھر بھائی پر صدقہ خیرات کا ثواب پھر عبادت الٰہی

---

(۱) المعجم الأوسط، من اسمه مقدام، حدیث: ۸۹۳۴، علامہ عراقی نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے: اس کو طبرانی، ابن عدی ابن عمر کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے۔

(۲) مسند احمد: مسند أبی هریرة، حدیث: ۸۳۹۳، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اس کو احمد نے روایت کیا ہے اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔

(۳) احیاء علوم الدین، کتاب آداب الکسب والمعاش: ۶۲/۲، دار المعرفة، بیروت

روزہ نماز کا ثواب، اس نے (۳) ثواب کو جمع کیا۔

اس سے یہ بات بالکل صاف ہے جو لوگ صرف عبادت ذکر وغیرہ یا کسی بھی ایسے دینی کام میں جس میں کسب معاش نہیں ہے لگے رہتے ہیں، اور اپنی دنیا وی ضرورت دوسروں سے متعلق رکھتے ہیں، بہتر اور اچھا کام نہیں، کسب بھی کریں اور دین عبادت میں بھی لگیں یہ افضل ہے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عافیت کے دس حصے ہیں، (۹) حصے تو طلب معیشت میں ہیں اور ایک باقی دوسری چیزوں میں:

"اَلْعَافِیَةُ عَشَرَةُ أَجْزَاءٍ تِسْعَةٌ فِی طَلَبِ الْمَعِیْشَةِ وَجُزْءٌ فِی سَائِرِ الْاَشْیَاءِ"(۱)

مطلب یہ ہے کہ کمائی اور معاش میں لگنا عافیت کا باعث ہے بیکار رہنا بیکار بیٹھنا بیکار پھرنا وقت ضائع کرنا اچھی بات نہیں بسا اوقات لغو اور گناہ کی بات میں وقت گذرتا ہے، کمائی کی مشغولی ان واہیات سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ آپ دیکھئے جو لوگ کاروبار میں مصروف رہتے ہیں وہ بہت سے نامناسب باتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (جب ہجرت کر کے) مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت سعد کے درمیان بھائی بندی (مدد ونصرت) کا تعلق فرمادیا حضرت سعد مالدار تھے تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا میں اپنا مال آدھا آدھ آپس میں تقسیم کر لیتا ہوں (اور ایک بیوی سے) تمہاری شادی کرا دیتا ہوں، انہوں نے کہا اللہ پاک تمہارے مال وعیال میں برکت عطا فرمائے، ہمیں بازار بتادو؛ چنانچہ وہ بازار سے اس وقت لوٹے (جب کہ نفع میں) گھی پنیر جمع کر لیا:

"فَمَا رَجَعَ حَتّٰی اِسْتَفْضَلَ اِقْطًا وَسَمْنًا"(۲)

---

(۱) مسند فردوس للدیلمی، باب الألف، حدیث: ۸۴۰، دار الکتب العلمیة، بیروت

(۲) بخاری: باب ما جاء فی قول اللہ، حدیث: ۱۹۴۴

حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے فرمایا، آدھ مال اور دو بیوی میں ایک تم لے لو، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قربانی پر دعاء دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے بازار بتادو، میں وہاں خود کما کر اپنے لئے مال حاصل کرونگا؛ چنانچہ انہوں نے بازار میں کام کیا اس کے نفع سے کھانے پینے کا انتظام کیا، پھر بعد میں اتنا کمایا کہ شادی بھی کرلی۔(۱)

دیکھئے اس روایت میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ہدیہ کے مال پر اکتفا کرنے کے بجائے اپنی کمائی اور کسب پر اکتفا کیا اور خرچہ نکالا افسوس کہ آج اس سنت طریقہ کو لوگ بزرگی کے خلاف سمجھتے ہیں، اور بیٹھ کر لوگوں کے مال پر بھروسہ اور امید رکھنے کو بزرگی خیال کرتے ہیں، یہ غلط ہے ہدیہ کے مقابلہ میں کمانا یہ نبیوں کی سنت ہے اور اس طریقہ میں بزرگی ہے خواہ لوگ اس کو بزرگی نہ سمجھیں ہاں صرف کمانا نہیں؛ بلکہ اللہ کے احکام سنت پر عمل بھی ساتھ ہو تب بزرگی ہے البتہ کسی کو توکل کا صحیح مقام حاصل ہو اور لوگوں سے امید نہ لگائے پھر نہ کمائے جو مل جائے اس پر صبر کرے تو جائز ہے اور اجازت ہے جیسے کہ بعض بزرگ توکل خدا پر رکھتے تھے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شام کو ہاتھ کی کمائی سے تھک کر چور ہو گیا ہو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ یعنی گناہوں کا کفّارہ:

"مَنْ اَمْسَی کَالًّا مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ أَمْسیٰ مَغْفُوراً"(۱)

ف: کسب اور حلال کمائی عبادت ہے، بیوی بچوں اقربا اعزّہ پر خرچ کا ذریعہ ہے جو عبادت ہے، اور جو چیز عبادت ہے اس میں مشقت اٹھانے میں ثواب ہے اور ثواب سے گناہوں کی معافی اور درجات بلند ہوتے ہیں۔

---

(۱) بخاری: باب کیف آخی النبی صلی الله علیه وسلم، حدیث:۳۷۲۲

(۲) مجمع الزوائد: باب الکسب والتجارة والحث علی طلب الرزق، حدیث:۶۲۳۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اس میں ایک جماعت ہے جس کو میں نہیں جانتا، علامہ عراقی فرماتے ہیں اس میں ضعف ہے۔

پس جو شخص دن بھر کمائی اور مزدوری سے شام کو تھک کر چور ہو گیا، تو اس تعب اور مشقت پر بھی اجر ملے گا، مگر مشقت پر اجر ثواب اس وقت ملے گا جبکہ اس نے یہ کام شرع کے مطابق کیا ہوگا، اللہ کے فرض کو بھی ادا کیا ہوگا اور اگر نماز جماعت کی کوئی پرواہ نہ کی اور مشقت اٹھاتا رہا تو پھر گناہ ہوگا مغفرت کا کیا سوال؟۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حلال کمائی کی مشقت اٹھانے والے کو اللہ پسندیدہ نگاہ سے دیکھتے ہیں:

”إِنَّ اللّٰـهَ تَعَالـىٰ يُحِـبُّ أَنْ يَّـرَى عَبْدَهُ تَعِبًا فِيْ طَلَبِ الْحَلَالِ“(۱)

مطلب یہ ہے کہ حلال کمائی میں جو مشقت اور پریشانی ہوتی ہے، اللہ اسے محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، یعنی اس پر خوش ہوتے ہیں، خیال رہے کہ عموماً حرام کمائی اور آمدنی کے حصول میں وقت اور تعب ہوتا ہے، آپ رشوت ہی کو دیکھ لیجئے، سودی بینکوں کی ملازمت کی تنخواہ دیکھ لیجئے، داروغہ پولس کی کمائی دیکھئے کوئی تعب نہیں اور آمدنی بہت، اس کے خلاف حلال کمائی، مزدوری دیکھئے۔ بنکروں کو دیکھئے، دکان داروں کی دقت اور نقل وحمل کی پریشانی دیکھئے، محلوں اور گاؤں میں گھوم کر بیچنے والوں کو دیکھ لیجئے، حلال کمائی ہے اور کچھ تعب ہے۔ پس اے تاجرو، حلال کمائی کے تعب ومشقت کو برداشت کرلو، اور اس حرام کو جس میں آمدنی بھی زائد اور مشقت بھی نہیں چھوڑ دو اور خدا کو خوش کرلو، دنیا نہیں تو آخرت کی دولت مل جائے گی۔

☆ حسن بصریؒ سے منقول ہے، یہ بازار خدا کے دسترخوان ہیں، جو یہاں لینے آئے گا وہ پائے گا:

”اَلْاَسْوَاقُ مَوَائِدُ اللّٰهِ، فَمَنْ اَتَاهَا أَصَابَ مِنْهَا“(۲)

---

(۱) کنز العمال، فی فضائل الکسب، حدیث:۹۲۰۰

(۲) إحیاء علوم الدین، کتاب آداب الکسب والمعاش: ۶۲/۲، دار المعرفۃ، بیروت، علامہ عراقی فرماتے ہیں: اس کو ہم نے طیوریات میں حضرت حسن بصری کا قول نقل کیا ہے جس کو ہم نے مرفوع نہیں پایا ہے۔

مطلب ظاہر ہے اللہ پاک کسب اور کمائی اور معاش کا مرکز اسے بنایا ہے۔ جو یہاں حلال کمائی کی طلب اور اس کے حاصل کرنے کیلئے جائے گا وہ پائے گا اور جو گھر بلا ضرورت بیٹھا ستاتا رہے گا وہ خدا کے رزق سے محروم رہے گا۔

پس ضرورت اور معاشی حصول کے لئے بازار جانا برا نہیں ہے، قرآن پاک میں ہے: وَيَمْشُوْنَ فِي الاَسْوَاقِ ،اللہ کے برگزیدہ بندے اپنی ضرورت سے بازار خود جایا کرتے تھے، ہاں بلا ضرورت بازار میں گھومنے جانا بہتر نہیں کہ یہ گناہ کی جگہ ہے۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی شخص رزق کی تلاش نہ کرے اور دعا کرتا پھرے کہ اے اللہ ہمیں رزق دے ایسا کوئی نہ کرے:

”لَا يَقْعُدُ اَحَدُ كُمْ عَنْ طَلَبِ الرِّزْقِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ“ (۱)

ف: اللہ پاک نے دنیا کو دار الاسباب بنایا ہے، اور حصول رزق کو اسباب کے دائرے میں رکھا ہے، خدا کے سب سے زیادہ برگزیدہ اور مقرب بندے حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی اللہ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور اسباب کے دائرے میں روزی سے نوازا؛ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: ”كَانَ زَكَرِيَّا نَجَّاراً“ (۲) اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزی کا ذریعہ کسب اور کمانے کو لازم قرار دیا ہے۔

اسباب اختیار کرنا خدائی قانون اور قدرت کا ایک زمینی نظام ہے، اور لہٰذا اسباب رزق کو اختیار نہ کرنا اور اس میں نہ لگنا اور وسعت رزق کی خاطر دعا اور اس کے وظیفہ میں لگنا قانون اور ضابطہ ہی کے خلاف ہے۔

پس اس سے ان لوگوں کے طریقہ کی تغلیط اور جہالت معلوم ہوتی ہے، جو صبح شام رزق اور وسعت رزق کا وظیفہ تو خوب پڑھتے ہیں، مگر دکان اور تجارت میں اپنا

---

(۱) إحياء علوم الدين، كتاب آداب الكسب والمعاش: ۶۲/۲

(۲) مسلم: باب من فضائل زكريا عليه السلام، حديث: ۳۲۷۹

وقت نہیں لگاتے ہیں، پس صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسباب رزق اختیار کرنے کے بعد دعائیں کریں۔

پس اے لوگو! رزق کو اسباب رزق میں تلاش کرو، پھر وسعت رزق کی دعائیں کریں۔

روزی بقدر محنت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک جل شانہ محنت ومشقت کی بقدر بندہ پر روزی کو نازل فرماتے ہیں، اور صبر کو آزمائش کی مقدار کے اعتبار سے اتارتے ہیں:

”اِنَّ اللّٰہَ یُنْزِلُ الرِّزْقَ عَلٰی قَدْرِ الْمَؤُنَۃِ وَیُنْزِلُ الصَّبْرَ عَلٰی قَدْرِ الْبَلَاءِ“(۱)

ف: مطلب یہ ہے کہ کوشش اور محنت آدمی جس قدر کرتا ہے، اسی مقدار اللہ پاک اسے روزی اور مالی سہولت سے نوازتے ہیں؛ چونکہ دنیا دارالاسباب ہے جس قدر اسباب ہونگے اسی قدر اس کے ثمرات اور نتائج ہونگے اس مقام پر یہ بات ذہن نشین رہے، کہ بعض روزی کو اللہ پاک کوشش اور سعی اور محنت ومشقت پر بھی رکھا ہے، سو وہ محنت اور کوشش کے دائرے سے ملے گا، اور بعض روزی اللہ پاک نے مقدر کر رکھا ہے وہ کسی نہ کسی بہانے اسے مل کر رہے گا، خواہ بندہ اس کے متعین اسباب کو اختیار کرے یا نہ کرے۔

اب چونکہ بندے کو معلوم نہیں کہ اللہ پاک نے مقدر میں کیا لکھا ہے، اور اللہ پاک کا قانون ہے، ہم نے احکام ونتائج کو اسباب میں رکھا ہے اس لئے ہمیں اسباب اختیار کرنے اور اس میں سعی اور جد جہد کرنے کی ضرورت ہے۔

مثلاً تجارت، کھیتی، دکانداری اور اس میں بہتر نتائج اور پھل کے لئے بہتر اور اچھی

---

(۱) شعب الإيمان، فی ذکر ما فی الأوجاع، حدیث:۹۹۵۶، محقق البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

محنت کرنی پڑے گی پس دکان کھولنی پڑے گی اور وہ بھی ایک گھنٹہ نہیں کہ جو آنا ہوگا اسی میں آئے گا؛ بلکہ مناسب وقت تک جو رائج ہے کھولنا پڑے گا، شاید دوسرے وقت میں مقدر میں لکھا ہو، پس اے دوکاندار محنت اور وقت کی پابندی کے ساتھ رزق حاصل کرو، اس میں برکت ہے۔

امام شافعیؒ نے ''الرسالۃ'' میں، امام غزالیؒ نے ''اِحیاء'' میں، اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ مکلّف کسی کام پر اقدام اس وقت تک نہ کرے یہاں تک کہ اس کے تعلق سے احکام نہ جان لے۔

قرافی نے ''الفروق'' میں کہا ہے:

" فَمَنْ بَاعَ وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يَّتَعَلَّمَ مَا عَيَّنَهُ اللّٰهُ وَشَرَعَهُ فِيْ الْبَيْعِ، وَمَنْ آجَرَ وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يَّتَعَلَّمَ مَا شَرَعَهُ اللّٰهُ فِيْ الإِجَارَةِ، وَمَنْ قَارَضَ وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يَّتَعَلَّمَ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْ الْقِرَاضِ، وَمَنْ صَلّٰى وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يَتَعَلَّمَ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْ تِلْكَ الصَّلَاةِ"(۱)

اس پر اللہ تعالی کا ارشاد دلالت کرتا ہے:

" إِنِّيْ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهِ عِلْمٌ"(۲)

عبداللہ بن الحاج کی مدخل میں ہے:

" قَدْ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَضْرِبُ بِالدُّرَّةِ مَنْ يَّقْعُدُ فِيْ السُّوْقِ وَهُوَ لَايَعْرِفُ الأَحْكَامَ" (۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو درہ سے مارتے جو بازار میں احکام جانے بغیر بیٹھتا، اور فرماتے:

---

(۱) الفروق للقرافی: الفرق بین قاعدة المندوب الذی لا یقدم :۱۴۸/۲

(۲) ھود:۴۷

(۳) المدخل لابن الحاج: فصل فی اللباس :۱۵۷/۱

لَا يَقْعُدُ فِيْ سُوقِنَا مَنْ لَا يَعْرِفُ الرِّبَا (۱)

ہمارے بازار میں ایسا شخص نہ بیٹھے جو ربا کے متعلق نہ جانتا ہو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

أُطْلُبُوا الرِّزْقَ فِيْ خَبَايَا الْأَرْضِ (۲)

تم اپنی روزی کو زمین کے پوشیدہ خزانوں میں تلاش کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بھی فرمان ہے:

لَا يَقْعُدُ أَحَدُكُمْ عَنْ طَلَبِ الرِّزْقِ (۳)

تم میں سے کوئی شخص بھی طلب رزق کی جدوجہد میں پست ہو کر نہ بیٹھے۔

سید مرتضیٰ زبیدی شرح إحیاء العلوم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَيْ لَا بُدَّ لِلْعَبْدِ مِنْ حَرَكَةٍ وَمُبَاشَرَةٍ سَبَبٍ مِنْ أَسْبَابٍ يَتَحَصَّلُ بِهِ طَرِيقُ الْوُصُولِ إِلَى الرِّزْقِ (۴)

یعنی ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جائز اسباب معیشت میں سے کسی سبب اور وسیلہ کو ضرور اختیار کرے کہ جس سے وہ رزق کو حاصل کر سکے۔

اس ضمن میں آپ کا ایک نہایت حکیمانہ ارشاد ہے:

مَكْسَبَةٌ فِيهَا دَنَاءَةٌ خَيْرٌ مِنْ

کسی کام تر پیشہ کو اختیار کر لینا لوگوں

---

(۱) المدخل لابن الحاج: فصل في اللباس: ۱/۱۵۷

(۲) المعجم الاوسط: من بقية أول اسمه من اسمه موسى: ۸/۱۰۱، طبرانی کہتے ہیں: اس حدیث کو ہشام بن عروہ سے صرف ہشام بن عبداللہ بن عکرمہ نے نقل کیا ہے اور اس روایت میں مصعب الزبیری منفرد ہیں۔

(۳) إحياء علوم الدين ، فضل الكسب والحث عليه: ۲/۶۲

(۴) اتحاف سادة المتقين: مطبوعه دار الفكر والنشر والتوزيع، قاهرة: ۵/۲۱۷

مَسْأَلَةِ النَّاسِ (۱)	سے سوال (مانگنے) سے بہتر ہے۔

نہج البلاغۃ میں ہے:

أَنَّ عَلِيًّا رضی الله عنه قَالَ: مَنِ اتَّجَرَ بِغَيْرِ فِقْهٍ فَقَدِ ارْتَطَمَ (ارْتَبَكَ) فِي الرِّبَا (۲)	حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص بغیر جانے اور علم کے تجارت کرے گا تو وہ سود میں ملوث ہوگا۔

کنز العمال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

لَوْلَا هٰذِهِ الْبُيُوْعُ صِرْتُمْ عَالَةً عَلَى النَّاسِ (۳)	اگر یہ خرید وفروخت نہ ہوتی تو تم لوگوں کے محتاج ہو چکے ہوتے۔

دور صحابہ کے مشہور تجار میں حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت عمر خدیجہ بنت خویلد، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن عائذ، منقذ بن عمرو الانصاری، ابو معلق الانصاری، عبد اللہ وعبید اللہ بن عمر وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔ ابو ہریرہ اور حاطب بن ابی بلتعہ کا تذکرہ بھی ''التراتیب الاداریہ'' کے مصنف نے کیا ہے۔

حاکم اور ابن ابی الدنیا نے توکل کے باب میں نقل کیا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات اہل یمن کے کچھ لوگوں سے ہوئی، تو فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم اللہ پر توکل کرنے والے ہیں، فرمایا:

كَذَبْتُمْ مَا أَنْتُمْ مُتَوَكِّلُوْنَ، إِنَّمَا الْمُتَوَكِّلُ رَجُلٌ أَلْقَى حَبَّةً فِي الْأَرْضِ وَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ (۴)	تم نے جھوٹ کہا، تم لوگ متوکل نہیں ہو، توکل والا تو وہ شخص ہے جو زمین میں دانہ ڈال کر اللہ پر بھروسہ کرے۔

---

(۱) الماوردی، الأحکام السلطانية، مطبوعة قاهره: ۳۲۵

(۲) شرح نهج البلاغة، ابن أبی الحديد: ۱/۱۷۹۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۳) مصنف ابن ابی شيبة: فی التجارة والرغبة فیها، حدیث: ۲۲۱۸۱

(۴) کنز العمال: أنواع الکسب، حدیث: ۹۸۷۵

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ نبی ﷺ ایک دن لوگوں کے درمیان گفتگو فرما رہے تھے، ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنتیوں میں سے ایک اپنے پروردگار سے کاشتکاری کی اجازت مانگے گا، تو اللہ تعالی اس سے کہے گا کیا تو اپنی موجودہ حالت پر راضی نہیں، وہ کہے گا: ہاں! لیکن میں کاشتکاری کرنا پسند کرتا ہوں، چنانچہ وہ بیج ڈالے گا اور پلک جھپکنے میں وہ اُگ آئے گا۔ اور سیدھا ہو جائے گا اور کاٹنے کے لائق ہو جائے گا، اللہ تعالی کہے گا کہ اے ابن آدم! اس کو لے لے، تجھ کو کوئی چیز آسودہ نہیں کر سکتی، اعرابی نے کہا کہ واللہ وہ شخص کوئی قریشی ہوگا یا انصاری ہوگا، اس لئے کہ یہی لوگ کھیتی کرنے والے ہیں، ہم تو کھیتی نہیں کرتے "فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ الزَّرْعِ"، نبی ﷺ (یہ سن کر) ہنس پڑے۔ (۱)

معاشی مسائل کی اہمیت حدیثوں میں:

یہ تو معاشی مسائل کے ساتھ قرآن کے تعلق کا حال ہے، داعیٔ قرآن ﷺ کے ملفوظات اور اس باب میں آپ کے جس طرز عمل کی تفصیل حدیث کی کتابوں میں ملتی ہے اس کا ذخیرہ تو اتنا زیادہ ہے کہ سب کا ذکر اگر کیا جائے تو وہی ایک مستقل کتاب بن جائے گی۔

اسباب خواہ کچھ ہوں لیکن یہ واقعہ ہے مذہب کے غلط نمائندوں نے مذہب کے متعلق یہ عام کیفیت جو پیدا کر دی ہے کہ ادھر مذہب کا نام آیا اور دنیا کی نفرت، دنیاوی چیزوں کی عداوت میں ہیجان پیدا ہونا شروع ہوا، خیال یہی پھیلا ہوا ہے کہ دنیا اور دنیاوی امور سے اپنے ماننے والوں کو جو مذہب جس حد تک علاحدہ رکھنے میں کامیاب ہو یہی مذہب کا کمال ہے، لیکن آج یہ کون باور کرنے کے لئے تیار ہے کہ کوئی سیاسی لیڈر، یا معاشی ریفارمر نہیں؛ بلکہ جو اپنے آپ کو انسانی تاریخ کے تمام مذہبی داعیوں اور رسولوں کا خاتم اور اپنے تعلیم کو سارے جہاں کے مذہبی ذخیروں کے صحیح عناصر کا خلاصہ اور سب کی تکمیل کرنے والا قرار دیتا تھا وہی سب سے پہلی بڑی اور دینی

---

(۱) بخاری: باب کراء الأرض بالذهب والفضة، حدیث: ۲۳۴۸

ہستی ﷺ اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے اور پُرنم آنکھوں کے ساتھ اپنے خدا کے سامنے اپنے امت کو پیش کرتے ہوئے التجا کرتا ہے:

اَللّٰھُمَّ إِنَّھُمْ حُفَاۃٌ فَاحْمِلْھُمْ ، أَللّٰھُمَّ إِنَّھُمْ عُرَاۃٌ فَاکْسِھِمْ ، اَللّٰھُمَّ إِنَّھُمْ جِیَاعٌ فَاَشْبِعْھُمْ (۱)	پروردگار! یہ لوگ پیادہ ہیں (یعنی سواری نہیں رکھتے) انہیں سوار کیجئے، پروردگار! یہ لوگ ننگے ہیں، انہیں پہنائیے، پروردگار! یہ لوگ بھوکے ہیں، انہیں سیر کیجئے۔

مسلمانوں کی معاشی پریشانی سے پیغمبر کا پریشان ہونا:

پیغمبر علیہ السلام کے سامنے کچھ لوگ اسی لباس میں جس میں بعض مذاہب کے ماننے والوں کا رہنا مذہبی برتری کی دلیل ہے یعنی کمبل بدن پر ڈالے ننگے پاؤں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کمبل پوشوں پر سرور کائنات ﷺ کی نظر مبارک کا پڑنا تھا کہ:

فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (۲)	چہرۂ اقدس اداس پڑ گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ معاً ان لوگوں کے اس حال کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ اندر زنانہ میں تشریف لے گئے (غالبا کوئی چیز نہ ملی) پھر باہر تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلوا کر ارشاد ہوا کہ مسلمانوں کو جمع کرو، لوگ جمع ہوئے، ان غریبوں کی امداد پر لوگوں کو آمادہ کیا اور کافی امدادی سرمایہ جمع ہوگیا جو ان کے حوالے کر دیا گیا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی راوی ہیں کہ وہی چہرۂ مبارک جو اب تک ان غریبوں کے دیکھنے کے بعد اداس پڑ گیا تھا:

فَرَاَیْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ	پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے

---

(۱) أبوداود: باب فی نفل السریة تخرج من العسکر، حدیث:۲۷۴۹، محقق البانی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

(۲) مسلم: باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة، حدیث:۱۰۱۷

يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذَهَّبَةٌ (۱) چہرہ کو دیکھا کہ سونے کی طرح دمک رہا ہے۔

چہرہ مبارک سونے کی طرح چمکنے لگا، محض اس لئے کہ کچھ لوگ معاشی پریشانیوں میں مبتلا تھے، ان کی یہ پریشانیاں اس تدبیر سے دور ہوگئیں، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ انسانی زندگی کا یہ پہلو جس کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ مذہب میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، نبی الانبیاء خاتم الرسل ﷺ کے احساساتِ طیبہ اسی پہلو کے متعلق کتنے عمیق اور گہرے تھے۔

اپنی آپ مدد پر لوگوں کو آمادہ کرنا:

اور یہ طریقہ اس قسم کے لوگوں کی امداد دوسروں سے کرائی، واقعہ یہ ہے کہ یہ خاص فوری ضرورتوں کے موقعہ پر کبھی کبھی یہ تدبیر بھی اختیار کی جاتی تھی، ورنہ اس احساس کے ساتھ ساتھ جس کا سراغ مذکورہ واقعہ میں ملتا ہے، سرور کائنات ﷺ کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ بجائے دوسروں کے خود صاحبِ ضرورت کو آپ آمادہ فرماتے کہ اپنی دشواریوں کو وہ اپنی انہی توانائیوں کے ذریعہ حل کرے جو قدرت نے آدمی میں اسی لئے پیدا فرمائی ہیں، احادیث میں اس مشہور واقعہ کا ذکر آتا ہے کہ ایک صاحب حضور اقدس ﷺ کے پاس آئے، اور کچھ امداد طلب کی، وہی جو ابھی ایک جماعت کو کافی امداد دوسروں سے دلا چکا تھا، ایک شخصی ضرورت کے متعلق جو طرزِ عمل اختیار فرمایا جاتا ہے سننے کے قابل ہے، یعنی آنحضرت ﷺ نے ان کو نہ اپنے پاس سے کچھ دیا اور نہ دوسروں کو ترغیب دی، بلکہ ضرورت مند صاحب کو فرماتے ہیں کہ تمہارے پاس آخر کوئی چیز ہے؟ وہ بیچارے اتنے غریب اور نادار تھے کہ جواب میں انہوں نے عرض کیا، میرے پاس صرف ایک ٹاٹ ہے جس کے ایک حصہ کو اوڑھتا ہوں اور دوسرے کو بچھاتا ہوں اور اس کے سوا ایک پیالہ بھی ہے جس سے میں پانی پیتا ہوں، ظاہر ہے کہ افلاس اور ناداری کی یہ انتہا ہے؛ لیکن جو معاشی قوتوں کو ابھارنے اور ان کی قیمت پیدا کرنے کے لئے بھی پیدا ہوا تھا،

---

(۱) حوالہ سابق

اللہ کے وہی رسول ﷺ اس کو حکم دیتے ہیں کہ جاؤ اسی پیالے اور ٹاٹ کو لے آؤ جو دنیا کو اس کی آخری کتاب دینے آیا تھا، اگر ایک طرف اس کے ایک ہاتھ میں وہی کتاب تھی تو اسی دستِ مبارک میں آنکھوں نے دیکھا کہ غریب حاجت مند کا ٹاٹ و پیالہ ہے اور ٹھیک جیسے ہراج (نیلام) کرنے والے پکارتے ہیں: ”مَنْ یَّشْتَرِیْ ھٰذَیْنِ“ ان دونوں کو کون مول لیتا ہے؟

کی صدا کانوں کو اسی دہنِ مبارک سے آرہی تھی جو قیامت تک پیدا ہونے والی نسل آدم کو ”بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةُ“ کی بشارت سناتا رہا، ایک صاحب نے کہا: ” آنَا اٰخِذُھُمَا بِدِرْھَمٍ“ میں اسے ایک درہم میں لیتا ہوں، نیلام کرنے والے ﷺ نے پھر حاضرین کو مخاطب کیا: ”مَنْ یَّزِیْدُ عَلٰی دِرْھَمٍ“ ایک درم پر اضافہ کون کرتا ہے؟ کے فقرے کے ساتھ قیمت کے اضافہ پر توجہ دلائی، بالآخر دو درہم پر بولی ختم ہوگئی، خریدار کو ٹاٹ اور پیالہ دیا گیا اور دو درہم جو قیمت میں وصول ہوئے تھے، دونوں کو حاجت مند انصاری کے حوالے کر کے ارشاد ہوا:

اِشْتَرِ بِهٰذَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلٰى أَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْآخَرِ قَدُوْمًا فَأْتِنِيْ بِهِ (۱)	اس سے ایک اناج مول لینا، پھر اسے اپنے گھر والوں کے پاس ڈال آؤ، اور اس درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ جو روایت کے راوی ہیں ان کا بیان ہے کہ حاجت مند انصاری نے یہی کیا، اور کلہاڑی خرید کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کی، سب دیکھ رہے تھے جو بکھری ہوئی انسانیت کو خدا سے ملانے آیا تھا، وہی ﷺ ”شَدَّ عُوْدًا بِیَدِہٖ“ ایک لکڑی اپنے دستِ مبارک سے ٹھونکی، لکڑی ٹھونک کر کلہاڑی انصاری کے حوالہ

---

(۱) ابوداؤد: باب ما تجوز فيه المسألة، حدیث: ۱۶۴۱، علامہ منذری فرماتے ہیں: اس کو ابوداؤد، بیہقی نے روایت کیا ہے اور ترمذی اور نسائی نے پیالے کے بیچنے کے اس قصہ کو نقل کیا ہے اور ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

کی گئی اور اس کے بعد تاکیداً حکم دیا گیا" اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا" جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لاؤ اور بیچو اور میں تمہیں پندرہ روز تک نہ دیکھوں۔ وہ چلے گئے، پندرہ دن کے بعد جب خدمتِ مبارک میں حاضر ہوتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ حضور ان پندرہ دنوں میں دس درہم آمدنی ہوئی جس میں سے چند درہم کے تو کپڑے خریدے گئے اور چند درہم کا طعام (غلہ) مول لیا گیا، مفلس کے افلاس کا ازالہ جس کے مبارک چہرے کو کندن کی طرح چمکا دیتا تھا، انصاری کی یہ رپورٹ سن کر انہی کو مخاطب کر کے فرمانے لگے:

هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ وَالْمَسْأَلَةُ نُكْتَةٌ فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱)	یہ بھلا ہے تمہارے لئے اس بات سے کہ تم قیامت میں اس حال میں آؤ کہ بھیک (سوال) تمہارے چہرے میں داغ بنا ہوا ہو۔

جن ذاتی دلچسپیوں کے ساتھ حصولِ معاش کی سوئی ہوئی قوتوں کو بیدار کرنے کا نمونہ اس اسوۂ حسنہ نبویہ میں مل رہا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نگاہ میں اس کی کتنی اہمیت تھی، انصاری سے جو آخری فقرہ فرمایا گیا، اس میں کلی طور پر آپ ﷺ نے گداگری کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے یہ اسلام کا ایک مستقل قانونی باب ہے۔

(اسلامی معاشیات، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی)

سرمایہ کتنا ہو؟

اس حدیث میں بہت سے تربیتی پہلو ہیں، جس تنگ دستی کی حالت میں وہ صحابی حاضر ہوئے تھے، اتنے تنگ دست شاید ہم میں سے کوئی ہوں، اس حالت میں بھی نبی پاک ﷺ نے انہیں خودداری اور خود کفیل ہونے کی ترکیب بتائی وہ برتن اور ٹاٹ بھی کتنا معمولی ہوگا کہ نبی پاک ﷺ کے ترغیب دلانے پر بھی اور ان صحابی کی اس درجہ ناداری کے باوجود صحابہ اپنی تمام انسانی ہمدردیوں کے ساتھ دو درہم سے زیادہ قیمت نہ لگا سکے، تجارت شروع

---

(۱) حوالہ سابق

کرنے کے لئے لاکھوں کا سرمایہ، دسیوں گزوں کی جگہ، یا مہنگی مشنریوں کا ہونا ضروری نہیں، یا جو پیشہ اختیار کیا جا رہا ہے، ظالم سماج کی نگاہوں میں اس کا معزز سمجھا جانا بھی ضروری نہیں، پہلے ہی دن آمدنی کی مقدار بہت زیادہ ہونے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے، بے حساب قرضوں کا بوجھ لے کر دوکان میں بیٹھے گا تو ذہنی یکسوئی کہاں ہوگی؟ آج ہمارا نوجوان سوال کرنے کی، باپ پر بوجھ بنے رہنے کی، بڑے بھائی کے لئے دردِ سر ہونے کے لئے تیار ہے، بیمار ماں کو دوائی کے پیسے کے لئے پیر رگڑتا ہوا دیکھ رہا ہے، بہن بوڑھی ہو رہی ہے، نکاح کا انتظام نہیں، نوجوان کی جوانی داغ دار اور صحت برباد ہو رہی ہے، لیکن وہ حلال پیشہ اختیار کرنا نہیں چاہتا، اگر اسے وہ مشورہ دیا جائے جو نبی پاک ﷺ نے ان صحابی کو دیا تھا، تو ہماری روح اسے باعثِ عار سمجھے گی، اونچی اونچی ڈگریاں رکھ کر بھی اپنی پسند کی نوکری، اپنی چاہت کے ملک کی ملازمت، تلاش کرتے ہوئے مہینوں، سالوں بے روزگار رہنے کے لئے تیار ہے، پھر اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے کس دیانت داری سے پڑھا ہے؟ وہ اپنے فن کا کتنا ماہر ہے؟ امتحانات میں کتنی خیانت کی؟ اساتذہ سے کتنی بدتمیزیاں ہوئیں؟ اسکول اور کالج کے انتظامیہ کا کتنا مالی نقصان کیا؟ ماں باپ کی دعاؤں کا بھی سہارا نہیں، نوجوانانِ قوم کے پاس نہ ہی اخلاق وصفات ہیں اور نہ ہی فن و ہنر، نکاح کرا دیا بھی جائے تو سسرال کی روٹیوں پر نظر رہتی ہے، جو قوم خود بے غیرت ہو چکی ہو حکومت کی اسکیمیں اس کا کچھ بھلا نہیں کر سکتیں، اور جو قوم خوددار ہو کسی حکومت کی سازش سے اسے نقصان نہیں پہنچتا۔

معاشی سہولتوں کے لئے ایک فرض نماز کی فرضیت ساقط کی گئی:

لوگ غور نہیں کرتے ورنہ سچ یہ ہے کہ سورہ مزمل میں تہجد کی نماز کی فرضیت کا قانون جب عام مسلمانوں سے اٹھا لیا گیا تو اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حق تعالیٰ نے ارشاد فرماتا ہے:

عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ	جان چکا ہے اللہ کہ تم میں کچھ
مَّرْضٰى وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى	لوگ بیمار پڑ جائیں گے اور دوسرے
الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ	(مسلمان) زمین پر چلتے پھرتے

اللہ (۱)	رہیں گے، اللہ کے فضل کو ڈھونڈتے ہوئے۔

جس کا یہی مطلب ہے اگر شب بیداری سب پر فرض کر دی جائے، تو فضل اللہ کے ابتغاء یعنی تلاشِ معاش کے فریضے سے کچھ لوگ محروم ہو جائیں گے، اسلام نے نماز کے فریضہ کا اٹھالینا گوارا کیا، لیکن تلاشِ معاش کے فریضہ سے لوگوں کو روکنا پسند نہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اسلامی نقطہ نظر کے سب سے بڑے شارح ہیں، مختلف کتابوں میں آپ کا یہ واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ آپ مسجد میں تشریف لائے اور دیکھا کہ مجمع کو مخاطب کر کے ایک شخص کہہ رہا ہے:

’’جہاد کی تیاری میں میری کوئی مدد کرسکتا ہے؟‘‘

کون نہیں جانتا کہ جہاد کا شمار اسلامی شریعت کی ان ہی عبادتوں میں ہے جو خدا کی طرف سے مسلمانوں پر فرض کی گئی ہیں، اسی اسلامی عبادت میں مشغول ہونے کے لئے سائل مسلمانوں سے امداد طلب کر رہا تھا، لیکن سنتے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیا کرتے ہیں، راوی کا بیان ہے کہ آگے بڑھتے ہیں اور صدا لگانے والے کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور مجمع کو مخاطب کر کے صدا لگاتے ہیں۔ ’’مَنْ يَّسْتَأْجِرُ مِنِّیْ يَعْمَلُ أَرْضَهُ ‘‘ کون اس کو میری طرف سے اپنی زمین میں کام کرنے کے لئے نوکر رکھتا ہے‘‘ ایک صاحب نے عرض کیا مجھے ضرورت ہے، پھر اس کو تنخواہ مقرر کر کے نوکر رکھواتے ہیں، پھر کچھ دنوں کے بعد اس کے متعلق دریافت کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تنخواہ سے کافی سرمایہ جمع کر لیا ہے، اس کو بلانے پر وہ بھری ہوئی تھیلی لے کر حاضر خدمت ہوتا ہے:

خُذْ هَـذِهِ فَـإِنْ شِئْتَ فَالآنَ أَغْزُوْ إِنْ شِئْتَ فَاجْلِسْ (۲)	اس کو لے لو، پھر آپ جی چاہے تو جہاد کرو یا جی چاہے تو (گھر) بیٹھو۔

---

(۱) المزمل: ۲۰

(۲) شعب الإيمان، الثالث عشر من شعب الإيمان، وهو باب التوكل، حديث: ۱۲۱۸، (اسلامی معاشیات، مولانا مناظر احسن گیلانی)

قربِ قیامت میں بھی معاشی کاروبار ترک نہ کرے

معاشی کاروبار میں مشغولیت پر اسلام کا کتنا زور ہے، وہ اس کی اہمیت پر کس حد تک اصرار کرنا چاہتا ہے، اس کا اندازہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس مشہور حدیث سے بھی ہو سکتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے روایت فرمائی ہیں

إِنْ قَامَتِ السَّاعَةُ وَفِى يَدِ أَحَدِكُم فَسِيلَةٌ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا تَقُومَ حَتّٰى يَغْرُسَهَا فَيَغْرُسْهَا(۱)	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر قیامت ہو جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی پودا ہو، اگر اس کے بس میں ہو کہ کھڑا نہ ہو جب تک کہ اس کو بوئے تو چاہیئے کہ اس پودے کو بودے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا (۲)	اٹھا کر کھڑا کیا تمہیں زمین سے اور آبادی کرائی تم سے اس زمین میں۔

اس آیت کی تشریح میں جصاص فرماتے ہیں:

وَفِيهِ الدَّلَالَةُ عَلٰى وُجُوبِ عِمَارَةِ الْأَرْضِ لِلزِّرَاعَةِ وَ الْغِرَاسِ وَالْأَبْنِيَةِ(۳)	یہ آیت بتاتی ہے کہ زمین کا آباد کرنا، کھیتی، باغبانی اور تعمیر کے ذریعہ سے واجب ہے۔

---

(۱) الأدب المفرد: باب اصطناع المال، حدیث: ۴۷۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثبت اور ثقہ ہیں مجمع الزوائد: باب الکسب والتجارۃ ومحبتها والحث علي طلب الرزق، حدیث: ۶۲۳۶

(۲) هود: ۶۱

(۳) أحكام القرآن للجصاص: مطلب فی أن تعلم العلم أفضل أم الجهاد: ۲۱۳/۳، دار الكتب العلمية، بيروت

جس کا یہی مطلب ہے کہ زمین عمارت (آبادی) خواہ بہ شکل الزراعۃ (کھیتی) یا بشکل (باغبانی) یا بصورت الابنیہ (تعمیرات) ہو، قرآن کی مذکورہ بالا آیت کی بنیاد علامہ جصاص کے نزدیک جائز یا سنت ہی نہیں، واجب اور فرض ہے، گویا اس شغل کی حیثیت وہی ہے جو نماز روزہ وحج وزکوۃ کی ہے، میں نہیں سمجھتا کہ عربی زبان کے طرز خطاب سے جو واقف ہے، وہ الجصاص کے اس استدلال میں کوئی کمزوری نکال سکتا ہے؟ خصوصا جب ہم تک ایک دو نہیں بلکہ تقریبا مشہور و مستفیض روایتوں کی شکل میں آنحضرت ﷺ کی وہ حدیثیں ہیں، جن میں آپ نے صرف اسی کاشتکاری اور باغبانی کو نہیں جس سے کاشت کرنے والے یا باغ لگانے والے کو ہی نفع پہنچے، بلکہ اس میں بھی جس سے وہ نفع گیر نہ ہوا ہو، اس کے متعلق بھی مختلف پیرایوں میں حضور اکرم ﷺ اخروی ثواب کی بشارت سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَزْرَعُ زَرْعًا أَوْ يَغْرِسُ غَرْسًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ (۱)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کوئی مسلمان ایسا نہیں جس نے کھیتی کی ہو یا درخت لگایا ہو پھر اس کھیتی یا درخت سے پرند یا آدمی یا جانور کھائے وہ اس کی طرف سے صدقہ ہوگا۔

وجہ ظاہر ہے کہ اس کھیت یا باغ لگانے والوں کو اگر نفع نہ پہنچا تو کیا ہوا اس نے تو اپنا فرض ادا کیا اور جس نے خدا کے عائد کئے ہوئے فرض کو ادا کیا وہ ثواب کا مستحق نہ ہوگا تو اور کون ہوگا؟ اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے ادھر بھی اشارہ فرمایا کہ کاشتکار اور باغبان نے خدا کی دی ہوئی قوتوں سے کام لے کر اس چیز کو جو معدوم تھی وجود کے لباس میں جلوہ گر ہونے کا موقع عنایت کیا، اس سے اگر فرد کو نفع اٹھانے کا موقع نہ ملا تو جماعت کی خدمت کا فرض تو وہ بجالایا اور جماعت ہی نہیں خدا کی دوسری زندہ مخلوق مثلا

---

(۱) بخاری: باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه، حديث: ۲۱۹۵

پرند یا بہیمہ (چوپائے) اگر اس سے مستفید ہوئے تو قصداً نہ سہی، ضمناً اپنے وجود اور اپنی توانائیوں کو اس نے مفید ثابت کیا۔ (۱)

آثار سلف:

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! حلال کمائی کے ذریعے فقر ومحتاجی سے بری ہو جاؤ، چونکہ جو شخص فقیر اور محتاج ہوتا ہے تو وہ تین طرح کی چیزوں سے دوچار ہوتا ہے: اس کے دین میں کمزوری آتی ہے (چونکہ فقر ومحتاجگی اس کو ان امور کے ارتکاب پر آمادہ کرتی ہے جو اس کے دین کو کمزور کردے)، اس کی عقل کمزور ہو جاتی ہے (کیوں کہ اس پر ہر وقت ہموم وغموم طاری رہتے ہیں)، اس کی مروت اور خودداری چلی جاتی ہے، ان تینوں چیزوں سے بڑھ کر یہ کہ لوگ اس کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ”اِسۡتِخۡفَافُ النَّاسِ بِہٖ“۔ (۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”تم میں سے کوئی شخص طلب رزق سے نہ رہ جائے؛ کیوں کہ آسمان سونا اور چاندی نہیں برساتا

”لَا تُمۡطِرُ ذَھَبًا وَلَا فِضَّۃً“ (۳)

مطلب یہ ہے کہ آسمان تو پانی برساتا ہے جو زمین میں اکٹھا ہوتا ہے اس سے پودے اگتے ہیں، پکتے ہیں جن کی کٹائی ہوتی ہے، اس کو کھلیان میں جمع کیا جاتا ہے، اس کو سونا چاندی کے عوض فروخت کیا جاتا ہے۔ ان تمام امور میں محنت وجدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ میں کسی شخص کو خالی دیکھوں نہ وہ اپنے دنیا کے معاملہ میں اور نہ آخرت کے معاملہ میں لگا ہوا ہو۔

---

(۱) اسلامی معاشیات، حضرت مولا مناظر احسن گیلانی: ۱۷، دارالاشاعت کراچی

(۲) إحیاء علوم الدین للغزالی: باب الأول فی فضل الکسب والحث علیہ: ۶۲/۲

(۳) إحیاء علوم الدین للغزالی: باب الأول فی فضل الکسب والحث علیہ: ۶۲/۲

أَنْ أَرَي الرَّجُلَ فَارِغًا لَا فِيْ أَمْرِ دُنْيَاهُ وَلَا فِيْ أَمْرِ آخِرَتِهِ"(١)

اوزاعی سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ اپنی گردن پر لکڑی کا گٹھر اٹھائے ہوتے تو ان سے فرمایا: اے ابو اسحاق یہ کب تک؟ تمہارے بھائی اس کے لئے کافی ہیں، انہوں نے فرمایا: مجھے اس معاملہ میں چھوڑے رکھئے ابو عمرو، مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ

أَنَّهُ مَنْ وَقَفَ مَوْقِفَ مَذَلَّةٍ فِيْ طَلَبِ الْحَلَالِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ (٢)	جو شخص طلب حلال کے لئے ذلت برداشت کرتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

☆ سلیمان دارانی کہتے ہیں: یہ عبادت نہیں ہے کہ تم صف بستہ عبادت کے لئے کھڑے ہو اور دوسرا تمہاری روزی کا انتظام کرے؛ لیکن اپنی روٹی سے شروعات کرو ان کو اکٹھا کرنے کے بعد عبادت کرو:

"وَلٰكِنْ اِبْدَأْ بِرَغِيْفَيْكَ فَاحْرُزْهُمَا ثُمَّ تَعْبُدْ"(٣)

☆ ابوبکر المروزی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ (امام احمد بن حنبل) کو ایک شخص سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ "إِنِّيْ فِيْ كِفَايَةٍ" (مجھے آسودگی اور فراغ حاصل ہے) تو انہوں نے فرمایا:

اِلْزَمِ السُّوْقَ تَصِلُ بِهِ الرَّحِمَ وَتَعُوْدَ بِهِ (٤)	بازار کو لازم پکڑو اور اس سے صلہ رحمی اور مریضوں کی عیادت کرو۔

---

(١) المعجم الكبير، عبد الله بن مسعود يكنى ابا عبد الله، حديث: ٨٥٣٨، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی کا نام بیان نہیں کیا گیا، اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب الكسب والتجارة ومحبتها والحث علي طلب الرزق، حديث: ٦٢٣٥

(٢) إحياء علوم الدين للغزالي: باب الأول في فضل الكسب والحث عليه: ٦٣/٢

(٣) حلية الأولياء، ابو سليمان الدارني، ٢٦٤/٩، دار الكتاب العربي، بيروت

(٤) الحث على التجارة والصناعة: ٢٣، دار البشائر الإسلامية، بيروت

☆ ابوبکر المروزی کہتے ہیں کہ: میں نے ابوعبداللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا، میں نے ان کو یعنی اپنے لڑکے کو حکم دیا ہے وہ بازار جائے اور تجارت کرے، اور فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ (۱)	آدمی کی بہترین کمائی اس کی کسب ومحنت ہے۔

☆ علی بن جعفر کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب کا گذر امام احمد بن حنبل کے پاس سے ہوا اور میں ان کے ساتھ تھا تو انہوں نے فرمایا: اے ابوعبداللہ! یہ میرا لڑکا ہے، اس کے لئے دعا کیجئے تو فرمایا: "أَلْزِمْهُ السُّوقَ وَجَنِّبْهُ أَقْرَانَهُ" (اس کو بازار (تجارت کے لئے) بھیجئے اور برے دوستوں سے دور رکھوائیے۔(۲)

☆ ابویحیٰ الناقد کہتے ہیں کہ: میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا، میں نے کہا: میں نوکری اور اجرت پر کام کرتا ہوں اور میرے والدین چاہتے ہیں کہ میں اپنی دوکان کروں، تو آپ نے فرمایا: دکان کرو: "تَكُونُ جِنَازَةٌ، يَكُونُ مَرِيضٌ" (یعنی اپنی تجارت سے جنازہ میں شرکت اور مریض کی تیمارداری کا موقع مل سکے گا) میں نے یہ تو کہا: یہ تو نہایت شاق اور مشکل کام ہے اور شریک بھی صحیح ذمہ داری ادا نہیں کرے گا، تو فرمایا: تو اس کو پابند بنا، زکریا بن یحیٰ کہتے ہیں کہ: بہرحال وہ عمل اور تجارت پر ابھارنا چاہتے تھے۔

☆ جصاصؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے کہا: درہم چار قسم کے ہیں: ایک تو وہ درہم جو غلہ اور اناج کی تجارت سے حاصل ہو، دوسرے وہ درہم جو کسی کی طرف سے ہدیہ ہو، تیسرا وہ درہم جو تعلیم کی اجرت کے طور پر ہو اور ایک بغداد کے غلہ کا درہم، امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا:

---

(۱) ابوداؤد: ، كتاب البيوع، باب الرجل يأكل من مال ولده، حدیث: ۳۵۲۸، محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(۲) الحث على التجارة والصناعة: ۴۲، دار البشائر الإسلامية ، بيروت۔

أَحَبُّهَا إِلَـیَّ مِـنُ تِـجَـارَة بَرَّةٍ وَأَكْـرَهُهَـا عِـنُدِیُ الَّذِیُ مِنُ صِلَةِ الإِخُوَانِ (۱)

میرے یہاں سب سے اچھا غلہ کی تجارت سے حاصل ہونے والا درہم ہے اوراور سب سے برا ہے وہ جو لوگ تم پر بھلائی کرتے ہوئے دیں) رہی تعلیم کی اجرت تو وہ تمہیں اسے ضرورت کے موقع سے ملے، بغداد کا غلہ تو تم اس کی کیفیت کے متعلق جانتے ہو (بغداد کے غلہ اور اس کی زمین اس کے دار غصب ہونے کی وجہ سے قابل بحث ہے)۔

☆ ابن شعبہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ادہمؒ سے کہا: میں اپنے آپ کو بازار میں بطور اجرت پیش کرتا ہوں، اور میری جماعت سے نماز چھوٹ جاتی ہے، فرمایا: تم اپنے آپ کو معین مدت کے اجرت پر پیش کرو اور لوگوں سے مستغنی ہو جاؤ اور پانچوں نمازوں کو وقت پر ادا کرو۔

☆ شعیب کہتے ہیں کہ: میں نے سفیان ثوریؒ سے کہا: آپ اس دھوبی کے متعلق کیا کہتے ہیں کہ جب وہ ایک درہم کی کمائی کرتا ہے تو اسے اور اس کے اہل وعیال کو روزی حاصل ہوتی ہے اور اسے جماعت سے نماز نہیں مل پاتی، اگر وہ چار دوانیق کی کمائی کرتا ہے تو اس کو جماعت سے نماز مل جاتی ہے مگر چار دوانیق میں اس کے اہل وعیال کی روزی روٹی کا نظم نہیں ہوسکتا، تو اس کے لئے افضل اور بہتر کیا ہے، فرمایا:

یَكْسِبُ الدِّرْهَمَ وَيُصَلِّی

اس کا تنہا نماز پڑھنا اور ایک درہم

---

(۱) حوالہ سابق

وَحْدَهُ أَفْضَلُ کمائی کرنا بہتر ہے۔

☆ سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے "اَلْمَالُ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ سِلَاحٌ" (مال اس زمانہ میں ہتھیار ہے)۔

☆ ابوالفتح کہتے ہیں: سفیانؒ نے ان لوگوں کی مذمت کی جو کام کرنے کے قائل نہیں، فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان کو سوال کرتے ہوئے دیکھا تو اس کو اپنے پاس اجرت پر رکھ لیا:

"وَرَأَي اَبُوْبَكْرٍ يَعْنِیْ الصِّدِّيْقُ، شَابًّا يَسْأَلُ فَوَاجَرَهُ نَفْسَهُ"۔

☆ محمد بن ثور کہتے ہیں کہ: سفیان ثوریؒ کا ہمارے پاس سے گذر ہوا ہم مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے تھے، تو فرمایا: کیوں بیٹھے ہو؟ ہم نے کہا: ہم کیا کریں؟ فرمایا: اللہ کے رزق کو تلاش کرو، لوگوں پر بوجھ نہ بنو:

"اُطْلُبُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَلَا تَكُوْنُوْا عِيَالًا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ"۔

☆ شعیب بن حرب کہتے ہیں کہ: پیسے کو حقیر نہ جانو جس کی کمائی اللہ کی اطاعت کے لئے ہو، پیسہ مقصود و مطلوب نہیں ہوتا، طاعت مراد و مطلوب ہوتی ہے، اس سے تم ہوسکتا ہے سبزی خرید کرو اور وہ تمہارے پیٹ میں جانے سے پہلے تمہاری مغفرت ہو جائے:

"عَسَى أَنْ تَشْتَرِیْ بِهِ بَقْلًا فَلَا يَسْتَقِرُّ فِیْ جَوْفِكَ حَتّٰى يُغْفَرُ لَكَ"۔

☆ علی بن بکار کہتے ہیں کہ: ابراہیم بن ادہمؒ اپنے کو اجرت پر پیش کرتے تھے، سلیمان الخواص کھیت کھلیان چنتے تھے، اور حذیفہ یہ اینٹ بناتے تھے (یعنی یہ لوگ اتنے بڑے اللہ والے ہونے کے باوجود سوال سے اور دوسروں پر بوجھ بننے سے بچنے کے لئے یہ سب کام کیا کرتے تھے)۔

- ☆ بقیہ کہتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہمؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب ان سے یہ کہا جاتا کہ: آپ کیسے ہیں؟ تو فرماتے: اس وقت تک بخیر ہوں جب تک میری ذمہ داری اور بوجھ کوئی دوسرا نہ اٹھائے۔
- ☆ ابراہیم بن ادہمؒ نے اپنے مصاحبوں سے کہا: اگر تم کوئی پیشہ اختیار کئے ہو تو اس کو ترک نہ کرو، چونکہ جب تک تم اس پیشہ میں ہو تو مشغول ہو اور جب کوئی پیشہ اختیار نہ کرو گے تو بیکار مشہور ہو گے "إِذَا احْتَرَفْتَ اِشْتَغَلْتَ وَإِذَا لَمْ تَحْتَرِفْ عُرِفْتَ"۔ (اور اس میں تمہاری اہانت اور ذلت ہے)۔
- ☆ ابو یوسف الغسولی کہتے ہیں: میں نے بعض مشائخ کو یہ کہتے ہوئے سنا: مجھے سال میں بارہ درہم کافی ہوتے ہیں، ہر مہینے میں ایک درہم، میں کام پر آمادہ ان قرّاء کی زبانوں کی وجہ سے ہوتا ہوں، یہ کہتے ہیں کہ "أَبُوْ يُوْسُفَ مِنْ أَيْنَ يَأْكُلُ" یہ ابو یوسف کہاں سے کھاتا ہے؟ (تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں بے روزگار ہوں)
- ☆ اسحاق بن داؤد کہتے ہیں کہ: میں نے حسن بن ربیع کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں ایک قیراط کمالوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ کوئی مجھے بطور احسان اور بھلائی کے دس درہم دے۔
- ☆ محمد بن مقاتل کہتے ہیں کہ: آدمی کو چاہئے کہ یہ دیکھے کہ آدمی اپنی روٹی کہاں سے حاصل کرتا ہے؟ اس کے درہم کہاں سے حاصل ہوتے ہیں؟ سفیان کہتے ہیں کہ: بہادروں کا سا کام کرو یعنی کسبِ حلال حاصل کرو:

  "اِعْمَلْ عَمَلَ الْأَبْطَالِ يَعْنِيْ كَسْبَ الْحَلَالِ"۔
- ☆ حسن بصریؒ سے مروی ہے: دو کھانے اچھے ہوتے ہیں، ایک تو اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھانا اور دوسرے اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔
- ☆ حضرت مجاہد سے اللہ عزوجل کے ارشاد کے متعلق منقول ہے "كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ" (۱) کھاؤ پاکیزہ رزق میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا

---

(۱) سورة البقرة: ۱۷۲

ہے، اس سے تجارت مراد ہے۔

☆ سعید بن مسیّبؒ فرماتے ہیں کہ: اس شخص میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں جو اس مال کو حاصل نہیں کرتا جس سے قرض کی ادائیگی کی جا سکے، اپنی عزت کو محفوظ رکھا جا سکے اپنے حقوق کی ادائیگی کر سکے اور اگر وہ مر جائے تو اس کو اپنے بعد کے لئے بطورِ میراث چھوڑ جائے:

"يَقْضِي بِهِ دَيْنَهُ، وَيَصُوْنُ بِهِ عِرْضَهُ، وَيَقْضِي بِهِ ذَمَامَةً"۔

☆ سعید بن مسیّبؒ کہتے ہیں کہ: انہوں نے چند دینار چھوڑے اور فرمانے لگے: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے مال صرف اس لئے جمع کیا تھا کہ اس سے اپنے دین، حسب ونسب کی حفاظت کر سکوں، اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو مال جمع نہیں کرتا کہ جس سے قرض ادا کیا جا سکے، اور اپنی آبرو کی حفاظت کی جا سکے:

"لَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَجْمَعُ الْمَالَ فَيَقْضِي دَيْنَهُ، وَيَكُفُّ بِهِ وَجْهَهُ"۔

☆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عمرو! اپنے کپڑے اور اپنے ہتھیار تیار رکھو اور میرے پاس آؤ، کہتے ہیں کہ: میں نے اپنے کپڑے اور تلوار لئے، ان کو لے کر آیا تو آپ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے پایا، نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا اور فرمانے لگے: "فَيُسَلِّمُكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَيُغَنِّمُكَ" اللہ عزوجل تم کو صحیح سالم اور مال غنیمت سے مالا مال رکھے، میں تم کو ایک مہم پر بھیجنے والا ہوں، میں تمہارے اندر مال کی نیک خواہش دیکھتا ہوں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں مال کی رغبت میں مسلمان نہیں ہوا، میں نے اسلام جہاد اور آپ کی صحبت کے لئے قبول کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! بہترین مال بہترین مرد کے لئے "نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ" (۱)

---

(۱) مسند احمد: حديث عمرو ابن العاص، ۱۷۷۹۸، ہیثمی کہتے ہیں کہ: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

☆ اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے ”كَانَ دَاوُدُ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ“ (۱)

☆ قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں: ہم یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ سچا امانت دار تاجران سات لوگوں میں ہوگا جو قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوں گے:

”مَعَ السَّبْعَةِ الَّذِينَ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“۔

☆ حضرت داؤد علیہ السلام منبر پر لوگوں میں خطبہ دیتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کھجور کے پتوں سے ٹوکریاں وغیرہ بناتے تھے، پھر اسے دے کر اسے بیچنے والے کو بھیجتے اور اس کی کمائی سے کھاتے:” ثُمَّ يَبْعَثُ مَنْ يَبِيعُهُ وَيَأْكُلُ مِنْ ثَمَنِهِ“

☆ سلیمان بن داؤد علیہ السلام بھی کھجور کے پتوں سے ٹوکریاں وغیرہ بناتے اور جو کی روٹی کھاتے ” وَيَأْكُلُ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ“۔

☆ کعبِ احبار کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام بڑے نیک آدمی تھے، اللہ کی عبادت کرتے، روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے، یہ درزی تھے اپنی کمائی میں سے اپنے رزق سے جو بچ جاتا اسے صدقہ کر دیتے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے: ” كَانَ زَكَرِيَّا نَجَّارًا“ (۲)

☆ سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام درزی تھے ”أَنَّ لُقْمَانَ كَانَ خَيَّاطًا“(۳)

---

(۱) بخاری: ، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، حدیث:۱۹۶۴

(۲) ابن ماجۃ : باب الصناعات، حدیث:۲۱۵۰،محقق شعیب الارنوط نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۳) الزھد لابن حنبل، زھد لقمان علیہ السلام:۴۹/۱،دارالریان للتراث،مصر

☆ ابوعبداللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو جنگل میں بغیر توشہ کے جاتا ہے، تو انہوں نے اس کا سختی سے رد کیا اور کہا: اف اف، نہیں، نہیں، اپنی آواز بلند کیا، توشہ، ساتھیوں اور قافلہ کے ساتھ جانا چاہئے۔

☆ حضرت مجاہد سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: وہ یہ چاہتے تھے کہ حج کریں؛ لیکن زادوتوشہ نہ ہو، تو ان کو توشہ کے سلسلہ میں رخصت کا حکم دیا گیا یا پابند کیا گیا، اللہ عزوجل کا ارشاد نازل ہوا:

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (۱)

☆ ابوبکر مزوری کہتے ہیں کہ: میں نے ابوعبداللہ سے کہا، یہ متوکلین ہیں جو نہ تجارت کرتے ہیں اور نہ کام کرتے ہیں، یہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قرآن کی سورت پڑھانے کے بدلے نکاح کروایا، کہتے ہیں کہ: میں کہتا ہوں، ہم بیٹھے رہتے ہیں اور ہمارا رزق اللہ کے حوالہ ہے، فرماتے ہیں کہ: یہ بیکار بات ہے، اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

'إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ' (۲)

یہ خرید وفروخت کیا ہے؟۔

☆ عبداللہ بن یسر المازنی کہتے ہیں کہ: جب وہ جمعہ کی نماز پڑھتے تو بازار جاتے اس آیت کی تاویل کرتے ہوئے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۳)	جب جمعہ کی نماز مکمل ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کو تلاش کرو۔

☆ عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد محترم (امام احمد بن حنبل) سے کہا: آپ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو روزانہ کی

---

(۱) البقرۃ: ۱۹۷ (۲) سورۃ الجمعۃ: ۹ (۳) سورۃ الجمعۃ: ۱۰

خوراک محنت سے حاصل کرتا ہے تو احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: اگر وہ زائد بھی کماتا ہے اور اس سے قرابت داروں، گھر والوں یا مہمانوں کی عیادت کرتا ہے تو مجھے یہ اس سے پسندیدہ ہے کہ وہ نہ کمائے اور یہ اس کی عفت اور پاکیزگی کے لئے بہتر ہے۔

☆ امام احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص بیٹھا رہتا ہے کام نہیں کرتا، تو فرمایا: کسی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کام چھوڑ دے اور لوگوں کے ہاتھوں میں موجود چیزوں کے انتظار میں بیٹھا رہے، میں کام کو پسند کرتا ہوں، اور کام مجھے محبوب ہے، اگر آدمی بیٹھا رہے اور پیشہ اختیار نہ کرے تو اس کا نفس لوگوں کے ہاتھوں میں موجود اشیاء کے لینے کا تقاضا کرے گا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا انسان کے لئے یہ زیادہ بہتر ہے کہ وہ اپنی رسی اٹھائے، اس سے لکڑیاں باندھے، بازار میں لا کر انہیں رکھے اور انہیں بیچ کر اس سے غنا بھی حاصل کرے اور اپنے اوپر خرچ بھی کرے، بہ نسبت اس کے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے خواہ لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔ ”أَعْطُوهُ أَوْ مَنَعُوهُ“(۱)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ

مَا أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ، وَأَكُنْ مِنَ التَّاجِرِيْنَ (۲)	میری جانب یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور میرا شمار تاجروں میں ہو جائے۔

---

(۱) صحیح بخاری: باب الاستعفاف عن المسألة، حدیث: ۱۴۲، یہ سارے اسلاف کے اقوال کتاب ”الحث على التجارة والصناعة والعمل“ سے نقل کئے گئے، اس لئے ان کا حوالہ درج نہیں کیا گیا۔

(۲) کنز العمال: زهده صلى الله عليه وسلم، حدیث: ۶۳۷۴، علامہ عراقی فرماتے ہیں کہ اس کو ابن مردویہ نے تفسیر میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے، اس کی سند لین ہے: المغني عن حمل الأسفار، في فضل الكسب والحث عليه، حديث: ۱۵۹۵

اسی طرح حضرت سلمان فارسی کی بھی نصیحت ہے: جو شخص تم میں اس حالت میں مرے کہ وہ حج کر رہا ہو یا جہاد کر رہا ہو یا مسجد کو آباد کرنے میں لگا ہو تو اس طرح کر لے اور فرمایا:

وَلَا يَمُوْتَنَّ تَاجِرًا وَلَا خَائِنًا(١) تاجر اور خائن بن کر نہ مرو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تجارت مطلقا ہر چیز سے افضل نہیں، اگر تجارت سے مقصود بقدر کفاف سے زیادہ اموال کا حصول اور اس کی ذخیرہ اندوزی بغیر صدقات اور خیرات میں خرچ کئے ہوئے تو یہ قابل مذمت ہے، اگر اس سے مقصود بقدر کفاف رزق کا حصول، اہل وعیال کی معاشی ضروریات کی تکمیل ہو تو کوئی حرج نہیں، اسی طرح سوال کی ذلت سے بچنے کے لئے تجارت بھی افضل امور میں سے ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا جواب:

اعلم أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث بالخلافة العامة، وغلبة دينه على سائر الأديان، لا يتحقق إلا بالجهاد وإعداد آلاته، فإذا تركوا الجهاد واتبعوا أذناب البقر أحاط بهم الذل وغلب عليهم أهل سائر الاديان الخ(٢)

یہ واضح رہے کہ نبی اکرم ﷺ عالمگیر انقلاب واقتدار (خلافت عامہ) کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور تمام مسخ شدہ ادیان پر ان کے انقلابی دین کا غلبہ جہاد اور وسائل جہاد میں انہماک کے بغیر پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتا، پس اگر مسلمان جہاد کو چھوڑ بیٹھیں اور بیلوں اور گایوں کی دم کے پیچھے پیچھے پھرنے لگیں تو ان کو چہار جانب سے ذلت اور رسوائی گھیر لے گی اور تمام اہل ادیان ان کو مغلوب اور محکوم بنائیں گے۔

---

(١) إحياء علوم الدين، الباب الأول فى فضل الكسب والحث عليه: ٦٣/٢

(٢) حجة الله البالغة: باب الجهاد: ٢٦٨/٢، دار الجیل، بیروت

محدث داؤدی رحمہ اللہ کا جواب:

اور محدث داؤدی رحمہ اللہ اس حدیث کا مطلب سابق مفہوم کی مطابقت کے ساتھ کچھ محدود دائرہ میں رکھنا چاہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد: ”عام“ نہ تھا؛ بلکہ آپ نے ایک خاص موقعہ پر دشمن سے قریب سرحدوں پر آباد مسلمانوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا تھا، مگر روایت کی تعبیر نے اس کو عام کر دیا اور اصل حقیقت پوری طرح سامنے نہ آسکی، داؤدی رحمہ اللہ کی عبارت اس طرح ہے:

هذا لمن يقرب من العدو فإنه إذا اشتغل بالحرث لا يشتغل بالفروسية، ويتأسد عليه العدو، وأما غيرهم فالحرث محمود لهم وقال عزوجل: ”وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ“ وهو لا تقوم إلا بالزراعة ، ومن هو بالثغور أو المقاربة للعدو لا يشتغل بالحرث، فعلى المسلمين أن يمدوهم بما يحتاجون إليه(۱)

یہ ارشاد نبوی ﷺ اس جماعت کے لئے ہے جو دشمنوں کی سرحدوں کے قریب آباد ہے اس لئے کہ اگر وہ کھیتی باڑی میں لگ جائے تو پھر بہادری والے فنون سے بے پرواہ ہو جائیں گے اور دشمن اس پر غالب ہو جائے گا، لیکن ایسے لوگوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے زراعت کا کام پسندیدہ اور مرغوب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ“ اور تم تیاری کرو دشمنوں کے مقابلے میں بقدر طاقت، اور ظاہر ہے کہ یہ زراعت کے بغیر نامکمل رہتی ہے ؛ کیوں کہ جو لوگ سرحدوں پر اور دشمنوں کے قرب وجوار میں

---

(۱) علامہ عینی، عمدۃ القاری: ۱۲۷/۵، مطبوعۃ مطبعۃ منیرۃ، القاہرۃ

آباد ہیں وہ کاشت میں مشغول نہیں رہ سکتے ، پس مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان کی ضروریات وحاجات کے لئے زراعت کے ذریعہ سے مدد دیں۔

محدث ابن متین کی عمدہ توجیہ:

مگر ان تمام توجیہات سے زیادہ بہتر توجیہ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی حقیقی روح وہ ہے جو مشہور محدث ابن متین رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے وہ واقعہ کی جانب متنبہ کرتا ہے جو آج کی دنیا میں ارشاد گرامی کے مطابق حرف بہ حرف صحیح نظر آرہا ہے اور نبی کریم ﷺ کی صداقت وحقانیت کا منتہی یہ ہے کہ دنیا کی تمام جماعتوں میں سب سے زیادہ ظلم وجور کا شکار اس جماعت کو بنایا جائے گا جس کو کاشتکار کہا جاتا ہے اور سب سے زیادہ ذلت ورسوائی اور مسکنت سے ان کو دوچار ہونا پڑے گا، ابن متین کے الفاظ یہ ہیں:

هذا من أخبار ه صلى الله عليه وسلم بالمغيبات لأن المشاهدة الآن أن أكثرهم الظلم أنماهو على أهل الحرث الخ (١)

یہ ارشاد رسول اللہ ﷺ کی غیب کی اطلاعات (پیشین گوئیوں) میں سے ایک اطلاع ہے، اس لئے کہ آج مشاہدہ کررہے ہیں کہ سب سے زیادہ ظلم کا شکار وہی ہیں جو کھیتی باڑی کرنے والے (کاشتکار) ہیں۔

یہ ابن متین کا مشاہدہ ہے جو تقریباً چھٹی صدی ہجری کا زمانہ ہے اور آج دنیا میں خام اجناس پیدا کرنے والے اور مدنیت کی ابتدائی بنیادوں کو استوار کرنے والے اس طبقہ ”کاشت کار“ کی جو حالت زار ہے وہ ہمارا اور آپ کا مشاہدہ ہے تو کیا ایک حقیقت

---

(١) اسلام کا اقتصادی نظام: ٣٤٢

بین نگاہ کے لئے یہ بات قابل غور نہیں ہے کہ جن نگاہِ وحی آگاہ بساط دنیا کے ان باریک اور دقیق نقوش تک کو خدا تعالی کی عطا کردہ روشنی میں دیکھ لیا ہو۔

صنعت وحرفت میں انبیاء علیہم السلام کا نمونہ

اللہ عزوجل نے اپنے بے شمار انبیاء کو مختلف حرفت وصنائع سکھائے تاکہ وہ امت کے لئے اس معاملہ میں اسوہ اور نمونہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا (۱)

اور یہ بھی ارشاد باری عزوجل ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاؤدَ مِنَّا فَضْلاً يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ،أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً(۲)

"سابغات" زرہوں کو کہتے ہیں۔

قرآن کریم نے زمانہ جاہلیت میں عربوں کی مختلف عادتوں اور طور وطریق کو باطل کیا، چونکہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ نبی مرسل کو بازاروں میں خرید وفروخت کرنا لائق اور شایانِ شان نہیں۔

چنانچہ وہ لوگ کہتے تھے:

وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا ،أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا " (۳)

قرآن کریم نے ان کی اس غلط فہمی کا جواب یوں دیا:

وما أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ" (۴)

---

(۱) ھود:۳۷ (۲) سبا:۱۰۔۱۱ (۳) لفرقان: ۸=۷ (۴) الفرقان: ۲۰

اسلام نے اپنے ہاتھ کی کمائی پر ابھارا ہے، جیسا کہ حضرت داؤد علیہ الاسلام کا پیشہ تھا، کوئی بھی معاش کے معاملہ میں کسی کا محتاج نہیں رہا، حضرت داؤد علیہ السلام خلیفہ اور بادشاہ تھے انہیں دست کاری کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر وہ ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے اور جنگ کے لئے لوہے کی قمیص کی صنعت کا کام کرتے تھے، حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے:

خالد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ انسان کے لئے کسبِ معاش کا کون سا ذریعہ بہتر ہے؟ فرمایا: دستکاری (۱)

(۱) ابن ماجه: باب الحث على المكاسب، حديث:۲۱۳۷

اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

كَانَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ زَرَّادًا، وَكَانَ آدَمُ حَرَّاثًا، وَكَانَ نُوحٌ نَجَّارًا، وَكَانَ إِدْرِيسُ خَيَّاطًا، وَكَانَ مُوسَى رَاعِيًا (۱)	حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے، آدم علیہ السلام کاشتکاری کرتے تھے، نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے، حضرت ادریس درزی کا کام کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرانے کا کام کرتے تھے۔

کائنات کے جمالی پہلوؤں کی طرف چند قرآنی اشارے:

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا (۲)	ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اسے زمین کا سنگار بنایا ہے۔

کا اعلان کرکے:

مَا عَلَى الْأَرْضِ (۳)	یعنی روئے زمین پر جو کچھ ہے۔

---

(۱) فتح الباری لابن حجر، کسب الرجل وعملہ بیدہ: ۴/۳۰۶، دار المعرفۃ، بیروت

(۲) الکہف: ۷ (۳) ؟؟

اس کو زمین کی آرائش اور اس کا بناؤ وسنگار قرار دے رہا ہو تو پھر زمین کی پیداوار میں دخل یعنی آمدنی اور نفع ہی کا پہلو کیوں پیشِ نظر رکھا جائے خود اسی قرآن میں جب انسانی سواریوں تک میں یہ چاہا گیا ہے کہ نفع کے ساتھ ساتھ اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ ان سے ایک قسم کی آرائش اور زینت ہوتی ہے، تو خدا نے اور جن چیزوں کو زینت کے لئے بھی پیدا کیا ہے، ان سے علاوہ مادی منافع کے زینت کا کام کیوں نہ لیا جائے، گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً (۱)	گھوڑے، خچر، گدھے اسی لئے ہیں کہ ان پر سواری کرو اور وہ آرائش ہیں۔

صبح وشام کے سہانے وقتوں میں خصوصا دیہات کی صبح وشام میں جو یہ منظر سامنے آتا ہے کہ گاؤں کے مویشی آپس میں ملی جلی صبح کو آبادی سے نکل کر چراگاہوں کی طرف جارہی ہیں، اور شام کو واپس آتی ہیں۔

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ (۲)	تمہارے لئے ان مویشیوں میں جمال وحسن ہے جب تم شام کو انہیں گھر واپس لاتے ہو اور صبح کو جب انہیں چراگاہ کی طرف لیجاتے ہو۔

کے چونکا دینے والے فقرے سے قرآن انسانی فطرت کی جمالیاتی جستجو کو ایک ''لذیذ یافت'' اس سہانے منظر کی طرف متوجہ کر کے عطا کرتا ہے۔

اسی طرح لباس کا ذکر کر کے ستر پوشی اور الحر والبرد (سردی وگرمی) سے حفاظت کے جو فوائد ہیں ان کے ذکر کے ساتھ ساتھ حسن وزیبائی سج دھج کے جو نتائج لباس سے حاصل ہوتے ہیں ان پر بھی تنبیہ کرتے ہوئے سورۃ الاعراف میں فرمایا گیا:

---

(۱) النحل:۸ (۲) النحل:۶

يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْءَاتِكُمْ وَرِيْشًا (۱)

اے آدم کی اولاد! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا اور آرائش کا ذریعہ ہے۔

اس کے علاوہ فرمایا:

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِد (۲)

اپنی آرائش کو ہر سجدہ گاہ کے پاس اختیار کرو۔

کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں تو لباس کو زینت اور زینت کو لباس قرار دیتے ہوئے بہ ظاہر اس طرف اشارہ ہے کہ جس لباس سے بجائے سنورنے کے آدمی کی ہیئت اور بگڑ جائے اسے لباس ہی نہیں قرار دینا چاہیے، خود سرور کائنات ﷺ کا عام دستور تھا کہ نیا جوڑا جب زیب تن فرماتے تو اس وقت بے ساختہ زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری ہو جاتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا أُوَارِيْ بِهِ عَوْرَتِيْ وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِيْ حَيَاتِيْ (۳)

تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے وہ چیز پہنائی جو میرے ستر کو چھپاتی ہے اور میں اس سے زندگی میں جمال حاصل کرتا ہوں۔

شکر کے ان الفاظ میں "فِيْ حَيَاتِيْ" کی قید تو غالبا اظہار واقعہ کے لئے ہے، ورنہ اسلام کا جمالیاتی نقطۂ نظر تو حیات و زندگی کے دائرے سے بھی آگے بڑھ کر موت تک کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے، ترمذی کی مشہور حدیث ہے کہ مسلمانوں کو خطاب کر کے آنحضرت ﷺ یہ حکم دیتے تھے:

إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ (۴)

جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو کفن پہنائے تو چاہیے کہ اس کو

---

(۱) الأعراف:۲۶ (۲) الأعراف: ۳۱

(۳) شعب الإيمان، فضل فيما يقول إذا لبس ثوبا، حديث:۶۲۸۶

(۴) مسلم: باب في تحسين كفن الميت، حديث:۹۴۳

اچھا کفن پہنائے۔

قبر تک میں حضور اکرم ﷺ کی نگاہِ مبارک کسی بدہیئتی اور بھونڈے پن کو برداشت نہیں کرسکتی تھی ایک واقعہ یوں ہے کہ اتفاقاً کسی قبر میں کچھ رخنہ رہ گیا تھا، پورے طور پر جیسا چاہیے برابر نہیں کی گئی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ خادمِ خاص کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس رخنے کو نہ دیکھ سکے "أَمَرَ أَنْ يَّسُدَّ بِهَا" حکم دیا کہ اس رخنہ کو بند کردیا جائے، ایک صحابی جو پاس ہی کھڑے تھے، انہوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! اس بیچارے مردے کو اس سے کیا غرض؟ دونوں جہاں کے پیغمبر ﷺ نے پوچھنے والے کو سمجھایا:

أَمَّا أَنَّهَا لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلٰكِنْ تُقِرُّ عَيْنَ الْحَيِّ (۱)	بیشک اس سے نہ ضرر پہنچتا ہے نہ نفع، مگر ٹھنڈی ہوتی ہے اس سے زندہ کی آنکھیں۔

اسی کے قریب قریب دوسری روایت میں ہے "تَطْيِيْبُ الْحَيِّ" (بھلا معلوم ہوتا ہے زندوں کی آنکھوں کو) جو دین آنکھوں کی خنکی تلاش کرتا ہو، آنکھوں کو بھلا معلوم ہو، ایسی قبر بنانے کی تعلیم دیتا ہو، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اور چیزوں کے متعلق حسن کاری اور حسن پسندی میں اس کا پاکیزہ مذاق کتنا بلند اور ستھرا ہوگا۔

آپ ﷺ نے داڑھی کی بدہیئتی اور بکھرے ہوئے بالوں کو تک پسند نہیں کیا:

آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک آدمی داخل ہوا، جس کے سر اور داڑھی کے بال الجھے ہوئے پراگندہ تھے، آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: گویا اسے بتلا رہے ہوں کہ وہ اپنے بال اور داڑھی کو درست کرے، اس نے ایسا ہی کیا اور واپس پلٹ کر آیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا یہ اچھا نہیں ہے اس سے کہ تم میں سے کوئی بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ آتا ہے گویا کہ وہ کوئی شیطان (بھوت) ہے:

"أَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدُكُمْ ثَائِرَ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ

---

(۱) السنن الكبري للبيهقي: باب الأذخر للقبور وسد الفرج، حديث: ۶۵۱۷

شَیْطَانٌ" (۱)

اسی طرح کا واقعہ حضرت رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا:

أَنَّـهٗ رَأىٰ رَجُلاً قَدْ تَرَكَ لِحيَةً حَتّٰى كَبُـرَتْ فَأَخَذَ يَجذُبُهَا ثُمَّ قَالَ: اِئتُونِي بِحِملَتَينِ ثُمَّ أَمَرَ رَجُلاً فَجزَّ تَحتَ يَدِهِ

انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی جس نے اپنی داڑھی بہت بڑی چھوڑ رکھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہے تھے، پھر آپ نے قینچی منگوائی اور ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ داڑھی کا جتنا حصہ ہاتھ کے نیچے ہے کاٹے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کی داڑھی پکڑ کر کھینچ رہے تھے، یہ جملہ قابل غور ہے کہ آج ایسی داڑھیوں کو ہاتھ لگانے والا بیچارہ ”کفر“ کے فتوی سے بچ سکتا ہے، اور فاروق رضی اللہ عنہ اسی فعل پر بس نہیں فرماتے، اس کام کو ختم کرکے ارشاد ہوا:

يَتـرُكُ أَحَـدُكُـم نَفسَـهُ كَأَنَّـهُ سَبُعٌ مِنَ السِّبَاعِ (۲)

تم میں سے بعض لوگ اپنے آپ کو کچھ اس طرح چھوڑے رکھ دیتے ہیں گویا درندوں میں سے وہ کوئی درندہ ہے۔

ان سخت قسم کے الفاظ سے اسلام کے حسن پسندی اور جمال آرائی کے جذبات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، صحابہ کے مزاج کی ان جمالیاتی دلکشیوں میں اس دینی تربیت کا بھی بڑا دخل تھا جو اس دین کے پیغمبر نے اپنی امت کی تھی، مسلم کی روایت میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الإِحسَانَ عَلَى

یقیناً اللہ تعالیٰ نے حسن کاری ہر چیز

---

(۱) مؤطا مالك: إصلاح الشعر، حديث: ۳۴۹۴

(۲) عمدة القاری شرح صحيح البخاری: باب ما يذكر فی الشيب: ۲۲ے۴۷، دار إحياء التراث العربی، بیروت

كُلِّ شَيءٍ فَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَ وَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَ (١)

میں واجب کی ہے، تو اس لئے چاہئے کہ جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو۔

سب سے آخری کام جس میں حسن کاری کا آدمی کو خیال آ سکتا ہے وہ قتل اور ذبح ہوسکتا ہے مگر جب ان افعال میں بھی پیغمبر اسلام کا حکم ہے کہ حسن پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو ان صناعات اور کاریگریوں میں جن میں عموما آدمی کی فطرت تناسب و جمال کو چاہتی ہے اندازہ کیا جاسکتا ہے اسلام کا نقطہ نظر کیا ہوسکتا ہے۔ حسن پسندی آنحضرت ﷺ کا کوئی ذاتی مذاق نہیں تھا؛ بلکہ ہر چیز میں حسن پیدا کرنے کو اسی نے بندوں پر واجب کیا ہے اور اسی کو واجب کرنا بھی چاہئے جس سراپا حسن و جمال کے متعلق اربابِ مشاہدہ کا بیان ہے آنحضرت ﷺ کی صحیح حدیث ہے:

إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ (٢)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل اور خوبصورت ہیں اور جمال اور خوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں۔

حسن کار صنّاعوں کا طبقہ خدا کو محبوب ہے:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا عَمِلَ عَمَلاً أَحَبَّ اللّٰهُ أَنْ يُتْقِنَهُ (٣)

جب بندہ کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس میں اتقان پیدا کرے یعنی اس کو ٹھیک سے کرنا چاہئے، اسی طرح انجام دینا چاہئے۔

---

(١) مسلم: باب الأمر بإحسان الذبح، حديث:١٩٥٥

(٢) مسلم: باب تحريم الكبير وبيانه، حديث:٩١

(٣) كنز العمال: الإكمال من الفصل السادس في الدفن، حديث:٤٢٤٠١

تو میں نہیں سمجھتا کہ مسلمان صناعوں اور کاریگروں میں جو لوگ اپنے اپنے مصنوعات اور اپنی اپنی دستکاریوں میں اس لئے اتقان واستواری تناسب وموزونیت پیدا کرتے ہیں کہ ان کا خدا ان کے اس فعل کو محبوب رکھتا ہے تو حسن کاروں کے اس گروہ کو بھی محبت کے اس امتیاز سے کیسے محروم رکھا جاسکتا ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ جس دین نے اپنے ماننے والوں کے لئے مشغولیت کا ایسا نظام پیدا کیا ہے کہ اس دین کے مطابق عزم کی پوری طاقت کے ساتھ جو دین دارانہ زندگی بسر کریں، ان کے لئے کاہلی وبیکاری اور بے روزگاری کے لئے کوئی گنجائش باقی رہ سکتی؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنِّي لَأَكْرَهُ أَنْ أَرَي الرَّجُلَ فَارِغًا لَا فِيْ عَمَلِ الدُّنْيَا وَلَا فِيْ الْآخِرَةِ(١)	میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ آدمی کو فارغ دیکھوں یعنی نہ دنیا کے کسی کام میں مشغول ہو اور نہ آخرت کے کام میں۔

طبرانی کی ایک حدیث میں جس پر سندا کچھ اعتراض ہو جس میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میرا پیشہ اور گذر بسر کا ذریعہ شکار ہے، جنگلوں اور بیابانوں میں رہنے کی وجہ سے نماز باجماعت کی سعادت سے محروم رہتا ہوں میرے متعلق کیا حکم ہے؟ ترکِ جماعت پر جس پیغمبر ﷺ نے گھروں میں آگ لگوادینے کی تک دھمکی دی تھی اور ایک نابینا صحابی نابینائی کے عذر کو پیش کرتے ہوئے چاہا تھا کہ جماعت کی حاضری سے مستثنیٰ کردیئے جائیں تو یہ دریافت کرنے کے بعد کہ اذان کی آواز تمہارے گھر تک پہنچتی ہے صحابی نے اثبات میں جواب دیا تو حضور اکرم ﷺ نے "فَلَا إِذًا" (یعنی تو ایسی صورت میں تم مستثنیٰ نہیں ہوسکتے) فرمایا تھا، آج ایک معاشی عذر

---

(١) حلية الأولياء، عبد الله بن مسعود: ١٣٠/١، علامہ طاہر پٹنی فرماتے ہیں: اس کی اختلاف سند کے ساتھ بہت ساری سندیں ہیں جو ضعیف ہیں، لیکن ان تمام کے ملنے سے اس میں قوت پیدا ہوجاتی ہے:

تذكرة الموضوعات: باب طلب الحلال بلااستحياء بالحرفة: ١٢٣/١

کے پیش ہونے پر سننے کی بات ہے خدا کا وہی رسول ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں:

نِعْمَ الْعَمَلُ قَدْ كَانَتْ قَبْلِي
رُسُلُهُمْ كُلُّهُمْ يَصْطَادُ
وَيَطْلُبُ الصَّيْدَ وَيَكْفِيكَ مِنَ
الصَّلاَةِ فِي جَمَاعَةٍ إِذَا غِبْتَ
عَنْهَا فِي طَلَبِ الرِّزْقِ حُبُّكَ
لِلْجَمَاعَةِ وَأَهْلِهَا، وَحُبُّكَ
ذِكْرَ اللّٰهِ وَأَهْلِهِ وَاسْعَ عَلَى
أَهْلِكَ وَعِيَالِكَ حَلاَلًا ؛ فَإِنَّ
ذٰلِكَ جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (۱)

بہت اچھا مشغلہ ہے، مجھ سے پہلے جتنے پیغمبر گذرے، سب کے سب شکار کرتے تھے اور شکار کی تلاش میں نکلتے تھے، باقی جماعت کی نماز کے لئے تمہارے واسطے بس یہ کافی ہے کہ روزی کی تلاش میں جب تم کو جماعت میں غیر حاضر ہونا پڑے، تو جماعت کی محبت، جماعت والوں کی محبت اللہ کے ذکر کی محبت، ذکر اللہ میں مشغول ہونے والوں کی محبت اور اپنے اہل وعیال کے لئے حلال روزی کی تلاش کی خواہش، الغرض یہ چیزیں جماعت کی عدمِ حاضری کی قائم مقامی کر لیتی ہیں، چاہئے کہ اپنے اہل وعیال کے لئے طلبِ حلال میں کوشش کرو کہ یہ اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔

چند انقلابی صناعات کا انتساب پیغمبروں کی طرف

قرآن پڑھنے والوں میں کون نہیں جانتا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جس کی خواہ اس زمانے میں کوئی اہمیت نہ رہی ہو؛ لیکن جس عہد میں اس جدید اکتشافات وایجاد کو

---

(۱) مجمع الزوائد: باب الکسب والتجارة ومحبتها والحث علی طلب الرزق، حدیث: ۶۲۳۳

حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں پیش کیا تھا یقیناً اس وقت وہ اسی قسم کی عجیب وغریب چیز تھی، اس کو اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں بارہا بیان کیا ہے:

فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا (۱)	اور ہم نے نوح کی طرف وحی کی اس بات کی کہ وہ میری نگاہوں کے سامنے کشتی بنائے۔

اور جو حال کشتی نوح کا ہے ہم قرآن ہی میں پڑھتے ہیں کہ انبیائے بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد باری ہے:

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ (۲)	اور ہم نے داؤد کو تمہارے لئے (انسانوں کو بچانے کے لئے) زرہ بنانا سکھایا تاکہ وہ حفاظت کا ذریعہ ہو۔

اس زمانے میں جب کہ دھاردار ہتھیاراون اور بال رکھنے والے جسم پر استعمال ہوتے تھے اس کی کیا قیمت تھی۔ یقیناً یہ اس وقت خدا کی رحمتوں میں سے ایک بڑی رحمت تھی کہ لوہے جیسی کرخت وسخت دھات کا اتنا نرم پڑجانا تاکہ تاروں کی شکل میں اس کا کھینچنا آسان ہو جائے، اور ان کے جوڑنے سے ایسا لباس تیار ہو جائے جس طرح جسد انسانی پر سوتی اور اونی کپڑے چست ہو کر لپٹ جاتے ہیں۔ قرآن میں ان امور کی طرف اشارہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ (۱)	اور ہم نے (داؤد) کے لئے لوہا نرم کردیا تاکہ وہ (بدن پر خوب چست ہو کر اتر جانے والی زرہیں) بنائیں، (اور سکھایا ان کو) ٹھیک اندازے کے ساتھ۔

---

(۱) المومنون: ۲۷ (۲) الأنبیاء: ۸۰ (۳) سبا: ۱۰

جدید صنعتوں کے متعلق پیغمبرانہ نمونے:

کون نہیں جانتا کہ جب مدینہ منورہ پر عرب کے جاہلی قبائل ایک کمان بن کر یہودی سرمایہ داروں کے ساتھ پرزور حملہ آور ہوئے، تاریخ میں جس واقعہ کی تعبیر غزوہ الاحزاب یا جنگ خندق سے کی گئی ہے اس موقعہ پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کے مشورے سے مدافعت کے اس جدید طریقہ کو کشادہ پیشانی سے قبول فرمایا، جس سے عرب قطعاً ناواقف تھے، یعنی خندق جو مدینہ منورہ کے اطراف کھودی گئی، جسے دیکھ کر ابوسفیان (سپہ سالار قریش) نے کہا تھا:

وَاللّٰهِ هٰذِهِ مَكِيْدَةٌ مَا كَانَتِ الْعَرَبُ تَكِيْدُهَا (١)

قسم خدا کی اس گھات کو اپنی جنگوں میں عرب نے کبھی اختیار نہیں کیا تھا۔

یہی ایک مثال نہیں ہے فتح خیبر کے واقعات میں پڑھیے، ان ہی میں ایک واقعہ یہ بھی ملے گا کہ صعب نامی قلعہ پر جب مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس قلعہ کے تہہ خانوں کی تلاشی کا حکم دیا تو لکھا ہے:

وَجَدُوْا فِيْ هٰذَاالْحِصْنِ الَّذِيْ حِصْنُ الْعَصَبِ آلَةَ حَرْبٍ وَدَبَّابَاتٍ وَمِنْجَنِيْقًا (١)

انہوں نے اس قلعہ میں یعنی صعب نامی قلعہ میں جنگ کے بعض آلات پائے اور دبابے اور منجنیقیں بھی اس میں ہاتھ لگیں۔

”دبابات“ اور ”منجنیق“ جو قلعہ کشائی کے رومی آلات تھے، یہودیوں نے رومیوں سے ان کی صنعت سیکھی تھی، رسول اللہ نے ان آلات کو استعمال کیا، فتح خیبر کے سلسلے میں بیان کیا جاتا ہے کہ دو قلعے وطیح اور سلالم چودہ دن کے محاصرے کے بعد بھی جب فتح نہ ہوئے تو لکھا ہے:

---

(١) تفسیر القرطبی، ١٣٣/١٤، دار الکتب المصریۃ، القاہرۃ

(٢) التراتیب الإداریۃ، باب فی حفر الخندق الحفیر: ٩٩٢/١، دار الأرقم، بیروت

"ھَمَّ علیه السلام أَنْ يَجْعَلَ عَلٰی مَنْ فِيهَا الْمِنْجَنِيقَ" رسول اللہ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ جو لوگ اس قلعہ میں ہیں ان پر منجنیق لگا دی جائے۔ لیکن یہ دونوں قلعے یوں ہی فتح ہو گئے۔

پھر خیبر کے بعد طائف کے محاصرے میں بھی آنحضرت ﷺ نے رومیوں کے ان آلات حرب سے کام لیا جو عربوں اور مسلمانوں کے لئے ایک جدید چیز تھی؛ بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طائف پر جو دبابہ استعمال کیا گیا اسے رسول اللہ ﷺ نے خود ہی بنوایا تھا تاریخ کے الفاظ یہ ہیں:

أَوَّلُ دَبَّابَةٍ صُنِعَ فِي الإِسْلَامِ دَبَّابَةٌ صُنِعَتْ عَلٰی الطَّائِفِ حِيْنَ حَاصَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم (١)

سب سے پہلا دبابہ جو اسلام میں بنایا گیا وہی دبابہ تھا جو طائف پر لگانے کے لئے بنایا گیا تھا، جس وقت رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تھا۔

اسی طائف کے محاصرے میں رسول اللہ ﷺ نے منجنیق بھی استعمال فرمایا تھا

أَوَّلُ مَنْ رَمَى بِالْمُنْجَنِيقِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَهْلَ الطَّائِفِ دَخَلَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ دَبَّابَةٍ ثُمَّ رَجَعُوْا إِلٰی جِدَارِ طَائِفٍ لِيُحْرِقُوْهُ (١)

سب سے پہلے منجنیق کو رسول اللہ ﷺ نے طائف والوں پر استعمال فرمایا، صورت یوں ہوئی کہ صحابی دبابے میں داخل ہو کر طائف کی فصیل تک پہنچے، تاکہ اس کے دروازے کو آگ لگا دیں۔

اس سے معلوم ہوا ہر مفید اور کارآمد چیز خواہ وہ غیر کی ایجاد کیوں نہ ہو مسلمان اپنا سکتے ہیں۔

---

(١) التراتيب الإدارية، باب في حفر الخندق الحفير: ١/٩٩٢، دار الأرقم، بيروت

(٢) التراتيب الإدارية، باب في حفر الخندق الحفير: ١/٩٩٢، دار الأرقم، بيروت

لباس اور پیغمبر ﷺ:

غیروں کے مفید امور کو استعمال کرنے کا معاملہ حربی مکائد اور آلات ہی تک محدود نہیں، شلوار جسے عربی میں ''سروال'' کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس کا تعلق لباس ہی سے ہے، عرب میں دستور لنگی (ازار) باندھنے کا تھا؛ اتفاقاً بعض عربی تاجر ایران سے عرب سراویل لائے، جب آپ ﷺ کی نظر اس ایرانی لباس پر پڑی تو آپ ﷺ نے اسے خرید لیا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس واقعہ کے راوی ہیں، ان کا بیان ہے:

''يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَإِنَّكَ لَتَلْبَسُ السَّرَاوِيْلَ'' یا رسول اللہ آپ شلوار پہنیں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''أَجَلْ فِيْ السَّفَرِ وَالْحَضَرِ وَاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ'' ہاں میں سفر میں حضر میں دن میں رات میں ہر حال میں اس کو پہنوں گا، پھر اس کی وجہ بیان فرمائی: ''فَإِنِّيْ أُمِرْتُ بِالتَّسَتُّرِ فَلَمْ أَجِدْ شَيْئًا أَسْتَرُ مِنْهُ'' (۱) کیونکہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ستر پوشی کروں اور مجھے اس سے زیادہ ستر پوش لباس نظر نہیں آتا۔

منبر رسول اللہ ﷺ:

اتنا تو غالباً سب ہی جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ پہلے اس مشہور تاریخی ستون سے ٹیک لگا کر دیا کرتے تھے جس کا نام استوانۂ حنانہ تھا؛ لیکن کھڑے ہو کر خطبہ دینے میں آنحضرت ﷺ جب کچھ زحمت محسوس فرمانے لگے تو جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن ایک کھمبے سے لگ کر جو مسجد میں تھا خطبہ کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے تھے، پھر آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہونے میں مجھے گرانی محسوس ہوتی ہے، تب تمیم داری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا آپ کے لئے ہم ممبر نہ بنائیں جیسا کہ میں نے شام میں دیکھا ہے: ''فَقَالَ لَهُ تَمِيْمُ الدَّارِيُّ أَلَا أَعْمَلُ لَكَ مِنْبَرًا كَمَا رَأَيْتُ

---

(۱) المعجم الكبير للطبراني: قطعة من المفقود، حديث ۱۱۲۵، مسند أبي يعلى، تابع حديث مسند أبي هريرة، حديث: ۶۱۶۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس روایت میں یوسف بن زیاد بصری ضعیف ہیں۔

بِـالشَّـامِ“ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو ممبر بنانے کی رائے ہوئی۔ (۱) اس شامی قسم کے ممبر کو مسجد رسول میں لانے میں نبی کریم ﷺ نے کوئی حرج محسوس نہیں کیا شامی عیسائی گرجوں میں تمیم داری نے یہ ممبر دیکھا تھا۔

الکتانی ہی قل قشندی کے حوالے سے جو یہ فقرہ نقل کیا ہے اس کی تائید کرتا ہے:

”أَوَّلُ مَنْ عَمِلَ الْمِنْبَرَ تَمِيمُ الدَّارِيُ عَمِلَهُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَكَانَ قَدْ رَأَى مَنَابِرَ الْكَنَائِسِ بِالشَّامِ“ (۲)

سب سے پہلے ممبر جس شخص نے بنایا وہ تمیم داری ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے بنایا تھا اور شام کے گرجوں میں تمیم داری نے ممبروں کو دیکھا تھا۔

اس سلسلے میں نظائر بکثرت ہیں:

کون نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تنگ آستینوں کا جبہ جسے جبہ رومی کہتے تھے آنحضرت ﷺ نے محض اس لئے کہ وہ رومی (یعنی یورپ) کی طرف منسوب ہے زیب تن فرمانے سے انکار نہیں کیا؛ بلکہ اس کو پہن کر بسا اوقات آپ نمازیں پڑھتے تھے، جس کا ذکر صحاح کی کتابوں میں عموما کیا گیا ہے، مقوقس شاہِ مصر نے خدمت والا میں ایک بلوری پیالہ بھی تحفۃً ارسال کیا تھا لکھا ہے ”فَكَانَ يَشْرَبُ مِنْهُ“ (۳) ”اس پیالے سے رسول اللہ ﷺ پیا کرتے تھے“۔

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے غیر مسلم کی دواؤں کے استعمال کا بھی حکم دیا ہے ”عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ“ (۴) (اس ہندی لکڑی کو اختیار کیا کرو) یہاں رسول اللہ ﷺ جس زمانے اس دوا کو ہند کی جانب منسوب فرما رہے ہیں یہ زمانہ ہندوستان کا وہ

---

(۱) التراتیب الإداریة للکتانی، باب فی حفر الخندق الحفیر: ۱/۱۲۰، دار الأرقم، بیروت

(۲) التراتیب الإداریة للکتانی، باب فی حفر الخندق الحفیر: ۱/۱۲۰، دار الأرقم، بیروت

(۳) التراتیب الإداریة للکتانی، باب فی حفر الخندق الحفیر: ۱/۹۲، دار الأرقم، بیروت۔

(۴) بخاری: باب ذات الجنب، حدیث: ۵۳۸۸

تھا جس میں کفر و بت پرستی، شرک کی تاریکیوں کے سوا اس ملک میں اور کچھ نہ تھا، غیر اسلامی ملک یا قوم کی طرف منسوب ہو جانے سے کسی دوا کا استعمال اگر قابل احتراز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ الہندی کی تصریح نہ فرماتے۔

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے ایرانی کمانوں کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ تیر پھینکنے میں وہ زیادہ زوردار ہیں: ”مَدَحَ قِسِيَّ الْعَجَمِ وَقَالَ : هُمْ أَقْوٰى مِنْكُمْ رَمْيَةً“ (۱) یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے عربی کمانوں کو چھوڑ کر ایرانی کمانوں کو اختیار کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ”سیادت مدنیہ“ پر بحث کرتے ہوئے اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ اسلام کا معاشی نظام ایک لمحہ کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کرتا کہ اس کی قلمرو میں تجارت، صنعت وحرفت اور مفید وجائز معاشی وسائل میں اضمحلال پیدا ہو جائے اور مملکت کی آبادی مفت خورانہ وظائف پر گذر اوقات کرنے لگے، یہ بھی تصریح کی ہے کہ عام حالات میں تمام قلمرو اسلامی کا جہاد میں مصروف بھی ضروری نہیں؛ بلکہ ان میں تاجر، صناع اور کاشتکار سب ہی کا وجود ضروری ہے:

أو يكون توزعهم في الإقبال على الاكتساب بحيث يضر بالمدنية مثل أن يقبل أكثرهم على التجارة ويدعو الزراعة أو يكتسب أكثرهم بالغزو ونحوه، وإنما ينبغي أن يكون الزراع بمنزلة الطعام والصناع والتجارة والحفظة بمنزلة الملح الخ(۲)

سیاست ملکی میں تقسیم کار اور مختلف منازل کسب واکتساب کا ہونا از بس ضروری ہے اور اگر ایسا نہ ہو؛ بلکہ صورت حال یہ ہو کہ وہ سب ایسے کسب واکتساب کی جانب متوجہ ہو جائیں کہ آخر کار وہ ملک (شہر) کے نقصان کا باعث بن جائے مثلاً ملک کی اکثریت زراعت کو چھوڑ بیٹھے اور صرف

---

(۱) التراتيب الإدارية للكتاني، باب في حفر الخندق الحفير: ۱/۹۲، دار الأرقم، بيروت

(۲) حجة الله البالغة: باب سياسة المدنية: ۱/۹۳، دار الجليل، بيروت

تجارت کی جانب متوجہ ہو جائے یا اس کی اکثریت صرف غزوہ (جنگ) ہی میں مشغول ہو جائے (اور تجارت وصنعت وزراعت معدوم ہونے لگے) یا اسی طرح کسی ایک مشغلہ میں ملک کی اکثریت مشغول رہ کر دوسرے ذرائع ترقی ملک کو کھو بیٹھے تو سیاستِ مملکت کے لئے سخت مضر ہے؛ بلکہ شہری باشندوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ کاشتکار اجتماعی حیات کے لئے بمنزلہ طعام کے ہیں اور تاجر وصناع اور فوج وسپاہی گویا نمک برائے اصلاحِ طعام کی مثال ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تعمیر کردہ ڈیم:

زراعت کی ترقی کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سی نہریں تیار کرائیں، ایک تو نہر ''ابوموسیٰ'' تھی، جس کو بصرہ والوں کی پانی کی کمی کی شکایت پر بحکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے نہر کھدوائی، چنانچہ دجلہ سے نو میل سے لمبی نہر کاٹ کر بصرہ میں لائی گئی جس کے ذریعہ سے گھر گھر پانی پہنچ گیا۔

نہر معقل یہ مشہور نہر ہے، حضرت معقل بن یسار کے اہتمام سے تیار ہوئی اس کوا س لئے ''نہر معقل'' کہا جاتا ہے، یہ نہر بھی نہر دجلہ سے کاٹ کر لائی گئی تھی۔

نہر سعد: اس نہر کو سعد بن وقاص نے سعد بن عمر کی نگرانی میں تعمیر کرایا، لیکن یہ جگہ پہاڑ حائل ہونے کی وجہ سے اس نہر کا کام رک گیا، جس کو پھر حجاج بن یوسف نے

اپنے زمانے میں پہاڑ کاٹ کر بقیہ کام پورا کیا، یہ نہر سعد سے مشہور ہوئی۔

ایک نہر ”نہر امیر المؤمنین“ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے مشہور ہوئی، جس کے ذریعے دریائے نیل کو بحر قلزم سے ملا دیا گیا، فسطاط سے جو قاہرہ سے دس بارہ میل دور ہے بحر قلزم تک نہر تیار کی گئی، اسطرح جہاز نیل سے نکل کر بحر قلزم پر لنگر انداز ہوتے ہیں، اس طرح یہ نہر تجارت کا بڑا ذریعہ بن گئی، چنانچہ اس نہر کے نتیجہ میں اس کی تیاری کے پہلے سال میں ہی بیس بڑے بڑے جہاز ساٹھ ہزار اروب غلہ لے کر مدینہ منور کی بندرگاہ میں آئے۔(۱)

---

(۱) الفاروق، حضرت مولانا شبلی نعمانی، ۵۷، مرید بک ڈپو، چتلی قبر، دہلی

تجارت اور کسب ومعاش کے فوائد

۱۔ انسان میں خودداری اور غیرت پیدا ہوتی ہے:

بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت معاویہؓ سے سوال کیا، تمہارے یہاں خود داری اور مروّت کیا چیز ہے؟ فرمایا: حرفت وصنعت، کہا گیا: مروّت اور خودداری کیا ہے، دین میں عفت وطہارت اور معاش کی درستگی "اَلْعَفَافُ فِیْ الدِّیْنِ، وَاِصْلَاحِ الْمَعِیْشَةِ"(۱)

زوائد الحارث میں حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے "اِنَّ مِنْ عَقْلِ الرَّجُلِ اِسْتِصْلَاحُ مَعِیْشَتِهٖ"(۲) "آدمی کی عقلمندی کی نشانی اس کے معاش کی درستگی ہے"۔

حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے: مجھے آدمی کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے، میں پوچھتا ہوں: وہ کوئی پیشہ سے متعلق ہے؟ اگر وہ کہتے ہیں نہیں تو وہ میری نگاہوں سے گر جاتا ہے: "فَاِنْ قَالُوْا، لَا، سَقَطَ مِنْ عَیْنِیْ"۔(۳)

امام بیہقی کی شعب الایمان میں عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا: "مَا شَرُّ شَیْءٍ فِی الْعَالَمِ" (دنیا میں سب سے بدترین چیز کیا ہے؟) فرمایا: بیکاری۔ "اَلْبَطَالَةُ"(۴)

---

(۱) إصلاح المال لابن أبي الدنيا: ۵۲/۱، مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت

(۲) بغية الباحث من زوائد مسند الحارث: ۸۱۱/۲، مركز خدمة السنة والسيرة النبوية، المدينة المنورة، ۱۴۱۳

(۳) كنز العمال: فضل الكسب، **حديث**: ۹۸۵۸

(۴) شعب الإيمان، فصل قال وينبغي لطالب العلم أن يكون تعلمه، **حديث**: ۱۹۱۴

۲۔ کسب ومعاش زمین کی تعمیر اور اصلاح کا ذریعہ

زمین کی تعمیر اور اصلاح یہ روئے زمین پر انسانی خلافت کے مقتضیات میں سے ہے، زمین کی اصلاح اور درستگی کی کسی مقصد شرعی کے لئے معتبر اور مقبول ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا" (۱) نکاح کی مشروعیت، تجارت، زراعت اور صنعت وحرفت پر ابھارنا یہ ساری چیزیں زمین کی آبادی اور تعمیر سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔

خود نبی کریم ﷺ نے اپنے لئے دین ودنیا کی صلاح وفلاح مانگی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ	اے اللہ میرے دین کو درست فرما
هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِيْ وَأَصْلِحْ لِيْ	جو میرے معاملات کا محافظ ہے
دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ	اور میری دنیا کو درست فرما جس
وَأَصْلِحْ لِيْ آخِرَتِي الَّتِيْ فِيْهَا	میں میرا لوٹنا ہے اور میری زندگی کو
مَعَادِيْ وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً	ہر بھلائی میں میرے لئے زیادتی کا
لِيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ	باعث بنا دے اور موت کو میرے
الْمَوْتَ رَاحَةً لِيْ مِنْ كُلِّ	لئے ہر شر سے راحت بنا دے۔
شَرٍّ (۲)	

مقاتل نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے تعلق سے نقل کیا ہے کہ فرمایا: "يَا رَبِّ حَتّٰى مَتٰى أَتَرَدَّدُ فِيْ طَلَبِ الدُّنْيَا" (۳)؟ (اے اللہ! میں کب تک دنیا کی تلاش میں سرگرداں اور حیران رہوں؟) فرمایا: "اَمْسِكْ عَنْ هٰذَا، فَلَيْسَ طَلَبُ الْمَعَاشِ مِنْ طَلَبِ الدُّنْيَا" یہ کہنے سے رک جاؤ معاش کی طلب اور جستجو یہ دنیا کی طلب میں داخل نہیں ہے۔

---

(۱) هود: ٦٢

(۲) مسلم: باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل، حديث: ۲۷۲۰

(۳) أدب الدين والدنيا، الباب الرابع: ۱/۱۳۱، دار مكتبة الحياة

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: تورات میں یہ لکھا ہے: "إِذَا كَـانَ فِـیُ الْبَیْـتِ بَـرٌّ فَتَـعْبُدْ وَإِذَا لَمْ یَكُنْ فَاطْلُبْ" (جب گھر میں گیہوں اور جو ہوں تو عبادت میں مشغول رہ اور اگر نہ ہو تو طلب وتلاش میں لگ جا)۔ اے ابن آدم اپنے ہاتھوں کو حرکت دے تو تجھے تیرا رزق فراہم ہوگا 'حـرك یدك یسبب لك رزقك" اور بعض حکماء نے کہا ہے: "لَیْـسَ مِـنَ الرَّغْبَةِ فِیُ الدُّنْیَا اِكْتِسَابُ مَا یَصُوْنُ الْعِرْضَ فِیْهَا" (عزت کے بچاؤ کے لئے دنیا کا کمانا یہ دنیا کی چاہت نہیں ہے) بعض ادباء نے کہا ہے: "لَیْسَ مِنَ الْحِرْصِ اِجْتِلَابُ مَـا یَقُوْتُ الْبَدَنَ" (بدن کی قوت اور رزق کے لئے طلب معاش یہ حرص میں داخل نہیں ہے)۔

۳۔ طلب معاش امت کی قوت اور خیر کا باعث:

اللہ عزوجل نے امت مسلمہ کیلئے یہ چاہا ہے وہ خیر امت ہو، اسی کے لئے سیادت ہو۔

ارشاد باری ہے:

"كُنتُمْ خَیْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ"(۱)

اور ارشاد باری عزوجل ہے:

"وَجَـاهِـدُوْا فِـیُ الـلّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَـلَیْـكُـمْ فِـیُ الـدِّیْـنِ مِـنْ حَـرَجٍ مِّلَّةَ أَبِیْكُمْ إِبْرَاهِیْمَ هُوَ سَـمَّـاكُـمُ الْـمُسْـلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاس"(۲)

اور اسباب کا حصول یہ امت کے قیام کے لئے آسانی کا باعث ہوتا ہے۔

آج کے اس ٹکنالوجی کی ترقی کے دور میں پیشہ ورانہ صلاحیتوں اور ٹیکنالوجی کا حصول ہر قوم کے لئے ضروری ہوگیا ہے، اسی پر امتوں کی ترقی اور عدم ترقی کا دارومدار رکھا جاتا ہے۔

---

(۱) آل عمران: ۱۱۰ (۲) سورة الحج: ۷۸

لہٰذا نئی ٹیکنالوجی اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو ترقی دے کر ہم اپنے مدمخالف کو زیر کر سکتے ہیں، اور دشمن کے دل میں رعب وخوف پیدا کر سکتے ہیں۔

۴۔ تاجر اور صانع کا صدقہ اس کے لئے ثواب کا ذریعہ

امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کے لئے صدقہ لازم ہے، لوگوں نے پوچھا اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرے اس سے اپنی ذات کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے، لوگوں نے پوچھا اگر اس کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یا یہ کہا کہ ایسا نہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کسی ضرورت مند مظلوم کی مدد کرے، "يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفِ" لوگوں نے پوچھا اگر یہ نہ کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھی باتوں کا حکم دیا کرو (خیر یا معروف کا لفظ فرمایا) کسی نے پوچھا اگر یہ بھی نہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ برائی سے رکا رہے کہ یہی اس کا صدقہ ہے۔ (۱)

ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اعمال میں سے کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پر ایمان اور اس کے راستے میں جہاد؟ میں نے عرض کیا کہ کونسا غلام آزاد کرنا سب سے افضل ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو اس کے مالک کے نزدیک سب سے اچھا اور قیمتی ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر میں ایسا نہ کرسکوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کسی کے کام میں اس کا تعاون کرو یا کسی بے ہنر آدمی کے لئے کام کرو: "تُعِينُ ضَايِعًا، أَوْ تَصْنَعُ لأَخْرَقَ" میں نے عرض کیا کہ اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کرسکوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو اس لئے کہ اس کی حیثیت تیری اپنی جان پر صدقہ کی طرح ہوگی۔ (۲)

---

(۱) بخاری: باب علی کل مسلم صدقة، حدیث:۱۴۴۵

(۲) بخاری: کتاب العتق، باب أی الرقاب أفضل، حدیث:۲۵۱۸، مسلم: کتاب الإیمان، باب کون الإیمان باللہ أفضل الأعمال، حدیث:۸۴

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے ہر ایک کے ہر عضو پر صبح کے وقت صدقہ لازم ہوتا ہے اور ہر تسبیح کا کلمہ بھی صدقہ ہے تہلیل بھی صدقہ ہے تکبیر بھی صدقہ ہے تحمید بھی صدقہ ہے امر بالمعروف بھی صدقہ ہے اور نہی عن المنکر بھی صدقہ ہے اور ان سب کی کفایت وہ دو رکعتیں کر دیتی ہیں جو تم میں سے کوئی شخص چاشت کے وقت پڑھتا ہے، لوگوں کے راستے سے کانٹا، ہڈی اور پتھر ہٹا دو، نابینا کو راستہ دکھا دو، گونگے بہرے کو بات سمجھا دو، کسی ضرورت مند کو اس جگہ کی رہنمائی کر دو جہاں سے اس کی ضرورت پوری ہونے کا تمہیں علم ہو، اپنی پنڈلیوں سے دوڑ کر کسی مظلوم اور فریادرس کی مدد کر دو اپنے ہاتھوں کی طاقت سے کسی کمزور کو بلند کر دو یہ سب تمہاری جانب سے اپنی ذات پر صدقہ کے دروازے ہیں

”وَتَرْفَعُ بِشِدَّةِ ذِرَاعَيْكَ مَعَ الضَّعِيفِ كُلُّ ذٰلِكَ مِنْ أَبْوَابِ الصَّدَقَةِ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ“(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے بدن کے جوڑ پر طلوع آفتاب کے ساتھ ایک صدقہ واجب ہوجاتا ہے دو آدمیوں میں انصاف وعدل کرا دینا صدقہ کسی آدمی کو اس کے سوار ہونے میں مدد دینا یا اس کی سواری پر اس کا مال واسباب لاد دینا صدقہ ہے کسی سے اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جو نماز کے لئے اٹھے صدقہ ہے اور تکلیف دینے والی چیز کو راستہ سے ہٹا دینا صدقہ ہے: ”إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ“ (۲)

مسلم کی روایت میں ہے:

ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے ہر آدمی کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے فرمایا دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے آدمی کو اس کی سواری پر سوار کرنا یا اس کا

---

(۱) مسند احمد، مسند الانصار، مسند أبی ذر، حدیث: ۲۱۵۲۲، محقق شعیب الارنوط نے اس کی سند کو صحیح اور اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔

(۲) بخاری، باب فضل من حمل متاع صاحبہ فی السفر، حدیث: ۲۸۹۱

سامان اٹھانا یا اس کے سامان کو سواری سے اتارنا صدقہ ہے اور پاکیزہ بات کرنا صدقہ ہے اور نماز کی طرف چل کر جانے میں ہر قدم پر صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے: ”وَتُمِيطُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ“(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مسلمان کوئی پودا لگائے یا کھیتی کاشت کرے اور اس سے پرندے یا انسان یا جانور کھائیں تو یہ اس لگانے والے کے لئے صدقہ ہوگا: ”فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ“۔ (۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان نے کوئی پودا لگایا تو اس درخت سے جو کھایا گیا وہ اس کے لئے صدقہ ہے جو اس سے چوری کیا گیا وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے اور جو درندوں نے کھایا وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے اور کوئی اسے کم نہیں کرے گا مگر وہ اس پودا لگانے والے کے لئے صدقہ کا ثواب ہوگا: ” وَلَا يَرْزَؤُهُ أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ“۔ (۳)

ان تمام نصوص اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان امور کا انجام دینا یہ آدمی کے لئے صدقہ ہے، جس سے وہ صدقہ کا اجر وثواب پاتا ہے، یہ سب کے سب روایات پیشوں، صنعت وحرفت وغیرہ سے متعلق ہے۔

۵۔ کسب ومعاش مصائب کو دور کرنے، ضروریات کو پورا کرنے کا باعث۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ تو اس پر ظلم کرے، اور نہ اس کو ظالم کے حوالہ کرے، (کہ اس پر ظلم کیا جائے) اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کی فکر میں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے، اور جو شخص مسلمان سے اس کی مصیبت کو دور کرے، تو

---

(۱) مسلم: کتاب الزکاۃ، باب بیان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف

(۲) بخاری: باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه، حديث: ۲۳۲۰

(۳) بخای: کتاب المزارعة، باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه ، حديث: ۲۳۲۰

اللہ تعالیٰ قیامت کی مصیبتیں اس سے دور کرے گا، اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی، تو اللہ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی کرے گا: "وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان سے دنیا کی پریشانیوں میں سے کسی ایک پریشانی کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ایک پریشانی کو دور فرمائے گا جو شخص کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالتا ہے تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا جو شخص کسی تنگدست کے لئے آسانیاں پیدا کرتا ہے تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانیاں پیدا کرے گا اور بندہ جب تک اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد میں لگا رہتا ہے اور جو شخص طلب علم کے لئے کسی راستے پر چلتا ہے اللہ اس کی برکت سے اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے جب بھی لوگوں کی کوئی جماعت اللہ کے کسی گھر میں جمع ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کرے اور آپس میں اس کا ذکر کرے تو اس پر سکینہ کا نزول ہوتا ہے رحمت الٰہی ان پر چھا جاتی ہے اور فرشتے انہیں ڈھانپ لیتے ہیں اور اللہ اپنے پاس موجود فرشتوں کے سامنے ان کا تذکرہ فرماتا ہے اور جس کے عمل نے اسے پیچھے رکھا اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جا سکے گا" وَمَنْ بَطَّأَبِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ" (۲)

ان احادیث میں اپنے مومن بھائی کی مدد کا حکم دیا گیا ہے، اگر مسلمان ان کاموں کو انجام نہیں دیتا تو وہ گنہ گار ہوگا۔ اور اس میں سے بہت سارے کام جب آدمی کے پاس مالی وسعت ہو تو ہی انجام دئے جا سکتے ہیں۔

ان احادیث میں بیکار شخص کو کام میں لگانے، سخت ضرورت مند کی مدد، اچھے کام کے انجام دینے اور اپنے ہاتھ کی کمائی، راستے سے تکلیف دہ چیز کے دور کرنے، اندھے کی رہنمائی کرنے، بہرے کو سنانے، گونگے کی مدد کرنے، ضرورت مند کی

---

(۱) بخاری: باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، حدیث: ۲۴۴۲

(۲) مسلم: باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعی الذکر، حدیث: ۲۶۹۹

ضرورت کی نشاندہی، سامان والے کی مدد، درخت اور پھل دار یا سایہ دار پودے لگانے کا حکم کیا گیا ہے۔ اور ان تمام چیزوں کو صدقہ شمار کیا گیا ہے۔

اگر مشق وتدریب اور صنعت وحرفت کے سیکھنے کے مراکز کھولے جائیں اور اس کے لئے اپنی صلاحیتوں کو پیش کرنا یہ بھی کسی صنعت وحرفت والے کی یا بیکار شخص کی مدد میں داخل ہے۔

آنکھ کی بصارت کو زیادہ کرنے والے آلات کی ایجاد، یا بولنے والی کتاب کا لکھنا اس طرح کی چیزیں یہ اندھے کی رہنمائی میں داخل ہیں، اسی طرح بہرے کو سننے کا سامان کرنا یا گونگے کو اشارہ کی زبان سکھلانا یہ بہرے کو سنانے اور گونگے کو سمجھانے کے قبیل سے ہے۔

بیماروں اور ایمرجنسی حادثات کے شکاروں کو ابتدائی طبی امداد بہم پہنچانا، طبی تعلیم کو عام کرنا، اسی طرح فائر بریگیڈ گاڑی کی ایجاد اور آگ کو بجھانا اور لوگوں کو امن وسلامتی کے امور کی تعلیم دینا، جسم کی طاقت وقوت کی بحالی کے لئے ورزش وغیرہ یہ سخت محتاج اور مدد کے طلب گار شخص کی مدد کرنے میں داخل ہے۔

بغیر نفع کے قرض کی فراہمی، بیکار لوگوں کو کسی پیشہ کا سکھانا یا ان کو کاروبار میں شریک کرنا یہ تنگ دست پر سہولت وآسانی پیدا کرنے کے قبیل سے ہے۔

یہ تمام امور اسی وقت انجام دیئے جاسکتے ہیں جب کہ پیشے، صنعتیں اور ادارے قائم کئے جائیں خواہ طبی ادارے ہوں، یا انجینئرنگ کے قبیل سے یا تجارت علمی یا شرعی ادارے ہوں۔

اگر یہ لوگ ان امور پر اجرت لیتے ہیں تب بھی ان کے لئے صدقہ ہوگا چونکہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کو اس کے مال غنیمت حاصل ہونے کی وجہ سے اس کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی، شوہر کو اپنی بیوی اور بچوں کے کھلانے اور پلانے پر جب کہ وہ اس بیوی سے اپنے شہوت کی تکمیل بھی کرتا ہے اس کو ثواب ملے گا، اسی طرح باہر سے مختلف اناج لانے والے تاجر کو اس کے اجرت پر بیچنے کے باوجود ثواب ملے گا۔

۶۔ اپنے ہاتھ کی کمائی سب سے بہتر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا انسان سب سے پاکیزہ چیز جو کھاتا ہے، وہ اس کی اپنی کمائی ہوتی ہے، اور انسان کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے: "وَإِنَّ وَلَدَ الرُّجلِ مِنْ كَسْبِهِ"(۱)

حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) سب سے افضل اور عمدہ کمائی کون سی ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا انسان کے ہاتھ کی کمائی اور ہر مقبول تجارت: "وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ"(۲)

۷۔ کسب و معاش اللہ کی محبت کا باعث:

اگر کسی بھی پیشہ وصنعت کو اس کے شرعی ضوابط وقوانین کے ساتھ اختیار کیا جائے تو وہ اللہ کی محبت کا داعی ہوتا ہے، اس کے لئے ہر مسلمان کو حریص رہنا چاہئے، جس طرح بیکاری اور سستی اللہ کے غضب اور ناراضگی کا باعث ہوتی ہے۔

طبرانی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْتَرِفَ" (اللہ عزوجل پیشہ ور اور محنتی شخص سے محبت فرماتے ہیں) اور دوسری روایتوں میں ہے: "يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُحْتَرِفَ، وَيُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ"(۳)

۸۔ کسب و معاش مغفرت کا ذریعہ

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

---

(۱) نسائی: باب الحث على الكسب، حدیث: ۴۴۴۹، محقق البانی اور محقق شعیب الارنوؤط نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(۲) المعجم الاوسط: باب من اسمه محمود: حدیث: ۷۹۱۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۳) المعجم الأوسط: من اسمه مقدام، حدیث: ۸۹۳۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں عاصم بن عبید اللہ ضعیف ہیں: مجمع الزوائد: باب الكسب والتجارة ومحبتهما والحث على طلب الرزق، حدیث: ۶۲۳۰۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ گناہ ایسے ہیں جو نہ نماز، نہ روزہ، نہ حج اور نہ عمرہ سے معاف ہوتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اس کا کفارہ کیا ہے؟ تو فرمایا: ”اَلْهُمُوْمُ فِیْ طَلَبِ الْمَعِیْشَةِ“ (طلب معاش کے غم کو برداشت کرنا) (۱)

۹۔ کسب و معاش میں عفاف اور غنا کا باعث

عمل اور صنعت و حرفت اور پیشہ کے ذریعے انسان جو کمائی کرتا ہے تو اس کو اپنے اوپر، بیوی بچوں پر اور اپنے زیر تربیت و پرورش لوگوں پر اس کو خرچ کرتا ہے تو یہ بھی شریعت کا ایک بڑا مقصد ہے۔

حکیم بن حزام نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور (صدقہ) شروع کر ان لوگوں سے جو تیری نگرانی میں ہوں اور بہتر صدقہ وہ ہے جو ان لوگوں پر کیا جائے جن کا وہ ذمہ دار ہے اور جو شخص سوال سے بچنا چاہتا ہے، تو اللہ تعالی اسے بچالیتا ہے اور جو شخص بے پروائی چاہے، تو اللہ اسے بے پرواہ بنا دیتا ہے:

”وَمَنْ یَّسْتَعْفِفْ یُعِفُّهُ اللّٰهُ وَمَنْ یَسْتَغْنِ یُغْنِهِ اللّٰهُ“ (۲)

اونچا ہاتھ یعنی جو دوسرے کی بھلائی اور خیر کے لئے آگے بڑھتا ہے، یہ ڈاکٹر، انجینئر، بڑھئی، میکانک وغیرہ کے ہاتھ بھی ہوسکتے ہیں۔

دیگر روایتوں میں ”اَلْیَدُ الْعُلْیَا“ کی تفسیر ”المنفقة“ (خرچ کرنے والا ہاتھ) سے کی گئی ہے۔

۱۰۔ مال سے فرائض اسلام کی ادائیگی میں مدد ملتی ہے۔

اللہ عز و جل نے مسلمانوں پر بہت سارے وہ فرائض عائد کئے ہیں جس میں

---

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی، اول الکتاب ، حدیث: ۱۰۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں محمد بن سلام المصری ہے، ذہبی کہتے ھیں: انہوں نے یحی بن بکیر سے خبر موضوع روایت کی ہے: مجمع الزوائد: باب الکسب والتجارۃ ومحبتها والحث علی طلب الرزق، حدیث: ۶۲۳۹۔

(۲) بخاری: باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى، حدیث: ۱۴۲۸

اموال کی ضرورت ہوتی ہے، کام اور صنعت وحرفت کسب مال کے ذرائع میں سے ہیں، مسلمان پر زکوۃ، رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی، بیوی اور اولاد کا خرچ، اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کے اموال کا خرچ کرنا، ادائیگی حج وغیرہ بہت سارے فرائض ہیں جس میں سفر حج کے لئے صنعت وحرفت میں پختگی کی ضرورت ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک روایت میں فرمایا:

كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَّقُوتُ (۲)	انسان کے گناہ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اس ذی روح کو (بھوکا رکھ کر) ضائع کردے جس کی روزی اس کے ذمہ ہو۔

مثلاً سواری کے لئے ہوائی جہاز، کشتیاں اور کاریں اور ٹھہرنے کے لئے ہوٹلوں وغیرہ کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ جوزاداور راحلہ کے تحت آتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین اشخاص کو مسجد میں عبادت میں منہمک دیکھا تو ان میں سے ایک سے پوچھا: کہاں سے کھاتے ہو؟ کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں، وہی مجھے جیسے چاہے روزی دیتا ہے، دوسرے کے پاس گئے تو اس سے اسی طرح دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ اس کا ایک بھائی جو پہاڑوں میں لکڑیاں چنتا ہے اور ان لکڑیوں کو بیچتا ہے اور اس کے لئے بقدر کفایت کھانے کا نظم کردیتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تمہارا بھائی تم سے زیادہ عبادت گذار ہے "أَخُوكَ أَعْبَدُ مِنْكَ" پھر تیسرے کے پاس آئے اور اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا: لوگ مجھے دیکھ کر میری کفایت کے بقدر روزی کا نظم کردیتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو درے سے مارا اور فرمایا: "أُخْرُجْ إِلَى السُّوقِ" (بازار جاؤ)۔ (۱)

ابن مفلح نے الآداب الشرعیۃ میں سلف کے اس حوالہ سے آثار نقل کئے ہیں:

---

(۱) ابوداؤد: باب فی صلة الرحم، حدیث:۱۶۹۴

(۲) المدخل لابن الحاج: ۲۹۹/۴

ایک شخص حضرت فضیل بن عیاض سے کہا کہ ایک شخص اپنے گھر میں بیٹھے اور یہ گمان کرے کہ وہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہی اس کے رزق کو فراہم کرے گا، فرمایا: اگر اس کو اس تعلق سے مکمل اور کامل بھروسہ ہو تو اس کے ارادہ سے کوئی چیز اس کو نہیں روک سکے گی، لیکن اس طرح انبیاء نے کیا ہے اور نہ دوسروں نے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ“ (۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جو تجارت کو چھوڑ کر نماز میں لگتا ہے اور ایک شخص تجارت کی مصروفیت رکھتا ہے تو ان میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا: امانت دار تاجر۔ ”اَلتَّاجِرُ الْأَمِیْنُ“(۲)

---

(۱) الجمعۃ: ۱۰

(۲) الآداب الشرعیۃ لابن مفلح، فصل فی فضل التجارۃ والکسب علي ترکہ توکلا: ۲۶۹/۳، عالم الکتب

کسب و معاش کی شرعی وفقہی حیثیت

امام محمدؒ نے عمل اور محنت اور کسب کو دو خانوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ پیشہ کے طور پر اپنائے جانے والے یعنی ہر فرد کسی نہ کسی پیشہ اور حرفت میں مہارت حاصل کرے، یہ کسب ومحنت کے یہ شکل نہایت پرانی ہے، جس میں زراعت، صناعت اور تجارت داخل ہیں۔(۱)

۲۔ صنعت سے متعلق کام: یعنی ایک ہی صنعت کے اندر مختلف منصوبہ جات اور پروجیکٹ قائم کئے مثلاً کپڑے کی بنائی میں کچھ افراد اور کمپنیاں کپڑے کی صنعت قائم کریں، کچھ دباغت کا کام کریں وغیرہ۔

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں:

إن كل أحد لا يتمكن من تعلم جميع ما يحتاج إليه فى عمره، فلو اشتغل بذلك فنى عمره قبل أن يتعلم، ومالا يتعلم لايمكنه أن يحصله لنفسه، وقد تعلق به صالح المعيشة لهم، فيسر

ہر شخص ہر وہ کام جس کی اسے زندگی میں ضرورت در پیش ہوتی ہے نہیں سیکھ سکتا، چنانچہ اگر وہ اس طرح کاموں میں مشغول ہو جائے تو ان کاموں کے سیکھنے سے پہلے ہی اس کی عمر ختم ہو جائے گی اور جس کو وہ سیکھے نہیں اس کو حاصل کرنا اس کے

---

(۱) الأفكار الاقتصادية عند محمد بن الحسن الشيبانى فى كتابه: "الكسب": ۱۲، د۔ صالح حميد العلى۔

الله تعالى على كل أحد منهم تعلم نوع من ذلك(١)

لئے ممکن نہیں، اور اس عمل اور کام سے لوگوں کے معاشی مصالح وابستہ ہیں، تو اس لئے اللہ عزوجل نے ہر ایک کے لئے ایک قسم کے کام کو سیکھنا آسان کیا۔

آگے فرماتے ہیں کہ اس کو اللہ عزوجل نے اپنے ارشاد میں بیان فرمایا ہے: ”وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ“ (٢) مطلب یہ ہے کہ فقیر یہ غنی کا محتاج ہے، اور عمل میں فقیر کا محتاج ہے، ایسے ہی کھیتی کرنے والا لباس کیلئے کپڑے بننے والے کا محتاج ہے، کپڑے بننے والے کو کھانے کے کے لئے کھیتی والے کی ضرورت ہے، اس میں ہر شخص جس کام کو وہ انجام دے رہا ہے دوسرے کے مددگار ہونے کی وجہ سے اس کا وہ عمل عبادت اور قربت بن جاتا ہے، لہٰذا اللہ عزوجل کے اس ارشاد میں داخل ہے، ”وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى“ (٣) اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا دَامَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ“ (اللہ عزوجل بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلم بھائی کی مدد میں ہوتا ہے) خواہ یہ کام عوض کے ساتھ ہو یا بغیر عوض کے، جب اس کی عمل میں نیت اپنے بھائی کی مدد کی ہوگی تو وہ اس آیت واحادیث کے تحت آئے گا، اگر وہ اس کے ذریعے یہ نیت کرے کہ اپنے بھائی کی اطاعت میں مددگار ومعاون ہوگا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا۔ (٤)

امام محمد آپس کے تعاون کو شرعی دلائل اور اخلاقیات کی روشنی میں ثابت کیا ہے، آپس کا تعاون اگر شرعی دائرے میں ہو تو ہی وہ مثمر اور فائدہ مند ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو رزق میں متفاوت بنایا ہے، اس سے انسان اپنے رزق کے حصہ کے اعتبار سے قانع ہوتا ہے، اللہ عزوجل نے انسان کے رزق کا ذمہ خود لیا ہے

---

(١) الکسب، وبیانه من وجوه، :١/٧٥، طابع: عبدالہادی حرصونی، دمشق

(٢) الزخرف:٣٢ (٣) المائدة:٢ (٤) الکسب:١٦٣-١٦٥

اور اس کو مشروع وسائل و ذرائع کے ذریعے سعی اور کوشش کرنے کو کہا ہے۔ بہر حال یہ اللہ کی رزق کی تقسیم ہے کوئی کسی کو فقیر اور غنی سمجھ کر ایک دوسرے پر برتری نہ جتائے، چونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں فضیلت اور برتری کی اساس اور بنیاد تقوی ہے۔

کسبِ معاش کس کے لئے:

امام محمدؒ نے کسب کی شرعی حیثیت کو یوں بیان کیا ہے:

”الکسب علی مراتب:

۱۔ **اپنے لئے:** اس مقدار میں رزق کا حصول جس سے اپنی کمر سیدھا رکھ سکے تو اس کا حلال طریقے سے کمانا ہر شخص پر فرض ہے، چونکہ فرائض کا قائم کرنا اس کے بغیر ممکن نہیں، اور جو فرائض کو قائم کرنے کا ذریعہ ہو وہ بھی فرض ہوتا ہے، جو شخص اس سے زیادہ نہ کمائے تو اس کو اس کی گنجائش ہے، چونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”مَنْ أَصْبَحَ آمِنًا فِیْ سَرْبِهٖ مُعَافًی فِیْ بَدَنِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ یَوْمِهٖ كَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا“ (۱)

...... یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس پر قرض نہ ہو، اگر اس پر قرض ہو تو بقدر ادائیگی قرض اس کے لئے کمانا فرض ہے......

۲۔ **اہل وعیال کے لئے:** اسی طرح اگر اس کے اہل وعیال ہیں، بیوی بچے ہیں تو اس پر ان کے کفایت کے بقدر کمانا فرض ہے...... چونکہ بیوی کا خرچ شوہر کے ذمے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”أَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ“ (۲) اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: ”وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ“ (۳) اس استحقاق کی ادائیگی بغیر کمائے ممکن نہیں، اس سے زیادہ کمائی جس سے وہ اپنے اہل وعیال کے لئے وسعت پیدا کر سکے تو

---

(۱) صحیح ابن حبان: باب الفقر والزهد والقناعة، حدیث: ۶۷۱

(۲) الطلاق: ۶ (۳) البقرة: ۲۳۳

اس کو اس کی گنجائش ہے، چونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”اِدَّخَرَ قُوتَ عَیَالِهٖ لِسَنَةٍ بَعْدَ مَا کَانَ یَنْهٰی عَنْ ذٰلِكَ“(۱)

۳۔ **ماں باپ کے لئے:** اگر اس کے تنگ دست ماں باپ ہیں تو ان کی کفایت کے بقدر اس کے لئے کمانا فرض ہے، ان کی تنگی کی وجہ سے ان کا نان و نفقہ بھی اس پر واجب ہے، اگر انکے اندر کمانے کی استطاعت و قدرت بھی ہو، اس کے بعد کمانا نا کمانا اس کے اختیار میں ہے۔

۴۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کمانا آدمی پر ضروری نہیں، اس میں عبادت میں مشغول ہو جائے یا عبادت کا خیال رکھتے ہوئے مال کو جمع کرے دونوں ہی صورتیں مباح ہیں، چونکہ بعض اسلاف وہ ہیں جنہوں نے مال کو جمع کیا ہے، بعض کا شیوہ نہ جمع کرنے کا رہا ہے، اس سے پتہ چلا کہ دونوں جانب مباح ہیں، اس سے پتہ چلا کہ حلال طریقے سے مال کا کمانا مباح ہے، نبی کریم ﷺ نے اپنی دعا میں یوں ارشاد فرمایا:

”أَللّٰهُمَّ اجْعَلْ أَوْسَعَ رِزْقِیْ عِنْدَ کِبَرِ سِنِّیْ ، وَانْقِضَاءِ عُمْرِیْ“ (۲)

امام محمد رحمہ اللہ کے ان اصول کی روشنی میں علماء کرام نے کسب معاش کے چار مراتب ذکر کئے ہیں:

۱۔ فرض یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے پاس اتنا بھی مال نہ ہو جس سے وہ خود اور اپنے اہل وعیال کو کھلا سکے، اگر ایک دن کا کھانا موجود ہے تو ایک دن کمانا فرض نہیں، اور اگر ایک مہینہ کا کھانا موجود ہے تو اب ایک مہینہ کمانا فرض نہیں ہوگا۔

---

(۱) بخاری بلفظ: أَنَّ النَّبِیَّ کَانَ یَحْبِسُ لِأَهْلِهٖ قُوتَ سَنَتِهِمْ“ (بخاری: کتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنة علی أهله، **حدیث:۵۰۴۲**

(۲) المعجم الأوسط: من اسمه سعید، **حدیث:۳۶۱۱**، مجمع الزوائد، **حدیث:۱۷۴۲۰**، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن درجے کی ہے۔

۲۔ حرام یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ یہ مال فخر اور غرور اور اپنی شان دکھانے کے لئے کمائے جیسا کہ آج کل اکثر ایسا ہی ہو رہا ہے۔

۳۔ مستحب اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے اہل وعیال کی ضرورت سے زائد کمائے، اس نیت کے ساتھ کہ میں اس مال سے مسکینوں اور فقیروں کی مدد کروں گا اور اسی طرح کوئی خیر کروں گا نفلی حج وغیرہ۔

۴۔ مباح یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب وہ اپنی ضرورت سے زائد کمائے اس نیت سے کہ اس مال سے اپنی عزت وآبرو وغیرہ کی حفاظت کروں گا۔

امام محمدؒ نے کسب وکمائی کے چار طریقے بتلائے ہیں، زراعت، تجارت، صناعت اور اجارہ، ان تمام کو مباح قرار دیا ہے، اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے استدلال کیا ہے:

" إِنَّ مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوباً لا تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ ، وَلَا الْحَجُّ، وَلَا الْعُمْرَةُ، وَلٰكِنْ يُكَفِّرُهَا الْهَمُّ فِي طَلَبِ الرِّزْقِ "(۱)

حضرت امام محمد نے زراعت کی مذمت کے تعلق سے بعض علماء کے قول اور نبی کریم ﷺ کی حدیث کے ذکر کے بعد کہا کہ:

" أَنَّهُ حِينَمَا رَأَي شَيْئًا مِنْ آلَاتِ الْحِرَاثَةِ عِنْدَ دَارِ قَوْمٍ قَالَ: " لَا يَدْخُلُ هٰذَا بَيْتَ قَوْمٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الذُّلَّ" (۲)

اور زراعت کے تعلق سے ابھارنا اور ترغیب دینے والی احادیث مثلاً " أُطْلُبُوا الرِّزْقَ تَحْتَ خَبَايَا الْأَرْضِ "(۳) اور آثار صحابہ کا ذکر فرمایا ہے۔

---

(۱) المعجم الكبير للطبراني: قطعة من المفقود: حديث: ۲۳۳، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں محمد بن سلام المصری ہیں، ذہبی کہتے ہیں: انہوں نے یحیٰ بن بکیر سے موضوع حدیث بیان کی ہے، ابن عساکر نے اس روایت کو غریب جدا کہا ہے: تاریخ دمشق، ذکر من اسم أبيه عبد الله من المحمدين: ۲۰۰/۵۴، دار الفکر، بیروت۔

(۲) بخاری: کتاب الوكالة الأمين في الخزانة ونحوه، حديث: ۲۳۲۱

(۳) مسند أبي يعلى، مسند عائشة، حديث: ۴۳۸۴، اسماعیل بوصیری کہتے ہیں: ہشام بن عبداللہ ضعیف ہیں۔

اور زراعت کی اہمیت وافادیت پر نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی دال ہے:

”عَمِّرُوا بِلَادِیْ یُعَاشَ فِیْهَا عِبَادِیْ“ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری بستیوں کو آباد کرو؛ تاکہ اس میں میرے بندے زندگی بسر کرسکیں، اس روایت کے ذیل میں علامہ سرخسی فرماتے ہیں: ”فلهذا قلنا هذا الفعل حسن من كل أحد“ (۱) پس اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ یہ عمل (زراعت) ہر کسی کے ہاتھوں بہتر ہے اور یہی سرخسی فرماتے ہیں کہ خود نبی کریم ﷺ نے مقام جرف میں زراعت کی ہے:

”وأزرع رسول الله ﷺ بالجرف“ (۲)

اور یہ بتلایا ہے کہ زراعت کی مذمت اس وقت ہے جب کہ اس کی مشغولیت جہاد اور اللہ کی یاد سے غافل کردے۔

پھر خود احناف کے درمیان اور زراعت اور تجارت کی افضلیت کے بارے میں بحث کی ہے، بعض کا کہنا ہے کہ تجارت افضل ہے، اس لئے ارشاد باری عزوجل ہے: ”وَآخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِیْ الْأَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہ“ (۳) یہاں ”ضرب فی الأرض“ سے مراد تجارت ہے، اس کو جہاد سے بھی مقدم کرکے ذکر کیا، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

> ”لَأَنْ أَمُوْتَ بَیْنَ شَعْبَتَیْ رِحْلِیْ أَضْرِبُ فِیْ الْأَرْضِ أَبْتَغِیْ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ أُقْتَلَ مُجَاهِدًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ“ (۴)

لیکن اکثر احناف کا قول یہ ہے کہ زراعت تجارت سے افضل ہے، چونکہ اس کا

---

(۱) فیض القدیر: حرف المیم، حدیث: ۸۵۵۳

(۲) المبسوط للسرخسی، کتاب المزارعۃ: ۱۷۹/۷

(۳) المزمل: ۱۲۰

(۴) الکسب: ۱۴۶، بیہقی شعب الایمان: الثالث عشر من شعب الإیمان وهو باب التوکل، حدیث: ۱۲۵۶

نفع عمومی ہے، اس سے کھیتی کرنے والے، جانوروں، پرندوں اور عام لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے، چونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرُسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُهُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ“(۱)

اور چونکہ جس کا نفع عام ہوتا ہے وہ افضل عمل ہوتا ہے حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے ” خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ“ (۲)

لیکن شیخ بدرالدین عینی نے شرح بخاری میں اس اختلاف رائے پر بحث کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا ہے کہ ان ہر سہ وسائل کی اہمیت درصل ذاتی نہیں ہے؛ بلکہ اس لئے ہے کہ وہ مخلوق کی فلاح اور عام خوشحالی اور رفاہیت کا ذریعہ ہیں؛ لہٰذا جن ممالک کے طبعی ماحول میں یا جن حالات میں زراعت زیادہ مفید اور نفع بخش ہوتی ہے وہ تجارت اور صنعت پر قابل ترجیح اور جن مقامات میں اور جن واقعات وحالات میں تجارت یا صنعت عام رفاہیت کی کفیل ہیں تو بلاشبہ وہاں وہ لائق ترجیح ہیں۔

وإذا كان كذلك، فينبغي أن يختلف في الحال في ذلك باختلاف حاجة الناس، فحيث كان الناس محتاجين إلى الأقوات أكثر كانت الزراعة أفضل للتوسعة على الناس، وحيث كانوا محتاجين إلى المتجر لانقطاع الطرق كانت

اور جب یہ بات متعین ہوگئی کہ ان وسائل معیشت کی افضلیت کا منشاء نفع عام ہے تو پھر ظاہر ہے کہ لوگوں (اہل ملک) کی حاجات وضروریات کے اختلاف سے ان کی باہمی افضلیت بھی مختلف ہوگی، پس جب باشندگان ملک خام اجناس کے زیادہ محتاج ہوں گے تو زراعت افضل ہے؛ تاکہ لوگوں کے لئے

---

(۱) بخاری: باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه، حدیث: ۲۱۹۵

(۲) المعجم الکبیر، عبد الله بن عمر بن الخطاب، حدیث: ۱۳۶۴۶

التجارة أفضل، وحيث كانوا محتاجين إلى الصنائع أشد كانت الصناعة أفضل وهذا حسن الخ(٢)

اس کا نفع عام ہو اور اگر کسی جگہ زراعت کے وسائل مفقود ہوں تو وہاں تجارت کو برتری حاصل رہے گی اور اگر کسی ملک کے باشندوں کو قدرتی اور طبعی طور پر زراعت اور تجارت کے مقابلے میں صنعت کی زیادہ حاجت ہے تو وہاں صنعت وحرفت کو فوقیت ہوگی اور یہی فیصلہ بہتر اور خوب ہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے زراعت، تجارت اور صنعت کو مدنی حیات کا اہم جزو قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب قومیں معاشی وسائل کو چھوڑ کر عیش پرستانہ وسائل زندگی کو اختیار کر لیتی اور سرمایہ دارنہ سر بلندیوں اور مسرفانہ رفاہیت میں باہمی مقابلہ کو معیار حیات بنا لیتی ہیں تو وہ کبھی مدنی زندگی میں پھل پھول نہیں سکتیں اور ان کی یہ غیر طبعی عیش کوشی ان کو جلد ہی لے ڈوبتی ہے:

فإذا أقبل جم غفير منهم إلى هذه الإكساب أهملوا مثلها من الزراعات والتجارات، وإذا أنفق عظما المدينة فيها الأموال أهملوا مثلها من مصالح المدنية، وجر ذلك إلى تضييق على القائمين بالإكساب الضرورية

پس جب باشندگان ملک کی بڑی اکثریت اس قسم کے (غیر طبعی اور غیر مفید) کسب واکتساب میں منہمک ہو جاتی ہے تو زراعت اور تجارت جیسے کسب وہنر کو چھوڑ بیٹھتی ہے اور جب کہ شہر کے رؤساء اور امراء ایسے غلط وسائل معیشت پر خرچ کرتے ہیں تو ایسے

---

(١) عمدة القاری: ۱۱/۱۷۵، مطبوعة منيرية، القاهرة

كالزرع والتجار والصناع وتضاعف الضرائب عليهم وذلك ضرر بهذه المدينة يتعدى من عضو منها إلى عضو حتى يعم الكل ويتجارى فيها كما يتجارى الكلب في بدن المكلوب (۱)

لوگ مدنی مصالح کو برباد کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ غلط انہماک ان لوگوں کی مصیبت کا باعث بن جاتا ہے جو اہم اور ضروری معاشی وسائل کی جانب مشغول ہیں مثلاً: کاشتکار، تجار اور صناع، نیز یہ فاسد انہماک ان پیشہ ور افراد پر بھاری ٹیکسوں کا باعث ہوجاتا ہے اور یہ مدنی زندگی کے لئے اس قدر نقصان دہ بن جاتا ہے کہ اعضاء جماعت کے ایک عضو سے متعدی ہو کر دوسرے عضو تک پہنچتا اور آہستہ آہستہ تمام اعضاء (افراد) جماعت میں ایک داء الکلب (چیچڑی لگ جانے کا مرض) کی طرح متعدی ہوجاتا ہے۔

حضرت امام محمدؒ نے ان بعض جاہلوں اور صوفیاء کا رد فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کسب ومعاش حرام ہے، نصوص کی روشنی میں کسب ومعاش کے حصول کو مستحب قرار دیا ہے، ارشاد باری ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ“ (۲)

اور نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے:

---

(۱) حجة الله البالغة، أبواب ابتغاء الرزق ۲/

(۲) النساء: ۲۹

"اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الأَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (۱)

اور ایک روایت میں کسب و معاش کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "مَنْ أَمْسَى كَالاًّ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ أَمْسَي مَغْفُوْرًا لَهُ"(۲)

کسب اور روٹی سے عبادت پر قوت حاصل ہوتی ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے ایمان کے بعد افضل عمل کے تعلق سے پوچھا تو فرمایا: "اَلصَّلَاةُ وَأَكْلُ الْخُبْزِ" (نماز اور روٹی کا کھانا) ان کی طرف اس آدمی نے تعجب سے دیکھا تو فرمایا: "لَوْلَا الْخُبْزُ مَا عُبِدَ اللّٰهُ "(۳) (روٹی نہ ہوتی تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی) چونکہ روٹی سے کمر مضبوط ہوتی ہے اور عبادت کو بجالایا جاسکتا ہے۔

امام محمدؒ نے انسان کی حاجات اصلیہ کے تعلق سے بھی بحث کی ہے، اس طرح کی چار حاجتیں بتائی ہیں: کھانا پینا، کپڑا، گھر، اس کے دلائل بھی ذکر کئے ہیں: کھانے کی ضرورت کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ" (۴) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ" (۵) پینے کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَي" (۶) اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِي سَوْءَاتِكُمْ وَرِيْشًا" (۷)

---

(۱) ترمذی: باب ما جاء فی التجارة ،امام ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

(۲) المعجم الأوسط، حدیث:۷۵۲۰، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک جماعت ہے جن کو میں نہیں جانتا: مجمع الزوائد: باب الکسب والتجارة ومحبتها والحث علی طلب الرزق، حدیث:۶۲۳۸۔

(۳) الکسب : وبیانه من وجوه:۶۲/۱، الناشر عبدالہادی، حرصونی، دمشق

(۴) الأنبیاء:۸ (۵) البقرة:۵۷

(۶) الانبیاء:۳۰ (۷) الاعراف:۲۶

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: ”یَا بَنِیْ آدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِد“ (۱) گھر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُم مِّن بُیُوتِکُمْ سَکَناً“ (۲) گرمی اور سردی کی تکلیف سے بچنے کے لئے گھر کی ضرورت ہوتی ہے۔ خرچ کے تعلق سے بھی چار درجے ہیں: جس سے زندگی کی سانسوں کو برقرار رکھ سکے اور عبادت پر تقویت حاصل ہو سکے اتنا خرچ کرنے پر ثواب ملے گا، آسودہ ہونے تک خرچ کرنا مباح ہے، اس پر بھی تھوڑا سا حساب ہوگا، شہوات کی تکمیل لذات کا حصول حلال طریقے سے مباح ہے لیکن اس پر حساب ہوگا، اس میں نعمت کا شکر، بھوکوں کے حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہے اور آسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہے۔ ”فَإِنَّ الأَکْلَ فَوْقَ الشِّبْعِ حَرَامٌ“ (۳) چونکہ آسودگی سے زیادہ کھانا اس میں منفعت نہیں نقصان ہے، یہ کھانے کو کسی کوڑا میں ڈالنے کے مثل ہے، چونکہ حاجت اور ضرورت سے زیادہ کھانا اس پر دوسرے کا حق ہے۔

اور یہ بھی بتلایا کہ ان ضروریات کی ادنی حد کا استعمال کرنا اعتدال کے ساتھ آسودگی یہ ضروری ہے، کھانے پینے سے اعراض جس سے اپنے آپ کی ہلاکت ہو یا فرائض کی ادائیگی سے عاجزی ہو جائے تو یہ حرام ہے:

> ”ومن امتنع عن الأكل والشرب والاستكنان (السكن) حتى مات وجب عليه دخول النار، لأنه قتل نفسه قصدا، فكأنه قتلها بحديدة...... فإن تركوا الأكل والشرب فقد عصوا فإن فيه تلفا......فالممتنع من ذلك قاتل نفسه وقال تعالى: ”ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما“ (۴)

اپنی جان کی حفاظت کے بقدر کھا لینے کے بعد اطاعت پر تقویت حاصل کرنے کے بقدر کھانا یہ مندوب اور مستحب ہے۔

---

(۱) الأعراف: ۳۱ (۲) النحل: ۸۰

(۳) الکسب: الفصل الثالث: ۱/۱۰۴ (۴) الکسب: وبیانه من وجوه: ۱/۷۸

دور رسالت اور مابعد علماء کے اختیار کردہ پیشے

مزاج شریعت اور اکابرینِ امت نے تجارت کو ملازمت پر اہمیت دی ہے، جو دینی اور دنیوی فوائد پر عموماً مشتمل ہے، موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی معاشی کی ایک وجہ:

(۱) تجارت سے زیادہ ملازمت کو اہمیت دینا ہے، اونچی ڈگریوں کے حامل ہیں، بیرون ملکوں میں رہتے رہتے دو نسلیں گذر گئیں؛ لیکن اب بھی نوکر ہیں، سماج اور معاشرہ میں بے وزن ہیں۔ مولانا محمد علی مونگیریؒ کو اس کا بہت احساس تھا۔

(۲) ذیل کے مضمون میں بتلایا گیا کہ کوئی حلال پیشہ اسلام میں گھٹیا نہیں ہے، ہر شعبہ میں اور پیشہ میں مسلمان کو خوددار رہنا چاہئے، اتنے بڑے محدثین اور فقہاء یہ پیشے اختیار کر سکتے ہیں تو ہم اور آپ کیا ہیں؟

(۳) کسی بھی پیشے میں رہ کر اگر عزم وہمت ہو اور قناعت وسلیقہ مندی ہو تو دین کی بڑی سی بڑی خدمت انجام دی جا سکتی ہیں جیسے ہمارے ان اکابر نے انجام دیا۔

(۴) کسی بھی پیشہ میں رہ کر یا کوئی بھی امت کا طبقہ دین سے جاہل نہیں رہنا چاہئے، نیچے دی جانے والی ساری فہرستیں اور مضامین کا زیادہ حصہ قاضی اطہر مبارک پوریؒ کی کتاب ”ہر طبقہ اور پیشہ میں علم اور علماء“ کی تلخیص ہے۔

اور مسلمان کاروبار کرنے جاتے ہیں تو ایک ہی کاروبار میں اترتے ہیں، ڈگریاں کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ایک ہی لائن کی ڈگری حاصل کرتے ہیں، ہر شعبہ اور ہر پیشہ میں مسلمانوں کے قائدانہ وداعیانہ کردار ادا کرنا چاہئے۔

تجارت کی اہمیت:

وسائل معیشت میں افضل ترین وسیلہ ''تجارت'' ہے، بعض سلف میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ سب سے افضل تجارت ہے یا زراعت، امام شافعیؒ کے نزدیک تجارت افضل ہے اور امام ابوالحسن ماوردی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ زراعت افضل ہے، امام نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کمانا افضل ہے، اور اس میں زراعت بھی شامل ہے، صاحب بحرالرائق فرماتے ہیں کہ احناف کے نزدیک جہاد کے بعد معیشت کا افضل طریقہ تجارت ہے، پھر زراعت ہے اور پھر صنعت وحرفت ہے، علماء نے لکھا ہے کہ معیشت کے تین ذرائع ہیں، تجارت، زراعت اور اجارہ (ملازمت) اور ہر ایک کے فضائل میں بہت سی احادیث آئی ہیں، بعض حضرات نے اس میں صنعت وحرفت کو بھی شامل کیا ہے، لیکن بعض حضرات کے نزدیک صنعت وحرفت کمائی کے اسباب میں شمار نہیں، اس لئے کہ صرف صنعت وحرفت کمائی نہیں ہے، کیوں کہ اگر کوئی شخص برتن بناتا ہے تو وہ برتن بنا بنا کر اپنی دوکان بھر لے گا، اس سے کوئی آمدنی نہیں ہوگی، جب تک وہ ان برتنوں کو فروخت نہیں کرے یا پھر کسی کے پاس ملازم ہو کر برتن بنانے شروع کر دے، اس وجہ سے یہ دونوں طریقے تجارت اور اجارہ میں آ گئے، غرضیکہ اسباب معیشت میں سب سے افضل سبب تجارت ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث میں اس کی بڑی تعریف کی اور آپ نے خود بھی تجارت کو پسند فرمایا، اس وجہ سے تجارت اسلامی نظام معیشت کا جزو اعظم ہے، لہٰذا ایک اسلامی حکومت کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ اس کی توسیع کے لئے ہر ممکن کوشش کرے، بلکہ موجودہ زمانے میں تو تجارت کو ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے اور دنیا میں تمام امیر ملک تجارت کی وجہ سے امیر ہوئے ہیں نہ کہ زراعت کی وجہ سے۔

اسی وجہ سے تجارت کی نبی کریم ﷺ نے بڑی ترغیب دی ہے، کیوں کہ اقتصادی اور معاشی نظام کی ترقی کا راز سب سے زیادہ تجارت میں ہی مضمر ہے، جو قوم جس قدر تجارت میں دلچسپی لیتی ہے، وہ اسی قدر معاشی اور اقتصادی ترقی کی منزلیں طے کرتی ہے،

جس ملک اور قوم کے باشندے اس زمانہ میں تجارت میں دلچسپی نہیں رکھتے وہ اقتصادی میدان میں ہمیشہ دوسروں کے دستِ نگر رہتے ہیں، اور اسی راستہ سے دوسری قومیں ان کے تمدن، تہذیب، معیشت، اقتصادیات اور سیاست؛ بلکہ مذہب پر قابض ہوجاتی ہیں اوران کو غلام بنا کر ان پر مطلق العنان حکومت کرتی ہیں، جیسا کہ برصغیر پاک وہند میں انگریزوں نے قبضہ کیا اور ہندوستان کے باشندے قریبا دوسو سال تک غیروں کے جبر واستبداد کا شکار رہے، انگریز ہندوستان میں تجارت ہی کی غرض سے آیا تھا اور آج بھی امریکہ اور یورپی ممالک اسی راہ سے دنیا پر اپنا پنجہ استبداد مضبوط کررہے ہیں، عراق کے تیل پر قبضہ کرنے کے لئے امریکہ نے وہاں ایسی خون کی ہولی کھیلی اور ابھی تک کھیل رہا ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی، اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے جو قوم تجارت نہیں کرتی وہ آج نہیں تو کل ضرور غلام بن کر رہے گی اور جو ملک تجارت کی برکات سے محروم ہے وہ جلد ہی قعر مذلت وہلاکت میں گر کر تباہ وبرباد ہوجائے گا۔

تجارت ملازمت سے افضل ہے:

یہ بات صحیح ہے کہ انسانوں کی صلاحیتیں مختلف ہیں، ہر آدمی تاجر نہیں بن سکتا، لیکن تاجر بننے کی کوشش کرنی چاہیئے، ملازمت کے ملنے پر مطمئن نہیں رہنا چاہئے، انبیاء اور صحابہ اکثر تاجر تھے، تجارت میں بوجھ زیادہ ہوگا؛ لیکن مستقل راحت ہوتی ہے، حقوق ادا کرنے، دین کی خدمت کرنے، ان سب سے بڑھ کر نمازوں کی ادائیگی میں سہولت ہوتی ہے، اسلامی تشخص کی حفاظت، داڑھی وغیرہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، نوکر اور ملازم تاجر قوم کے معاشی نظام اور معاشرتی نظام کا غلام بن جاتا ہے، صبح وشام دیکھا جارہا ہے کہ باپ، دبئ، سعودیہ اور امریکہ میں مقیم ہے، نکاح میں تاخیر ہورہی ہے، اولاد کی تربیت اور بیوی کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے نسلیں آوارہ ہوگئیں، ذمہ دار مرد کے نہ ہونے کی وجہ سے کمائی صحیح ٹھکانے پر نہ لگ سکی، وطن کی جائیداد پر لوگوں نے قبضے کرلئے، ماں باپ کی خدمات تو کیا جنازہ میں شرکت بھی نہ ہوسکی۔

اقتصادی نظام کی ترقی وبرتری کا راز زیادہ تجارت میں مضمر ہے، جو قوم یا ملت

جس قدر اس سے دلچسپی لیتی ہے، وہ اسی قدر اپنی اقتصادی بہبود کی زیادہ کفیل بنتی ہے اور جس قوم یا جس ملک کے باشندے تجارت سے دلچسپی نہیں رکھتے وہ اقتصادی نظام میں ہمیشہ دوسروں کے دستِ نگر رہتے ہیں اور اسی راہ سے دوسری اقوام ان کے تمدن، تہذیب معیشت اور سیاست بلکہ "مذہب" پر قابض ہو جاتی اور ان کو غلام بنا کر مطلق العنان حکومت (Absolute Dictatorship) کرتی ہیں۔

ہندوستان جیسا بڑا ملک اور ایشا ویورپ کے دوسرے چھوٹے بڑے ملک آج غیروں کے استبداد اور مظالم کے شکار اسی راہ سے ہوئے ہیں، انگریزوں کے ہاتھ میں ہندوستان تجارت ہی کی راہ سے آیا، مصر پر اسی اجارہ داری کے نام سے قبضہ کیا گیا، ایران کی سابقہ غلامی تیل کی تجارت کی رہین منت تھی اور آج بھی اسی راہ سے اس پر پنجہ استبداد گاڑھا جا رہا ہے، عراق وشام پر قبضہ کی تہہ میں یہی اصول کارفرما ہے، موصل میں چشمے اور دمشق میں کانیں ظاہر ہونے سے پہلے "ماہرین دریافت" کی سیاحانہ (Exurslonistic/Touristic) تگ ودو کا نتیجہ آخر وہی ہوا و معاشی دستبرد کی صورت میں ظالم طاقتوں کی جانب سے ہوا کرتا تھا۔

جرمنی اسی تجارت کے فروغ اور اپنی قوم کی اقتصادی ومعاشی ترقی کی خاطر نو آبادیات کا بھوکا ہے اور آہستہ آہستہ ان کو ہضم کر جاتا ہے، اٹلی نے حبشہ کو اسی کی خاطر تباہ وبرباد کیا اور ہسپانیہ کی تباہی وبربادی کا راز اسی میں مضمر ہے، مشرق بعید میں جاپان کے چین پر بے پناہ مظالم اسی داستان کا ایک ورق ہیں اور فلسطین میں برطانیہ کے سفاکانہ مظالم کا راز بھی اسی میں مضمر ہے۔

غرض شرق وغرب اور ایشیاء ویورپ کی موجودہ جنگ وپیکار اور ہوسِ ملک گیری غیر مہذب ممالک کو مہذب بنانے کے لئے وجود پذیر نہیں ہوئی؛ بلکہ تجارتی منڈیوں کے اضافہ اور اپنے معاشی حالات کو بہتر بنانے کے لئے مظلوموں پر معاشی دستبرد کی خاطر عمل میں لائی جا رہی ہے، جس قوم میں تجارت نہیں ہے وہ آج نہیں تو کل ضرور غلام بن کر رہے گی اور جو ملک تجارت کی برکتوں سے محروم ہے وہ صبح نہیں تو شام تک ضرور قعرِ

ہلاکت میں گر کر تباہ ہو جائے گی۔ (۱)

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تاجر قوم حاکم ہوتی ہے، اور تاجر قوم اپنا نظامِ زندگی مسلط کر دیتی ہے اور ملازم خواہی نہ خواہی تاجروں کا نمائندہ بن کر رہ جاتا ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تجارت:

جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو انہوں نے ساتھ میں اپنی تاجرانہ رجحانات ومیلانات کو بھی یہاں لے آئے، چنانچہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے تعلق سے مروی ہے کہ جیسے ہی وہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے بازار کے تعلق سے دریافت کیا اور خرید وفروخت کر کے مال اکٹھا کیا اور شادی کی "فَدُلُّونِي عَلَى السُّوقِ فَدَلُّوهُ عَلَى السُّوقِ" (۲) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بازار میں تجارت کرتے تھے، فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ پر رسول اللہ ﷺ کا حکم پوشیدہ رہا مجھ کو بازاروں میں خرید وفروخت یعنی تجارت کے لئے نکلنے نے اس حکم سے غافل کر دیا: "أَلْهَانِي الصَّفَقُ بِالْأَسْوَاقِ" (۳)

حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کی تجارت کے لئے ایک بازار قائم کیا تھا، جس سے مدینہ کی معیشت کو یہودیوں کی خرد وبرد سے بچانا مقصود تھا، اس بازار میں مدینہ کی مصنوعات، بازو کے گاؤں دیہات کے ساز وسامان بکتے تھے، باہر سے لوگ بھی آتے تھے، اس بازار میں تمام شرعی امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا تھا۔ اس بازار میں حرام چیزیں مثلاً شراب، خنزیر کے بیچنے کی ممانعت تھی، اور تمام قسم کے سود منع تھے، احتکار اور تصریہ کی ممانعت تھی، اور پھل کو بدو صلاح سے پہلے بیچنا منع تھا، شہری کا دیہاتی کو بیچنا منع تھا، دھوکہ دہی اور نجش کی ممانعت تھی، اور قافلوں کے بازار پہنچنے سے پہلے ان سے ملنا منع تھا، چھونے کی بیع، کنکری پھینکنے کی بیع، اٹکل کی بیع کی ممانعت تھی، دھوکہ دہی، ملاوٹ، جھوٹی

---

(۱) اسلام کا اقتصادی نظام: ۴۴۴

(۲) ترمذی: مواساۃ الأخ، حدیث: ۱۹۳۳، امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

(۳) بخاری: باب الخروج في التجارة، حديث: ۱۹۵۶

قسم وغیرہ کی بھی ممانعت تھی۔

حضور ﷺ نے خرید وفروخت کرنے والوں کے مابین تسامح اور چشم پوشی کا حکم دیا فرمایا: ”سَمُحًا إِذَا قَضٰى“ (۱) (جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو فیاض ہے جب کہ بیچے اور جب کہ خریدے اور جب اپنے حق کا تقاضا کرے۔) اس تعلق سے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ” وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَة“ (۲) اور بخاری نے نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ذکر فرمایا ہے: ”عبداللہ بن حارث حکیم بن حزام روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بیچنے والے اور خریدنے والے کو اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہوں ”اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا وَ قَالَ حَتّٰى يَتَفَرَّقَا“ کہا اگر دونوں سچ بولیں اور صاف صاف بیان کریں تو ان دونوں کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر دونوں نے چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان دونوں کی بیع کی برکت ختم کردی جائے گی: ” وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا“ (۳)

نبی کریم ﷺ بذاتِ خود بازار کے امور کی نگرانی فرماتے، بعض صحابہ نے نبی کریم ﷺ سے بازار میں پیش کردہ سامان تجارت کی قیمت متعین کرنے کو کہا تو حضور اکرم ﷺ نے اس کی یہ کہتے ہوئے تردید فرمائی: ”إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْخَالِقُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ الْمُسْعِرُ“ ارشاد ہوا بے شک اللہ کی ذات پیدا کرنے والی ہے اور رزق میں تنگی دینے والی ہے اور کشادہ کرنے والی ہے اور وہ بہت زیادہ رزق دینے والا ہے مجھے امید ہے کہ جب میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا تو تم میں سے کوئی شخص مجھ سے کسی ایسی چیز کا حساب طلب نہیں کرے گا جو میں نے بطور ظلم اس کے ساتھ کی ہو خواہ اس کا

---

(۱) صحیح ابن حبان، کتاب البیوع، حدیث:۴۹۰۳، محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۲) البقرۃ: ۲۸۰

(۳) بخاری: باب السهولة والسماحة فی الشراء، حدیث:۱۹۷۳

تعلق جان کے ساتھ ہو یا مال کے ساتھ ہو۔(۱)

پھر بعد میں نبی کریم ﷺ نے عمر بن الخطاب ؓ کو مدینہ کے بازار کا ذمہ دار بنایا اور سعید بن العاص کو مکہ کے بازار کا۔

تجارتی امور کی تنظیم وترتیب ہی کے لئے قرض کو لکھ لینے کی بات کہی گئی، آیت کریمہ میں اسی کی جانب اشارہ ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ......"(۲) حضور نبی کریم ﷺ کا بھی معمول تھا کہ خرید کردہ وفروخت کردہ چیز کو لکھ لیا کرتے تھے۔

حضرت عدا بن خالد بن ہوذہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک تحریر نکال کر دکھائی جس میں یہ لکھا تھا کہ یہ بیع نامہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ اور عدا بن خالد بن ہوذہ کی خریداری سے متعلق ہے عدا نے محمد ﷺ سے ایک غلام یا لونڈی خریدی جس میں کوئی بیماری نہیں ہے کوئی بدی نہیں ہے اور کوئی برائی نہیں ہے عدا نے اس کو اس طرح خریدا ہے جس طرح ایک مسلمان ایک مسلمان سے خریدتا ہے: "لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خُبُثَ "(۳)

نرمی، آزادی دور رسالت کے بازار کی خصوصیت تھی، حتی کہ مشرکین سے بھی خرید وفروخت کی اجازت تھی، اور یہودیوں سے خرید وفروخت کا معاملہ کیا، ان سے قرض لیا، ایک یہودی سے ایک مدت تک قرضا غلہ لیا اور اس کے پاس اپنی زرہ رہن رکھوائی "وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ"(۴)

دور رسالت میں جو سکے رائج تھے وہ دینار تھی، یہی بزنطینی کرنسی تھی جو خالص سونے سے ڈھلی گئی تھی، اس کی زیادتی کی صورت میں لوگ اس کا معاملہ وزن سے کیا

---

(۱) سنن دارمی: باب فی النھی عن أن یسعر فی المسلمین، حدیث:۲۵۴۵، محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کو صحیح اور اس کے رجال کو ثقہ صحیح کے رجال قرار دیا ہے۔

(۲) البقرۃ:۲۸۲

(۳) بخاری، باب السھولۃ والسماحۃ فی الشراء، حدیث: ذکر البخاری تعلیقا

(۴) مسلم: باب الرھن وجوازہ فی الحضر والسفر، حدیث:۱۶۰۳

کرتے تھے، کم ہونے کی صورت میں عدد سے شمار کرتے تھے، زمانہ جاہلیت کے مثل نبی کریم ﷺ نے ان دنانیر پر معاملت کو درست رکھا، اسی طرح لوگ ”دراہم“ سے بھی معاملت کرتے تھے، یہ ملک فارس کے ڈھلے ہوئے تھے، یہ وزن، حجم کے اعتبار سے چھوٹے بڑے ہوتے تھے۔(۱)

بعض صحابہ نے دور رسالت میں صیرفیت (روپیئے کو روپے کے بدلہ فروخت کرنا) کا پیشہ اپنایا ہوا تھا، بعض صحابہ کے قول سے یہ بات معلوم ہوتی ہے ”ابوالمنہال کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے برا ابن عازب اور زید بن ارقم سے صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے بتایا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تجارت کیا کرتے تھے تو ہم لوگوں نے آپ ﷺ سے بیع صرف کے متعلق پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا اگر ہاتھوں ہاتھ ہوتو کوئی حرج نہیں اور اگر ادھار ہے تو بہتر نہیں“ (إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ) (۲) نبی کریم ﷺ آج کی قیمت صرف کی اجازت دی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نقیع میں (جو مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے) اونٹوں کو دیناروں کے عوض بیچا کرتا تھا اور دیناروں کے بدلے درہم لے لیا کرتا تھا اسی طرح جب اونٹوں کو درہم کے عوض بیچتا تو درہم کے بدلے دینار لے لیا کرتا تھا پھر جب میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم دینار کے بدلے درہم اور درہم کے بدلے دینار لے لو جب کہ نرخ اس دن کے مطابق ہو اور تم دونوں ایک دوسرے سے اس حال میں جدا ہو کہ تمہارے درمیان کوئی چیز نہ ہو:

”لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَ بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَيْنَكُمْ شَيْءٌ“(۳)

---

(۱) الإدارة فی عصر الرسول :۱۷۲

(۲) بخاری: باب التجارة فی البر، حدیث: ۱۹۵۵

(۳) ابوداؤد: باب فی اقتضاء الذهب من الورق، حدیث: ۳۳۵۶، عمر بن احمد اندلسی نے تحفۃ المحتاج: باب القبض: ۲/۲۳۳ میں کہا ہے کہ اس روایت کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

اوزان بھی دور رسالت میں وہی رائج تھے جو اس سے ماقبل زمانے میں مستعمل تھے، البتہ اس کی نگہداشت کی گئی اور ان کو بازاری معیار کا بنایا گیا، مکہ میں وزن کا رواج تھا تجارتی ذہنیت کی وجہ سے، جب کہ مدینہ میں زراعتی ذہن کی وجہ سے تول کا رواج تھا، اسی لئے حدیث میں آیا ہے، ’’اَلْوَزَنُ وَزْنُ أَهْلِ مَكَّةَ ، وَالْمِكْيَالُ مِكْيَالُ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ‘‘ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیمائش مدینہ منورہ کے حضرات کی قابل اعتبار ہے اور وزن مکہ مکرمہ کے حضرات کا معتبر ہے۔ (۱)

تولنے کے آلات مختلف تھے، مد، صاع، وسق، جریب، قفیز، اسی طرح اوزان بھی مختلف تھے، رہم، ثقال، قیراط، اوقیہ، رطل، قنطار وغیرہ۔

اسلام سے پہلے عرب کی تجارت کا بہت بڑا تعلق مصر، روم، ایران اور ہندوستان کے ساتھ تھا، اور اس کے لئے انہوں نے حسب ذیل مقامات میں منڈیاں قائم کر رکھی تھیں۔

دومۃ الجندل، مشقر، ہجر، صحار، ریا، شحر، عدن، صنعاء، رابیہ، حضر موت، عکاز، ذو المجاز اور بصری۔

اسلامی خلافت نے بھی ان کو باقی رکھا اور جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے خود بھی کاروبار کیا، مدینہ طیبہ کے مقام سنح میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کپڑے کا گودام اور کارخانہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجارت کا تعلق ایران سے وسیع تھا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بھی کپڑے کی تجارت تھی، اور شام کے ساتھ بیوپار کرتے تھے، خاص حجاز میں ’’عکاظ‘‘ کی منڈی ۱۲۹ھ تک قائم رہی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عمارہ بن الولید رضی اللہ عنہما کا تجارتی کاروبار حبشہ میں نجاشی اور اس کے اعیانِ سلطنت کے ساتھ چلتا تھا، اور اسی طرح بیشتر صحابہ کرام تجارتی کاروبار میں مشغول تھے۔

---

(۱) ابوداود: باب فی قول النبی المکیال مکیال المدینة، حدیث: ۳۳۴۲، علامہ حجر عسقلانی نے تلخیص الحبیر، زکاۃ الذھب والفضۃ: ۳۸۳/۲ میں کہا ہے کہ اس کو ابن حبان، دار قطنی اور نووی نے صحیح کہا ہے۔

اسی طرح مدینہ طیبہ میں یہود کی تجارتی منڈیاں اور صنعت وحرفت کے کارخانے تھے، انصار مدینہ نے صنعت وحرفت کا کام ان ہی سے سیکھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد پھر انہی کے ہاتھ یہ کام آ گیا، یہود نے ان کو کپڑا بننا، رنگ سازی، تلواریں بنانا، زرہ بنانا، آلات جنگ اور کاشت کار کا کام سکھایا۔ (۱)

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے تاجر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت بھی آپ کو تجارتی سفر ہی میں ملی تھی، لیکن اس کے ساتھ زراعت کا شغل بھی تھا اور یہ نہایت وسیع پیمانے پر تھا، آپ کے عراق عرب میں کئی زراعتی فارم تھے، ان میں قناۃ اور سراۃ نہایت مشہور تھے، صرف قناۃ کے کھیتوں میں بیس اونٹ سیرابی کا کام کرتے تھے، ایسا ہی انتظام کچھ سراۃ میں بھی تھا، آپ کی تجارت بھی بہت بڑے پیمانے پر تھی۔ (۲)

تجارت اور زراعت کی آمدنی سے وہ بنو تمیم کے محتاجوں کی کفالت فرماتے اور اس کی بیواؤں اور یتیموں کی اعانت فرماتے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سالانہ دس ہزار درہم دیتے۔ (۳)

گھر میں مال ودولت کی فراوانی تھی، تجارت اور زراعت دونوں طریقوں سے مال ودولت گھر میں تھی، لیکن جتنا مال آتا، ان میں لاکھوں درہم ودینار اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے، ایک مرتبہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے صاحبزادے موسی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے والد کس قدر دولت چھوڑ گئے؟ انہوں نے کہا: بائیس لاکھ درہم، دو لاکھ دینار اور اس کے علاوہ کثیر مقدار میں سونا اور چاندی، غیر منقولہ جائیداد اس کے علاوہ تھی، جس کی کل قیمت کا محتاط اندازہ تین کروڑ تھا، یہ سن کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”عاش حمیدا سخیا شریفا وقتل فقیدا رحمه الله “(۴)

---

(۱) اسلام کا اقتصادی نظام: ۴۶۷

(۲) طبقات ابن سعد: ۳/۱۹۵، معجم کبر طبرانی، حدیث: ۱۹۶

(۳) طبقات ابن سعد: ۳/۱۸۵

(۴) طبقات ابن سعد: ۳/۱۵۶، سیر اعلام النبلاء: ۵/۲۳۲

اسی طرح سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا پیشہ بھی تجارت تھا، حالت یہ تھی کہ آپ جس کام کو ہاتھ لگاتے اس میں کبھی خسارہ نہ ہوتا (۱) فاروقی فوج میں افسر بھی کچھ عرصہ رہے اور فاروقی افسروں کی تنخواہیں سات سے دس ہزار درہم تک تھیں، اتنا مالدار ہونے کے باوجود فیاض اور سخاوت میں ایک بہت بڑے مقام کے حامل تھے، آپ کے پاس ایک ہزار غلام تھے، جو روزانہ اجرت پر کام کر کے ایک بہت بڑی رقم لاتے تھے، لیکن اس مال میں سے آپ نے ایک حبہ بھی اپنی ذات پر اور اپنے اہل وعیال پر کبھی صرف نہ کیا تھا؛ بلکہ جو کچھ آتا وہ اسی وقت اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیتے، ایک مرتبہ ایک مکان چھ لاکھ میں فروخت کیا، کسی نے کہا کہ آپ نے زیادہ قیمت لی ہے، فرمایا: ہرگز نہیں، اور وہ ساری ساری رقم راہ خدا میں تقسیم فرمادی۔

۳- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی بہت بڑے تاجر تھے، سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں:

"كان عامة ماله من التجارة" یعنی ان کا اکثر مال تجارت کا تھا۔

لیکن لاکھوں درہم ودینار، پانچ سو اونٹ اور پانچ سو گھوڑے رسول اللہ ﷺ کی اس دنیوی زندگی میں اللہ کی راہ میں خرچ کئے۔ (۲)

امام ذہبی نے حافظ ابن عبدالبر کا قول نقل کیا ہے کہ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تجارت میں بڑے خوش قسمت انسان تھے، اور وفات کے وقت انہوں نے ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے ترکہ میں چھوڑے۔ (۳)

زندگی میں تین ہزار غلام آزاد کئے۔ (۴)

زندگی میں اتنا اللہ کی راہ میں تقسیم کیا پھر بھی وافر دولت چھوڑ گئے، ان کی چاروں بیویوں نے جن کو ترکہ میں صرف آٹھواں حصہ ملتا تھا، اسی ہزار دینار پائے؛ بلکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا کہ ہر بیوی نے ایک ایک لاکھ دینار پایا۔ (۵)

---

(۱) الاستیعاب: ۱/۲۰۸

(۲) حلیه الأولیاء: ۹/۹۹

(۳) سیر اعلام النبلاء: ۱/۹۲

(۴) حلیه الاولیاء لأبی نعیم: ۱/۹۹

(۵) سیر اعلام النبلاء: ۱/۸۹-۹۱

لکھا ہے کہ سونے کی اینٹیں اتنی بڑی تھیں کہ کلہاڑی سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئیں اور کاٹنے والوں کے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے، اور غیر منقولہ جائیداد بھی بہت چھوڑی۔(۱)

احادیث اور صحابہ کے طرز عمل سے پتہ چلا کہ ہر شعبے تجارت میں مسلمانوں کو ہونا چاہئے، کسی شعبہ تجارت میں دوسروں کے دست نگر نہ ہوں، جس شعبہ میں بھی غیر اسلام مزاج والے آجائیں گے، تو وہ شعبہ تجارت برباد ہو جائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا نظریہ:

چنانچہ مفکر اسلام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں ''سیادتِ مدنیہ'' پر بحث کرتے ہوئے اس بات کو اچھی طرح صاف کر دیا کہ اسلام کا معاشی نظام ایک لمحہ کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کرتا کہ اس کی قلمرو میں تجارت، صنعت و حرفت اور مفید و جائز معاشی وسائل میں اضمحلال پیدا ہو جائے اور مملکت کی آبادی مفت خورانہ وظائف پر گذر اوقات بسر کرنے لگے اور وہ یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ: عام حالاتِ زندگی میں تمام قلمروِ اسلامی کا جہاد میں مصروف رہنا بھی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ ان میں تاجر، صناع، کاشتکار سب ہی کا وجود ضروری ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

أ يكون توزعهم في الإقبال
على الاكتساب بحيث يضر
بالمدنية مثل أن يقبل
أكثرهم على التجارة ويدعو
الزراعة أو يكتسب أكثرهم
بالغزو ونحوه، وإنما ينبغي
أن يكون الزراع بمنزلة
الطعام والصناع والتجارة

سیاستِ ملکی میں تقسیم کار اور مختلف
منازلِ کسب واکتساب کا ہونا از
بس ضروری ہے اور اگر ایسا نہ ہو؛
بلکہ صورتِ حال یہ ہو کہ وہ سب
ایسے کسب واکتساب کی جانب
متوجہ ہو جائیں کہ آخر کار وہ ملک
(شہر) کے نقصان کا باعث بن
جائیں مثلا ملک کی اکثریت

---

(۱) اسد الغابة: ۳/۳۱۷

والحفظة بمنزلة الملح المصلح الخ(۲)

زراعت کو چھوڑ بیٹھے اور صرف تجارت کی جانب متوجہ ہو بیٹھے (یعنی خام اجناس کے وسائل کے باوجود ان کو پیدا نہ کیا جائے) یا اس کی اکثریت صرف غزوہ ہی میں مشغول ہوجائے (اور تجارت وصنعت وزراعت معدوم ہونے لگے) یا اسی طرح کسی ایک مشغلہ میں ملک کی اکثریت مشغول رہ کر دوسرے ذرائع ترقی ملک کو کھو بیٹھے تو یہ سیاستِ مملکت کے لئے سخت مضر ہے؛ بلکہ شہری باشندوں کو یہ سوچنا چاہیئے کاشتکار اجتماعی حیات کے لئے بمنزلہ طعام کے ہیں اور تاجر وصناع اور فوج وسپاہی گویا نمک برائے اصلاحِ طعام کی مثال ہیں۔

آج ہم مسلمانوں کی صورتحال یہ ہے کہ اگر کوئی کپڑے کی تجارت میں اترتا ہے تو سارے ہی کپڑے کی تجارت کرنے لگ جاتے ہیں اور اگر کوئی لوہے وغیرہ کے کاروبار میں لگتا ہے تو سب وہی کرنے لگ جاتے ہیں، مارکیٹ کا جائزہ لینا چاہیئے، ماہرین سے مشورہ کرنا چاہیئے، نفع ونقصان، منفی ومثبت پہلو کا پہلے سے اندازہ کرنا چاہیئے۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس صراحت کے ساتھ یہ بھی

---

(۱) شاہ ولی اللہ ، حجة اللہ البالغة : باب السیاسة المدنیة :۱/۴۴، مطبوعۃ مصر

بیان کیا ہے کہ مملکت کی تباہی کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ افرادِ ملت ہاتھ کی کمائی اور ذاتی محنت کے ذریعہ تحصیل معاش کو چھوڑ کر اپنا بوجھ صرف ''بیت المال'' پر ڈال دیں اور اس کے حقیقی مصارف کے لئے باعثِ مصیبت بن جائیں، اگر چہ ان میں سے بعض افرادِ ملت کا حق معیشت بیت المال سے ہی کیوں نہ متعلق ہو مثلاً مجاہدین اور علماء۔

وغالب سبب خراب البلدان فی هذا الزمان شيئان: أحدهما تضيقهم على بيت المال بأن يعتادوا التكسب بالأخذ منه على أنهم من الغزاة أو من العلماء الذين لهم حق فيه، أو من الذين جرت عادة الملوك بصلتهم كالزهاد والشعراء أو بوجه من وجوه التكدر ويكون المعدة عندهم هو التكسب دون القيام بالمصلحة فيدخل علي قوم فينغصون عليهم ويصيرون كلا على المدنية" الخ (۱)

اور اس زمانہ میں مملکتوں کی بربادی کا سبب غالب دو امور ہیں: پہلی بات تو یہ ہے کہ بیت المال کے مالیہ پر ضیق اور تنگ حالی چھا جائے، یعنی ایسے افراد بھی اپنی تمام معیشت کا بار اس پر ڈال دیں جن کا واقعی بیت المال میں حق ہے جیسے مجاہدین اور علماء اور وہ افراد بھی جن کے لئے آج کل کے بادشاہوں نے داد ودہش کے خزانے کھول رکھے ہیں، جیسے صوفی، شعراء وغیرہ یا اسی قسم کے دوسرے مکدر اور غلط اسباب کی راہ سے بیت المال کو زیر بار کیا جائے، درحقیقت ان کے دماغوں میں یہ بات آنی چاہئے کہ بہترین ذریعۂ معاش قوت بازو سے کمانا ہے نہ کہ

---

(۱) شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ: باب السیاسۃ المدنیۃ: ۱/۴۵، مطبوعہ مصر

اجتماعی مصالح کے قیام کی راہ سے صرف بیت المال کے روزینہ پر اکتفا کر بیٹھنا؛ کیوں کہ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ مزاحمت کرتی ہے اور پھر آپس میں ایک دوسرے کے لئے تکدر اور معاشی خرابی کا باعث بنتی ہے اور بالآخر شہریت اور مملکت کے لئے باردوش ہوجاتی ہے۔

اور دوسری جگہ قابلِ ملامت تعیش پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسے ملک کے باشندے معاش کے ان اصول ووسائل کو چھوڑ بیٹھتے ہیں جن پر نظامِ عالم کی بنیاد قائم ہے:

وصار جمهور الناس عيالا على الخليفة يتكففون منه تارة على أنهم من الغزاة والمدبرين المدينة، يترسمون برسومهم ولا يكون المقصود دفع الحاجة؛ ولكن القيام بسيرة سلفهم وتارة على أنهم شعراء جرت عادة الملوك بصلتهم، وتارة على أنهم

اور باشندوں کی اکثریت خلیفہ کی عیال بن جاتی اور بیت المال پر بار ہوجاتی اور کبھی وہ یہ کہہ کر وظیفہ حاصل کرتے ہیں کہ وہ ”غازی“ ہیں اور ملک کے ”سیاسی راہنما“ ہیں اور اس وظیفہ طلبی میں ضروری حاجات کا دفع کرنا مقصد نہیں رہتا؛ بلکہ باپ دادا کی رسم کو قائم رکھ کر مفت خوری مقصد ہوتا ہے، کہ وہ ”درباری شاعر“ ہیں اور کبھی یہ کہہ

الخليفة أن لا يتفقد حالهم، زهأد وفقراء يصح من فيضيق بعضهم بعضا وتتوقف مكاسبهم على صحبة الملوك، والرفق بهم، وحسن المحاورة معهم التملق منهم، وكان ذلك هو الفن الذى تتعمق أفكارهم فيه وتضيقع أوقاتهم معه، فلما كثرت هذه الأشغال فى نفوس الناس هيئات خسيسة وأعرضوا عن الأخلاق الصالحةِ

کر وصول کرتے ہیں اور بادشاہوں کی جانب سے شعراء پر داد ودہش ہوا کرتی ہے ، اور کبھی یہ کہہ کر حاصل کرتے ہیں کہ وہ ”صوفی اور درویش“ ہیں اور خلیفہ ان کے تفتیش حالات کو معیوب سمجھنے لگتا ہے اور اس طرح وہ ایک دوسرے کی ضیق وتنگی کا باعث بن جاتے ہیں اور ان کا معاشی کسب واکتساب صرف بادشاہوں کی مصاحبت، ان کی خوشامد اور جی حضوری اور ان کی مدح میں چرب زبانی پر رہ جاتا ہے اور آخر کار یہ ایسا فن بن جاتا ہے کہ ان کے تمام افکار اور دماغی خیالات اس بدترین فن پر صرف ہونے لگتے ہیں اور وقت کی تباہی کا باعث بن جاتے ہیں، بہر حال: جب کسی قوم میں یہ اشغال بڑھ جاتے ہیں تو لوگوں کے نفوس میں ادنی اور ذلیل افکار وخیالات رونما ہونے لگتے ہیں اور پست خیالی اور دنائت ان کو اخلاق صالحہ سے باز رکھتی ہے۔

عہد رسالت کے کپڑے کے تاجر:

خطیب نے ابو ہریرہ ؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:

عَـلَيْكَ بِالْبَزِّ يُعْجِبُهُ أَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ بِخَيْرٍ وَفِيْ خِصَبٍ (۱)

تم کپڑوں کی تجارت کو اختیار کرو، ان کو یہ اچھا لگتا تھا کہ لوگ خیر وعافیت اور خوشحال ہوں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعا مروی ہے کہ:

لَـوْ أَذِنَ الـلّٰـهُ لأَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْ التِّـجَارَةِ لَاتَّـجَـرُوْا فِـيْ الْبَزِّ وَالْعَطْرِ (۲)

اگر اللہ عزوجل نے اہل جنت کو تجارت کی اجازت دی ہوتی تو وہ کپڑوں اور عطر کی تجارت کرتے۔

- کپڑوں کے تجار میں حضرت عثمان ؓ تھے جن کی تجارت ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑوں پر ہوتی تھی۔
- طلحہ بن عبید اللہ بھی ابن الجوزی کے مطابق کپڑا فروخت کرنے والے تھے۔

زبیر بن بکار نے سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ کی روزانہ کی تجارت ایک ہزار دینار تھی۔

ایک روایت میں ہے: حضرت سوید بن قیس ؓ سے مروی ہے کہ میں نے اور مَـخْـرَمَةُ الْـعَبْدِيْ نے مل کر "ہجر" نامی علاقے سے کپڑے منگوائے ہم لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی کریم ﷺ نے ایک شلوار کے بارے میں ہم سے معاملہ کیا اس وقت ہمارے یہاں کچھ لوگ پیسے تولنے والے ہوتے تھے جو تول کر پیسے دیتے تھے نبی کریم ﷺ نے تولنے والے سے فرمایا کہ انہیں پیسے تول کر دے دو اور جھکتا ہوا تولنا۔ "زِنْ وَارْجِحْ" (۳) عبد الرحمٰن بن عوف بھی کپڑے کے تاجر تھے۔

---

(۱) تاریخ بغداد: عبد اللہ بن مروان: ۱۱/۳۸۷

(۲) المعجم الصغير : من اسمه عبد السلام، حدیث: ۶۹۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے اس میں عبد الرحمٰن بن ایوب السکونی ضعیف ہیں۔

(۳) ابوداؤد: باب فی الرجحان فی الوزن والوزن بالأجر، حدیث: ۳۳۳۸، علجونی نے کشف الخفاء: ۱/۱۰۰ میں ترمذی اور نسائی کے حوالہ سے اس روایت کا صحیح ہونا نقل کیا ہے۔

سوتی کپڑے کے تاجروں میں علماء:

سوتی کپڑے کے تاجروں کو کرابیسی ، بَزَّاز، بَزِّی اور طَاطِرِی کہتے ہیں او رمختلف علاقوں میں ان کے مختلف نام ہیں:

- امام دار الہجر ۃ مالک بن انس باقاعدہ طالب علمی سے پہلے اپنے بھائی نضر بن انس کے ساتھ بزازی کرتے تھے یعنی سوتی کپڑے کی تجارت میں ان کے شریک کار تھے،، قاضی عیاض نے تصریح کی ہے: "وَكَانَ أَخُوهُ النَضرُ يَبِيعُ البَزَّ، وَكَانَ مَالِكٌ مَعَهُ بَزَّازًا، ثُمَّ طَلَبَ العِلمَ" امام مالک کے بھائی سوتی کپڑے فروخت کرتے تھے اور امام مالک ان کے ساتھ بزازی کرتے تھے بعد میں تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔(۱)
- محدث ابوسلیمان ایوب بن سلمان کرابیسی بصری صاحب الکرابیس کی نسبت سے مشہور ہیں۔
- محدث ابوالحسن عباد بن لیث کرابیس۔
- احمد بن محمد کرابیسی ہندی۔
- محدث مروان بن طاہر دمشقی۔
- محدث ہیثم بن رافع طاطری باہلی بصری۔(۲)
- محدث ابوعوانہ وضاح بزاز واسطی، مشہور حافظ حدیث اور اعیان محدثین میں سے ہیں۔(۳)
- محدث عبدالصمد بن نعمام بزاز کبار محدثین میں سے ہیں۔(۴)

پرانے کپڑے کے تاجر علماء:

جو لوگ پرانے کپڑے سلے ہوئے یا بغیر سلے ہوئے فروخت کرتے تھے ان کو

---

(۱) ترتیب المدارك وتقریب المسالك:، وحلیته ومسكنه ومطعمه ومشربه، ۱۲۴/۱، مطبعة الفضالة ، المغرب۔

(۲) الانساب: ۶/۹

(۳) العبر: ۳۶۹/۱

(۴) حوالہ سابق: ۴۹۹

خُلقانی کہا جاتا تھا:

- محدث ربیع بن سلیم خلقانی ازدی بصری
- محدث ابوزیاد اسماعیل بن زکریا خلقانی
- محدث ابوسعید حسن بن خلف بن سلیمان استر آبادی جرجانی خلقانی
- محدث ابوعبداللہ موسی بن داؤد ضبی خلقانی کوفی قاضی طرطوس۔ (۱)

کپڑے کے ٹکڑوں کے تاجر علماء

جو لوگ کپڑے کے ٹکڑے اور کٹ پیس کی تجارت کرتے تھے ان کو قِطْعِی کہتے ہیں:

- محدث مشہور ابوعبداللہ حسین بن محمد بن فرزدق کوفی۔
- محدث عبداللہ بن علی بن قاسم قطعی کوفی۔

قمیص فروش علماء:

بہت سے اہل علم ہر قسم کے سلے ہوئے کپڑے اور لباس فروخت کرتے تھے آج کل کے ریڈی میٹ کی طرح ☆ محدث ابوالفتح حسین بن قاسم بن ابوسعد قُمَاصِی نیشاپوری۔

کلاہ فروش علماء:

ہر قسم کی ٹوپیاں سلنے اور فروخت کرنے والوں کو قَلَانِسِی کہتے ہیں، علماء وصلحاء کا یہ بھی ایک مستقل ذریعہ معاش تھا۔

- مشہور صوفی بزرگ ابواحمد مصعب بن احمد بن مصعب قلانسی صوفی مروزی، شیخ جنید بغدادی کے معاصر۔

لحاف اور رضائی کے تاجر علماء:

جو لوگ ہر قسم کے لحاف وگدے اور رضائیاں سلتے ہیں اور ان کی تجارت کرتے تھے ان کو نَجَّادُ کہتے ہیں: اس طبقہ میں بھی کئی نامی گرامی علماء وصلحاء گذرے ہیں:

---

(۱) الانساب: ۱۷۹/۵

- ابو بکر احمد بن سلمان بن حسن نجاد حنبلی بغداد حنبلی مسلک کے بہت بڑے فقیہ ومحدث۔
- محدث ابو بکر محمد بن حسن بن سلیم نجاد بغدادی نہایت معتبر اور ثقہ محدث ۔
- محدث ابو موسیٰ ہارون بن حسین بن سعد نجاد بغدادی۔

فرش وغیرہ کے تاجر علماء:

زمینی تخت اور چارپائی پر بچھائے جانے والے فرش اور بستر کو نِمطٌ کہتے ہیں، جس کی جمع اَنْماطٌ آتی اور اس کے بنانے والے فروخت کرنے والے کو انماطی کہتے ہیں۔

- محدث حبیب بن ابو حبیب جرمی انماطی صاحب الانماط بصری
- محدث حیان بن سلیمان جعفی انماطی کوفی یعنی فرش فروشی کے تاجر
- محدث ابو العاس محمد بن حسین بن عبد الرحمٰن انماطی بغدادی۔

حضور ﷺ کے زمانے کا کپڑے کا بازار

مسند ابی یعلی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ بازار گیا، آپ ﷺ کپڑے فروخت کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے، ان سے چار درہم میں پائجامے خریدے، بازار والوں کا ایک وزن کرنے والا شخص تھا اس سے آپ ﷺ نے فرمایا: "زِنْ وَارْجَحْ" انہیں تول کر دے اور جھکتا ہوا تول، وزن کرنے والے نے کہا: میں نے یہ بات کسی اور سے نہیں سنی "مَا سَمِعْتُهَا مِنْ أَحَدٍ "(۱)

عطر فروشی:

امام بخاری نے کتاب البیوع میں " باب العطار وبيع المسك" کے نام سے باب باندھا ہے، اس میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت نقل کی ہے: " ابو بردہ بن ابی موسیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

---

(۱) مسند أبی یعلی، تابع حدیث مسند أبی ہریرۃ، حدیث: ۶۱۶۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو أبو یعلی اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں یوسف بن زیاد البصری ضعیف ہیں۔

کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے مشک والا اور لوہاروں کی بھٹی تو مشک والے کے پاس سے تم بغیر فائدے کے واپس نہ ہوگے یا تو اسے خریدو گے یا اس کی خوشبو پاؤ گے اور لوہار کی بھٹی تیرے جسم کو یا تیرے کپڑے کو جلا دے گی یا تم اس کی بدبو سونگھو گے"۔(۱)

بکریوں کی تجارت حضرات انبیاء علیہم السلام کا کام

حضرت راوی بن موسیٰ عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ کمائی کے بہتر کاموں میں کھیتی اور بکریوں کا کام ہے، یہ نبیوں والا کام ہے، کھیتی والے کو جو بھی اس کے عمل سے یا بلا عمل کے کچھ ہوتا ہے اس کا ثواب ملتا ہے؛ یہاں تک کہ پرندے چیونٹیاں اور کیڑے جو کھاتے ہیں اس کا بھی ثواب ملتا ہے:

> "مِنُ خَیُرِ اَعُمَالِکُمُ الُحَرُثُ وَالُغَنَمُ وَهُوَمِنُ عَمَلِ الاَنُبِيَاءِ وَصَاحِبُ الُحَرُثِ يُوُجَرُ فِیُ کُلِّ مَااُصِيُبَ مِنُهُ بِعَمَلِهِ اَوُبِغَيُرِ عَمَلِهِ حَتّٰی اَنَّهُ يُوُجَرُ فِيُمَا ضَرَبَ الطَّيُرُوَجَرَتِ النَّمُلَةُ وَالذَّرَّةُ"(۲)

ف: کھیت سے غلہ اگانا اور فروخت کرنا، یہ بھی اچھا پیشہ ہے، عام مخلوق کی ضرورت اس سے پوری ہوتی ہے، کھیتی میں ثواب بھی ملتا ہے، چوری ہونے یا بکری کے چر جانے سے جو نقصان ہوتا ہے اس کا بھی ثواب ملتا ہے، پرندے اور کیڑے وغیرہ جو نقصان کرتے ہیں اس کا بھی ثواب ملتا ہے۔

اور بکریوں کی تجارت اور اس کا خرید فروخت یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی تجارت ہے، اور بکری جنتی جانور ہے، اس کی خدمت اور کھلانے کا ثواب الگ ہے، اور دنیاوی نفع الگ ہے، آج کل لوگ بکریوں کی تجارت سے دلچسپی کم لیتے ہیں، اس کی ایک وجہ اس پیشہ کا نیچا سمجھنا ہے، یہ غلط ہے پیشہ سے مرتبہ نہیں گھٹتا ہے پیشے سب برابر

---

(۱) بخاری: باب المسك، حدیث:۵۲۱۴

(۲) إصلاح المال ابن أبی الدنیا: باب الضیاع، حدیث:۳۰۰

ہیں، بھلا انبیاء کا کام کہیں ایسا ہوسکتا ہے؟ بکریوں کا گھر میں پالنا سنت ہے اس پر تو عمل کرنا آسان ہے سنت اور برکت کی نیت سے اسے پالیں، ثواب اور دنیا کا بھی نفع ہوگا۔

کپڑے اور عطر کی تجارت ودکانداری بہتر کام ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر اہل جنت کو تجارت کی اجازت ہوتی تو وہ کپڑے اور عطر کی تجارت کرتے:

”لَوْاَذِنَ اللّٰہُ فِیْ التِّجَارَۃِ لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ لَاتَّجَرُوْا فِیْ الْبَزِّوَالْعَطْرِ“(۱)

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے یا عطر کی تجارت بہتر ہے، کپڑے کی تجارت سے مراد، کپڑا بن کر بھی فروخت کرنا ہے اور اسی طرح کپڑا لاکر بھی فروخت کرنا ہے، اکابر واسلاف کی ایک جماعت کپڑے سے متعلق امور سے تجارت کی ہے، امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی کپڑے کی تجارت کرتے تھے، خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ بھی کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ مزید کپڑے اور عطر کی تجارت میں نظافت اور صفائی بھی ہے۔

موجودہ دور میں کپڑے سے متعلق تجارت تو کامیاب ہے؛ چنانچہ شہری علاقوں میں اسکے متعلق تجارتی منڈیوں کو اور دکانوں کو دیکھئے، مگر عطر کی تجارت اور دکانداری کامیاب نہیں؛ چونکہ اہل ہند کا ذوق عطر کا نہیں ہے، گو عربوں میں ابھی اس کا ذوق باقی ہے۔

ثعلبی نے کتاب التمثیل میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

لَوْ کُنْتُ تَاجِرًا لَمَا اخْتَرْتُ
عَلٰی الْعَطَرِ شَیْئًا، إِنْ فَاتَنِیْ
رِبْحُہُ لَمْ یَفُتْنِیْ رِیْحُہُ (۲)

اگر میں تاجر ہوتا تو میں عطر کی تجارت کو اختیار کرتا؛ اگر مجھے اس کا نفع نہ ملے تو اس کی خوشبو تو ملے گی ہی۔

---

(۱) مجمع الزوائد: باب الکسب والتجارۃ ومحبتھا والحث علی طلب الرزق، حدیث: ۶۲۳۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے اور اس میں عبدالرحمٰن بن ایوب السکونی ضعیف ہیں۔

(۲) التمثیل والمحاضرۃ: الطیب: ۲۸۶/۱، الدار العربیۃ للکتاب

ناپنے اور تولنے والے:

مسند ابی یعلی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ بازار گیا، آپ ﷺ کپڑے فروخت کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے، ان سے چار درہم میں پائجامے خریدے، بازار والوں کا ایک وزن کرنے والا شخص تھا اس سے آپ ﷺ نے فرمایا: "زِنْ وَارْجَحْ" انہیں تول کردے اور جھکتا ہوا تول، وزن کرنے والے نے کہا: میں نے یہ بات کسی اور سے نہیں سنی "مَا سَمِعْتُهَا مِنْ أَحَدٍ" (۱) حضور ﷺ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیمت کو تولو اور جھکتا ہوا تولو۔

سونے کے کانوں کی کھدائی کرنے والے علماء:

اصابہ میں ابی حَصِین السُّلمی کے سوانح میں ہے: حضرت جابر سے مروی ہے کہ ابو حصین السلمی سونے کی کان سے نبی کریم ﷺ کے پاس سونا لائے، (طویل حدیث ہے)۔

کھانا فروخت کرنے والے علماء:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دیکھا جو لوگ غلہ اندازہ سے خریدتے تھے رسول اللہ کے زمانہ میں ان لوگوں کو سزا دی جاتی تھی تاکہ اس کو اپنے ٹھکانوں پر لے جاکر بیچیں: "حَتّٰی یُؤْوُوْهُ إِلٰی رِحَالِهِمْ" (۲) یعنی یہ لوگ بیچی جانے والی چیز کے نہ ہوتے ہوئے اس کی خرید وفروخت کرتے تھے، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ غلہ کی جگہ جاکر اس کی خرید وفروخت کیا کریں۔

مطبخ والے علماء:

کھانا پکانے کی جگہ کو مطبخ اور جو اس کو چلاتے ہیں ان کو مطبخی کہتے ہیں، کھانے کی

---

(۱) مسند ابی یعلی: تابع حدیث مسند أبی هريرة، حدیث: ۶۱۶۲، بوصیری زوائد: باب ماجاء فی لبس التبان والسراویل، حدیث: ۵۴۵۶، میں فرماتے ہیں: اس کی سند عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۲) بخاری: باب من رأى إذا اشتري طعاما جزافا، حدیث: ۲۰۳۰

دوکان اور ہوٹل کے مالک بھی اسی نام سے یاد کیئے جاتے ہیں، مطبخ میں اجرت پر کھانا تیار کیا جاتا تھا، کھانا فروخت بھی ہوتا تھا اور لوگ قیمت دے کر کھاتے تھے۔

- محدث ابومحمد بن سہل بن نصر بن ابراہیم مطبخی
- محدث ابوسعید محمد بن احمد مطبخی اصفہانی
- محدث ابوعبداللہ محمد بن حسین بن عبید مطبخی
- محدث ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن سعید عصائدی۔

ستو اور چنا پیسنے والے علماء:

سَوِیْقٌ یعنی ستو بنانے اور فروخت کرنے والے کو سَوِیْقِی اور سَوَّاقٌ کہتے ہیں، جو بھاڑ میں جو وغیرہ بھون کر ستو تیار کرتے تھے، اسی طرح چنا بھون کر فروخت کرنے والوں کو حِمَّصِیُ اور قَلّاء کہتے ہیں، محدثینؒ نے یہ کام کیا ہے۔

- محدث ابومنصور محمد بن محمد بن عثمان سویقی بغدادی
- محدث ابومحمد عبداللہ بن مکی سویقی
- محدث علی بن احمد بن سریج سواق رقی
- محدث احمد بن صالح سواق مکی
- محدث حجاج بن منیر حمصی مصری محدث
- محدث عبداللہ بن منیر حمصی مصری
- محدث ابراہیم بن حجاج بن منیر حمصی

قصاب علماء:

جو لوگ حلال جانور ذبح کر کے گوشت فروخت کرتے ہیں، ان کو قصاب اور جو لوگ گوشت فروخت کرتے ہیں ان کو لَحَّامٌ کہتے ہیں، ان میں بڑے بڑے علماء فقہاء اور بزرگانِ دین گذرے ہیں۔

- محدث حسن بن عبداللہ قصاب تبع تابعی ہیں، نافع مولی ابن عمر سے روایت کی ہے۔

- محدث ابوعبداللہ حبیب بن ابوعمرہ قصاب کوفی
- محدث ابوخباب عباد بن ابومعن قصاب بصری تبع تابعی
- محدث ابوحمزۃ میمون تمار قصاب اعور کوفی
- محدث ابوعبدالکریم عبدربہ قصاب ثقفی
- محدث ابوجعفر جسر بن فرقد قصاب بصری
- محدث ابوجزئی بن طریف باہلی قصاب مکفوف البصر
- محدث ابوالحسن علی بن توبہ قصاب بخاری
- محدث ابوعبداللہ حسین بن عمر بن محمد قصاب
- محدث عبدالعزیز بن موسی قصاب مروزی
- محدث رافع بن قصاب ہرات
- محدث ابوبکر احمد بن مظفر تمیمی قصاب
- محدث شیبانی لحّام لحم یعنی گوشت فروخت کرتے تھے۔
- محدث ابوالحسن لحّام۔

ماہی گیر اور ماہی فروش علماء:

عربی میں مچھلی کو سَمَكٌ کہتے ہیں اور ماہی گیری اور ماہی فروشوں کو جو تازہ مچھلی فروخت کرتے ہیں سمّاک کہتے ہیں اور مَالِحَانِی اُن ماہی فروشوں کو کہتے ہیں جو مچھلی میں نمک لگا کر رکھتے اور بیچتے ہیں، مچھلی کے کاروبار کے چند علماء و محدثین یہ ہیں۔

☆ محدث ابومحمد بن سعید بن راشد سماک بصری ☆ محدث ابوالعباس محمد بن صبیح ☆ محدث ابوعمرو عثمان بن احمد بن عبداللہ بن سماک دقاق بغدادی ☆ محدث ابوالحسین محمد بن عثمان ابن سماک بغدادی ☆ مشہور واعظ ابوالحسین احمد بن حسین بن احمد بن سماک بغدادی ☆ محدث ہبۃ اللہ بن احمد بن محمد بن سماک ☆ محدث ابوالحسن علی بن عبدالعزیز ابن سماک بغدادی حنبلی ☆ محدث ابوطاہر علی بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن بیع السمک ☆ محدث ابومحمد اسماعیل بن اسحاق بن عبداللہ مالحانی۔

زراعت اور شجر کاری کرنے والے علماء

قرآن کریم میں بے شمار درختوں، انگور، انار سیب، اور بے شمار درختوں کا تذکرہ آیا ہے، اور متفرق جگہوں پر زراعت کی فضیلت سے متعلق روایات گذر چکیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ نبی ﷺ ایک دن باتیں کر رہے تھے، ایک دیہات کا رہنے والا آدمی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنتیوں میں سے ایک اپنے پروردگار سے کاشتکاری کی اجازت مانگے گا، تو اللہ تعالی اس سے کہے گا کیا تو اپنی موجودہ حالت پر راضی نہیں اس نے کہا ہاں! لیکن میں کاشتکاری کرنا پسند کرتا ہوں، چنانچہ وہ بیج ڈالے گا اور پلک جھپکنے میں وہ لگ آئے گا۔ اور سیدھا ہو جائے گا اور کاٹنے کے لائق ہو جائے گا، اللہ تعالی کہے گا کہ اے ابن آدم! اس کو لے لے، تجھ کو کوئی چیز آسودہ نہیں کر سکتی، اعرابی نے کہا کہ واللہ وہ شخص کوئی قریشی ہوگا یا انصاری ہوگا، اس لئے کہ یہی لوگ کھیتی کرنے والے ہیں، ہم تو کھیتی نہیں کرتے: "وَأَمَّا نَحْنُ لَسْنَا بَأَصْحَابِ زَرْعٍ" نبی ﷺ (یہ سن کر) ہنس پڑے۔ (۱)

جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس کے باشندے عموماً زراعت کرتے تھے، ان لوگوں نے مہاجرین کو بھی اپنے ساتھ شریک کرنا چاہا چنانچہ امام بخاریؒ نے اس حوالہ سے انصار کا قول نقل کیا ہے: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مکہ سے مہاجرین مدینہ آئے تو انصار یعنی مدینہ کے لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے کھجوروں کے درختوں کو ہمارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم فرما دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں درختوں کو تقسیم نہیں کروں گا تم ہی لوگ ہماری یعنی مہاجرین کی طرف سے بھی محنت کر لیا کرو ہم پیداوار میں تمہارے شریک رہیں گے۔ انصار نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کی اس بات کو بسر وچشم قبول کرتے ہیں: "سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا" (۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی چیز

---

(۱) بخاری: باب كراء الأرض بالذهب والفضة، حديث: ۲۲۲۱

(۲) بخاری: باب إذا قال اكفني مؤونة النخل أو غيره، حديث: ۲۲۰۰

لیتا ہے تو اس سے جو کھایا جاتا ہے تو اس کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے، جو اس کی کھیتی سے چرالے تو صدقہ کا ثواب ملتا ہے، جو درندہ کھالے تو اس کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے، جو پرندہ کھالے صدقہ کا ثواب ملتا ہے، جو بھی کمی اور نقصان ہوجائے اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے: ”وَلَایَرْزَؤُہُ اَحَدٌ اِلَّا کَانَ لَہٗ صَدَقَۃٌ“(۱)

دیکھئے کھیتی باڑی کے پیشے میں کتنا ثواب ہے، ہر چیز پر ثواب ہے، جو چوری ہوجائے کسی بھی طرح نقصان ہوجائے سب پر صدقہ کا ثواب، اللہ اللہ کس قدر ثواب اور فضیلت کی بات ہے، متعدد احادیث میں جیسے کھیتی کی فضیلت بیان کی گئی ہے اسی طرح باغبانی کی بھی فضیلت اور ثواب ہے یہ فضیلت اور ثواب اس وقت ہے جب شریعت کے موافق کرے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایسا بونا مثلاً آم کا درخت وغیرہ کہ اس سے مخلوق فائدہ اٹھاتی رہے تو صدقہ جاریہ کا ثواب ہے۔(۲)

اس سے ایک مخلوق کی غذائی ضرورت پوری ہوتی ہے جس سے زندگی اور حیات کا تعلق ہے، اللہ کی مخلوق جو خدا کے عیال ہیں اس کی ایک عظیم خدمت ہے۔

پس کھیتی کرنے والے کوئی ناجائز خلاف شرع امر کا ارتکاب نہ کریں تو بڑے ثواب کا باعث ہے۔ اسی وجہ سے علماء کی ایک جماعت نے کھیتی کرنے کو تجارت سے افضل قرار دیا ہے، پس اے کھیتی کرنے والو! تم مخلوق کی خدمت اور اس کی ضرورت پوری ہونے کی نیت سے کرو، یہ بڑے ثواب کا پیشہ ہے حضرت آدم علیہ السلام نے کھیتی کی ہے، جائز اور شرع کے مطابق کرو، دنیا کے نفع کے ساتھ آخرت کی دولت مفت میں پاؤ۔

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین کو آدھے پر کھیتی یا پھل سے بٹائی پر دیا:

”عَامَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم خَیْبَرَ بِشَطْرِ مَایَخْرُجُ مِنْھَا مِنْ ثَمَرَاتٍ

---

(۱) مسلم: باب فضل الغرس والزرع، حدیث:۱۵۵۲

(۲) مسند احمد: معاذ بن انس الجہنی، حدیث:۱۵۶۵۴، محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

اَوْ زَرْعٍ"(۱)

یعنی کھیتی کا کام خود کرے بوئے پانی دے کھاد دے کٹائی کرے اور پیدا شدہ غلہ حاصل کرے یہ بھی جائز ہے اور یہ جائز ہی نہیں؛ بلکہ سنت سے ثابت ہے کہ کھیت دوسرے کو بونے دے اور کھیتی میں حصہ کے اعتبار سے پیداوار میں شریک ہو، مثلاً آدھ پر تہائی پر، وغیرہ وزن اور مقدار متعین کرنا کہ اتنا کلو لونگا باقی کم وبیش تمہارا تو یہ جائز نہیں آپ ﷺ نے اسے سختی اور شدت سے منع کیا ہے، اس صورت میں زمین ایک آدمی کی ہوگی اور محنت مزدوری دوسروں کی، بکثرت روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے خیبر کی زمین کو یہودیوں کو جو اس کام سے اچھی طرح واقف تھے دیا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی زمینوں کو بٹائی پر دیدیا کرتے تھے، اور اپنے فارغ اوقات کو دینی کام جہاد وغیرہ میں لگاتے تھے؛ چنانچہ بخاری میں حضرت قیس بن مسلم کی روایت حضرت جعفر سے ہے کہ مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جنہوں نے تہائی یا چوتھائی پیداوار پر بٹائی کے لئے نہ دیا ہو"یَزْرَعُوْنَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ"(۲) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلم کو بھی زمین کھیتی پر دیا جاسکتا ہے اس میں کوئی کراہیت نہیں؛ البتہ شرکت کے ساتھ کام کرنے سے منع فرمایا ہے جس کا بیان مستقل آرہا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زراعت کرنے کے لئے جاگیریں عطا فرمائیں تھی، زبیر بن عوام کو مدینہ منورہ میں ایک زمین بطور جاگیر عطا کی تھی، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کو مقام "ینبع" کے چشمے عنایت فرمائے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں کام کیا تھا۔

تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی عنایت کردہ یہ جاگیریں بنجر زمین تھی جس کا مقصد تالیف قلب تھا، جن زعمائے قبائل کو یہ جاگیریں عنایت کی گئی تھیں ان میں فرات بن حیان، عباس بن مرداس سلمی، وغیرہ شامل ہیں، اسی طرح ابیض بن

---

(۱) بخاری: باب إذا لم يشترط السنين في الزرع، حديث:۲۲۰۴

(۲) بخاری: باب المزارعة بالشطر، تعليقا

حمال المازنی مقام مارب کی نمک کی کان بطور جاگیر دی تھی، اسی طرح سلیط انصاری کو ایک زمین عنایت کی تھی جس کو انہوں نے واپس کر دیا تو اس کو حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیر کو عنایت فرمائی تھی (۱) اسی طرح نبی کریم نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، سہیل بن حنیف، عبدالرحمٰن بن عوف کو بنونضیر کی آباد اور بنجر زمینیں عنایت کی تھیں۔

الغرض نبی کریم ﷺ نے امور زراعت کی تنظیم و ترتیب کے سلسلے میں خصوصی توجہ دی، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زمین بٹائی پر دیتے تھے ہم اس اناج سے حصہ لیتے جو کوٹنے کے بعد بالیوں میں رہ جاتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی زمین ہو تو چاہئے کہ وہ اسے کاشت کرے یا اپنے بھائی کو کاشت کرنے دے ورنہ اسے چھوڑ دے:

”مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ فَلْيُحْرِثْهَا أَخَاهُ وَإِلَّا فَلْيَدَعْهَا“ (۲)

نبی کریم ﷺ نے بنجر زمینوں کے آباد کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ”مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا فَهِيَ لَهُ“ (جو شخص بنجر زمین آباد کرے تو وہ اس کی ہے) (۳) ابوداؤد کی روایت میں ہے ”فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ“ (۴) **کھیتی کا پیشہ ثواب اور فضیلت۔**

دور رسالت میں زراعت کو بہت بڑھاوا ملا، اس دور میں حوائط کے نام سے باغ تھے جس میں کھجور کے درخت لگائے جاتے تھے، تاریخ مصادر میں چند ایک حوائط (دیواروں) کا تذکرہ ملتا ہے، جیسے حائط مُخَيْرِيْقُ السَّبْعَةِ، حَائِطُ اَبُو الدَّحْدَاحُ جس کو انہوں نے مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دیا تھا، ان باغیچوں کے بیچوں بیچ کنویں

---

(۱) الإدارة فی عصر الرسول ﷺ:۱۶۴، للدکتور حافظ أحمد عجاج الکرمی، دار السلام للطباعة والنشر

(۲) مسلم: باب کراء الأرض، حدیث:۱۵۳۶

(۳) المعجم الکبیر، فضالة بن عبید الانصاری کان ینزل، حدیث:۷۲۶۷

(۴) ابوداؤد: باب فی إحیاء الموات، حدیث:۳۰۷۸، محقق البانی نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

تھے، وہاں پانی نکالنے کا نظم تھا، اس سے پانی نکال کر درختوں کو سیراب کیا جاتا تھا، یہ باغیچے دیواروں سے گھیرے ہوئے تھے اس لئے ان کو حَوَائِط کہا جاتا تھا۔ (۱)

انصار ان باغوں کو بعض غلاموں، اجیروں کے تعاون سے یہ لوگ اس کو جوتتے، اس کی کاشتکاری کرتے، یا کھیتی باڑی کے لئے ان کو اجرت پر دیتے۔

اس کے بدلے یا تو اس کی اجرت لیتے، یا اس کا حصہ لیتے سونا چاندی لیتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں پہلے ہم پیداوار کے کچھ حصے کے عوض میں زمین کرائے پر دیا کرتے تھے اسی طرح پانی وغیرہ کے عوض میں بھی دیا کرتے تھے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع کر دیا تاہم آپ نے ہمیں اس بات کی اجازت دی راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں آپ نے ہمیں اس بات کی رخصت دی کہ ہم سونے اور چاندی کے عوض میں زمین کو کرائے پر دے سکتے ہیں:

"كُنَّا نُكْرِیُ الْأَرْضَ عَلَی عهدِ رَسُولِ اللّٰهِ بِمَا عَلَی السَّوَاقِیِ مِنَ الزَّرْعِ" (۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دور رسالت میں زراعتی امور کی تنظیم و ترتیب کا بھی کام کیا، معاملات کو صحیح کیا، زراعتی تعلقات میں درپیش مسائل کو حل کیا، زمینداروں اور مستاجرین کے معاملات کو حل کئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی ثقیف کو جو خط لکھا تھا اس میں تھا:

" وَمَا سَقَتْ ثَقِيفٌ مِنْ أَعْنَابِ قُرَيْشٍ فَإِنَّ شَطْرَهَا أَیْ شَطْرُ ثَمرِهَا لِمَنْ سَقَاهَا" (۳)

قریش کے انگور کو جو بنو ثقیف سیراب کریں گے تو اس کا نصف حصہ

---

(۱) حوالہ سابق: ۱۶۷

(۲) ابوداؤد: باب فی المزارعة: حدیث: ۳۳۹۳، محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کو حسن لغیرہ اور اس سند کو ضعیف قرار دیا ہے

(۳) الخراج: ۸۹، امام ابو یوسف

سیراب کرنے والوں کا ہوگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس زائد زمینیں تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس زائد زمین ہوتو چاہئے کہ وہ اس میں کاشت کرے یا اپنے بھائی کو عطا کردے پس اگر وہ لینے سے انکار کرے تو اپنی زمین اپنے پاس ہی روک لے: ”فَإِنْ أَبیٰ فَلْیُمْسِكْ أَرْضَهُ“(۱)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کی سیرابی کے تعلق سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے درمیان فیصلہ کیا تھا، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی مَهْـرُوْز اور مَـذْیَـنَبْ کے تعلق سے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ وہ ٹخنوں تک پانی روک لیں، پھر اوپر والے نیچے والوں کو بھیج دیں ”ثُمَّ یُرْسِلُ الْأَعْلیٰ عَلَي الْأَسْفَلِ“(۲)

سبزی فروش علماء:

سبزی ترکاری کی کاشت اور تجارت کرنے والے اور مرچ ومسالے بیچنے والے کو بَقَّالٌ اور بَقَّالِی کہتے ہیں، چند بقال اہل علم یہ ہیں:

☆ محدث ابوسعد بن مرزبان بقال مولی حذیفہ بن الیمان ☆ محدث ابوالقاسم سعید بن محمد بن احمد بقال اصفہانی ☆ ان کے صاحبزادے ابورجاء قتیبہ بن سعید بقال ☆ ان کی بہن لامقہ بن سعید بقال محدثہ ☆ محدث ابوالقاسم حسن بن محمد بن عبداللہ یشکری بقال کوفی ☆ محدث ابواحد بن عمر بقال وراق بغدادی ☆ محدث ابوعبداللہ حسین بن حسن بن علی بقال بصر ☆ محدث ابوالفضل محمد بن ابوالقاسم بن باجوک بقالی خوارزمی ☆ محدث ابوجعفر بن محمد بن عبداللہ بقلی بغدادی۔

میوہ فروش علماء:

تازہ میوہ جات کے تاجر کو ”فَاکِهِیُّ“ اور خشک میوہ جات کے تاجر کو ”مُخَلِّطِیُّ“ کہتے ہیں:

---

(۱) بخاری: باب کان أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم، حدیث: ۲۲۱۶

(۲) تاریخ المدینة المنورة: ۱/۱۰۹

☆ محدث ابوعمار زیاد بن میمون فاکہی، صاحب الفاکہتہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

گندم فروش علماء:

عربی میں حِنطَةٌ ، براور قُمحٌ گیہوں کو کہتے ہیں، اور جو لوگ اس کی کاشت اور تجارت کرتے ہیں، ان کو حَنَّاط اور بَرِّی اور قُمَّاح کہتے ہیں۔

☆ محدث ابوشہاب موسی بن نافع ہذلی حناط کوفی ☆ محدث ابوشہاب حناط مدائنی کوفی ☆ قاری ابوبکر بن عیاش حناط کوفی ☆ محدث ابوعلی حسن بن عبدالرحمٰن بن حسن حناط مکی ☆ محدث حسن بن سہل حناط ☆ محدث اسماعیل بن ابان حناط غنوی کوفی ☆ ابوعبیداللہ محمد بن سلیمان ابن حناط رُعینی شاعر، ادب اور بلاغت میں بڑے مقام پر فائز تھے، ☆ محدث محمد بن عبداللہ بن مبارک حناط نیشاپوری ☆ ابومحمد بن محمد بن محمد حناط مروزی صوفی ☆ محدث ابواحمد حامد بن عبداللہ حناط نیشاپوری ☆ محدث ابوالحسین عبد الملک بن احمد بن سعید حناط بغدادی ☆ محدث ابوعبداللہ حسین بن محمد حسن طبری حناط ☆ محدث ابوالحسن محمد بن حسین جرجانی حناط ☆ محدث عیسی بن ابوعیسی میسرہ حناط تبع تابعین میں سے ہیں ☆ محدث مسلم حناط مدنی تابعی ہیں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے ☆ محدث ابوسلمہ عثمان مقسم برّی کندی کوفی ☆ محدث ابوثمامہ برّی کو قمّاح ☆ محدث مسلمہ بن عثمان برّی ☆ محدث ابوالفضل عباس بن احمد بن سعید قماح مصری۔

جَوْ فُرُوش علماء:

جو لوگ خالص جو کی کاشت اور تجارت کرتے ہیں، ان کو شعیری کہتے ہیں، عربی میں شَعِيرٌ جو کو کہا جاتا ہے، ان میں مشہور علماء یہ ہیں۔

☆ محدث ابوقتیبہ مسلم بن قتیبہ شعیری بصری ☆ محدث ابوالحسن عی بن اسماعیل بن سلیمان شعیری ☆ محدث احمد بن محمد شیرازی ☆ محدث ابومحمد عبدالرحمٰن بن حسن بن ایوب شعیری ☆ محدث ابوحفص عمر بن خالد بن یزید بن جارود شعیری ☆ محدث ابوعبداللہ بن احمد بن علی بن معبد شعیری ☆ محدث محمد بن جعفر بن محمد شعیری۔

چاول فروش علماء:

چاول کی کاشت اور تجارت کرنے والے کو مَرَزَّار اور رُزِّی کہتے ہیں، عربی میں رزّ اور أُرُزٌّ چاول کو کہتے ہیں۔

☆ ابو العباس احمد بن محمد بن علویہ رزّاز جرجانی ☆ محدث ابو طالب محمد بن عبید اللہ بن احمد رزّاز ☆ محدث ابو القاسم علی بن احمد محمد بن رزاز بغدادی ☆ محدث ابو عامر سعد بن علی بن ابو سعید رزاز جرجانی ☆ محدث ابو جعفر محمد بن عمرو بن بختری رزّاز بغدادی ☆ محدث ابو الفتح عبد الملک بن عمر بن خلف رزّاز بغدادی ☆ محدث ابو الحسن علی بن احمد بن محمد بن داؤد رزّاز ☆ فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن علویہ رزّاز جراجانی

دال فروش علماء:

ہر قسم کی دال فروخت کرنے اور تیار کرنے والے کو عَدَّاس اور عَدَسِی کہتے ہیں:

☆ ابو محمد حسن بن علی بن موسی عدّاس مصری تاریخ واخبار کے عالم ☆ محدث ولید بن عباس عدّاس مصری ☆ محدث ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن عبدک عدس وراق جرجانی ☆ محدث ابو العباس احمد بن محمد بن احمد طحان منقی بغدادی ☆ محدث ابو بکر احمد بن طلحہ بن احمد منقی۔

آٹا پیسنے والے علماء:

گیہوں، جو وغیرہ کا آٹا پیسنے کے لئے پن چکیاں، ہوائی چکیاں اور جانوروں سے چلنے والی چکیاں ہوتی تھیں، جو لوگ پسائی کرتے تھے ان کو طَحَّان اور طَاحُونِی کہتے تھے، اہل علم کی ایک بڑی جماعت یہ پیشہ کرتی تھی۔

☆ محدث ابو یعقوب اسحاق بن حجاج طاعونی ☆ محدث ابو موسی حبیب بن صالح طحان شامی ☆ محدث ابو الہیثم خالد بن عبد اللہ طحان واسطی ☆ محدث ابو یزید رستم طحان ☆ فقیہ عالم ابو نعیم ضرار بن صرد طحان ☆ محدث معلّٰی بن ہلال طحان امی ☆ محدث ابو العباس احمد بن محمد بن سراج طحان ☆ محدث ابو جعفر محمد بن حسن بن محمد طحان ☆ محدث ابو

القاسم حمدان بن سلمان بن حمدان طحان ☆ محدث ابوجعفر محمد بن سوید بن یزید طحان۔

آٹا چھاننے والے علماء:

آٹا پیسنے کے بعد اس کو میدہ بنانے کے لئے چھاننے اور بھوسی نکالنے والے کو نَاخِلِی اور نخّالِی کہتے ہیں، نخالی غالبا بھوسی بیچنے والے کو کہتے ہیں۔

☆ ابوالقاسم عمر بن محمد ناخلی دمشقی ☆ محدث ابوسعد جعفر بن عبداللہ بن محمد نخالی ☆ محدث ابوالحسن علی بن حسن بن احمد دلال۔

آٹا کے تاجر علماء:

عربی میں آٹے کو دَقِیْقٌ کہتے ہیں اور جو لوگ آٹا فروخت کرتے ہیں ان کو دَقِیْقِی اور دَقَّاقٌ کہتے ہیں، اس کی تجارت میں اہل علم کی ایک بڑی جماعت مشہور ہے۔

☆ محدث ابوجعفر محمد بن عبدالملک بن مروان بن حکم دقیقی ☆ محدث ابوبکر اسماعیل بن عبدالحمید عطار دقیقی عجلی بصری صاحب الدقیق ☆ محدث ابوالقاسم عیسی بن ابراہیم بن عیسی ☆ محدث ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الواحد بن محمد دقاق اصفہانی ☆ ابوبکر نصر بن احمد بن نصر دقاق مصری اولیاء کبار میں سے ہیں ☆ محدث احمد بن عبداللہ بن سابور۔

نان بائی علماء:

عام طور سے روٹی پکانے والے کو خُبزِی، خبّاز اور خَبَّازِی کہتے ہیں:

☆ مشہور واعظ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن عبداللہ خباز رازی ☆ محدث ابوعبد اللہ محمد بن علی بن محمد خبازی نیشاپوری ☆ ابوالحسن علی بن سفیان بن ابوالعز خباز بغدادی حنبلی مسلک کے امام ☆ محمد بن عوام بن اسماعیل خباز قنطری ☆ محدث ابوبکر احمد بن محمد بن افلح خباز عسکری ☆ محدث ابوالحسین احمد بن احمد بزاز بغدادی ابن خبزری ☆ ابو القاسم نصر بن احمد بنصر خبزارزی بصری مشہور شاعر۔

تنور بنانے والے علماء:

روٹی پکانے کے لئے جو لوگ تنور بناتے اور بیچتے تھے ان کو تنوری اور وطیسی کہتے

ہیں، اس کام میں بھی اہل علم نظر آتے ہیں:

☆ محدث ابو معاذ احمد بن ابراہیم حمری جرجانی تنوری ☆ محدث محمد بن عمرو تنوری ☆ محدث عبد الوارث تنوری جرجانی ☆ محدث ابو منصور شعیب بن طاہر بن ابراہیم وطیسی ☆ محدث ابو سہل عبد الصمد بن عبد الوارث بن سعید تنوری ☆ محدث عبد الوارث بن سعید تنوری

بیکری والوں میں علماء:

مُــخَبَّــزٌ روٹی پکانے کی بھٹی یعنی بیکری کو کہتے ہیں، جو لوگ بھٹیاں چلاتے تھے زیادہ روٹیاں پکا کر فروخت کرتے تھے یا اجرت پر پکاتے تھے ان کو مخبزی اور مخابزی کہتے ہیں۔

☆ محدث ابو الفرج احمد بن عثمان بن فضل بن جعفر مخبزی ☆ ان کے بھائی ابو الفتح عبد الوہاب بن عثمان مخبزی۔

تُلھَنُ کا کاروبار کرنے والے علماء:

ہر قسم کے بیج سے تیل نکالنے والوں اور بیچنے والوں کو بَزُوْرِی اور بَزَّار کہتے ہیں، اس پیشہ کو بھی علماء نے اپنایا ہے۔

☆ محدث ابو عمر دینار بن عمر بزار اسدی کوفی ☆ محدث بشر بن ثاتب بزار بصری ☆ محدث ابو بکر احمد بن عمرو بن عب الخالق بزار عتکی بصری ☆ محدث ابو بکر احمد بن عمور بن عبد الخالق بزار عتکی بصری ☆ محدث ان کے صاحبزادے ابو العباس محمد بن احمد بزار عتکی بصری ☆ محدث ابو الفضل بن احمد بن مسلم بزار عبدی ☆ محدث ابو محمد عبید بن عبد الواحد بن شریک بزار ☆ محدث ابو احمد خلف بن ہشام بزار بغدادی ☆ محدث ابو علی حسن بن صباح بن محمد بزاز بغوی۔

مشین سے تیل نکالنے والے علماء:

مشین سے تیل نکالنے والے کو ’’عَصَّارٌ‘‘ اور ’’عَصَّارِیْ‘‘ کہتے ہیں، اس پیشہ سے بھی علماء وابستہ رہے ہیں۔

☆ محدث قاسم بن عیسیٰ عصار دمشقی ☆ محدث ابوموسیٰ ہارون بن کامل عصار بصری ☆ محدث یحی بن ہشام عصار ☆ محدث ابوالحسن احمد بن محمد بن عباس عصار جرجانی ☆ محدث ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن حسن عصار جرجانی ☆ محدث ابوعامر احمد بن علی بن ابوسعد عصار جرجانی۔

روغن فروش علماء:

ہر قسم کے روغن اور تیل بیچنے والے کو "دَھَّان" کہتے ہیں اور زَیَّاتٌ کہتے ہیں، یہ تجارت بھی اہل علم سے محروم نہیں رہی۔

☆ محدث ابوالزہر صالح بن درہم دھّان بصری ☆ محدث ابوعلی محمد بن حمزۃ بن احمد دھّان بغدادی ☆ محدث ابواحمد محمد بن عبداللہ بن احمد دھان بغدادی ☆ محدث ابو صالح بن ذکوان بن عبداللہ زیات مدنی سمان ☆ محدث ابوعمارۃ حمزۃ بن حبیب زیات کوفی مقری ☆ محدث ابواسحاق حمد بن سوید بن محمد بن زیاد زیات ☆ محدث ابراہیم بن سلیمان زیات بلخی ☆ محدث سفیان زیات ☆ محدث موسیٰ بن رباب زیات کوفی ☆ محدث ابوخلف یاسین بن معاذ زیات کوفی ☆ ان کے صاحبزادے خلف بن یاسین زیات ☆ محدث ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن سفیان زیات زرقان ☆ محدث ابوالعباس عبد الملک بن احمد بن عبدالرحمٰن بن ابوحمزۃ زیات ☆ محدث ابوحفص عمر بن مم بن علی ابن زیات ☆ ابوجعفر محمد بن عبدالملک بن ابان بن ابوحمزۃ ابن زیات بغدادی شاعر، ادیب ☆ ان کے بھتیجے ابوبکر طاہر بن حسین بن علی سمان رازی ☆ محدث ان کے صاحبزادے ابوسعد یحی بن طاہر بن حسین سمان رازی

معمار علماء:

جو لوگ ہر قسم کے کچے پکے مکانات، قصور و محلات، قلعہ جات اور مختلف قسم کی عمارتیں بناتے ہیں ان کو بَنَّاءٌ اور طَیَّانٌ کہتے ہیں۔

☆ ابوالطیب شواء بناء دیلمی کا تذکرہ علامہ مقدسی بشارس نے اقلیم دیلم میں کیا ہے ☆ ابوبکر بناء مقدسی شامی علامہ مقدسی بشاری کے دادا ہیں، اپنے زمانے کے تعمیر کے

امام ہیں ☆ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر بناء شامی مقدسی بشاری ابوبکر بناء مقدسی مذکور کے پوتے ہیں۔ ☆ ابوعلی حسن بن احمد بن بناء بغدادی حنبلی فن قرات کے امام، محدث وفقیہ ہیں ☆ محدث عبداللہ بن محمد بن احمد بناء طیان ☆ محدث ابوجعفر محمد بن حسین بن سعید بن ابان طیان ☆ محدث ابوالفتح مفضل بن حسین بن علی صواب موصلی بن طیان ☆ محدث ابوالعباس احمد بن محمد بن یوسف طیان سنجی ☆ محدث عبداللہ بن احمد بن داوٗد طیان ☆ محدث ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن ابراہیم طیان اصفہانی۔

اینٹ بنانے والے علماء:

جو لوگ تعمیرات کے لئے اینٹ بناتے یا بنواتے تھے اور ان کی فروخت کرتے تھے ان کو آجُرِّی کہتے ہیں۔

☆ محدث ابوبکر محمد بن خالد بن یزید آجری ☆ عابد وزاہد ابراہیم آجری ☆ محدث ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ آجری ☆ محدث ابوحفص عمر بن احمد بن ہارون مقری اب الآجری بغدادی ☆ محدث ابوحفص عمر بن احمد بن عبداللہ آجری بصری ☆ محمد بن خالد آجری صوفی ☆ ابوجعفر محمد بن جعفر بن علانی طوابیقی وراق شروطی قرائت کے بہت بڑے عالم۔

چھتوں اور دیواروں میں نقش ونگار کرنے والے علماء:

جو لوگ دیواروں اور چھتوں میں پھول پتے اور نقش ونگار بناتے ہیں اور رنگ وروغن کرتے ہیں ان کو نقاش اور مزوّق کہتے ہیں:

☆ ابوبکر محمد بن حسن بن محمد مقری نقاش موصلی امام قرائت وحافظ حدیث ☆ ابو عبداللہ ہبۃ اللہ بن عیسی ابن نقاش بزاز بغدادی لغت اور ادب کے ماہر ☆ محدث ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مرو مقری نقاش بغدادی ☆ محدث ابوعلی حین بن حاتم مزوق بغدادی ☆ محدث ابوموسی بن ہارون بن علی حکم مزوق ☆ محدث ابوبکر بن احمد بن ہارون مزوّق بغدادی۔

قبہ اور گنبد بنانے والے علماء:

قبہ اور گنبد بنانے میں جو لوگ مہارت وشہرت رکھتے ہیں، ان کو قباب کہتے ہیں

اور اس کام میں بھی اہل علم ماہر و مشہور ہوئے۔

☆ محدث ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن محمد بن فورک ☆ محدث عمر بن یزید قباب رقی ☆ محدث ابو الحسن احمد بن محمد بن حارث قباب ☆ محدث ابو عبد اللہ محمد بن محمد فورک قباب۔

دباغت کا سامان بیچنے والے:

اصابہ میں ہے سعد القرظ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اپنے تنگ دست ہونے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان کو تجارت کا حکم دیا، تو وہ بازار گئے کچھ دباغت کا سامان خریدا اور اس کو فروخت کیا تو اس میں ان کو نفع ہوا، اس کا ذکر انہوں نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، تو آپ ﷺ نے ان کو اسی کے اختیار کرنے کا حکم دیا: ”فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ فَأَمَرَهُ بِلُزُوْمِ ذٰلِكَ“ (۱)

اسماء بنت عمیس سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جس روز حضرت جعفر ؓ اور ان کے ساتھیوں کا انتقال ہوا تو میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اور میں نے چالیس چمڑے دباغت دیئے تھے ”وَلَقَدْ هَنَأْتُ، يَعْنِيْ دَبَغْتُ أَرْبَعِيْنَ إِهَابًا“ اور میں نے اپنا آٹا گوندھ لیا تھا اور بچوں کو غسل دے کر ان کو تیل لگایا تھا۔ (۲)

چرم اور دبّاغ علماء:

جو لوگ چمڑے اور کھال کو نمک اور مسالہ وغیرہ کے ذریعہ سجھاتے اور استعمال کے قابل بناتے ہیں، ان کو دباغ یعنی دباغت گر کہتے ہیں، اس تجارت کے نفع بخش ہونے کی وجہ سے اس میں علماء لگے ہوئے تھے، اب یہ صنعت بہت بڑی صنعت بن گئی ہے۔

☆ ابو حبیب یزید بن ابو صالح دباغ بصری تابعی، حضرت انس سے روایت کی، ان سے وکیع بن جراح اور ابو نعیم نے۔ ☆ محدث محمد بن عبد اللہ دباغ کوفی ☆ محدث عبد العزیز بن مختار انصاری دباغ بصری ☆ محدث ابو سلیمان داؤد بن مہران دباغ بغدادی

---

(۱) الإصابة: سعد بن عائذ المؤذن: ۳/۵۴

(۲) طبقات ابن سعد، اسماء: ۸ط/۲۸۲

☆ محدث ابوغرت حکم بن طمہان دباغ ☆ محدث ابوجعفر حمد بن حمادی بن ہامان دباغ ☆ صوفی ابوالقاسم جنید بن محمد دباغ۔

لکڑی فروخت کرنے والے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ عرض کیا ایک ٹاٹ ہے۔ کچھ بچھا لیتے ہیں اور کچھ اوڑھ لیتے ہیں اور پانی پینے کا پیالہ ہے۔ فرمایا دونوں لے آؤ۔ وہ دونوں چیزیں لے کر آئے۔ رسول اللہ نے دونوں چیزیں اپنے ہاتھوں میں لیں اور فرمایا یہ دو چیزیں کون خریدے گا؟ ایک مرد نے عرض کیا کہ میں دونوں چیزیں ایک درہم میں لیتا ہوں آپ نے دو تین مرتبہ فرمایا کہ ایک درہم سے زائد کون لے گا؟ ایک آدمی نے عرض کیا میں دو درہم میں لیتا ہوں تو آپ ﷺ نے دونوں درہم انصاری کو دیئے اور فرمایا ایک درہم سے کھانا خرید کر گھر دو اور دوسرے سے کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آ اس نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کلہاڑا لیا اور اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ ٹھونکا اور فرمایا جا لکڑیاں اکٹھی کرو اور پندرہ یوم تک میں تمہیں نہ دیکھوں "اِنْطَلِقْ اِلٰى هٰذَا الْفُوَادِىْ فَلَا تَدَعَنْ شَوْكًا وَلَا حَطَبًا وَلَا تَأْتِيْنِىْ اِلَّا بَعْدَ عَشَرَ فَفَعَلَ" وہ لکڑیاں چیرتا رہا اور بیچتا رہا' پھر وہ حاضر ہوا تو اس کے پاس دس درہم تھے۔ فرمایا کچھ کا کھانا خرید لو اور کچھ سے کپڑا۔ پھر فرمایا کہ خود کمانا تمہارے لئے بہتر ہے بنسبت اس کے کہ تم قیامت کے روز ایسی حالت میں حاضر ہو کہ مانگنے کا داغ تمہارے چہرہ پر ہو مانگنا درست نہیں سوائے اس کے جو انتہائی محتاج ہو یا سخت مقروض ہو یا خون میں گرفتار ہو جو ستائے۔ (۱)

ایندھن میں کام آنے والی ڈال پات اور اس قسم کی لکڑی کو حطب کہتے ہیں اور جو شخص جنگل اور میدان سے اس کو چن کر یا کاٹ کر لاتا اور بیچتا ہے اس کو حطّاب اور حطّابی کہتے ہیں:

---

(۱) ترمذی: بیع من یزید، حدیث: ۱۲۱۸، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے

☆ محدث زید بن عبد الحمید حطاب تبع تابعی ہیں ☆ محدث ابوبکر محمد بن حسین بن محمد بن عبد الخالق حطاب ☆ محدث قاضی ابوعلی حسن بن علان بن ابراہیم حطّاب بغدادی

لکڑی چیرنے، پھاڑنے، کاٹنے، تراشنے اور خراد کر چیزیں بنانے والے علماء:

لکڑی چیرنے، پھاڑنے والے کو شقّاق اور اس کے کاٹنے اور تراشنے والے کو نجّات اور لکڑی خراد کر مختلف چیزیں بنانے والے کو خرّاد کہتے ہیں، اس میں علماء کا ایک گروہ گذرا ہے:

☆ محدث ابوجعفر محمد بن اسحاق بن مہران اشقاق بغدادی ☆ ابوبکر محمد بن عبد اللہ شقاق صوفی ☆ محدث مسلم بن صاعد نجّات کوفی نے حضرت علی سے روایت کی ☆ محدث ابوصخر بن یزاد ابوالخارق خراط قتبی مدنی ☆ محدث ابویوسف یعقوب بن معبد بن صالح بن عبداللہ خراط بصی۔ ☆ محدث ابوعلی حسن بن علان خراط بغدادی

کوئلہ فروخت کرنے والے علماء:

فحم یعنی لکڑی کا کوئلہ بیچنے والے کو فحّام کہتے ہیں، یہ مستقل کاروبار تھا، اس پیشہ میں بھی محدثین وفقہاء کی ایک جماعت مشہور تھی۔

☆ محدث حاتم بن راشد فحام بصی ☆ محدث ابوعلی حسن بن یوسف بن یعقوب فحام اسوانی ☆ محدث ابومحمد حسن بن محمد بن یحی بان فحام مقری ☆ محدث ابوبکر احمد بن ولید فحام بغدادی ☆ محدث ابوالطیب بن اسماعیل بن علی بن محمد بن عبداللہ فحام بغدادی۔

بڑھیوں میں علماء:

لکڑی کے مختلف سامان بنانے والے کو بڑھئی (نجار) کہتے ہیں، اس طبقہ میں یہ علماء ومحدثین مشہور ہیں۔

☆ محدث صالح بن دینار نجار مدنی تابعی، انہوں حضرت ابوسعید خدری سے روایت ☆ محدث ابوبکر محمد بن جعفر بن عباس نجّار بغدادی ☆ محدث ابوالحسن محمد بن جعفر بن محمد ابن نجار تمیمی نحوی کوفی ثقہ عالم ہیں ☆ محدث ابوبکر محمد بن نجار بغدادی ☆ محدث

ابوبکر محمد بن عثمان بن خالد نجار عسکری بغدادی ☆ محدث ابوایوب سلیمان بن داؤد ابن محمد نجار یمانی بصری۔

لکڑی کے کھلونے اور خوشنما چیزیں بنانے والے علماء:

لکڑی کے کھلونے اور عمدہ عمدہ چیزیں بنانے اور بیچنے والوں کو ’’طرائفی‘‘ کہتے ہیں۔

☆ محدث ابوالفضل محمد بن حسن بن موسی بن معاویہ طرائفی نیشاپوری ☆ محدث حسن بن یوسف طرائفی مصری ☆ محدث ابوبکر محمد بن احمد بن خالد طرائفی ☆ محدث ابوالحسن احمد بن محمد بن عبدوس طرائفی ☆ محدث ابوالنضر احمد بن محمد بن حسن طرائفی ☆ محدث ابوعبداللہ محمد بن حمدان بن سفیان طرائفی مخرمی بغدادی۔

پرانے جہازوں اور کشتیوں کے سامان فروش علماء:

پرانے جہاز اور بڑی بڑی کشتیوں کو خرید کر ان کو توڑنے پھوڑنے کے بعد ان کی لکڑیاں، لوہے اور دوسرے سامانوں کو فروخت کرنے والے کو قافلانی کہتے ہیں، ان میں استعمال ہونے والے لوہے کو قفل کہتے ہیں، بعض لوگ ان کشتیوں کو مرمت کرنے کے بعد فروخت کرتے تھے۔

☆ محدث ابوالربیع سلیمان بن محمد قافلانی بصری ☆ محدث ابوالفضل جعفر بن محمد بن احمد قافلانی بغدادی ثقہ محدث ☆ محدث ابوالقاسم حسن بن ادریس بن محمد شاذان قافلانی بغدادی۔

دلالی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قافلہ والوں سے آگے جا کر نہ ملو، اور شہری دیہاتی کے لئے بیع نہ کرے، طاؤس کا بیان ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، شہری دیہاتی کے لئے نہ بیچے، اس کا کیا مطلب ہے؟، انہوں نے جواب دیا کہ دلالی نہ کرے۔ ’’لَا یَکُوْنُ لَهٗ سِمْسَارًا‘‘(۱)

یہاں دلال سے مراد وہ ہیں جو بائع اور مشتری کے درمیان میں ہو کر چیز کو

---

(۱) بخاری: باب هل يبيع حاضر لباد، حديث:۲۰۵۰

فروخت کرکے اس کی اجرت حاصل کرتے ہیں۔

دلالوں میں علماء:

دلالی کا کاروبار بڑا نفع بخش ہوتا ہے، جو لوگ یہ پیشہ اختیار کرتے ہیں، ان کو دلال کہتے ہیں، یہ بائع اور مشتری کے درمیان سامان تجارت کی قیمت طئے کرتے کراتے تھے، ہر قسم اور ہر جنس کی تجارتی چیزوں پر بولی بولتے تھے اور طئے شدہ رقم دلالی کی رقم وصول کرتے تھے۔

☆ محدث ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن زریق بغدادی سوتی کپڑوں کے دلال تھے، ☆ محدث ابواحمد بن سلیمان بن فارس دلال نیشاپوری ☆ محدث ابومحمد عبدالعزیز بن حسن بن خلف دلال قاری جرجانی۔

منادیوں میں علماء:

جو لوگ بازار میں اشیاء فروختنی اوران کی قیمت یا گم شدہ سامان کے لئے آواز لگاتے تھے ان کو منادی کہتے تھے۔

☆ محدث ابوبکر احمد بن موسی بن محمد منادی نیشاپور ☆ محدث ابوجعفر محمد بن داؤد عبیداللہ بن یزید منادی بغدادی ☆ ابونصر ہیثم بن حماد منادی ازدی بصری۔

جانوروں کے دلالوں میں علماء:

چوپایوں اور غلاموں کی خرید وفروخت میں دلالی کرنے والے نخاس کہتے ہیں، طرفین کے بیچ جانور کی رقم طئے کر کے دلالی کی رقم وصول کرتے تھے، سمعانی کہتے ہیں کہ اس پیشہ سے علماء ومحدثین اوران کے آباء واجداد کی ایک جماعت منسلک تھی۔

☆ محدث ابوجعفر محمد بن سلیمان بن حبیب نخاس گھوڑوں کے دلال تھے، ☆ محدث ابوجمیلہ مفضل بن صالح نخاس ☆ محدث ابوعلی حسن بن علی بن موسی نخاس ☆ محدث ابوبکر احمد بن جعفر نخسا رملی ☆ محدث ابوالقاسم عبداللہ بن حسن بن سلیمان نخاس مقری ☆ محدث ابوالحسین محمد بن نضر بن محمد بن سعد نخاس موصلی ☆ محدث ابوالفتح عبداللہ بن عبداللہ بن عبدالملک بن محمد نخاس ☆ محدث ابوالفتح احمد بن علی بن محمد نخاس

☆ محدث ابوطالیسا محمد بن مظفر بن ابوبک رنخاس ☆ محدث ابواسحاق ابراھیم بن میمونہ نخّاس۔

پارچہ باف (کپڑے بننے والے)

ہر قسم کے پارچہ بافوں کو حائک اور نساج کہتے ہیں۔

امام بخاری نے کتاب البیوع میں ’’باب النساج‘‘ کے نام سے باب قائم کیا ہے۔

احیاء العلوم میں کتاب الفقر والزہد میں سنان بن سعد کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے اون کا ایک جبہ بنا، اور اس کے کونے کالے بنائے جب نبی کریم ﷺ نے اس کو پہنا تو فرمایا: ’’اُنْظُرُوْا مَا أَحْسَنَهَا وَأَبْهَجَهَا‘‘ (دیکھو یہ کتنا اچھا اور بہترین ہے) ایک دیہاتی کھڑا ہوا کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اسے مجھے ہبہ کردیں تو راوی کہتے ہیں کہ: آپ ﷺ سے جب کسی چیز کا سوال کیا جاتا انکار نہ فرماتے، آپ نے اس کو وہ جبہ دے دیا اور دوسرا جبہ بننے کے لئے کہا۔(۱)

اس سے پتہ چلا کہ دور رسالت میں کپڑے بننے والے بھی تھے۔

مدینہ منورہ میں پارچہ بافی کا پیشہ انصار کا تھا، خاص طور سے بنو نجار اس پیشہ میں شہرت ومہارت رکھتے تھے اور عمدہ عمدہ کپڑے تیار کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ اپنا لباس مبارک بنونجار سے بنواتے تھے، عبداللہ بن حسن کا بیان ہے:

رسول اللہ ﷺ کے دو کپڑے (حلے) قبیلہ بنی نجار میں بنے جاتے تھے، آپ ان کے لئے وہاں آتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے لئے ان کو جلد تیار کرو، ہم ان خوبصورت کپڑوں کو پہن کر لوگوں کے سامنے آئیں گے: ’’عَجِّلُوْا بِهِمَا عَلَيْنَا نَتَجَمَّلُ بِهِمَا فِيْ النَّاسِ‘‘ (۲)

مدینہ منورہ میں ایک کپڑا اقطا نام کا تیار کیا جاتا تھا، اس کے اوپر کالی کالی چھوٹی

---

(۱) الإصابة فی تمييز الصحابة: السين بعدها نون: ۳۰۰/۳

(۲) آداب الاملاء والاستملاء سمعانی: ۲۶

چھوٹی بوٹیاں ہوتی تھیں، اسی میں سونے کے تار ہوتے تھے، ایک مرتبہ قبا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ کپڑا پیش کیا گیا تو مسلمانوں نے اس کو دیکھ کر حسن ونفاست کی وجہ سے تعجب کا اظہار کیا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ کپڑا پیش کیا گیا تو مسلمانوں نے اس کو دیکھ کر حسن ونفاست کی وجہ سے تعجب کا اظہار کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کرتے ہو؟ حضرت سعد کے رومال جنت میں اس سے زیادہ حسین وجمیل ہیں ”لَمَنَادِيْلُ سَعْدٍ فِيْ الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا“ (۱)

پارچہ باف علماء:

۱۔ محدث ابو یحیٰ معن بن عیسی بن معن مدنی ابن سعد فرماتے ہیں: ”وَكَانَ يُعَالِجُ الْقَزَّ بِالْمَدِيْنَةِ وَيَشْتَرِيْهِ“ (۲)

۲۔ ولی کامل عطاء سلمی پارچہ باف تھے۔

۳۔ محدث فقیہ بزرگ ابوحمزۃ مجمع بن سمعان حائک تمیمی پارچہ باف تھے: ” وَكَانَ مَجَمّعُ الزَّاهِدِ حَائِكًا“ (۳)

۴۔ ابوعلی مرزوقی حائک اصفہانی مشہور محدث اور مواسیم واوقات کے عالم پارچہ باف تھے، ان کی مشہور زمانہ کتاب ” کتاب الأزمنة والأمكنة “ ہے، وزیر الصاحب بن عبادہ کا قول ہے کہ سرزمین اصفہان سے تین آدمی علم میں بہت آگے گئے ایک حائک، ایک حلاج اور ایک اسکاف، حائک ابوعلی مرزوقی ہیں، حلاج ابومنصور ماجد ہیں، اسکاف ابوعبداللہ خطیب ہیں۔

۵۔ مشہور مؤرخ، ماہر انساب، جغرافیہ داں ابومحمد حسن بن احمد بن یعقوب، کتاب الأکلیل اور صفۃ جزیرۃ العرب کا مصنف۔ (۴)

---

(۱) الاشتقاق: لابن درید، تسمية رجال بني زيد بن كهلان وقبائلهم: ۳۷۲/۱، دارالجیل، بیروت

(۲) طبقات ابن سعد: أبو القاسم بن أبي الزناد: ۴۳۷/۵

(۳) المعارف: المعارف، الہند: ۵۷۷/۱، الھیئۃ العامۃ المصریۃ للکتاب، القاہرۃ

(۴) مقدمۃ صفۃ جزیرۃ العرب

۶۔ ابو محمد بن حرثومہ بن عبداللہ نساج بصری، بلال بن ابو بردہ کے غلام اور تابعی ہیں۔

۷۔ ابو یعقوب فرقد بن یعقوب حائک سنجی بصری تابعی ہیں، حضرت انس، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں۔

۸۔ محدث ابو القاسم بکر بن أحمد بن محمی نساج واسطی۔

۹۔ ابو الحسن خیر بن عبداللہ نساج صوفی، مشہور صوفی جنید بغدادی، ابو العباس ابن عطا، ابو محمد جریری، ابو بکر شبلی کے پیرو مرشد۔

۱۰۔ ابو منصور مقرب بن حسن بن حسین نساج بغدادی مشہور صوفی بزرگ محدث۔

۱۱۔ ان کے صاحبزادے ابو بکر احمد بن مقرب نساج محدث۔ (۱)

۱۲۔ عطاء بن ازرق نساج، مشہور واعظ و عابد و راوی حدیث۔ (۲)

۱۳۔ خواجہ بہاء الدین نقشبندی، سلسلہ نقشبندیہ کے امام و بانی۔ (۳)

۱۴۔ شیخ احمد نہر والی (پٹن گجرات) قاضی حمید الدین ناگوری کے مرید تھے، یہ پارچہ باف تھے۔

ایک دن قاضی حمید الدین ان کی ملاقات کے لئے تشریف لائے اور کہا: احمد تم کب تک اس کام میں لگے رہو گے؟ دوسرے دن شیخ احمد تانا تننے کا انتظام کررہے تھے کہ ہاتھ میں موچ آ گیا، اسی دن سے بنائی تنائی سے الگ ہو کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہوگئے، ایک رات شیخ احمد کے گھر میں چور آیا کچھ نہیں پایا، شیخ احمد نے کپڑے کا ایک تھان ان کے راستہ میں ڈال دیا تاکہ ان کے گھر آنے والا محروم نہ جائے، صبح کو وہ چور اپنے لڑکوں کو لے کر ان کی خدمت میں آیا، توبہ کر کے صلحاء و عباد میں شامل ہوگیا۔ (۴)

۱۵۔ شیخ عارف ہندوستان کے مشہور بزرگ پارچہ باف تھے۔ (۵)

---

(۱) الأنساب: ۸۳/۱۳

(۲) الجرح والتعدیل: ۳۴۰/۳

(۳) مشکاۃ النبوۃ قلمی: ورق: ۶۲

(۴) خیار الأصفیاء: قلمی ورق: ۳۷۔۳۸

(۵) حوالہ سابق

۱۶۔ سید محمد جامہ باف میر رباعی کے لقب سے مشہور ہیں، یہ پارچہ باف تھے، ابو عبد الرحمٰن نے طبقات الصوفیۃ میں لکھا ہے کہ ان کا نام محمد بن اسماعیل سامری ہے، خیر النساج نام کی وجہ یہ تھی کہ حج کے لئے روانہ ہوئے تو کوفہ کے قریب ایک شخص نے ان کو پکڑ کر کہا کہ تم میرے غلام ہو اور تمہارا نام خیر ہے، انہوں نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا، وہ شخص کئی سال تک ان سے ریشمی کپڑے بنواتا رہا، کچھ دنوں کے بعد اس نے کہا کہ: میں نے غلطی کی، تم میرے غلام نہیں ہو کہ تمہارا نام خیر ہے، مگر خیر نساج نے یہ نام نہیں بدلا اور کہا کہ میرا نام ایک مسلمان نے رکھا ہے، میں اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔(۱)

ریشم کے کیڑے پالنے اور ریشم بنانے والوں میں علماء:

قَزّ ریشم کے کیڑے کو کہتے ہیں، اور جو لوگ ان کو پالتے تھے اور ان سے ریشم نکالتے تھے ان کو قَزَّازٌ اور قَزَّازِیُ نام سے یاد کیا جاتا تھا، عام طور پر طبرستان اور خوارزم والے قزازی کہے جاتے تھے۔

☆ محدث فرات قزار تمیمی ☆ محدث حسین بن فرات قزاز ☆ محدث ابو المنذر اسماعیل بن عمر واسطی قزاز ☆ ابو منصور عبد الرحمٰن بن غالب محدث ☆ قزاز ابن زریق محدث ☆ ابو الحسن محمد بن سنان بن یزید قزاز بصری محدث ☆ محمد بن عبدک بن سالم قزاز بغدادی محدث (۲) ☆ ابو یحی بن عیسی قزاز مدنی محدث ☆ ابو زید محمد بن فضل بن علی قزازی ہاشمی املی طبری محدث ☆ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ دیوکش (ریشم کے کیڑے والے) ☆ محمد بن عبد اللہ دیوکش صاحزادے محدث ☆ ابو شریح اسماعیل بن احمد بن حسن نقاض (ریشم کا کام کرنے والے) شاشی محدث۔

ریشم باف علماء:

خَزَّازٌ ریشم اور حَرِیُر ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں اور اس کے بننے بنانے

---

(۱) طبقات الصوفیۃ: ۳۲۲ (۲) الانساب: ۱۰/۴۰۷

اور فروخت کرنے والے خزاز اِبْـرِیْشَمِی اور حریری کہتے ہیں، کوفہ اور بصرہ میں ائمہ اسلام کی ایک بڑی جماعت یہ پیشہ کرتی تھی اور اس میں جلیل القدر فقہاء ومحدثین گذرے ہیں۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی خزاز تھے، سمعانی نے لکھا ہے کہ:

”مَعَ تَبَحُّرِہٖ فِیُ الْعِلْمِ وَغَوْصِہٖ فِیُ دَقَائِقِ الْمَعَانِیُ وَخَفِیِّھَا کَانَ یَبِیْعُ الخزَّ وَیَأْکُلُ مِنْهُ طَلَبًا لِلْحَلَالِ“ (۱)

امام ابوحنیفہ اپنے علمی تبحر اور دریائے علم میں غواصی اور دقیق وباریک معانی میں غور کرنے کے باوجود ریشمی کپڑے فروخت کرکے رزق حلال کماتے تھے۔

اور ذہبی لکھتے ہیں: ”لَہٗ دَارٌ کَبِیْرٌ لِعَمَلِ الْخزِّ، وَعِنْدَ صُنَّاعٌ وَأُجَرَاءٌ“ (۲) ریشمی جامہ بافی کا ان کے یہاں بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے۔

امام صاحب کی تجارت نہایت وسیع تھی، لاکھوں کا لین دین تھا، اکثر شہروں میں گماشتے مقرر تھے اور احتیاط کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ ناجائز کے طریقہ پر ایک حبہ بھی ان کے خزانے میں نہیں داخل ہوسکتا تھا، اس احتیاط میں کبھی کبھی نقصان بھی اٹھانا پڑتا، مگر ان کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی تھی۔

ایک دفعہ حفص بن عبدالرحمان کے پاس خز کے تھان بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں تھان میں عیب ہے، خریدار کو جتا دینا، حفص کو اس ہدایت کا خیال نہ رہا، تھان بیچ ڈالے اور خریداروں کو عیب سے اطلاع نہ دی، امام صاحب کو معلوم ہوا تو نہایت افسوس کیا، تھانوں کی قیمت جوتیس ہزار درہم تھی سب خیرات کردی۔ (۳)

۞ ایک مرتبہ امام صاحب کے ایک شاگرد نے ان کی غیر حاضری میں مدینہ طیبہ کے

---

(۱) الأنساب: ۱۱۱/۵، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد

(۲) العبر للذهبی: ۱۶۴/۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۳) الخیرات الحسان: ۱۰۵

ایک باشندے کو چار سو درہم کی قیمت کا کپڑا دھوکے سے ایک ہزار درہم پر فروخت کر دیا، امام صاحب کو اس کا علم ہوا تو شاگرد کو سخت تنبیہ کی اور اس کو دوکان کے سلسلے سے الگ کر دیا اور خریدار کا حلیہ پوچھ کر اس کے پیچھے ہو لئے، جب اس سے مدینہ طیبہ میں جا ملے تو کافی اصرار و تکرار کے بعد چھ سو درہم اسے واپس کر دیئے اور کپڑا اس کے پاس چھوکر پھر کوفہ لوٹ آئے۔(۱)

- ایک دن ایک عورت خز کا تھان لے کر آئی کہ فروخت کرا دیجئے، امام صاحب نے دام پوچھے اس نے سو روپیئے بتائے، فرمایا: کم ہیں، اس نے کہا: دو سو روپیئے، فرمایا: یہ تھان پانچ سو سے کم قیمت کا نہیں، اس نے متعجب ہو کر کہا: آپ شاید مذاق کرتے ہیں، امام صاحب نے پانچ سو روپیئے اپنے پاس سے دیدیئے اور تھان رکھ دیا، اس احتیاط اور دیانت نے ان کے کارخانہ کو بجائے نقصان پہنچانے کے اور بھی چمکا دیا۔(۲)
- شیخ محمد ابو زہرہ مصری لکھتے ہیں کہ امام صاحب میں چار تجارتی اوصاف پائے جاتے تھے، جن سے واضح ہوتا ہے: ہ آپ صرف ایک اونچے درجے کے عالم دین ہی نہ تھے؛ بلکہ ایک مثالی اجر بھی تھم:

۱) آپ دل کے غنی تھے، حرص و طمع کبھی آپ پر غالب نہ آسکی؛ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوئے اور فقر و فاقہ کی ذلت سے محفوظ رہے۔

۲) امین تھے اور امانت داریوں سے عہدہ برآں ہونے میں کبھی اپنے نفس کا لحاظ نہ کرتے تھے۔

۳) بہت فیاض اور بخل و امساک کی بیماری سے محفوظ تھے۔

۴) نہایت متدین، عابد، شب زندہ دار، صائم النہار اور قائم اللیل تھے۔

---

(۱) مقام ابی حنیفہ: ۸۷۔۸۸

(۲) الخیرات الحسان: ۱۰۶، سیرۃ النعمان: ۱۶۸ ار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ، ہندوستان

- اسی طرح ایک شخص کپڑا لایا اور امام صاحب کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا، آپ نے پوچھا اس کی کتنی قیمت ہے؟ وہ بولا ایک ہزار، امام صاحب نے فرمایا کہ اس کی قیمت اسے بدرجہا زیادہ ہے، حتی کہ آٹھ ہزار درہم پر ان کا معاملہ طئے ہوا (۱) آپؒ نے خریدار ہونے کے باوجود بیچنے والے کے فائدہ کو پیش نظر رکھا، اور اس کی غفلت کا فائدہ نہیں اٹھایا؛ بلکہ اس کی مناسب رہنمائی فرمائی۔
- آپؒ ایسے تاجر تھے کہ اگر خریدار کی مالی حالت کمزور ہوتی، یا اس کے ساتھ تعلقات ہوتے تو اس کے لئے نفع ترک کردیتے۔
- ایک دفعہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی، میں کمزور ہوں اور یہ رقم میرے پاس امانت ہے، آپ یہ کپڑا مجھے اصل قیمت میں دیدیں اور نفع نہ لیں، آپ فرمایا: چار درہم میں لے لو، بولی بڑھیا عورت کا مذاق نہ اُڑاؤ، فرمایا یہ مذاق نہیں حقیقت ہے، میں نے دو کپڑے خریدے تھے، ایک کو فروخت کرکے اصل قیمت وصول کرچکا ہوں اور صرف چار درہم باقی ہیں اب یہ کپڑا مجھے صرف چار درہم میں پڑتا ہے۔ (۲)
- ایک مرتبہ ایک دوست آیا اور ایک خاص قسم کے ریشمی کپڑے کا مطالبہ کیا، اس کا رنگ اور وصف بتلایا، فرمایا: انتظار کرو چند دنوں کے بعد وہ کپڑا مل گیا، وہ دوست ادھر سے گزرا تو حضرت نے فرمایا کہ آپ کی ضرورت پوری ہوگئی اور کپڑا نکال کردیا، اس نے پوچھا قیمت کیا ہوگی؟ فرمایا: صرف ایک درہم! بوفلا میں نہیں سمجھتا کہ آپ بھی مذاق اڑا سکتے ہیں، فرمایا: مذاق نہیں یہی حقیقت ہے، دراصل میں نے دو کپڑے بیس دینار ایک درہم کے خریدے تھے، ایک فروخت کرکے بیس دینار وصول کرلئے، دوسرا کپڑا صرف ایک درہم کا رہ گیا۔ (۳)

---

(۱) مقام أبي حنيفہ: ۸۷

(۲) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۵۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

(۳) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۵۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

حضرت امام ابوحنیفہؒ نہ صرف تجارت میں لوگوں سے درگذر فرماتے، حرام مال سے بچنے کی کوشش کرتے جوکہ دراصل ان کی تجارت اس قدر بڑے پیمانے پر وسیع ہونے کی وجہ تھی، اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے سال بھر کے تجارتی منافع کو جمع کرکے اس سے مشائخین، محدثین کی روزی روزٹی، ان کے کپڑے، اوران کی دیگر ضروریات کا نظم فرماتے، پھر باقی منافع بھی ان کے حوالے کرتے اور فرماتے: ان پیسوں کو اپنی ضروریات میں خرچ کرو اور اللہ کی حمد وثناء کرو؛ کیوں کہ میں نے اپنے مال سے تم کو کچھ نہیں دیا؛ لیکن یہ اللہ عزوجل نے تمہاری شکل میں مجھ پر فضل فرمایا، یہ تمہارے سامان کے منافع ہیں:

”فانی ما أعطیتُکم من مالی شیئا، ولکن من فضل اللہ علی فیکم“ (۱)

☆ امام ابوسلمہ حماد بن سلمہ خزاز بصری ☆ محدث امام ابوعامر صالح بن رستم خزاز بصری ☆ ابوزکریا یحی بن عیسی بن عبدالرحمٰن خزاز تمیمی ☆ اسماعیل بن خلیل خزاز بن حماد بن سلمہ ☆ محدث ابوالحسین ہارون بن اسماعیل خزاز ☆ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن غیلان خزاز سوسی ☆ ابوعمر بن محمد عباس بن محمد خزاز بغدادی ☆ ابوالحسن حمید بن ربیع بن حمید خزاز لخمی ☆ محدث ابوالحسن فضل بن عنبسہ خزاز واسطی ☆ محدث یحی بن سلیم خزاز قرشی طائفی ☆ محدث ابوعمر نضر بن عبدالرحمٰن خزاز ☆ محدث ابونصر احمد بن محمد بن احمد ابریشمی نیشابوری صوفی ☆ محدث ابونصر محمد بن عبداللہ حریری غنوی بصری ☆ محدث یحی بن بشیر بن کثیر حریری کوفی ☆ ابوالقاسم بن علی حریری بصری مقامات حریری کے مصنف۔ ☆ محدث بردحریری بیاع الحریری یعنی ریشمی کپڑے فروخت کرنے والے تھے ☆ محدث ابو کیب عبدربہ بن عبید حریری بصری ☆ محدث ابوبکر محمد بن جعفر بن احمد حریری بغدادی، امام ابوالحسن دارقطنی، قاضی جراحی، ابوالحسین بن مظفر، ابوعمرو بن حیویۃ کے اُستاذ، بڑے جلیل القدر محدث ☆ محدث ابوطالب مکی بن علی بن عبدالرزاق حریری بغدادی۔

---

(۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۵۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

روئی کے کاشت کار علماء:

روئی اور کپاس کو "قُطن" کہتے ہیں اور اس کی کاشت اور فروخت کرنے والے کو قَطَّان کہتے ہیں:

☆ ابوسعید یحی بن سعید قطان بصری اما الجرح والتعدیل ☆ ابوبکر بن حسین بن جلیل قطان نیشاپور، علوسند کے حامل، ان کو حاکم نے تاریخ نیشاپور میں "شیخ صالح" لکھا ہے ☆ محدث ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن حسین قطان نیشاپوری ☆ محدث سکین بن عبد العزیز بن قیس قطان ☆ محدث غالب بن ابوغیلان قطان ☆ ابومحمد حسن بن ابراہیم قطان اسلمی فارسی، شیخ صالح ثقہ فی الحدیث ☆ محدث ابوالحسن محمد بن محمد قطان بغدادی ☆ محدث ابوالقاسم عبدالعزیز بن محمد بن حسین قطان۔

روئی دھننے والے علماء:

روئی دھوننے والے کو حلاج کہتے ہیں، اس پیشہ میں بڑے بڑے علماء اولیاء گذرے ہیں۔

☆ ابوالمغیث حسین بن منصور بن محمی حلاج طبقہ صوفیاء میں بہت مشہور ہیں (۱) ابواسحاق ابراہیم بن حسین حلاج بغدادی، مؤدب، فقیہ قاری اور شاعر (۲) محدث ابوعلی احمد بن عبداللہ بن محمد بن حلاج کندی کوفی۔ (۳)

دھاگے اور سوت بنانے والے علماء:

جو سوت بناتا ہے یا اس کی تجارت کرتا ہے اس کو غَزَّال کہتے ہیں اور سوت کاتنے والے کو مَغَازِلِی بھی کہتے ہیں، یہ کام علماء کی ایک بڑی جماعت کرتی تھی۔

☆ ثقہ محدث مشہور محدث ابو بکر عبد اللہ بن سرحان غزال سعدی بصری ☆ ابوالحسین محمد بن حسین بن عمر بن برہان غزالی بصری ☆ محدث ابوالفرج عبدالوہاب بن حسین غزالی۔ (۴)

---

(۱) تاریخ بغداد: ۱۱۲/۸

(۲) تاریخ بغداد: ۶۰/۶

(۳) تاریخ بغداد

(۴) الأنساب: ۳۱/۱۰

☆ ابوجعفر محمد بن منصور فروی مغازلی بغدادی نہایت نیک صالح عالم تھے، بقدر کفاف پر اکتفا کرتے، کاتے ہوئے سوت فروخت فرماتے، ☆ مخہ بنت حارث مشہور بزرگ بشر حافی بغدادی کی بہن، ان کے زہد وتقوی کا یہ حال تھا کہ وہ سوت کات کر رزق حاصل کرتی تھیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے میرے والد کے پاس آ کر کہا کہ اے ابوعبداللہ! میں رات میں چراغ کی روشنی میں سوت کاتتی ہوں، بعض اوقات چراغ بجھ جاتا ہے تو چاند کی روشنی میں کاتتی ہوں، ایسی صورت میں کیا میرے لئے ضروری ہے کہ چراغ اور چاند کی روشنی میں کاتے ہوئے سوت کو علاحدہ کروں؟ والد نے کہا کہ: اگر تمہارے دیکھنے میں دونوں میں فرق معلوم ہوتا ہے تو اس کو بیان کردو، اس کے بعد "مخہ" نے کہا کہ کیا مریض کا کراہنا شکوہ ہے؟ والد نے کہا کہ: میرے خیال میں شکوہ نہیں ہے؛ بلکہ اللہ سے فریاد ہے، یہ سن کر وہ چلی گئی، اس کے بعد والد نے مجھ سے کہا کہ میں نے کسی آدمی کو ایسا مسئلہ معلوم کرتے ہوئے نہیں دیکھا تم اس عورت کا پتہ چلاؤ میں اس کے پیچھے پیچھے چلا اور دیکھا کہ وہ بشر حافی کے گھر میں چلی گئی اور میں سمجھ گیا کہ یہ بشر حافی کی بہن ہے۔

ایک مرتبہ میں نے امام احمد سے سوال کیا کہ ابوعبداللہ! میری کل پونجی دو دانق ہیں جن سے روئی خرید کر کاتتی ہوں اور نصف درہم میں فروخت کرکے ایک دانق میں ہفتہ بھر کا کام چلاتی ہوں، ایک رات میں سوت کات رہی تھی کہ پہرے دار مشعل لئے گذرا اور اس کی روشنی میں دو طاقے سوت کات لئے میں سمجھتی ہوں کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا آپ میری خلاصی کی صورت بتائیں، امام صاحب نے فرمایا کہ تم دونوں دانق کو خیرات کردو، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے عوض میں تمہارے لئے کوئی دوسری صورت پیدا فرمادے گا۔(۱)

☆ ابومنصور محمد بن عبدالعزیز بن صالح بزاز ابن المغازی، ثقہ وصدوق محدث۔(۲)

---

(۱) وفیات الأعیان: ۱/۹۵، ذکر بشر حافی (۲) الأنساب: ۱۲/۳۶۵

دھاگے بیچنے والے علماء:

جو لوگ کپڑے کی سلائی کے لئے ہر قسم کے دھاگے بناتے اور فروخت کرتے ہیں ان کو خَیُوطِی کہتے ہیں۔

☆ محدث ابو العباس احمد بن مسلم خیوطی ابار، ☆ محدث ابو حامد احمد عیسیٰ بن عباس خیوطی ☆ محدث ابو الحسن علی بن فضل بن عباس بغدادی ☆ محدث قاضی ابو جعفر احمد بن محمد بن علی خیوطی ☆ محدث قاضی ابو الفرج احمد بن علی خیوطی

سوزن گر علماء:

ابرہ کے معنی سوئی کے ہیں، جس سے کپڑے سلے جاتے ہیں، اس کے بنانے والے اور فروخت کرنے والے کو ابار اور ابری کہتے ہیں۔

☆ ابو حفص عمر بن عبد الرحمٰن بن قیس ابار قرشی کوفی، یحیی بن معین کے استاذ، بڑے ثقہ محدث، یحیی بن معین فرماتے ہیں: "كَانَ يَعْمَلُ الِابِرَ وَيَضْرِبُ بِمِطْرَقَتِهِ" وہ خود اپنے ہتھوڑے سے سوئی بناتے تھے (۱) ☆ محدث ابو القاسم بن منصور بن محمد ابری۔

درزی

ہر قسم کے کپڑے سینے والے کو خَیَّاط یعنی درزی کہتے ہیں۔

ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے: نبی کریم ﷺ گھر کے کام کاج کر دیا کرتے تھے، اور کپڑے سی لیا کرتے تھے، ابن قتیبہ نے معارف میں نقل کیا ہے: عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ ٹیلر تھے۔

خطیب بغدادی نے سہل بن سعد سے مرفوعا نقل کیا ہے کہ "عَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنَ الرِّجَالِ الْخِيَاطَةُ، وَعَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنَ النِّسَاءِ الْمِغْزَلُ" (۲) (مردوں میں سے نیکو کاروں کا کام ٹیلر رہا ہے اور نیکو کار عورتوں کا کام سوت کاتنا رہا ہے)۔

---

(۱) الانساب: ۸۶/۱

(۲) تاریخ بغداد: سلیمان بن عمرو بن عبد اللہ، ۱۷/۹

انس رضی اللہ عنہ بن مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک درزی نے نبی ﷺ کو اس کھانے کی دعوت دی جو اس نے آپ کے لئے تیار کیا تھا، "أَنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللّٰهِ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ لَهُ" (۱) انس بن مالک کا بیان ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ اس کھانے کی دعوت میں گیا اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس روٹی اور شوربا جس میں کدو تھا اور بھنا ہوا گوشت لا کر رکھا، میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ پیالے کے چاروں طرف سے کدو ڈھونڈ کر کھاتے تھے ان کا بیان ہے کہ میں اسی دن سے برابر کدو پسند کرنے لگا۔ (۲) اس روایت پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے " باب ذكر الخياط"۔

اس پیشہ میں بھی نامی گرامی محدثین گذرے ہیں:

علامہ سمعانی نے لکھا ہے: "وَجَمَاعَةٌ مِنْ شُيُوخِنَا يَعْمَلُوْنَ عَمَلَ الْخِيَاطَةِ" یعنی ہمارے اساتذہ وشیوخ کی ایک بڑی جماعت سلائی کا کام کرتی ہے۔

☆ ابو بکر عماد الدین محمد بن معالی بن غنیّۃ خیاط بغدادی، ابو بکر حلاوی کے لقب سے مشہور ہیں، حنبلی مذہب کے امام اور بہت بڑے محدث، یہ درزی تھے (۳) ☆ ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن علی ابن خیاط تغلبی دمشقی، مشہور شاعر (۴) ☆ حافظ وقاری ابو محمد قاسم بن احمد بن یوسف خیاط تمیمی کوفی (۵) ☆ محدث ابو القاسم عثمان بن سعید بن صالح خیاط۔ (۶)

رفو گروں میں علماء:

جو لوگ پھٹے پرانے کپڑوں اور لباسوں کی رفو گری کرتے تھے اور اس فن میں شہرت ومہارت رکھتے تھے اور اسی پیشہ کو ذریعۂ معاش بناتے تھے، ان کو رَفَّاء کہتے ہیں۔

☆ ابو الحسن سری بن احمد بن سری زفا کندی مشہور شاعر، ☆ ابو علی حامد بن محمد بن عبد اللہ رفاء واعظ ہروی، محدث خراسان ☆ محدث ابو الحسن علی بن احمد بن علی رفاء مقری

---

(۱) السنن الكبري للبيهقي: باب ما يستحب من إجابة من دعاه إلي طعام، حدیث: ۱۴۳۷۲

(۲) بخاري: باب السهولة والسماحة في الشراء، حدیث: ۱۹۸۶

(۳) الانساب: ۹/۵۹۔۶۰ (۴) طبقات الحنابلة: ۲/۷۷

(۵) وفيات الأعيان: ۱/۴۷ (۶) تاريخ بغداد: ۱۲/۲۸۹

بغدادی، محدث ابن ابن الدنیا سے ان کی تصانیف روایت کی ☆ حفص بن عمر رفاء امام شعبہ سے حدیث روایت، ان سے ابو حاتم نے ☆ ابو حفص عمر بن عمر رفاء مزوری فقیہ واعظ ☆ عقبہ بن عطیہ رفاء۔

رنگ ساز علماء:

جو لوگ طرح طرح کے رنگ تیار کر کے ان کی تجارت کرتے تھے ان کو "صِبْغِیُ" کہتے ہیں:

☆ محدث محمد بن عبداللہ بن محمد صبغی نیشاپوری شافعی مسلک کے ائمہ وفقہاء میں سے تھے ☆ محدث ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب صبغی نیشاپوری ☆ محدث ابو العباس محمد بن اسحاق صبغی ☆ محدث ابو یعقوب اسحاق بن یوسف بن یزید صبغی۔ ☆ محدث ابو منصور محمد بن قاسم بن عبدالرحمٰن صبغی ☆ محدث فقیہ ابو الحسن علی بن حسین صبغی نیشاپوری ☆ فقیہ ادیب ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن ابوبکر اسحاق صبغی ☆ محدث ابو الحسن علی بن محمد بن ایوب صبغی۔

رنگ ریز علماء:

رنگ بنانے اور بیچنے والوں کو "صِبْغِیُ" اور جو لوگ کپڑے رنگتے ہیں اور مختلف قسم کے رنگوں کے کپڑوں کو زینت دیتے ہیں ان کو "صَبَّاغُ" کہتے ہیں:

☆ محدث ابو خریم یوسف بن میمون صباغ، حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کے خاندان کے غلام تے، عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ☆ محدث ابو نصر بن فضل بن محمود صباغ اصفہانی، الحافظ من الحفاظ، العالم، مفید الجماعۃ، کما ذکرہ الذہبی ☆ محدث ابو الحسن علی بن عبدالواحد بن محمد صباغ خطیب بغداد کے شیوخ میں سے ہیں۔

چھینٹ بنانے والے علماء:

جو لوگ کپڑوں پر چھاپ کر نقش ونگار، پھول پتے بناتے تھے، ان کو وشاء مطرز اور طرازی کہتے تھے، چھینٹ کی مختلف قسموں اور شکلوں کی وجہ سے ان کے چھاپنے اور بنانے والوں کو مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں۔

☆ محدث ابو یزمد دثیمہ بن موسی وشا فسوی فارسی ☆ محدث ابو اسحاق ابراہیم بن عبد السلام بن محمد وشاء بغدادی ☆ محدث ابو علی حسن بن محمد بن عنبر وشاء بغدادی ☆ محدث ابو الطیب محمد بن اسحاق بن یحی وشاء بغدادی ☆ محدث ابو عمران موسی بن سہل بن کثیر وشاہ حرفی (۱) ☆ محدث ابو الحسن بن ابراہیم بن محمد مطرز اصفہانی ☆ محدث ابو یعلی محمد بن حسن بن عباس مطرز ☆ شاعر ابو القاسم عبد الواحد بن محمد بن یحی مطرز بغدادی ☆ محدث ابو بکر قاسم بن زکریا بن یحی مطرز ☆ محدث ابو بکر بن یحی بن سہل مطرز نیشاپوری ☆ محدث ابو محمد بن عبد اللہ بن ابو بکر مطرز ☆ محدث ابو بکر محمد بن محمد احمد طرازی مقری بغداد ☆ محدث ابو الحسن علی بن ابو بکر طرازی نیشاپوری۔

جائز تصویر کشی کرنے والے:

امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ باب باندھا ہے "بیع التصاویر التی لیس فیھا روح، وما یکرہ من ذلك" پھر سعید بن الحسن کی روایت نقل کی ہے کہ میں ابن عباس کے پاس تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا کہنے لگا: اے ابن عباس! میں ایک ایسا انسان ہوں جس کی روزی اپنی دست کاری پر ہے تو میں یہ تصویریں بناتا ہوں، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تصویر کی ممانعت والی روایت کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا: "إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ" (۲) اگر تمہیں بنانا ہی ہے تو اس درخت (غیر جاندار) کی تصویریں بناؤ، ہر وہ چیز جس میں روح نہ ہو۔

دودھ فروش:

ابو بکر بن ابو مریم کہتے ہیں کہ مقدام بن معدی کرب کی ایک باندی تھی جو دودھ بیچا کرتی تھی، مقدام اس کی قیمت وصول کرتے تھے، ان سے کہا گیا: "سُبْحَانَ اللّٰهِ أَتَبِيعُ اللَّبَنَ وَتَقْبِضُ الثَّمَنَ"؟ (کیا وہ دودھ بیچتی ہے اور آپ قیمت وصول کرتے ہیں) فرمایا: ہاں، اس میں کوئی حرج نہیں، میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے: "لَيَأْتِيَنَّ

---

(۱) الانساب: ۳۴۳/۱۳

(۲) بخاری: باب بیع التصاویر التی لیس فیھا روح، حدیث: ۲۱۱۲

عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَنْفَعُ إِلَّا الدِّينَارَ وَالدِّرْهَمَ" ایک زمانہ ایسا آئے گا جب دینار اور درہم ہی فائدہ دیں گے۔(۱)

ملا علی قاری نے طیبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:" لَا يَنْفَعُ النَّاسَ إِلَّا التَّكَسُّبَ إِذْ لَوْ تَرَكُوهُ لَوَقَعُوا فِي الْحَرَامِ" (۲) لوگوں کو کمائی ہی فائدہ دے گی اس لئے کہ اگر وہ اس کو ترک کر دیں گے تو حرام میں مبتلا ہو جائیں گے۔

بعض سلف سے یہ منقول ہے کہ ان سے یہ کہا گیا: کسب و کمائی تم کو دنیا سے قریب کر دے گی تو فرمایا: اگر کسب و کمائی مجھے دنیا سے قریب کرے گی تو مجھے اس سے بچائے گی بھی "فقد صانني عنها" سلف کہتے تھے: تجارت کرو اور کمائی کرو، اس لئے کہ تم ایسے زمانے میں ہو جب تم میں سے کوئی شخص محتاج ہوگا تو سب سے پہلی چیز اس کے دین کو کھا جائے گی، سفیان سے روایت ہے کہ ان کے پاس تجارتی سامان تھا جس کو پلٹتے تھے اور فرماتے تھے:" لَوْلَا هٰذِهِ الدَّنَانِيرُ لَتَمَنْدَلَ بِي بَنُو الْعَبَّاسِ" اگر یہ دنانیر نہ ہوتے تو بنو عباس مجھ کو رومال بنا لیتے، یعنی رومال کی طرح مجھ سے اپنی گندگیوں کو پوچھا کرتے۔(۳)

دودھ کا کاروبار کرنے والے علماء:

دودھ کا کاروبار کرنے والوں کو لَبَّان کہتے ہیں، یہ گائے، بھینس، بکری اور دودھ دینے والے جانور پالتے اور ان کا دودھ فروخت کرتے تھے، اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔

☆ محدث ابو عبد الرحمٰن حسین بن احمد لبان جرجانی ☆ محدث ابو الحسین محمد بن عبد اللہ بن حسن ابن لبان فرضی بصری ☆ محدث عبد السلام بن محمد بن عبد اللہ، ابن لبان اصفہانی ☆ محدث ابو حاتم محمد بن عبد الواحد بن محمد خزاعی لبان رازی ☆ محدث ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمٰن ابن اللبان اصفہانی۔

---

(۱) مسند احمد: حدیث المقدام بن معدیکرب، حدیث: ۱۷۲۴۰، محقق شعیب الارنوط فرماتے ہیں، اس کی سند ابوبکر بن ابو مریم کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۲) مرقات المفاتیح لملا علی القاری: باب الکسب، ۹/۲۷۲

(۳) مرقات المفاتیح لملا علی القاری: باب الکسب، ۹/۲۷۲

دور رسالت کی صنعت:

مدینہ آمد اسلام سے قبل ہی سے زراعت اور صناعت میں شہرت رکھتا تھا، جب مہاجرین کو مدینہ میں گھر بنانے کی ضرورت درپیش ہوتی تو نبی کریم ﷺ بذات خود ان کے لئے نقشہ تیار کرتے، جگہوں کا تعین فرماتے۔(۱)

تعمیر کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے چند ایک ہدایات دی ہیں، ایک بنی حنیفہ کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں آیا، وہ شخص مٹی کو اچھی طرح ملانا جانتا تھا، نبی کریم ﷺ مسجد کی تعمیر میں مصروف تھے، تو آپ نے فرمایا: اس حنفی کو مٹی ملانے کے لئے چھوڑ دو، وہ شخص پھاوڑا لگا کر مٹی ملانے لگا اور نبی کریم ﷺ ان کو دیکھ رہے تھے، اور فرمایا: ”إِنَّ هَذَا الْحَنَفِيَّ لَصَاحِبُ طِينٍ“(۲)

دور رسالت میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے دشمنوں کے دفاع کے لئے خندق کھدوائی گئی، حضور اکرم ﷺ نے بذات خود خندق کی جگہوں اور اس کی مسافت کی تعیین فرمائی، جبل سلع کو مسلمانوں کے پشت پر کیا، حضور اکرم نے کدال، پھاوڑا وغیرہ کھودنے کے آلات استعمال فرمائے، بعض کو بنی قریظہ سے عاریت کے طور پر لیا۔ بڑھئی کا پیشہ بھی دور رسالت میں رائج تھا، بڑھیوں کو فوجی ضروریات کی تکمیل کے لئے بھی استعمال کیا جاتا، وہ جنگی اسلحہ بناتے، دبابہ، منجنیق وغیرہ یہ بڑھائی ہی بناتے، نیزے بھی بڑھئی بناتے، اور آپ ﷺ نے اس کی ترغیب دلائی:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا خداوند قدوس عزت اور بزرگی والا تین آدمیوں کو جنتی بنادے گا ایک تیر کی وجہ سے۔ ایک تیر نیک نیتی سے بنانے والا۔ دوسرے تیر چلانے والا اور تیسرے تیر پھینکنے والا۔

”صَانِعُهُ يَحْتَسِبُ فِي صُنْعِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِي بِهِ وَمُنْبِلُهُ“(۳)

---

(۱) البلاذری: الانساب: ۱/۲۷۰ (۲) فقه السيرة للغزالی: ۱۹۰

(۳) نسائی: ثواب من رمی بسهم فی سبیل الله، حدیث: ۳۱۴۶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حلال کمائی جہاد ہے، اور اللہ تعالیٰ عز وجل دست کار بندے کو پسند فرماتے ہیں:

"طَلَبُ الْحَلَالِ جِهَادٌ وَاَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُحْتَرِفَ"(۱)

یعنی وہ عمل جو ہاتھ سے کر کے فروخت کیا جائے جیسے فرنیچر، درزی اور بنائی کا کام یہ کام حضرات انبیاء علیہم السلام نے بھی کیا ہے؛ چنانچہ بخاری شریف میں ہے، حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔

لوہاری کا پیشہ

دور رسالت میں ہتھیار اور خنجر بھی مشہور صنعت تھی، صحابہ اپنے تلواروں کو پتھروں سے تیز کرتے تھے (۲) نبی کریم ﷺ نے دبابے کو حملوں میں استعمال فرمایا، اور دو اصحاب عروہ بن مسعود، غیلان بن سلمہ کو جرش کے یہاں دبابہ کی صنعت سیکھنے کے لئے بھیجا (۳) دور رسالت کے مشہور پیشوں میں لوہاری کا پیشہ بھی تھا۔

زمین سے لوہا نکالنے اور اس کو قابل استعمال بنانے والے کو حَدَّادِی کہتے ہیں اور جو شخص لوہے کی خرید وفروخت کرتا ہو اس کا سامان بناتا ہو اس کو آہن گر اور لوہار کہتے ہیں، اہل علم کی ایک بڑی جماعت یہ پیشہ اختیار کئے ہوئی تھی۔

حضرت خباب رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں عہد جاہلیت میں لوہاری کا پیشہ کرتا تھا "كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ" عاص بن وائل پر میرے کچھ دام تھے وہ لینے کے لئے میں اس کے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں تیرا واجب الادا اس وقت تک نہیں دے سکتا ہوں جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار نہ کرے گا میں نے کہا اللہ کی قسم میں ان کے ساتھ یہ معاملہ اس وقت تک نہیں کر سکتا ہوں جب تک کہ اللہ تعالی تجھے مار کر دوبارہ زندہ نہ کرے عاص نے کہا اچھی بات ہے

---

(۱) اصلاح المال لابن أبي الدنيا، باب الاحتراف، حديث:۲۰۴

(۲) سبل الهدى والرشاد: ۴/۲۸۶ (۳) الإصابة :۲/۴۷۶

جب مجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو میرے پاس مال ہوگا اس وقت میں تیرا مطالبہ پورا کردوں گا چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: ”اَفَرَأَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِآیَاتِنَا“ الخ۔ (۱)

امام بخاری نے باب قائم کیا ہے ” باب القین والحداد“

علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے: مقاتل کہتے ہیں: خباب نے عاص کے لئے کچھ زیور بنوائے، جب اس سے اجرت کا مطالبہ کیا تو کہا: تم یہ گمان کرتے ہو کہ جنت میں ریشم، سونا، چاندی اور چھوٹے چھوٹے بچے ہوں گے، خباب نے کہا: ہاں، عاص نے کہا: ہم تمہاری اجرت جنت میں دیں گے، پھر علامہ عینی فرماتے ہیں: لوہاری کا پیشہ اگر عدل وانصاف کے ساتھ کیا جائے تو نقصاندہ نہیں ” أَنَّ الْحَدَّادَ لَا یَضُرُّهُ مِهْنَةُ صِنَاعَتِهِ إِذَا كَانَ عَدْلًا“ (۲)

اصابۃ میں ہے جب نبی کریم ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تو ازرق بن عقبۃ الثقفی نے اسلام قبول کیا فرماتے ہیں وہ لوہار تھے۔

الأجوبة المهمة میں ہے: جب نبی کریم ﷺ نے خیبر فتح کیا تو اس میں تیس لوہار قید میں آئے، ان کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان کو مسلمانوں کے بیچ رہنے دو لوگ ان کی صنعت سے فائدہ اٹھائیں گے، اور اپنے دشمن سے جہاد میں اپنا دفاع کر پائیں گے، ان کو چھوڑ دیا گیا ان کے پاس جو بھی صنعت سیکھتا اس کو صانع یا معلم کہتے تھے۔ ” فَمَنْ تَعَلَّمَ عَلَيْهِمُ الصِّنَاعَةَ سُمِّيَ صَانِعًا أَوْ مُعَلِّمًا“

نیزے فروخت کرنے والے:

استیعاب میں ہے کہ نوفل بن حرث بن عبد المطلب نیزوں کی تجارت کرتے تھے، غزوہ بدر میں یہ جب گرفتار ہوئے تو انہوں نے نیزوں سے ہی اپنا فدیہ ادا کیا، وہ ہزار نیزے تھے۔ ”وکانت ألف رمح“

طبقات ابن سعد میں ہے: ”نوفل بن حارث کو جب جنگ بدر میں گرفتار کیا گیا تو

---

(۱) بخاری: باب التقاضی، حدیث: ۲۲۹۳

(۲) عمدۃ القاری: باب ذکر الخیاط: ۱۱/۲۱۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت

ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "أَفْدِ نَفْسَكَ بِرِمَاكَ الَّتِيْ بِجَدَّةَ" تمہارے جدہ کے نیزوں سے اپنے جان کا فدیہ ادا کرو، فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر نیزے سے اپنا فدیہ ادا کیا، یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے غزوہ حنین میں نبی کریم ﷺ کی تین ہزار نیزوں سے مدد کی "أَعَانَ النَّبِيُّ يَوْمَ حُنَيْنٍ بِثَلَاثَةِ آلَافِ رُمْحٍ" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحارث میں اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے نیزے مشرکین کی پیٹھوں میں چبھ رہے ہیں۔ (۱)

سنار

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب فاطمہ سے شب زفاف کا ارادہ کیا تو میں نے بنوقینقاع کے ایک سنار سے معاہدہ کیا کہ وہ میرے ہمراہ چل کر اذخر لے آئے اور میں وہ اِذْخِر سناروں کے ہاتھ بیچ کر اس سے اپنے نکاح کی دعوت ولیمہ میں امداد حاصل کروں "أَسْتَعِيْنُ بِهِ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ" (۲)

اس روایت سے سنار سے معاملہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

نقّاش:

ابن ابی حاتم نے "العلل" میں محمد بن عقیل سے وہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ عقیل کے پاس آئے ان کو ایک انگوٹھی دی جس کو شاہِ نجاشی نے نبی کریم ﷺ کو ہدیہ کیا تھا، اس میں نبی کریم ﷺ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ اور معوذتین کندہ کروائے: "فَكَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْهِ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ"۔ (۳)

سونے کی ناک بنوانا اور سونے سے دانتوں کو باندھنا:

عرفجہ بن اسعد کی ناک ایک جنگ میں (ضائع ہوگئی، یعنی کٹ گئی) کلاب

---

(۱) طبقات ابن سعد: ربيعة بن الحارث: ۴/۴۷

(۲) بخاری: باب السهولة والسماحة فی الشراء، حدیث: ۱۹۸۳

(۳) علل الحديث لابن أبی حاتم، علل اخبار رويت فی اللباس: ۳/۳۳۹

والے دن پس انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی تھی وہ ناک بدبودار ہوگئی رسول کریم ﷺ نے حکم فرمایا سونے کی ناک بنوالی جائے۔

امام ترمذی اس روایت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

کئی ایک اہل علم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے دانتوں کو سونے سے باندھا، آپ ﷺ نے یہ بتلایا کہ سونے کی خاصیت یہ ہے کہ وہ بدبودار نہیں ہوتا۔

اسی طرح ابوداؤد نے اس روایت پر باب باندھا ہے: "باب ماجاء فی ربط الأسنان بالذهب" پھر یہ حدیث نقل کی ہے کہ عرفجہ بن اسعد کی ناک یوم الکلاب میں کٹ گئی، تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی، "فَأَنْتَنَ عَلَيْهِ" وہ بدبودار ہوگئی تو آپ نے ان کو سونے کی ناک بنوانے کے لئے کہا۔(۱)

ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ: عثمان رضی اللہ عنہ اپنے دانتوں کو سونے سے باندھتے تھے۔

آہن گر اور لوہار علماء:

☆ فقیہ ابوبکر محمد بن احمد بن جعفر حداد، امام نسائی کے استاذ، فقہ شافعی کے مشاہیر علماء میں سے ہیں ☆ صوفی حسن بن یعقوب بن یوسف حداد نیشاپوری ☆ صوفی ابوحفص حداد نیشاپوری ☆ محدث ابوالمقدام ثابت بن ہرمز حداد، جلیل القدر تابعین سے روایت کی (الانساب: ۴/۴۷) ☆ محدث ابوبکر احمد بن سندی حسن بن بحر حداد بغدادی ☆ فقیہ ابوالفضل محمد بن حسین بن محمد حاکم حداد مزوری ☆ محدث ابوعبداللہ طاہر بن محمد بن احمد حدادی مطوی بخاری صوفی واعظ ☆ محدث محمد بن خلف حداد مقری۔

صفاروں میں علماء:

تانبے (نَحَّاس) اور پیتل (صَفْرَہ) کے برتن بنانے والے کاریگروں اور ان کے فروخت کرنے والے تاجروں کو نحاس اور صَفَّارٌ کہتے ہیں، اس پیشے میں بھی نامی گرامی علماء گذرے ہیں۔

---

(۱) ترمذی: شد الأسنان بالذہب، حدیث: ۱۷۷۰، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے

☆ محدث عبداللہ بن حمران صفار عبدی بصری ☆ محدث ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن احمد صفار اصفہانی نیشاپوری ☆ مفتی وفقیہ ابو الحسن محمد بن محمد بن یحی صفار اسفرائینی ☆ ابوالحسین محمد بن محمد سری صفّار ☆ محدث ابونصر اسحاق بن احمد بن شیث صفار بخاری ☆ ابواسحاق ابراہیم بن اسماعیل بن ابونبصر صفار ☆ محدث ابوالحامد بن حماد بن ابراہیم بن اسماعیل صفار ☆ محدث ابوعمیر بن محمد نحّاس رملی ☆ محدث ابوجعفر احمد بن محمد بن اسماعیل نحاس نحوی مصری ☆ محدث ابومحمد عبداللہ بن ہاشم نحاس ☆ محدث ابوالعباس فضیل بن عبد اللہ بن ہاشم نحّاس ☆ محدث ابو محمد عبد الرحمٰن بن عمر بن محمد بزار نحاس ☆ محدث ابوالمعالی عبدالخالق بن عبدالصمد بن بدن نحّاس۔

کمہاروں میں علماء:

ظروف گری، یعنی مٹی کے برتن بنانے اور بیچنے والے کو خَزَّافٌ اور خَزَّافِیُ کی نسبت سے یاد کیا جاتا ہے، اور مٹی کی رکابی اور کونڈے وغیرہ بنانے اور بیچنے والوں کو عَضَائِرِیُ کہا جاتا ہے، اس نسبت کے علماء ومحدثین کے آباء واجداد اور خاندان والے یہ پیشہ رکھتے تھے یا خود وہ حضرات براہ راست یہ کام کرتے تھے۔

☆ فقیہ وعلم وادب کے ماہر سعید بن زرعہ خرزاف ☆ محدث امام ابوبکر محمد بن علی رشادی خزفی سرخی ☆ محدث ابوالحسن محمد بن فضل بن علی خزفی بغدادی ☆ محدث ابوالحسن علی بن عبدالحمید بن عبداللہ عضائر حلبی ☆ محدث ابوعبداللہ بن حسین بن حسن بن محمد غضائر مخزومی بغدادی خطیب بغدادی کے استاذ ☆ محدث ابو بکر طیب بن محمد احمد غضائری صوی ☆ محدث ابوفتوح نصر بن حسین بن ابراہیم مقری عضائری (۱)

جوتہ سازوں اور جوتہ فروشوں میں علماء:

جولوگ جوتے بناتے اور فروخت کرتے تھے ان کو حَذَّاء اور نَعَّالِیُ کہتے ہیں:

☆ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معاویہ حذاء واسطی ☆ محمد بن سالم حذاء واسطی حمدون ☆ محدث قاسم بن امیہ حذاء ☆ محدث ابوعقیل یحی بن متوکل حذاء ☆ محدث

---

(۱) الانساب: ۵/۱۱۸-۱۲۲

ابواسحاق عاصم بن سلیمان حذاء تمیمی بصری ☆ محدث ابوجعفر محمد بن عبداللہ حذاء انباری ☆ محدث ابوعمرو احمد بن محمد بن عمر حذاء مقری ☆ مشہور محدث خالد بن مہران حذاء بصری اور ابوعبدالرحمٰن عبید بن حمید جفت سازوں کے ساتھ بیٹھے سے حذاء مشہور ہوئے (۱) ☆ محدث عبیدہ بن حمید حذاء کوفی حافظ الحدیث (۲) ☆ محدث کثیر بن عبید حذاء حمصی مذحجی (۳) ☆ محدث یحی ین سلیم حذاء طائفی ثقہ محدث (۴) ☆ محدث ابو جعفر احمد بن حسین بن نصر حذاء ہمدانی (۵) ☆ محدث ابوعلی حسن بن حسین بن عباس بن مغیرہ بن ومانعالی بغدادی ☆ محدث ابوبکر محمد بن اسحاق بن محمد نعالی ☆ محدث ابوالحسن محمد بن طلحہ بن محمد بن عثمان نعالی بغدادی خطیب بغدادی ہم سبق واستاذ (۶) ☆ محدث ابواسحاق ابراہیم بن غیاث بن علی نعالی۔ (۷)

موچیوں میں علماء:

جوتے کی مرمت کرنے والے کو خصاف کہتے ہیں:

☆ امام ابوبکر بن عمر خصّاف شیبانی امام ابوحنیفہ کے تلمیذ التلامیذ، بہت سی کتابوں کے مصنف، نہایت عابد وزاہد بزرگ، اپنی کمائی سے کھاتے تھے۔

حجام میں علماء:

سر اور چہرے کے بال کی تراش خراش کر کے چہرے کی آبرو اور زینت میں اضافہ کرنے والے کو عربی میں مزین کہتے ہیں، یعنی زیب وزینت دینے والا جس کو نائی یا حجام کہتے ہیں، اس پیشہ میں بھی بڑے اولیاء اللہ، علماء اور محدثین اور بزرگانِ دین گذرے ہیں۔

☆ مشہور عابد زاہد ابوجعفر مزین کبیر ☆ ابوالحسن علی بن محمد مزین صغیر بغدادی اولیائے کبار میں سے ہیں۔

---

(۱) الانساب: ۴/۹۵۔۹۷

(۲) العبر: ۱/۳۰۶

(۳) العبر: ۱/۴۵۶

(۴) العبر: ۱/۳۲۰

(۵) تاریخ بغداد: ۴/۹۷

(۶) الانساب: ۱۳/۱۴۰

(۷) تاریخ بغداد: ۴/۱۴۰

حجاموں یعنی پچھنا لگانے والوں میں علماء:

حجامت یعنی پچھنے لگا کر خون نکالنے والے کو حجام کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابوطیبہ حجام مولی انصار رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگا کر آپ کے جسم مبارک سے خون نکالا ہے، ان کا نام دینار یا نافع ہے (۱)

☆ ابوسعد حجام سمرقندی نے امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی کو پچھنے لگائے اوران سے حدیث روایت کی ہے۔(۲)

موزہ بنانے والے علماء:

سردی سے بچانے کے لئے پیروں میں خف یعنی چمڑے کے موزے پہنے جاتے ہیں، خف سازوں میں بھی بڑے علماء گذرے ہیں ان کو خَفَّاف کہا جاتا ہے:

☆ محدث عطاء بن مسلم خفاف کوفی ☆ محدث ابونصر عبدالوہاب بن عطاء خفاف بصری ☆ محدث ابوعثمان، بشار بن موسی خفاف عجلی بصری۔

سقاء یعنی بہشتیوں میں علماء:

بازاروں، راستوں اور عام جگہوں پر پیاسے لوگوں کو پانی پلانے اور گھروں میں پانی پہنچانے والوں کو سقا کہتے ہیں، اہل بغداد ان کو شاربی کہتے ہیں، یہی ان کا مستقل ذریعۂ معاش تھا۔

☆ ابوعبد محمد عبداللہ بن محمد بن عبداللہ مزنی واسطی ابن السقاء، بڑے محدث تھے ☆ محدث ابوحفص عمر بن علی بن بحر سقاء بصری، حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے تھے ☆ محدث احمد بن مسلم سقاء مصری شامی ☆ محدث ابوبکر احمد بن محمد بشری مقری مروزی بغدادی۔

استخواں بندوں میں علماء:

ٹوٹی ہڈی اور کمر کولھوں کو درست کرنے والے کو "مُجَبِّر" کہتے ہیں، اس فن میں بھی اہل علم گذرے ہیں، جنہوں نے اپنے علم وحکمت سے اللہ اور بندوں کے ٹوٹے

---

(۱) روضۃ العقلاء، ابن حبان: ۱۹ (۲) الانساب: ۶۹/۴

ہوئے رشتہ کو جوڑا ہے۔

☆ محدث ابوالحسن احمد بن محمد بن موسی مجبر بغدادی ☆ محدث ابوالحسین عبد الرحمٰن بن سیما بن عبداللہ مجبر بغدادی۔

رسی بٹنے والے علماء:

ہر قسم کی رسی بٹنے اور بیچنے والے کو حَبَّـــال کہتے ہیں اور کشتیوں اور جہازوں میں کام آنے والی موٹی موٹی رسیوں اور رسوں کے بنانے بٹنے والے کو قَـلْـوِی اور قَلَّاس کہتے ہیں، اس پیشہ سے بھی چند مشہور علماء وابستہ رہے ہیں:

☆ محدث قاضی بن بکر بن عبداللہ بن محمد حبال رازی ☆ محدث ابوالحسن علی بن عبداللہ ابراہیم حبال اصفہانی ☆ محدث ابو یوسف یعقوب بن اسحاق زیاد قلوسی بصری ☆ محدث ابو یوسف یعقوب بن مسدد بن یعقوب بن اسحاق قلوسی بصری ☆ محدث ابوالحسین مسدد بن یعقوب بن اسحاق قلوسی ☆ محدث ابوعبداللہ محمد بن خزیمہ قلاس نخلی ☆ محدث ابو یحیی زکریا قلاس عابد وزاہد محدث بزرگ ☆ محدث حسین یا حسن قلاس بغدادی امام شافعی کے اقوال وآراء کے زبردست عالم ☆ محدث ابو یحیی جعفر بن ہاشم بن حلبیس قلاس ☆ محدث ابوابراہیم اسحاق بن عبداللہ بن ربیع قلاس بخاری ☆ محدث ابومحمد عنبری بن یزید قلاس ☆ محدث ابومحمد بن یعقوب بن قلاس بغداید ☆ محدامام ابو نصر احمد بن محمد بن نصر قلاس نسفی ☆ محدث ابوالحسن بن علی بن احمد بن محمد قلاس نسف کے رئیس تھے ☆ محدث ابوطاہر محمد بن نصر بن احمد قلاسی نسفی ☆ محدث ابوبکر محمد بن محمد بن نصر قلاسی ☆ محدث ابومحمد نصر بن نصر قلاس نسف ☆ محدث ابوسعید حاتم بن عقیل بن مہتدی قراری لولوی ☆ محدث ابو احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن حمدان مزاری نیشاپوری ☆ محدث ابوحامد احمد بن حمدان مرازی ☆ محدث ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن مندہ مفتولی اصفہانی۔

چٹائی بنانے والے علماء:

بوریہ اور حصیر یعنی چٹائی بنانے اور فروخت کرنے والے کو بورانی، بورائی،

حَصِیرِیُ اور حَصَائِرُ کہتے ہیں، رزق حلال کمانے والے علماء کا یہ خاص پیشہ رہا ہے۔

☆ محدث ابو علی حسن بن ربیع بورانی بجلی کوفی، ایک قول کے مطابق یہ بخاری ومسلم کے استاذ ہیں، ایک مرتبہ عبداللہ بن مبارکؒ نے ان سے پوچھا کے حسن! تمہارا پیشہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں بورانی ہوں، تو انہوں نے دریافت کیا کہ بورانی کس کو کہتے ہیں؟ حسن نے بتایا: "لی غلمان یصنعون البواری" یعنی میرے یہاں نوکر اور مزدور چٹائیاں بناتے ہیں، یہ سن کر ابن مبارک نے فرمایا: "لو لم یکن لك صناعة ما صحبتنی" یعنی اگر تم کوئی پیشہ نہ کرتے تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتے، ان کو خشاب کہتے ہیں۔

☆ ابو بکر احمد بن محمد بن خالد بورانی قاضی تکریت ☆ محدث احمد بن محمد بورانی حدیثی ☆ محدث ابو عبداللہ راشد بن ملیک بن حمائل بورائی ☆ صوفی ابو عبدالرحمٰن سلمان بن حردمان بورائی ماکسینی ☆ محدث ابو احمد بن ابراہیم بن ادریس بورائی ☆ محدث سعید بن ایوب بن ثواب حصری بصری ☆ محدث علی بن محمد حصری ☆ محدث احمد بن ہشام بن حمید حصری ☆ ابوالحسن عی بن ابراہیم صوفی حصری ☆ محدث ابوالقاسم عبد اللہ بن عثمان بن زیدان حصری بغدادید ☆ محدث ابو علی حسن بن حبیب حصائری دمشقی حُصری ☆ محدث ابو محمد جعفر بن احمد بن نصر حصیر نیشاپوری (۱) ☆ محدث ابوالمفتوح نصر بن ابوالفرج محمد بن علی حصری بغدادی حنبلی۔ (۲)

ٹوکری بنانے والے علماء:

کھجور کے پتوں، درخت کی چھالوں اور بانس وغیرہ سے ٹوکری، ماعونی اور استعمالی ظروف اور پنکھے بنانے اور بیچنے والے کو خواص کہتے ہیں، یہ اولیاء ومشائخ کا خاص پیشہ تھا۔

☆ محدث مسلم بن میمون خواص ملک کے عباد وزیاد میں بڑے مقام ومرتبہ کے بزرگ ہیں ☆ محدث ابو سلمہ عیسی بن میمون خواص واسطی ☆ صوفی ابو عتبہ عباد بن عباد

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ۲/۲۴۴ (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۴/۱۶۹

خواص فارسی (۱) ☆ صوفی ابو عبید خواص بڑے عالی مرتبہ کے بزرگ تھے (۲) ☆ ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن اسماعیل خواص ☆ جعفر بن محمد بن نصیر خواص خلدی بغدادی، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے حلقہ سے فیضاب ہیں (۳) علی خواص برمسی اولیائے کاملین۔

پنکھا بنانے والے علماء:

ٹوکری اور پنکھا بنانے والے کو خَـــوَّاص کہتے ہیں اور جو لوگ خاص طور پر پنکھا بناتے تھے، ان کو مراوحی کہتے ہیں۔

☆ ابونصر عبد الصمد بن فضل بن خالد مرواحی ربعی۔ (۴)

خادموں میں علماء:

قدیم زمانے میں امراء وسلاطین اور اعیان واشراف کے گھر میں خصی ملازم اور نوکر چاکر ہوتے تھے، ان کو خادم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان میں بڑے بڑے علماء وفضلاء فقہاء ومحدثین مشائخ اور ارباب جاہ گذرے ہیں۔

☆ ابوعلی حسن بن علی آبی خادم شاعر ☆ محدث ابوالہوالنسیم بن عبد اللہ خادم خلیفہ المقتدر باللہ ☆ محدث ابوالحسن نظر بن عبد اللہ خادم کمالی امیر الحاج ☆ محدث ابوالمسک عنبر بن عبد اللہ خادم تستری ☆ محدث ابوالندی طل بن عبد اللہ خادم ارجوانی ☆ محدث ابو الدر جوہر بن عبد اللہ خادم تابی حبشی۔

شکاریوں میں علماء:

ہر قسم کے چرند وپرند اور مرغ وماہی کا شکار کر کے ان کے ذریعہ روزی کمانے والے کو صیاد کہتے ہیں۔

☆ محدث ابوعثمان سعید بن مغیرہ صیاد مصیصی ☆ محدث ابومحمد بن یوسف بن وصیف صیاد بغدادی ☆ محدث ابوبکر محمد بن احمد صیاد بغدادی۔

---

(۱) الانساب: ۲۱۹/۵ (۲) الطبقات الکبری: شعرانی: ۱۵۳/۱

(۳) الطبقات الکبری شعرانی: ۱۳۱/۱ (۴) الانساب: ۱۷۷/۱۲

بکریاں چرانا:

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ایسا کوئی نبی مبعوث نہیں کیا ہے جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں یہ سن کر آپ ﷺ کے صحابہ نے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں فرمایا ہاں میں چند قیراط کی اجرت پر اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا "نَعم كُنتُ أَرعَى عَلَى قَرَارِيطِ لِأَهْلِ مَكَّةَ"(۱)

حضرت عتبہ بن منذر کہتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ ﷺ نے سورۂ طسٓمٓ پڑھی اور جب آپ ﷺ حضرت موسی علیہ السلام کے قصہ پر پہنچے تو فرمایا کہ موسی نے اپنی عفت کو بچانے کے لئے اور پیٹ بھرنے کے لئے اپنے آپ کو آٹھ سال یا دس سال تک مزدوری میں دے رکھا تھا "عَلَى عِفَّةِ فَرْجِهِ وَطَعَامِ بَطْنِهِ "(۲)

حمالوں اور باربرداروں میں علماء:

اجیروں، مزدوروں اور حمالوں، باربرداروں اور محنت کشوں میں بڑے بڑے علماء وفضلاء گذرے ہیں جو دوسروں کے سامان واسباب کا بوجھ اپنے سر اور پشت پر لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے تھے، ایسے حضرات کو حمال کہتے ہیں:

ابن حوقل نے صور الأرض میں لکھا ہے کہ میں نے خوزستان کے شہر تستر، اہواز اور چندی سابور سے گذرتے ہوئے ایک حمال کو دیکھا جو اپنے سر پر بھاری بوجھ لئے دوسرے حمال کے ساتھ چل رہا تھا، اس کے سر پر بھی بھاری بوجھ تھا اور دونوں حمال راستہ میں تفسیر اور حقائق کی بحث کرتے ہوئے چلے جارہے تھے اور ان دینی باتوں میں اپنا اپنا بوجھ ہلکا کر رہے تھے۔

---

(۱) بخاری: باب رعی الغنم علي قراريط، حدیث: ۲۱۴۳

(۲) ابن ماجة: باب إجارة الأجير على طعام بطنه، حدیث: ۲۴۴۳، بوصیری مصباح الزجاجة میں فرماتے ہیں اس روایت کی سند بقیہ کے ضعیف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

☆ مشکل حمّال تابعی ہیں، حضرت ابو ذر غفاری سے روایت کی ہے ☆ محدث ابو موسی ہارون بن عبداللہ بن مروان حمال ☆ ان کے صاحبزادے موسی بن ہارون حمال محدثین کے امام ہی ں ☆ محدث رافع حمال اپنے زمانہ کے مشہور فقیہ تھے ☆ ابو سلیمان حمال بغدادی صاحب کشف وکرامات بزرگ ہیں۔

کرایہ پر سامان اور جانور پہنچانے والے علماء:

جو لوگ کرایہ پر چوپایوں کے ذریعہ لوگوں کے مال واسباب ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں اور اپنی ذمہ داری میں تاجروں کے تجارتی سامان لاتے لے جاتے تھے ان کو مُکارِیُ اور مُجھِز کہتے ہیں:

☆ محدث ابو عمران موسی بن ہارون بن برطق مکاری بغدادی ☆ محدث ابو الحسن احمد بن محمد بن احمد مجھز ☆ محدث ابوبکر عبدالغفار بن محمد بن حسین شیروبی مجھز ☆ محدث ابو الحسین مبارک بن حسین مجھز ☆ محدث ابو القاسم جابر بن عبداللہ بن مبارک جلاب موصلی ☆ محدث ابو ایوب سلیمان بن اسحاق بن ابراہیم جلاد بغدادی۔

محمل والے علماء:

قدیم زمانے میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے کے لئے قافلہ بنا کر پیدل سفر کرنے کے علاوہ مختلف قسم کی سواریوں کا استعمال ہوتا تھا اور مسافر کرایہ دے کر ان پر سفر کرتے تھے، اس دور میں سب سے زیادہ آرام دہ محمل کی سواری ہوتی تھی، جو لوگ اونٹ پر محمل بنا کر مسافروں کو لے جاتے تھے، ان کو محاملی کہتے ہیں، سمعانی کہتے ہیں: ”وهذا بيت كبير ببغداد لجماعة من أهل الحديث والفقه“ یہ کام کرنے والا بغداد میں فقہاء محدثین کا ایک بہت بڑا گھرانا تھا۔

☆ محدث ابو عبید قاسم بن اسماعیل بن محمد بن محاملی بغدادی ضبی ☆ ان کے بڑے بھائی ابو عبداللہ حسین بن اسماعیل محاملی بغدادی ضبی محدث ☆ فقیہ ابو الحسن احمد بن محمد بن احمد محاملی بغدادی ضبی ☆ محدث ابو عبداللہ احمد بن عبداللہ بن حسین محاملی بغدادی ضبی ☆ محدث ابو الحسین محمد بن احمد بن قاسم محاملی بغدادی ضبی ☆ محدث ابوبکر محمد بن عی

بن محمد محاملی بغدادی ضبی ☆ محدث ابو الفتح عبد الکریم بن محمد بن احمد محاملی بغدادی ضبی۔

اونٹ بھیڑ اور بکری کے چرواہے علماء:

عام جانوروں کے پالنے والوں کو راعی، بکری کے چرواہے کو مَعَّاز، بھیڑ کے چرواہے کو کَبَّاش اور اونٹ کے چرواہے کو ساربان کہتے ہیں، ان طبقوں میں بھی علماء ومحدثین گذرے ہیں:

☆ صوفی ابو الحسن بن ہارون معاز بغدادی ☆ محدث ابو الحسن علی بن ایوب بن حسین ابن ساربان کاتب شیرازی بغدادی ☆ محدث ابو العباس وہب بن جعفر بن الیاس کباس ☆ محدث ابو الحسین ذِمر بن حسین بن محمد ابن کباس بغدادی۔

گھاس بھوسا چارہ فروش علماء:

چوپایوں کے لئے چارہ بیچنے والے مختلف القاب سے مشہور تھے، درختوں کے پتے توڑ کر بیچنے والے کو خباط کہتے ہیں، ایک گھاس ہے، جس کو کھا کر جانور فربہ ہوتے ہیں، اس کے تاجروں کو قتات کہتے ہیں، اور عام چارہ گھاس، بھوسا بیچنے والوں کو عَلّاف کہتے ہیں، علماء نے اس کی تجارت میں حصہ لیا ہے۔

☆ محدث عیسیٰ بن ابو عیسیٰ میسرہ خباط ☆ محدث مسلم خباط مدنی تابعی، حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں ☆ محدث ابو یحیٰ عبد الرحمٰن بن دینار قتات کوفی ☆ محدث ابو عمر محمد بن جعفر بن محمد بن حبیب قتات کوفی ☆ ان کے بھائی محدث حسین بن جعفر قتات کوفی ☆ محدث ربیع بن لقمان قتات کوفی ☆ ابو یحیٰ مسلم قتات ☆ عمر بن یزید رقی قتات ☆ محدث ابوبکر حسین بن علی بن احمد ابن علاف شاعر ☆ ابوبکر ہبت اللہ بن حسین بن محمد علاف فارسی شیرازی علامہ، ادیب، نحوی، شاعری، محدث اور اپنے زمانہ کے امام ☆ محدث ابو محمد عبد اللہ بن عیسیٰ بن حسن تمیمی علّاف بغدادی۔ ☆ محدث ابو طاہر محمد بن علی بن محمد علاف واعظ بغدادی ☆ محدث ابو عمرو عثمان بن محمد بن یوسف علاف بغدادی ☆ محدث ابو الحسن علی بن محمد بن علاف بغدادی ☆ محدث ابو اسماعیل کثیر مولی بن تیم اللہ نوانے عطیہ ☆ محدث علی بن محمد بن عصب نوّانے۔

علماء اور تجارت:

بے شک متقدمین علماء بزّار (کپڑا فروش) قدوری (ہانڈی بنانے والے) خَصَّاف (جوتیاں درست کرنے والے) حلوائی (مٹھائی بیچنے والے) نَصَّاف (کتابیں نقل کر کے فروخت کرنے والے) حَدَّاد (لوہار) وغیرہ بہت سارے پیشے اختیار کر لئے تھے، یقیناً اس کی وجہ سے آدمی خوددار، غیرت مند ہوتا ہے اور بہت سے لوگوں کی امداد بھی کر لیتا ہے، اس موضوع پر مورخ اسلام قاضی اطہر مبارکپوری کی مشہور کتاب ہے، ہر طبقہ اور پیشہ میں علم اور علماء، بلا شبہ راسخ العلم اور پختہ مزاج علماء کسی بھی شعبۂ تجارت میں رہیں گے تو اس تجارت پر اسلامی رنگ چڑھے اور باقی رہے گا۔ لیکن سوچنا یہ ہے کہ موجودہ دور دورِ فتن ہے، نفسانیت اور مادیت پہلے سے ہی طبیعتوں پر سوار ہے، جید الاستعداد علماء کرام کی ویسی ہی قلت ہے، خدمت دین کے تقاضے ہر طرف روز بروز بڑھ رہے ہیں، تجارتوں میں اتھل پتھل، بددیانتی، اور معاملات میں خرابی، پھر مالی تنازعات کا ایک طوفان کھڑے ہوتے رہتے ہیں، اگر کوئی عالم دین زد میں آ جائے تو ان کی شبیہ مسخ ہوتی ہے، لوگوں کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے، منبر و محراب پر انہیں آنے نہیں دیا جاتا، چنانچہ موجودہ زمانے میں ہمارے بیشتر اکابر کی رائے یہی ہے کہ حتی الامکان علماء خدمت دین میں یکسو رہیں، چنانچہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

> ’’تجارت سنت ہے، لیکن یہ بتاؤ! نبی پاک ﷺ نے نبوت کے بعد کتنی تجارت کی‘‘ اور ایک جگہ فرماتے ہیں: ایک بوڑھیا مسئلہ پوچھنے کے لئے آئی، میں نے اس کو جواب دیا تو کہنے لگی: یہ جواب تو فلاں مولوی صاحب نے بھی دیا تھا؛ لیکن وہ تاجر ہیں، اس لئے میں سوچ رہی تھی کہ ان کے جواب دینے میں کوئی ذاتی تجارتی مصلحت ہو۔
>
> اس کے علاوہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص دو طرف پورا متوجہ نہیں ہو سکتا؛ اگر ملازم سرکار دوسرے کا کام کرے گا تو خود سرکاری کام میں خلل واقع ہوگا؛ اس لئے اس کو اجازت نہیں کہ بحالت ملازمت

دوسرا کام کرے“۔

پھر فرماتے ہیں: علماء کے کسب معاش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ: ایک مولوی صاحب ایک دینی مدرسہ میں ملازم تھے:

مگر لکڑیوں کی تجارت کرتے تھے، خود اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ مدرسہ کے وقت میں طلباء کو پڑھانے بیٹھے ہیں کہ گاہک آگیا اور اس نے لکڑی کا سودا کرنا چاہا، پس مولوی صاحب کشمکش میں پڑ گئے اگر اٹھتے ہیں تو مدرسہ کا حرج اور نہیں اٹھتے ہیں تو خریدار لوٹ جاتا ہے، مجبوراً اس سے کہتے ہیں کہ بھائی ابھی اٹھتا ہوں ذرا ٹھہرو اس میں تھوڑا جھوٹ بھی ہوتا۔

غرض ان کا دل بٹ جاتا، سبق میں کچھ سے کچھ بیان کر جاتے، پہلے تو طالب علموں کو ہنسی خوشی بتلا رہے تھے اب دل دوسری طرف ہوگیا، طلباء کچھ پوچھتے ہیں اور پوچھنے کے سبب اٹھنے میں دیر ہوتی ہے تو ان پر جھنجھلاتے ہیں، غصہ ہوتے ہیں، علماء کے دنیا میں مشغول ہونے کا یہی اثر ہوتا ہے کہ دین کا کام پوری طرح نہیں کر سکتے۔

حضور اکرم ﷺ کا نبوت کے بعد ترک معاش:

حضور اکرم ﷺ کا اصل پیغمبرانہ منصب لوگوں کو اللہ تعالی کا پیغام یا اس کی رضا وناراضی کے احکام پہنچاتے رہنا تھا، نبوت کے بعد آپ کسبی یا معاشی مشاغل میں نہیں پڑے، نہ لوگوں سے سوال وطلب کا معاملہ رکھا، سورہ مومنون میں براہ راست آپ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

”أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجاً فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ“(۱) آپ لوگوں سے کچھ خرچ تو مانگتے نہیں، آپ کو تو جو کچھ بے مانگے آپ کا پروردگار دے دیتا ہے بہتر ہے، اور وہی بہترین روزی رسان ہے، آپ کا کام تو بس لوگوں کو سیدھی راہ بتلاتے اور اس کی طرف بلاتے رہنا ہے۔(۲)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ علماء کے تجارت وغیرہ دنیا

---

(۱) المؤمنون: ۷۲ (۲) تجدید معاشیات، مولانا عبدالباری ندوی: ۳۱۱

کے مشاغل سے کنارہ کش رہنے میں عافیت ہے، اس تعلق سے فرماتے ہیں:

> ”علمی اشتغال چاہے علومِ ظاہری ہوں یا علومِ باطنہ یقیناً بہت اہم ہے اور ایسے لوگوں کے لئے یقیناً کسی دوسری چیز میں مشغول ہونا ہر گز نہ چاہئے اور محض نادانوں، احمقوں کے طعن و تشنیع کے خوف سے اس اہم مشغلہ کے ساتھ کمائی وغیرہ کی طرف لگنا جاہلوں کے طعن کے خوف سے اپنی قیمتی مایہ کو ضائع کرنا ہے، نادانوں کے طعن و تشنیع سے نہ اہل علم بچے، نہ انبیائے کرام بچے“

آج کل یہ وبا بہت عام ہوتی جارہی ہے کہ اہل علم کو اپنا گذر چلانے کے لئے کسی صنعت وحرفت کا سیکھنا ضروری ہے اور اہل علم بھی دنیا داروں کے طعن و تشنیع سے بددل ہو کر اس کی اہمیت کو محسوس کر رہے ہیں اور مدارسِ عربیہ دینیہ میں یہ سلسلے بھی جاری ہو رہے ہیں؛ لیکن یہ علم کو بہت زیادہ نقصان دینے والی چیز ہے، اس میں اسلاف کے نمونے سامنے رکھے جاتے ہیں جنہوں نے اپنے معاش کے لئے تجارت وحرفت وغیرہ کے مشاغل اختیار کرتے ہوئے دین کی اور علم کی خدمت کی اور یقیناً اگر اللہ جل شانہ توفیق عطا فرمائے تو یہ طریقہ بہترین طریقہ ہے؛ مگر ہم لوگوں کے قلوب اور ہمارے قوی اور ہمارے احوال نہ تو اس کے متحمل ہیں کہ ہم لوگ دو کام بیک وقت کر سکیں اور نہ ہماری طمعِ نفس اور حب دنیا اس کی گنجائش دیتی ہے کہ مال کی بڑھوتری کے اسباب پیدا ہونے کے باوجود اللہ کے واسطے دین کی خاطر علم کی خاطر ہم اپنے اوقات کو دنیا کے کمانے کے مشاغل سے زیادہ سے زیادہ فارغ کر سکیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابتداء میں دونوں کام شروع کئے اور آخر میں علمی مشغلہ پر دنیا کی کمائی اور طلب غالب آ گئی جس کے بارہا تجربے ہو چکے ہیں۔

امام غزالیؒ نے طلبِ علم کے جو دس آداب لکھے ہیں، اس میں لکھتے ہیں کہ چوتھا ادب یہ ہے کہ دنیا میں مشغولی کو بہت ہی کم کر دے اور اپنے اہل اور وطن سے دور چلا جائے؛ اس لئے کہ تعلقات کی کثرت مشغولی کا سبب ہوتی ہے اور مقصد سے ہٹانے

والی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے لئے دو دل نہیں بنائے (کہ ایک دل علم میں مشغول رہے اور دوسرا دنیا کمانے میں، یہ قرآن پاک کی آیت "مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ" (۱) کی طرف اشارہ ہے) اور جتنا زیادہ اپنے فکر وغور کو متفرق چیزوں میں مشغول کروگے علوم کے حقائق سے دور ہوگے، اسی وجہ سے کہا گیا کہ علم تجھے اپنا تھوڑا سا حصہ جب دے گا جب تو اپنے آپ کو پورا کا پورا علم کے نذر کردے گا اور جو غور وفکر متفرق امور کی طرف منتشر رہتا ہے، اس کی مثال اس نالی کی سی ہے جس کی ڈول ٹوٹ گئی ہو کہ اس میں سے پانی ادھر اُدھر نکلے گا اور بہت کم کھیت میں پہنچے گا (احیاء)۔ (۲)

لوگ کہتے ہیں کہ علماء کا کوئی ذریعہ معاش ہونا چاہئے، لیکن طبیعتیں کمزور ہوگئیں، صفات مضمحل ہوگئے، تجارت غالب آجاتی ہے، خدمت دین باقی نہیں رہتی، یہی بات تقریباً فضائل تجارت میں اسی مضمون کو اکابر کی زندگیوں کی روشنی میں دیکھنا ہے۔

مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

علماء تجارت وخدمت دین کو جمع کریں تو چونکہ نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے، (جیسے دودھ اور گندا پانی جمع ہوجائے تو گندا پانی ہی غالب رہتا ہے) پھر تجارت ہی خدمت دین پر غالب آجاتی ہے۔

حضرت قاری امیر الحسن صاحب رحمہ اللہ، خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب سے ہمارے ایک مدرس دوست نے مشورہ کیا کہ وہ مدرسہ چھوڑ کر یا ساتھ ساتھ کچھ تجارت کرنا چاہتے ہیں، تو حضرت نے جواب دیا کہ یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ سونے چاندی کو چھوڑ کر کوئی آدمی گارے مٹی کا کاروبار کرے۔

تجارت یا ملازمت کے لئے بیرونی ممالک کا سفر

آج کل یہ مسئلہ سنگین ہوتا جارہا ہے کہ تجارت یا ملازمت کے لئے سالہا سال بیرونِ ملک کا قیام دینی اعتبار سے کیا حیثیت رکھتا ہے، مختصراً یادر ہے:

---

(۱) الأحزاب: ۴

(۲) فضائل صدقات: ۳۲۶، ایم عاشقین اینڈ کمپنی، حویلی اعظم خان، جامع مسجد دہلی

(کیوں کہ تفصیلاً تو یہ مضمون ہماری کتاب مسنون معاشرت: ۲/ ۴۷، مطبوعہ فیصل انٹرنیشنل میں لکھ دیا جاچکا ہے) کہ دین وآخرت اصل ہے، روزی روٹی دین وآخرت کے لئے ضروری ہے، اگر فرائض چھوٹ رہے ہوں، داڑھی مونڈھنا پڑتا ہو(یاد رہے کہ داڑھی مونڈھنا بالاتفاق حرام ہے، البتہ ٹخنوں سے اوپر ڈھیلا پینٹ اور شرٹ پہنا جاسکتا ہے) بیویاں آوارہ ہوجاتی ہیں، ماں باپ کی خدمت سے آدمی محروم رہ جاتا ہے، پھر جس ملک میں قیام کیا ہے، اس ملک کا قانون ہماری نسلوں کو دین اسلام پر نہ رہنے دیتا ہو، بچوں کے لئے اسلامی مزاج والے اسکول ومدارس نہ ہوں، خودسر پرست میں اتنی داعیانہ قوت نہ ہو کہ وہ ماحول کو بدل دے تو ہرگز بیرونِ ملک کا سفر نہیں کیا جاسکتا؛ لیکن ماحول اور مزاج کچھ اس قسم کا بن چکا ہے کہ غیر ملکی ملازمتوں کو حد سے زیادہ اہمیت دی جارہی ہے، وہاں کے سب قوانین کو گوارہ کرلیا جاتا ہے، اور اکثر وبیشتر شروع میں فیملی ویزا نہیں ملتا، نئی نویلی دلہنوں کو چھوڑ کر مختلف معاشرتی برائیوں کے حوالے کردیا جاتا ہے، یہ مسئلہ اچھی طرح جاننا چاہئے کہ بیوی کی اجازت کے بغیر چار مہینے سے زیادہ کی دوری جائز نہیں ہے، اُگر اجازت ہوتب بھی فتنوں کے اس دور میں علماء نے مناسب نہیں سمجھا؛ مگر اہل خاندان کے ساتھ قیام ہو تو نسلیں گذر جاتی ہیں، لیکن واپسی کا خیال نہیں آتا۔

وطن کی جائیدادوں میں خیانتیں ہوتی ہیں، ناجائز قبضے ہوتے ہیں، دھاندلیاں پیش آتی ہیں اور زندگی کے شام کے وقت نہ صحت ہاتھ میں رہتی ہے اور نہ پیسہ اور نہ بیویاں ماتحت رہتی ہیں اور نہ اولاد، اپنے وطن میں بھی لمبی غیر موجودگی کی وجہ سے پردیسی رہتا ہے، اور پردیس میں تو یہ پردیسی ہی ہے، شہریت بھی بآسانی نہیں دی جاتی، اگر شہریت مل بھی گئی تو یہ مسئلہ جاننا چاہئے کہ دوسرے ملک کی شہریت جب کہ دین وایمان کا جنازہ نکل رہا ہو اور نسلیں اجڑ رہی ہوں کیا جائز ہے؟ سینگ نکلنے اور پر لگنے کے بعد کوئی چرند پرند اور درندا اپنے ماں باپ کے ساتھ نہیں رہتے، کیا انسان کو بھی ڈگری اور ویزے کے پر لگنے کے بعد حیوانات کی طرح ہوجانا چاہئے، اپنے ماں باپ سے علاحدہ ہوکر۔

☆ کفار و مشرکین کے ساتھ ان کے محلے اور بستی میں رہن سہن اور ان کے ساتھ اقامت ممنوع ہے۔

چونکہ حدیث میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

” لَا تُسَاكِنُوْا الْمُشْرِكِيْنَ وَلَا تُجَامِعُوْهُمْ فَمَنْ سَاكَنَهُمْ اَوْ جَامَعَهُمْ فَلَيْسَ مِنَّا “ (۱)

مشرکوں کے ساتھ سکونت اختیار نہ کرو اور نہ ان کے ساتھ اختلاط رکھو، جو شخص ان کے ساتھ سکونت اختیار کرے یا ان کے ساتھ میل جول رکھے گا تو وہ ہم میں سے نہیں: ” أَنَا بَرِیْءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيْمُ بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُشْرِكِيْنَ “ (۲)

علامہ زمخشری ؒ فرماتے ہیں کہ: ان کے ساتھ صلہ رحمی، دنیاوی معاملات و امورِ خرید و فروخت، لین دین وغیرہ کے تعلقات میں کوئی ممانعت نہیں، البتہ ان کے ساتھ رہائش اختیار نہیں کی جا سکتی:

”ولم يمنع من صلة أرحام لهم من الكافرين ولا مخالتطهم فی أمر الدنيا بغير سكنی فيما يجری مجری المعاملة“ (۳)

حضرت امام احمد بن حنبل ؒ کی کتاب الزهد میں ہے ”میرے دشمنوں کے داخل

---

(۱) السنن الكبری للبيهقی باب الأسير يؤخذ عليه العهد: **حديث:۱۸۲۹۱**

(۲) ترمذی: كراهية المقام بين أظهر المشركين، **حديث:۱۶۰۵**، ابن الملقن کہتے ہیں کہ: ابو داؤد اور ترمذی نے کہا ہے کہ: اس کو ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور اسمیں انہوں نے جریر کا ذکر نہیں کیا ہے، اور یہی صحیح ہے، اور امام بخاری نے کہا ہے کہ: صحیح مرسل روایت ہے، اور اسی طرح ابو حاتم الرازی اور دارِ قطنی ”العلل“ میں ان سے اس بارے میں سوال کئے جانے پر یہی کہا ہے، میں کہتا ہوں: اس کو امام شافعی اور اسی طرح نسائی نے اپنی سنن میں مرسل روایت کیا ہے: البدر المنير: الحديث السابع: ۹/۱۶۳، دار النشر والتوزیع، الریاض)

(۳) عون المعبود: باب الاقامة بأرض الشرك: **۷/۳۳۸، دار الكتب العلمية، بيروت**

ہونے کی جگہوں میں داخل مت ہو، اور میرے دشمن کا لباس مت پہنو، اور نہ میرے دشمنوں کی سواریوں پر سوار ہو، ورنہ تو تم بھی میرے ان کی طرح دشمن ہو جاؤ گے "فَتَكُونُوا أَعْدَائِي كَمَا هُمْ أَعْدَائِي" (۱)

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: نبیؐ کریما نے مسلمانوں کے کافروں کے بیچ رہنے سے منع فرمایا ہے، اگر وہ وہاں سے ہجرت کرسکتا ہو تو ہجرت کر جائے، اور آپ ﷺ نے فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے بیچ رہے، کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں؟ وہ ایک دوسرے کی آگ کو دیکھنے نہ پائیں "لَا تَرَاءَ نَارَاهُمَا" یعنی ان کے اتنا قریب نہ رہو کہ ان کے گھر کی آگ تمہیں دکھائی دے۔ (۲)

یہ تو جمہور کے قول کے مطابق اس صورت میں ہے جب کہ اس کیلئے اپنے دین کی حفاظت وصیانت غیر بلاد اسلامیہ میں ممکن نہ ہو، اس کے دین، عزت وآبرو اور جان ومال پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہوں۔

اس کے برخلاف اگر اس کیلئے غیر اسلامی ممالک میں اس کے دین پر عمل آوری کے سلسلے میں آزادی حاصل ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ
كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ
فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ
اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا
فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ
وَسَآءَتْ مَصِيْرًا، اِلَّا
الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ

بیشک جب ایسے لوگوں کی جان
فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے
اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا تو وہ ان
سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے
وہ کہتے ہیں کہ ہم سرزمین میں محض
مغلوب تھے وہ کہتے ہیں کہ کیا خدا
تعالیٰ کی سرزمین وسیع نہ تھی تم کو
ترک وطن کر کے اس میں چلا جانا

---

(۱) الزهد لابن حنبل: بقية زهد عليه السلام: ۱/۱۰۳، دار الريان للتراث

(۲) عون المعبود: ۷/۳۳۹، دار الكتب العلمية، بيروت

وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (۱)

چاہئے تھا سوان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور جانے کیلئے وہ بری جگہ ہے پہنچنے کی مگر جو ہیں بے بس، مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ۔

اس آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس شخص کیلئے دارالکفر میں اقامت اور رہائش درست ہے جو وہاں رہ کر اپنے دین پر علی الاعلان عمل کرسکتا ہو، اور وہاں وہ کمزور نہ ہو۔

۲- جو مسلمان ہجرت کی قدرت رکھتے تھے جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلّب وغیرہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کرنے کو نہیں کہا، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: سنتِ رسول ﷺ سے پتہ چلا کہ ہجرت اس شخص پر فرض ہے جس کو اپنے دین پر آنچ آنے کا اندیشہ ہو:

”إن فرض الهجرة على من أطاقها إنما هو على من فتن في دينه في البلاد الذى يسلم فيها، لأن رسول الله ﷺ أذن لقوم بمكة أن يقيموا بها بعد اسلامهم، منهم العباس بن عبد المطلب “ (۲)

۳- نعیم بن نحام رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کرنی چاہی تو ان کے پاس ان کی قوم بنی عدی کے لوگ آئے، ان سے کہا: تم ہمارے یہاں اپنے دین کے ساتھ مقیم رہو، جو تم کو تکلیف پہنچانا چاہے تو ہم اس کا دفاع کریں گے، یہ ایک مدت تک انہیں کے یہاں مقیم رہے، پھر انہوں نے وہاں سے ہجرت کی، حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: ” قومك كانوا لك خيرا من قومي لي، قومي أخرجوني وأرادو قتلي، وقومك حفظوك

---

(۱) النساء: ۹۷-۹۸

(۲) كتاب الأم: اصل فى فرض الجهاد: ۱۶۱/۴

ومنعوك " تمہاری قوم تمہارے لئے میری قوم سے بہتر ثابت ہوئی، میری قوم نے مجھے اپنے شہر سے نکالا اور میرے قتل کا ارادہ کیا اور تمہاری قوم نے تمہاری حفاظت کی اور تمہارا دفاع کیا۔ (۱)

تو اس حدیث سے پتہ چلا کہ جس کو دار الکفر میں حمایت اور صیانت حاصل ہو اور اس کو اپنے دین میں فتنہ اور آزمائش کا اندیشہ نہ ہو تو اس کا وہاں کی اقامت اختیار کرنا جائز ہے۔

۴- نجاشی شاہِ حبشہ جب دورِ رسالت میں مسلمان ہوئے تو وہیں اپنے ملک میں مقیم رہے، اور وہاں سے ہجرت کئے بغیر ان کا وہیں انتقال ہو گیا، حضور ﷺ نے ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی، اور ان کے تعلق سے فرمایا: " مَاتَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ " (۲) آج ایک نیک شخص کا انتقال ہوا ہے، اس سے بھی پتہ چلا کہ اگر دیارِ کفر میں دین وایمان کے محفوظ رہنے کی ضمانت دی جا سکتی ہو تو وہاں کی اقامت اختیار کرنا جائز ہے۔

۵- یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت فدیک ؓ خدمتِ اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جو شخص ہجرت نہ کرے وہ ہلاک ہو جائے گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے فدیک! نماز قائم کرو، زکوۃ دو، اور برائی کو ترک کر دو، اور اپنی قوم میں جہاں چاہے رہو: " أَقِمِ الصَّلٰوةَ، وَآتِ الزَّكٰوةَ، وَاهْجُرِ السُّوْءَ، وَاسْكُنْ مِنْ دَارِ قَوْمِكَ حَيْثُ شِئْتَ " راوی کہتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم مہاجر ہو جاؤ گے۔ (۳)

۶- حضرت سلیمانؒ بن بریدہ ؓ اپنے والد (حضرت بریدہ ؓ) سے نقل

---

(۱) الطبقات الکبری لابن سعد: ۱۳۸/۴، دار صادر، بیروت

(۲) بخاری: باب موت النجاشی، حدیث: ۳۶۶۴

(۳) صحیح ابن حبان: باب الھجرة، حدیث: ۴۸۶۱، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے اوسط اور کبیر میں اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب فضل المہاجرین، حدیث: ۹۳۰۳

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ جب کسی شخص کو کسی چھوٹے یا بڑے لشکر کا امیر مقرر فرماتے تو خاص طور پر اس کی ذات سے متعلق تو اس کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی اور اس کے ساتھ جانے والے مسلمانوں کے متعلق اس کو نیکی و بھلائی کرنے کی نصیحت فرماتے اور اس کے بعد یہ فرماتے کہ جاؤ اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کیلئے اور ان کے دین کا جھنڈا سر بلند کرنے کی غرض سے اسلام دشمن طاقتوں سے جنگ کرو اس شخص کے خلاف جہاد کرو جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے جہاد کرو، جب تم اپنے مشرک دشمنوں کے سامنے پہنچو تو پہلے ان کو تین چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے کی دعوت دو، ان تین چیزوں میں سے وہ مشرک جس چیز کو تم سے اختیار کریں اور اپنے لئے پسند کریں تم اس کو منظور کر لو اور ان کو اس سے زیادہ کسی اور چیز پر مجبور کرنے سے باز رہو، پھر یعنی ان تین چیزوں میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اس دعوت کو قبول کریں تو تم بھی اس کو منظور کر لو، اور ان سے جنگ کرنے سے باز رہو، (پھر وہ اسلام قبول کریں تو) ان کو اپنے ملک یعنی (دار الحرب سے) مہاجرین کے ملک (یعنی دار الاسلام) کو منتقل ہو جانے یعنی ہجرت کرنے کی دعوت دو، اور ان کو یہ بتا دو کہ ایسا کریں گے یعنی ہجرت کر کے دار الاسلام آ جائیں گے تو ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مہاجرین پر عائد ہیں، اگر وہ ترکِ سکونت اختیار کرنے پر تیار نہ ہوں تو ان کو بتا دو کہ ایسی صورت میں وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہوں گے اور ان پر اللہ کا ایسا حکم کیا جائے گا جو تمام مسلمانوں پر نافذ ہوتا ہے یعنی نماز، روزہ وغیرہ کا واجب ہونا اور قصاص و دیت جیسے احکام کا نافذ ہونا اور غنیمت و فئی کے مال میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا البتہ اس وقت حصہ ملے گا جبکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر جہاد کریں۔ "وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ نَصِيبٌ" (۱)

---

(۱) ابوداؤد: باب فی دعاء المشرکین، حدیث: ۲۶۱۲، محقق شعیب الارنؤط کہتے ہیں: اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے: مسند احمد: حدیث بریدة الأسلمی، حدیث: ۲۳۰۲۸۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ اگر کوئی شخص دیارِ کفر میں مسلمان ہو جائے تو اس کیلئے دیارِ اسلام کو ہجرت کر جانا مستحب ہے، اگر وہ ہجرت نہ کرے تو اس پر کوئی پکڑ نہیں، البتہ اسلامی احکام کا اجراء اس پر ہوگا، اور اس کو مالِ غنیمت اور مالِ فئی سے حصہ نہ مل پائے گا۔

۷- اس کے علاوہ اگر دار الکفر میں مسلمانوں کے اقامت کی اجازت نہ دی جائے تو دعوتِ اسلام پیش کرنے کا موقع اور میدان اس سے بڑھ کر کہاں ملے گا، اسلام کی حقیقت اور اسلام کی اصل روح کا پتہ ان کو کیسے چلے گا۔

چنانچہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی تو وہ دار الاسلام نہیں تھا، اور یہ اقامت حضور اکرم ﷺ کے حکم سے تھی۔

ان ساری برائیوں کے باوجود ہمارے معاشرے میں سود کا رواج بہت ہو رہا ہے، معمولی کاروبار کے شروع کرنے کے لئے پیسہ سود پر لیا جاتا ہے، پس اندازی، یعنی تھوڑے تھوڑے پیسے جمع کرنا اور کفایت شعاری کے پرانے انداز کا خاتمہ ہو گیا، دیندار سمجھے جانے والے لوگ بھی فینانس پر گاڑیاں خریدنے، مشینوں کے لانے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے، شاید ہی کوئی سنجیدگی سے ان سارے معاہدات کو پڑھا ہوگا، جن معاہدات پر لون لیتے ہوئے دستخط کئے جاتے ہیں۔

سود اور سرمایہ دارانہ نظام یک طرف سود کے لئے ہر حال میں نفع حاصل ہونے کا نام ہے، بنک اور فینانس کمپنیاں آخری قسطوں کی ادائیگی کے بغیر مال اور اونر بننے کے پیپرس نہیں دیتے، بیماریاں اور حوادث، بازار کے اونچ نیچ، احتجاج و ہڑتال، گھریلو مسائل کی وجہ سے کسی قسط کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو سود میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، سرمایہ دارنہ نظام کے چال کے مطابق؛ کیوں کہ وہ خواہش و خواہشات والی زندگی کا عادی ہو جاتا ہے، اس لئے مزید معیارِ زندگی یا رسم و رواج کے پورا کرنے کے لئے مزید سود پر پیسہ لیتا ہے، کبھی قسطوں پر قسطیں باقی رہنے لگتی ہیں، سود میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، فینانس پر دی گئی چیز آٹوز وغیرہ چھین لیا جاتا ہے، بطور شیورٹی کے رکھے گئے زمین و مکان کے

کا غذات ضبط کر لئے جاتے ہیں، کوئی بنک کا مال قرض لینے والوں کا بے گھر ہونا، سواریوں کا چھینا جانا نہیں دکھلاتا، شاندار مکان، چمکتی ہوئی رنگوں کی تصویریں آویزاں کی جاتی ہیں، فینانسروں سے تنگ آکر خودکشی کرنے والوں کی تصویریں کوئی آویزاں نہیں کرتا۔

سود لینے کی وجہ سے حالات آتے ہیں تو ہم سود سے توبہ کرنے کے بجائے مزید سودی قرض کو تلاش کرتے ہیں، خواہشات کو کم کرنے، رسم ورواج سے توبہ کرنے کے بجائے، مزید سودی قرض کو تلاش کرتے ہیں، کرائے کے مکان میں رہنا، یا کرائے کا آٹو یا کار وغیرہ چلانا اللہ سے اعلانِ جنگ کرنے کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہے، مہینہ کی ایک تاریخ سود پر پیسے لینے والے کے سر پر ننگی تلوار کی طرح لٹکتی ہے، فینانس پر پیسے دینے والے بے رحم لوگوں کی ہراسانی پر ذلت کے فاقے آتے ہیں، ظاہر بات ہے کہ محنت کا کانٹا آٹھ گھنٹے یا بارہ گھنٹے چلے گا، تو سود کا بہر حال چوبیس گھنٹے کا ادا کرنا ہی ہے، چاہے مہینہ کے درمیان میں بند منایا جائے، یا کچھ اور مصیبت آجائے، سود تو پورے تیس دن کا ادا کرنا ہے۔

مولانا عمر صاحب پالن پوریؒ فرماتے ہیں: اگر کوئی ٹانکی پچاس لیٹر پانی کی ہو، اگر اس کو پانچ نل لگائے جائیں تو تب بھی اندر کا پچاس لیٹر پانی ہی نکلے گا اور اگر بیس نل لگائیں تب بھی پچاس لیٹر پانی ہی نکلے گا، نلوں کے بڑھنے سے آدمی کا مقدر بڑھا نہیں کرتا، مقدر بہر حال مل کر رہے گا، کیا سود پر لینے والے کا مقدر بڑھ گیا، کیا ان کی خواہشات پوری ہوگئیں، قناعت کے بغیر کوئی راستہ نہیں، اللہ کے دیئے پر راضی ہونا پڑے گا، چاہے شروع میں یا تھک ہار کر:

”مَنْ لَمْ یَرْضَی قَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلَی بَلَائِیْ، وَلَمْ یَشْکُرْ عَلَی نُعَمَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سَوَائِیْ“(۱)

---

(۱) المعجم الکبیر، ابو هند الداری: حدیث: ۸۰۷، تاریخ دمشق لابن عساکر: سعید بن زیاد فائد بن زیاد: ۲۱/۶۰، دار الفکر، بیروت

یاد رکھیں! دیکھنے میں حرام ہمیشہ زیادہ نظر آتا ہے:

”قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْث“(۱)

---

(۱) المائدة: ۱۰۰

توکل کی حقیقت

آیات:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱)

اور اللہ پر نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اور یہ بھی ارشاد باری ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (۲)

اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔

اور یہ بھی ارشاد باری عزوجل ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (۳)

اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

اور ایک جگہ ارشاد باری عزوجل ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (۴)

بیشک اللہ تعالی ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

اللہ پر توکل کرنا یہ اللہ سے محبت اور اللہ پر بھروسہ کا سب سے اعلی مقام ہے، جو

---

(۱) المائدۃ: ۲۳ (۲) ابراہیم: ۱۲

(۳) الطلاق: ۳ (۴) آل عمران: ۱۵۹

شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ عز وجل اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے، اس کا محبوب بن جاتا ہے اور محبوب کو عذاب اور عقاب سے دوچار نہیں کیا جاتا اور ایک جگہ ارشاد باری عز وجل ہے:

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (۱)	کیا اللہ تعالی اپنے بندے کو کافی نہیں۔

جو شخص دوسرے کو کافی مانتا ہے وہ متوکل نہیں اور اس آیت کا جھٹلانے والا ہے، اور ایک جگہ فرمایا:

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۲)	اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالی زبردست ہیں (اور) حکمت والے (بھی) ہیں۔

اور یہ بھی بتلایا کہ اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے ان کی ضروریات کی تکمیل بھی اس کے ذمہ ہے، اس لئے اس پر توکل اور اعتماد کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ (۳)	تم لوگ اللہ تعالی کو چھوڑ کر محض بتوں کو پوج رہے ہو اور (اس کے متعلق) جھوٹی باتیں تراشتے ہو تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو وہ تم کو کچھ رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے سو تم لوگ رزق خدا کے پاس سے تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

---

(۱) الزمر: ۳۶ (۲) لأنفال: ۴۹

(۳) العنکبوت: ۱۷

احادیث:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو مختلف امتیں دکھائی گئیں، آپ کی امت کے آنے میں تاخیر ہوئی، نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے میری امت دکھائی گئی، جس کی کثرت پر مجھے بہت تعجب ہوا کہ انہوں نے ہر ٹیلے اور پہاڑ کو بھر رکھا تھا، مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے، ان کے ساتھ ستر ہزار آدمی ایسے ہیں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو داغ کر علاج نہیں کرتے، جھاڑ پھونک اور منتر نہیں کرتے، بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، یہ سن کر عکاشہ بن محصن اسدی کھڑے ہو کر پوچھنے لگے یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کر دیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر لے؟ نبی ﷺ نے ان کے لئے دعا کر دی، پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کر دیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر لے؟ نبی ﷺ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔ ”سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ“(۱)

اور ایک روایت میں توکل کی حقیقت کو بیان فرمایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم اللہ پر اس طرح بھروسہ کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے صبح کو وہ بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں ”تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا“ (۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم اگر اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے بہترین طریقے سے طلب معاش کرو گے تو اللہ عزوجل تم کو حلال رزق سے نوازیں گے۔

اور ایک روایت میں ہے: جو شخص اللہ کی طرف کٹ جاتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے ہر مصیبت کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں

---

(۱) بخاری: باب من اکتوی أو کوی غیره وفضل من لم یکتوی، حدیث:۹۱۱

(۲) ترمذی: السفر یوم الجمعة، حدیث: ۵۲۷، امام ترمذی نے اس روایت کو غریب قرار دیا ہے۔

جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرتا، اور جو شخص دنیا کی جانب کٹ جاتا ہے تو اللہ عز وجل اس کو دنیا کے حوالہ کردیتے ہیں: " وَمَنِ انْقَطَعَ إِلَى الدُّنْيَا ، وَكَّلَهُ اللّٰهُ إِلَيْهَا"(۱)

اور ایک روایت میں ہے: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ مالدار اور غنی ہوجائے تو اس کو جو کچھ اللہ کے یہاں ہے اس پر اس سے زیادہ اعتماد کرنا چاہئے جو اس کے ہاتھ میں ہے

' فَلْيَكُنْ بِمَاعِنْدَ اللّٰهِ أَوْثَقُ مِنْهُ بِمَا فِيْ يَدَيْهِ" (۲)

اور توکل کے تعلق سے یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا جانے لگا تو ان سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ کو کوئی ضرورت درپیش ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، چونکہ اللہ عز وجل کے اس قول پر اعتماد تھا" حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ" (میرے لئے اللہ کافی ہے وہی میرا ذمہ دار ہے) اس کو انہوں نے اس وقت کہا جب ان کو آگ میں ڈالا جانے لگا، تو اللہ عز وجل نے ان کے تعلق سے فرمایا: "وَإِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى" (۳) اور نیز ابراہیم علیہ السلام کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی۔

اللہ عز وجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد! جو بندہ بھی میری پناہ میں آتا ہے مخلوق کی نہیں، پھر اس کے خلاف آسمان و زمین کی تمام چیزیں بھی مکر کرتی ہیں تو اس کے لئے راستہ فراہم کردیتا ہوں:" إِلَّا جَعَلْتُ لَهُ مَخْرَجًا" (۴)

---

(۱) المعجم الأوسط للطبرانی، من اسمه جعفر، حدیث:۳۳۵۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اسم میں ابراہیم بن اشعث صاحب الفضیل یہ ضعیف ہیں، ان کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ کبھی غریب روایتیں لاتے ہیں، کبھی خطا کرتے ہیں اور کبھی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب ما جاء فی العزلة، حدیث:۱۸۱۸۹۔

(۲) المستدرك: کتاب الأدب، حدیث:۷۷۰۷، علامہ عراقی فرماتے ہیں: اس کو حاکم اور بیہقی نے کتاب الزہد میں ابن عباس کی حدیث سے سند ضعیف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(۳) النجم: ۳۷

(۴) إحياء العلوم للغزالی: بیان فضیلة التوکل من الآیات: ۴/۴۴۲

آثار:

سعید بن جبیر فرماتے ہیں: مجھے بچھو نے کاٹ لیا تو میری ماں نے قسم کھایا وہ بچھو کے کاٹ کا رقیہ کرائے گی تو میں نے رقیہ کرنے والے کو اس ہاتھ پر رقیہ کرنے کو کہا جس کو بچھو نے کاٹا نہیں تھا" فَنَاوَلْتُ الرَّاقِیَ یَدِیَ الَّتِیْ لَمْ تُلْدَغْ"(۱)

خواص نے اللہ عزوجل کا ارشاد پڑھا:" وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ" (۲) (بھروسہ کر اس زندہ ذات پر جس پر موت نہیں آتی)۔ پھر فرمایا: اس آیت کے بعد بندہ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ غیر اللہ کی پناہ لے۔

توکل کے تین درجے ہیں:

۱۔ توکل کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان نظری طور سے تو اپنا معاملہ اللہ ہی کے سپرد رکھے، لیکن عملی طور پر اس کا دھیان اسباب ہی کی طرف لگا رہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ آپ اپنا مقدمہ کسی وکیل کے سپرد کردیتے ہیں، اس پر بھروسہ تو ہوتا ہے؛ لیکن آپ معاملہ اس کے سپرد کرکے بالکل فارغ نہیں ہوجاتے؛ بلکہ ہر وقت دھیان اور کوشش اس طرف لگی رہتی ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ ظاہری اسباب کو معمولی طور سے صرف اس لئے اختیار کریں کہ اللہ تعالی نے انہیں اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اس کے بعد معاملہ اللہ کے حوالہ کردیں اور یہ بات ہر آن مستحضر رکھیں کہ یہ ظاہری اسباب کوئی حقیقت نہیں رکھتے، کرنے والا اللہ ہی ہے، اس سے آپ کی بیشتر توجہات اللہ ہی کو پکارنے اور اسی کے سامنے اپنی حاجتیں بیان کرنے میں صرف ہوں گی ،توکل کی یہ حالت اس سے بڑھی ہوئی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ اس کا اعتماد بچے کے اپنی ماں پر اعتماد اور بھروسہ کی طرح ہو، چونکہ بچہ ماں کے علاوہ کسی کو جانتا ہی نہیں اور اسی کی جانب دوڑتا ہے اور اسی پر بھروسہ کرتا ہے، جب اس کو

---

(۱) إحیاء العلوم للغزالی: بیان فضیلة التوکل من الآیات: ۴/۲۴۲

(۲) الفرقان: ۵۸

دیکھتا ہے تو اس کے دامن سے چمٹ جاتا ہے، اور جب کبھی ماں کی عدم موجودگی کوئی حادثہ اس کے ساتھ درپیش ہوجاتا ہے تو ماں کو آواز دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں ماں کا ہی خیال آتا ہے۔

۳۔ تیسرا توکل کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے، کہ بندہ اللہ عزوجل کی جناب میں ایسے ہوجائے جس طرح مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے، یعنی مردہ جس طرف غسل دینے والا اسے پلٹاتا ہے اس طرف پلٹ جاتا ہے اسی طرح بندہ اپنے آپ کو اپنے ہر معاملہ میں اللہ عزوجل کے حوالے کردے۔(۱)

شریعت میں مطلوب توکل کا دوسرا درجہ ہے، حضور اکرم ﷺ نے سنت اسی کو قرار دیا ہے کہ ظاہری اسباب کو معمولی طور سے اختیار کرو، اللہ سے دعائیں بھی کرو، لیکن بھروسہ ان ظاہری اسباب پر کرنے کے بجائے اللہ ہی پر رکھو۔

ترکِ اسباب کا نام توکل نہیں:

بعض ناواقف لوگوں نے ’’توکل‘‘ کو غلط استعمال کیا کہ انہوں نے اسباب کو بالکل ترک کردینے کا نام توکل رکھا ہے، واقعہ یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں جتنے کام کرتا ہے یا تو جلب منفعت (نفع حاصل کرنا) یا حفظ منفعت (حاصل شدہ نفع کی حفاظت) یا دفع مضرت (کسی نقصان کو ختم کرنا) اللہ نے ان کاموں کے لئے کچھ اسباب بنائے ہیں:

یقینی سبب: یعنی ایسے اسباب جن کے ذریعہ مسبب کا حصول یقینی ہوتا ہے مثلاً بھوک لگ رہی ہے، روٹی سامنے رکھی ہے، یقین ہے کہ اس کے کھا لینے سے بھوک ختم ہوجائے گی ایسے اسباب کو چھوڑ دینا توکل نہیں، جنون ہے اور شرعاً حرام۔

ظنی اسباب: یعنی ایسے اسباب جن کو اختیار کرنے سے مسبب کا حصول پوری طرح یقینی تو نہیں ہے؛ لیکن عادۃ ہوجایا کرتا ہے، مثلاً تجارت، زراعت وغیرہ کے ذریعے معاش کا حصول، ایسے اسباب کو ترک کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ نہ سبب کو اختیار کرے، نہ اسباب کے ماحول میں رہے مثلاً کوئی شخص جنگل میں جاکر بیٹھ

---

(۱) اتحاف سادۃ المتقین: کتاب التوحید والتوکل: ۱۲/۱۴۱۔۱۴۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت

جائے یہ تو شرعاً ناجائز ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ اسباب کے ماحول میں رہ کر اسباب کو چھوڑ دے، مثلاً شہروں میں لوگوں کے ساتھ رہے؛ لیکن کسب معاش کی فکر نہ کرے، عام حالات میں تو یہ بھی جائز نہیں؛ لیکن چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

(الف) صاحب عیال نہ ہو یعنی کسی کا نان ونفقہ شرعا اسکے ذمہ نہ ہو۔ (ب) صاحب عزم اور پختہ کار ہو۔ (ج) ہر حال میں راضی برضا رہے۔ (د) کسی سے صراحۃ یا اشارۃ سوال نہ کرے۔

ان شرائط کے ساتھ بطور علاج کے اسباب معاش کو چھوڑا جا سکتا ہے؛ لیکن ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو ناجائز ہوگا؛ گذشتہ اولیاء اور صوفیاء کرام سے جو منقول ہے کہ وہ اسباب معاش کو ترک کر بیٹھے تو ان کا یہی حال تھا کہ وہ واقعتاً راضی برضا اور اور اولوالعزم اور پختہ کار تھے، کسی دیکھنے والے کو گمان ہی نہ ہوتا تھا کہ یہ فاقہ سے ہیں، یا انہیں روپیئے پیسے کی کوئی ضرورت ہے، قرآن کریم نے اصحاب صفہ کی یہی شان بتلائی ہے: ”يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ“ (۱) (ناواقف آدمی ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے انہیں مالدار سمجھتا ہے)۔

دور دراز کے باریک اسباب کے پیچھے پڑے نہ رہنا چاہئے، یہ توکل کے منافی ہے، البتہ سامنے کے ان ظاہری اسباب کو تو ضرور اختیار کیا جائے جو انسان کے بس میں ہوں، حدیث میں حضور اکرم ﷺ اسی بات کو یوں تعبیر فرمایا ہے:

”أَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ وَتَوَكَّلُوا عَلَيْهِ“ (کسی چیز کو طلب کرنے میں اختصار سے کام لو اور پھر اللہ پر بھروسہ کرو)

حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے ان افراد کا ذکر فرمایا جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ”لَا يَكْتَوُوْنَ“ (داغ دینے کا علاج نہیں کرتے)۔ (۲)

---

(۱) البقرۃ: ۲۷۳

(۲) بخاری: باب یدخل الجنة سبعون ألفا بغیر حساب، حدیث: ۶۱۷۵

اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ باریک تدبیروں کے پیچھے لگنا اسلام میں پسندیدہ نہیں۔ کیونکہ اہل عرب داغنے کو آخری علاج سمجھتے تھے، مقولہ مشہور ہے: "آخر الدواء الکی" (آخری دوا داغ دینا ہے) خود حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ اسباب اور تدبیروں کو اختیار فرماتے اور اسکے بعد یہ دعا فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ هٰذَا التُّكْلَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ" (اے اللہ! یہ اپنی سی کوشش تھی اور بھروسہ آپ ہی پر ہے)۔(۱)

---

(۱) ترمذی: باب منہ، حدیث: ۳۴۱۹، امام ترمذی نے اس روایت کو غریب کہا ہے، مجالس مفتی اعظم، مولانا عبدالرؤف سکھروی: ۴۶۱، ادارالمعارف کراچی۔

کسب وکمائی مقصود کے حصول کا ذریعہ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ، مَا أُرِيْدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيْدُ أَن يُّطْعِمُوْنِ ،إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (۲)

اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں، میں ان سے (مخلوق کی) رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ کہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھکو کھلایا کریں۔ اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا نہایت قوت والا ہے۔

بس یہی آیات اسلامی معاشیات کے سارے اصول وفروع کی اساسی بنیاد ہیں، معاش یا قرآن کی اصطلاح مں رزق بلاشبہ زندگی کی سب سے مقدم اور ناگزیر ضرورت ہے؛ لیکن ذریعہ یا ضرورت ہی، زندگی کا مقصد بہر حال نہیں، لہٰذا جب تک پہلے خود مقصد معلوم ومتعین نہ ہو اس کے مناسب وموافق کسی ذریعہ یا وسیلہ کا تعین کیسے ہوگا،؟ جہاں کہیں وسیلہ نفسی وسیلہ کی حیثیت سے باہر قدم نکالے تو یا اصل مقصد میں معاون ہونے کی جگہ مزاحم ہونے لگے گا تو وہیں اس کو روک دینا پڑے۔

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ“ میں دوٹوک انداز میں فرمایا کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ومدعا اس کے سوا کچھ نہیں بس اپنے پیدا کرنے والے کی

---

(۱) الذاریات: ۵۶=۵۷

عبادت عبدیت یا پرستش و بندگی میں لگا رہے۔

انسان کی پیدائش کا ملائکہ میں اعلان فرما کر جب ان کو اس کے سجدے کا حکم دیا گیا تو خاص خصوصیت اس کی یہ بتلائی گئی کہ اس کے اندر میں (خدا) نے خود اپنی روح کی ایک شان پھونکی ہے (وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ) دوسرے عنوان سے کائنات میں اسی کے خاص مقام کا تعین فرمایا گیا کہ ”زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں“ کسی کا خلیفہ اور جانشین حقیقی معنی میں وہی ہوگا اور ہوسکتا ہے جو اپنے مستخلف یا خلیفہ بنانے کی ذات وصفات سے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مماثلت واقربیت رکھتا ہو، حضرات صوفیہ اسی معنی میں انسان کو حق جل جلالہ کا مظہر اتم کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کے کمالات کو سب سے زیادہ ظہور بخشا ہے، ایک اور اعتبار سے اسی حقیقت کو امانت سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

کسی کی جانشینی یا خلافت کی حقیقت وکمال یہی ہے کہ اپنی خوشی وخواہش کو اپنے جانشیں یا خلیفہ بنانے والے کی مرضی ومشیت کے بالکل تابع؛ بلکہ اس میں فنا کردے، یہی مطلب عبادت وعبدیت کا ہے، عبد اپنے رب، بندہ اپنے مالک کے حوالے اپنے کو اس طرح کردے کہ اس کی مرضی ومشیت کے ساتھ پورا پورا توافق پیدا ہوکر کوئی تعارض وتصادم باقی نہ رہ جائے۔

عبدیت کی اس خصوصیت کو اس مثال سے واضح فرمایا:

ایک شخص نے غلام خریدا خریدنے کے بعد دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضور آج سے تو وہی نام ہے جس سے آپ پکاریں، دریافت کیا کہ کھایا کیا کرتے ہو؟ کہا، آج سے کھانا بھی وہی ہے جو آپ کھلائیں؟ دریافت کیا پہنا کیا کرتے ہو؟ کہا: آج سے پوشاک بھی وہی ہے جو حضور پہنائیں۔

اسی طرح حاجی امداد اللہ صاحب کے سامنے آیت ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ“ پر اشکال کیا گیا کہ اس میں جن وانس کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ خدا تعالیٰ کی عبادت تو ساری مخلوق ہی کرتی ہے۔

حضرت نے فرمایا ایک مثال سے اس کا فرق سمجھو ایک تو نوکر ہے اور ایک غلام (عبد) نوکر کا کام تو متعین ہوتا ہے خواہ ایک خواہ متعدد، مثلاً باورچی کہ اس کے لئے کھانا پکانے کی خدمت متعین ہے اور غلام کی کوئی خدمت معین نہیں ہوتی؛ بلکہ تمام خدمات اس کے ذمہ ہیں، جس کا بھی حکم ہو جائے، چنانچہ ایک وقت اس کو آقا کا پائخانہ بھی اٹھانا پڑتا ہے اور ایک وقت آقا کی پوشاک پہن کر آقا کا قائم مقام اور نائب (خلیفہ) بن کر جلسہ یا دربار میں جانا پڑتا ہے، غرض غلام کو کسی وقت کسی خدمت سے بھی انکار نہ ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ جن وانس کے سوا دیگر مخلوقات میں سے ہر ایک کی طاعت وعبادت کی کوئی نہ کوئی صورت معین ہے، یعنی ہر مخلوق سے کوئی نہ کوئی خاص کام ہی متعلق ہے جس کے سوا دوسرا کام اس سے نہیں لیا جاسکتا۔ مگر انسان کی کوئی خدمت معین نہیں ایک وقت میں انسان کا سونا عبادت ہے، ایک وقت میں پاخانہ پھرنا عبادت ہے مثلاً جماعت تیار ہو اور پاخانہ پیشاب کا زور ہو تو پاخانہ پیشاب سے فراغت واجب ہے اور نماز پڑھنا حرام، اس کا اس وقت پائخانہ ہی عبادت ہے اور ایک وقت انسان کی یہ شان ہے کہ مظہر حق بنا ہوا ہے۔

کسب وتدبیر

یہ مطلب نہیں کہ رزق ومعاش کی اسبابی فکر وتدبیر ترک کردے، اپاہجوں کی طرح ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے اور خود سے فاقہ کو دعوت دے یا آسمان سے خوان اترنے کا انتظار کرنے لگے؛ بلکہ ہمارے اندر کسب واختیار کی جو ودیعت فرمائی گئی ہے، اسی کا دہرا مطالبہ ایک طرف یہ ہے کہ حصول معاش کے اسباب مشاغل وتدابیر میں اپنی فہم وبصیرت کے موافق آزادی کیساتھ اپنے کسبی اختیار کو کما حقہ استعمال کریں، اسی طرح اس کی امانتی جہت کا یہ تقاضا ہے کہ طلب رزق کی ساری تدبیروں اور کوششوں میں صاحب امانت (حق تعالی) کی مرضی ومنشاء کا بھی پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔

ایک طرف اگر صنعت وحرفت زراعت وتجارت، ضروری وملازمت وغیرہ

معاشی اسباب میں ہمارے اختیار کو تکوینی آزادی بخشی گئی ہے تو دوسری طرف ان اسباب کی بعض صورتوں پر حرام وحلال جائز ناجائز کی کچھ تشریعی پابندیاں خود ہماری خلافتی روحانی فطرت یا انسانیت کی ترقی وتکمیل کے لئے عائد کردی گئی ہیں۔

فقر وسلطنت:

اب ان آزادیوں اور پابندیوں کو ساتھ ساتھ لے کر چلنے میں اگر کبھی ہم کو بھوکا رہنا پڑے تو یہ سمجھنا درست ہوگا کہ ہمارا پروردگار (رب) ہی خود ہماری ہی پرورشی مصلحتوں کے تحت اسی طرح بھوکا رکھنا چاہتا ہے جس طرح طبیب کسی مریض کو اور اگر آزادی وپابندی کے اس ''سندان عشق'' اور ''جام شریعت'' کی ''بازی'' یا ہم آہنگی میں ''دودھ گھی'' کیا ہفت اقلیم کی سلطنت ودولت مل جائے تو اس کو بھی اپنے رب کی طرف سے اور اپنی عبدیت ہی کی پرورش وربوبیت کا سامان اور امتحان جاننا چاہئے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيراً بَصِيراً(۱)	رزق میں فراخی وتنگی کرنے والا تو خود تمہارا رب (پالنہار) ہی ہے جو اپنے بندوں کو خوب جانتا سمجھتا ہے کہ کس کے حق میں فراخی مناسب ہے اور کس کے تنگی۔

تدبیر کی غرض:

انسان کی پیدائش کا مقصد ومدعا عبادت وعبدیت قرار دینے کے ساتھ ہی ساتھ یہ فرمانا کہ ''تمہارے پیدا کرنے کی غرض رزق ومعاش کے مسائل حل کرانا نہیں'' اس کا مطلب یہی ہے کہ آدمی کو پیدا ہونے اور زندگی ملنے کے بعد زندگی کی حفاظت وبقاء کے لئے سب سے پہلی فکر رزق کی لگ جاتی ہے، اس سے بے فکر فرمادیا جائے؛ تاکہ زندگی کی اصل مراد وغرض بندگی کی تحصیل وتکمیل میں یکسوئی سے لگے رہنے میں پیٹ کا دھندا حائل نہ ہو، دنیا میں بھی غلام اور باندی کا تصور یہی رہا ہے کہ جب آقا غلام کے سارے وقت

---

(۱) الاسرا: ۳۰

وقوت کو اپنی غلامی کے لئے گھیر لیتا ہے تو بقائے حیات بھر کی اس کی معاشی حاجتوں کی پا بجائی خود اپنے ذمہ رکھتا ہے، یہی صاف سیدھی بات معلوم ہوتی ہے کہ درج عنوان پہلی آیت میں ایک طرف انسان سے اگر پوری کی پوری زندگی کو بندگی بنا دینے کا مطالبہ فرمایا گیا ہے تو دوسری طرف ہی آیت میں رزقی احتیاجات کی ذمہ دارانہ تگ ودو سے سبکدوشی فرما کر خود ہی اس کی ضمانت فرمالی ہے کہ روزی رساں تو دراصل صرف اللہ ہے، پکی قوت والا ہے۔ "إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ"۔ (۱)

اہل وعیال کے نان ونفقہ کی ایک درجہ میں ذمہ دارانہ فکر وتدبیر مامور ہے، پھر بھی سورہ طٰہٰ میں عبدِ کامل بلکہ اکمل العباد صلی اللہ علیہ وسلم کو اولا خود دن رات کے مختلف اوقات میں تسبیح یا نماز وعبادت کا حکم فرما کر ساتھ ہی آگاہ فرمایا کہ:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا
مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجاً مِّنْهُمْ زَهْرَةَ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ
وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى (۲)

اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر مت دیکھیے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے (وہ محض) دنیوی زندگی کی رونق ہے (اور آپ کے رب کا عطیہ) جو آخرت میں ملے گا) بدرجہا بہتر ہے اور دیرپا ہے۔

اس کے بعد ہی اہل وعیال کے معاملہ میں فرمایا ہے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ
عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقاً نَّحْنُ
نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى (۳)

اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے ہم آپ سے معاش (کموانا) نہیں چاہتے معاش تو ہم

---

(۱) الذاریات: ۵۸ (۲) سورۃ طہ: ۱۳۱ (۳) طہ: ۱۳۲

آپ کو دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

اسلامی وغیر اسلامی معاشیات کا فرق

بہرحال اسلامی اور غیر اسلامی معاشیات کا سب سے پہلا فرق تو یہی ہے کہ:

۱۔ اسلامی معاشیات کا بنیادی تعلق معادیات یا آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی کے بناؤ بگاڑ یا فلاح وخسران سے ہے جس کی طرف اشارہ تمہیدی سطروں ہی میں کیا گیا۔

۲۔ دوسرے اسلامی معاشیات کی رو سے انسان کے رزق ومعاش کا مدار ''ایجاد بندہ'' معاشیاتی نظریات پر قطعاً نہیں، بقائے جان کے لئے جس طرح ہر جاندار کے رزق کی ضمانت خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے، اسی طرح مومن وکافر ہر انسان کی بھی۔

وَكَأَيِّن مِن دَابَّةٍ لَا تَحمِلُ رِزقَهَا اللّٰهُ يَرزُقُهَا وَإِيَّاكُم وَهُوَ السَّمِيعُ العَلِيمُ (۲)

اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ ہی ان کو (مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی وہ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری عزوجل ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (۳)

اور کوئی (رزق کھانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اسکی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔

اس وقت کی رزق رسانی کا وہ خود ہی ضامن ہے، حدیث میں تو یہاں تک اور اس قوت کے ساتھ اس ضمانت کی تصریح فرمادی گئی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مر

---

(۱) طٰہٰ:۱۳۲ (۲) العنکبوت:۶۰ (۳) ہود:۶

ہی نہیں سکتا جب تک اپنا مقررہ رزق پورا نہ کر لے۔

"إِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا"(۱)

تدابیر کا درجہ:

اسباب وتدابیر کا درجہ اتنا ہے جیسے ریل کا ملازم لال جھنڈی دکھلا دے جس سے ریل گاڑی فورا رک جائے گی، سو ظاہر ہے کہ لال جھنڈی میں تاثیر کی قوت نہیں، اگر ڈرائیور انجن کو نہ روکے تو ہزار جھنڈیاں بیکار ہو جائیگی، پس لال جھنڈی کا درجہ اتنا ہے کہ ایک اصطلاح مقرر کر لی ہے؛ لیکن اگر ڈرائیور اس قرارداد (اصطلاح) کے خلاف کرنا چاہے تو جھنڈی میں اس کو روکنے کی طاقت ہرگز نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ مقرر فرما دیا ہے کہ جو شخص اسباب کو اختیار کرے گا ہم مسببات کو ان پر فائز کر دیں گے؛ لیکن کسی وقت اگر وہ مسببات کو پیدا نہ کرنا چاہیں تو اسباب سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

حقیقت میں مؤثر وہی ہیں اسباب میں تاثیر کی طاقت نہیں وہ صرف علامات ہیں جیسے ابھی لال جھنڈی کی مثال دی، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس مضمون کو بار بار بیان فرمایا ہے، ایک جگہ بہت تصریح کے ساتھ فرماتے ہیں:

أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ، أَأَنتُمْ
تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ
لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا
فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ، إِنَّا لَمُغْرَمُونَ،
بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ، أَفَرَأَيْتُمُ
الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ، أَأَنتُمْ
أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ
الْمُنزِلُونَ، لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ

ذرا دیکھو تو سہی کہ جو کچھ تم بوتے ہو
اس کو اگاتے تم ہو یا ہم ہیں،
اگانے والے اگر ہم چاہیں تو (اس
ساری پیداوار) کو چور چور
کر دیں پھر تم (اس طرح کی)
باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم تو
بڑے تاوان (تباہی) میں آگئے؛ بلکہ
سرے سے خالی ہاتھ ہی رہ گئے

---

(۱) مسند البزار: عاصم عن زرّ عن حذيفة، حدیث: ۲۹۱۵، علامہ منذری فرماتے ہیں: اس کو ابویعلی نے روایت کیا ہے، اس کی سند حسن درجے کی ہے: الترغیب: کتاب البیوع وغیرھا، حدیث: ۲۶۳۱

أُجَاجاً فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ،
أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ،
أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ
الْمُنشِؤُونَ (۱)

(کہ اصل سرمایہ تک جاتا رہا) اچھا پھر دیکھو کہ پانی جو تم پیتے ہو وہ بادل سے تم برساتے ہو یا ہم ہیں برسانے والے، اگر ہم چاہیں تو اس کو (پینے کے ناقابل) کھاری بنادیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے، پھر دیکھو کہ (اسی طرح) آگ جو تم جلاتے ہو (اس کی لکڑی) درخت تم نے پیدا کیا یا پیدا کرنے والے ہم ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اعیان واشیاء ہی کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کہ ان کے افعال وآثار اندھے بہرے قانون طبیعت کی نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی قانون مشیت کی پیداوار ہوتے ہیں، انسان اپنی کھیتی باڑی کھانے پینے وغیرہ کی معاشی ضروریات کے لئے جو اختیاری تدابیر وافعال اختیار کرتا ہے وہ بھی اپنی کامیابی ناکامیابی میں علماء معاشیات کے مزعومہ قوانین معیشت کے نہیں؛ بلکہ بالکلیۃ اللہ تعالیٰ کے قانون کے محتاج ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ رزق کی بسطی وقدری حکمتوں یا معاشی کشادگی کی مصلحتوں کو محض کھیل کود میں گنوانے والی چندروزہ زندگی کی ترازو میں تولتے اور اتراتے رہنا آخرت سے بےخبری وغفلت کی حماقت کے سوا کیا ہے۔

بلکہ درحقیقت اس غفلت وحماقت ہی نے دنیوی زندگی کو کھیل کود بنادیا ہے ورنہ اگر اسی معاشی خوشحالی وفراغت یا مال ودولت کو خدا کی راہ میں لگایا اور آخرت بنانے والے مصارف میں صرف کیا جاتا تو سراسر کامیابی وکامرانی کا ذریعہ بن جاتی، کیا روزمرہ کے تجربات سے دیکھتے نہیں کہ رزق ومعاش کی زیادتی وکمی کا دارومدار خالی انسانی

---

(۱) سورۃ الواقعۃ:۶۳=۷۲

تدبیروں پر نہیں؛ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے رزق زیادہ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے بے شبہ اس (زیادتی وکمی) میں ایمان لانے والوں کے لئے (اللہ کی حکمتیں) نشانیاں ہیں، بس (اس معاشی کشاکش کا حقیقی اخروی نفع حاصل کرنا ہے تو اس کو اہل حقوق پر اللہ کی راہ میں خرچ کرو) رشتہ دار کو رشتہ دار کا حق دو، مسکین کو مسکین کا اور مسافر کو مسافر کا (اسی طرح اور بھی جو مالی حقوق اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں ان کو ادا کرنے میں) ان لوگوں کے لئے بھلائی ہے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

> أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ، فَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ
>
> کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے روزی زیادہ دیتا ہے اور جس کو چاہے کم کر دیتا ہے اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔ پھر قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

لیکن عام آدمی کا حال یہ ہے کہ جہاں اس کو کچھ خوشحالی یا مال ودولت کی نعمت عطا ہوئی تو خدا وآخرت سب کو بھول کر الٹے اسکو اپنی دانش وتدبیر کا نتیجہ جاننے لگتا ہے:

> ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْتُهُ عَلٰى عِلْمٍ (۲)

حالانکہ دراصل یہ آزمائش ہوتی ہے کہ دیکھیں تم ہمارے اس عطیہ ونعمت کو دنیا ہی کی پست زندگی اور کھیل کود میں کھپا دیتے ہو یا اس سے ہماری رضا جوئی اور آخرت کی فلاح کا کام لیتے ہو "بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ' بلکہ وہ ایک آزمائش

---

(۱) روم: ۳۷=۳۸ (۲) الزمر: ۴۹

ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں‘۔(۱) پھر جس وقت (اس مشرک) آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم ان کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھ کو (میری) تدبیر سے ملی ہے

معاشی فراخی وتنگی کا مقصود:

جب ساری کائنات ارضی وسماوی کا مدعا انسان کو اس کی انسانیت کی تربیت وتکمیل کے لئے ابتلاء وآزمائش سے گذارنا ہے تو معاشی تنگی وفراخی یا رزق بسط وقدر سے بھی مشیت کا مقصود اس ابتلاء ہی کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا۔

سورۃ الفجر میں معاش ورزق کی اس ابتلائی نوعیت کو خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے، پہلے عاد وثمود، فرعون وغیرہ کے سے جاہ ومال، سلطنت وثروت والے بڑے بڑے جباروں کی سرکشی وفساد انگیزی اور پھر اسی دنیا تباہ وبرباد ہونے کا ذکر ہے۔

فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ، وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ (۲)	(سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو (ظاہراً) نعم دیتا ہے تو وہ (بطور فخر) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی۔ اور جب اس کو (دوسری طرح آزماتا) ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ (شکایۃً) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی۔

آگے شدت کے ساتھ متنبہ کیا گیا کہ ہرگز (کلا) اصل بات نہ یہ ہے نہ وہ، تم کو مال وجاہ دیا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ دوسروں کے مقابلہ میں اکڑ اور اپنی بڑائی ہانکو؛ بلکہ دراصل یہ تمہارا اصل امتحان ہے کہ تم اس جاہ ومال کو یتیموں، مسکینوں وغیرہ کی خدمت وعزت میں خرچ کر کے اپنی انسانیت وآخرت کو سنوارتے ہیں

---

(۱) الزمر: ۴۹ (۲) سورۃ الفجر: ۱۵۔۱۶

یا نہیں، سو تمہارا عام حال یہ ہے کہ تم خود یتیموں کی قدر پہچانتے ہو نہ دوسروں کو مسکینوں کو کھلانے پلانے پر اپنی مثال وترغیب سے آمادہ کرتے ہو، حد یہ ہے کہ اپنی ہی کمائی نہیں میراث تک کے مال کو سمیٹ کر خود ہی اپنے عیش وعشرت پر اڑا دیتے ہو، پھر بھی مال سے جی نہیں بھرتا اور جائز وناجائز، حق وناحق کی تمیز کے بغیر اس کے عشق وطلب میں غرقاب رہتے ہو:

> ”کَلَّا بَل لَّا تُکْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ،وَلَا تَحَاضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ،وَتَأْکُلُوْنَ التُّرَاثَ أَکْلًا لَّمّاً، وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبّاً جَمّاً“(۱)
>
> ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو، اور میت کا ترکہ سب سمیٹ کر کھا جاتے ہو، اور مال سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہو.

حالانکہ اپنی واجبی ضرورتوں سے جو زائد مال تم کو دیا گیا تھا اس کا مقصد ہرگز نہ تھا کہ اپنی ہی عیش وعشرت جاہ ومنزلت کا اس کو ذریعہ بنالو، اور پھر بھی ”ھل من مزید“ کی جہنم نہ بھرے، بلکہ وہ در اصل تمہاری اس آزمائش کے لئے تھا کہ دوسرے اہل حقوق اور اہل حاجت پر صرف کر کے اپنی انسانیت وآخرت کے بناؤ کا انتظام کرلو؛ لیکن تم نے ایسا نہ کیا تو اب کان کھول کر سن لو کہ آخرت یا قیامت میں تمہاری خسارہ اور نقصان ہوگا۔

معاشیات ہی کے ایک مشہور عالم کا قول ہے کہ:

> ”کسی دیوار میں کبھی کوئی کیل بھی تو بلا اخلاقیات کے نہیں ٹھونکی گئی اور آپ کہتے ہیں کہ تم معاشیات سے اخلاقی احکام کو یکسر نکال دو“۔

معاش کا رخ معاد کی طرف:

قرآن کریم کی بے شمار آیتیں خود معاشیات کے اسی مضمون میں ایسی نقل کی گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاش کے معاملہ میں بھی اسلام کا اصلی رخ معاد ہی کے

---

(۱) الفجر: ۱۷-۲۰

ابتلائی و پرورشی مصالح کی طرف ہے، ارشاد ہے کہ تمہارا مال اور اولاد سب درحقیقت تمہاری آزمائش اور امتحان کے لئے اور اس امتحان میں کامیابی پر آخرت میں تمکو اللہ کے پاس بڑا اجر وانعام ملے گا۔

"إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ"(۱)

احادیث سے قطع نظر ذرا خود ہی قرآن کی اسپرٹ مدنظر رکھکر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام کی غرض زندگی کا عام معیار بلند کرنا یا معاشی اونچ نیچ کو مٹانا بالکل نہیں ہے کہ خود اللہ ہی نے توگوں ناگوں حکمتوں کی بناء پر یہ اونچ نیچ پیدا فرمائی ہے "وَاللّٰهُ الَّذِیْ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِیْ الرِّزْقِ" (۲) بلکہ اس کو باقی رکھ کر ہر ایک کو اسی کے معاشی مقام و عمل کے لحاظ سے آخرت کی امتحانی تیاری میں لگانا ہے۔

معاشی زندگی کے دو اصل مسئلے:

ہمارے اس مقصد کے لئے معاشی زندگی کے بنیادی مسائل اصل میں دو ہیں: (۱) دولت کا حصول (۲) اس کا استعمال۔

احادیث کسب کا صحیح مطلب:

انسان کو معاش کے معاملے میں اصلا کسب معاش کا نہیں؛ بلکہ معاش کو تمام تر معاد کے تابع رکھنے کا ذمہ دار اور جواب دہ ٹھہرایا گیا ہے۔

حدیث میں جو یہ آتا ہے کہ آدمی کو قیامت کے دن چار باتوں کا جواب دیئے بغیر بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوگی، ان میں سے دو مال ہی کے متعلق ہوں گی کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا" مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَهُ وَفِیْمَا أَنْفَقَهُ" دولت کے حصول و استعمال کی نص و صراحت ہاتھ آگئی، حالانکہ صراحت و زور یہاں بالذات کسب و انفاق کے مسائل و مشاغل پر قطعاً نہیں؛ بلکہ اس پر ہے کہ ان معاشی مسائل و مشاغل میں بھی اس نے معادی بناؤ بگاڑ کا پورا اہتمام رکھا یا نہیں۔

---

(۱) التغابن: ۱۵ (۲) النحل: ۷۱

اسی طرح مثلا ’’کَسْبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ‘‘ میں مقصود کسب حلال پر زور دینا ہے نہ کہ نفس کسب کی تعلیم وترغیب یا ’’اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ‘‘ سے مراد بھی حلال ہی کا کسب کرنے والا ہے، ورنہ اگر نفس کسب کا سب یا کمانے والے مراد ہو تو بقول مجدد تھانوی علیہ الرحمۃ کے یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی ڈاکو نام سب رکھے اور اس کو ’’اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ‘‘ کا مصداق بنانے لگے۔ (۱)

بات یہ ہے کہ طلب معاش یا کسب رزق آدمی کی دنیوی زندگی اور بقائے حیات کے لئے اس درجہ ناگزیر ہے کہ زمین پر قدم رکھتے ہی جس چیز کا سب سے زیادہ محتاج اور جس پر سب سے زیادہ مضطر ہوتا ہے اور جس سے بے نیاز ہوکر ایک دن بھی بسر کرنا دشوار ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی صورت میں رزق ومعاش کا کسب وحصول ہی ہے۔

جب تک خود کسب کے قابل نہیں ہوتا سارے جہانوں کے پالنے والے ’’رب العالمین‘‘ نے ماں باپ کے اندر ایسی زبردست ’’کَمَا رَبَّیَانِیْ‘‘ کی پرورشی شفقت بھردی ہے کہ خود خالی پیٹ رہ کر بھی بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔

ترغیب کسب کی عدم ضرورت:

غرض رزق ومال کے کسب وحصول کی ضروری طلب ہی نہیں، اتنی حریصانہ تڑپ انسان کے اندر خود اس کے خالق کی پرورشی حکمت یا ربوبیت اللہ نے رکھ دی ہے کہ اس سے غفلت اور بے پرواہی کا کسی حال میں کسی آن اندیشہ وامکان نہیں، خود فرمایا کہ ’’تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا‘‘ شاہ عبدالقادرؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے ’’تم پیار کرتے ہو مال کو جی بھر کے‘‘ مفردات راغب وغیرہ لغت کی کتابوں میں ’’جَمًّا‘‘ کے معنی اتنے بھر جانے کے یا اتنی زیادتی کے دیئے ہیں کہ مزید کی گنجائش نہ رہے، یعنی انتہائی زیادتی وشدت، جس کا مطلب یہی ہوا کہ انسان میں پیدائشی طور پر مال ومعاش کی محبت اتنی پیدا کردی گئی ہے کہ اب اس کی طلب وتحصیل کے لئے کسی مزید ترغیب وتحریص کی قطعا ضرورت نہیں رہتی، ضرورت لگانے کی ہے ایڑ لگانے کی بالکل نہیں۔

---

(۱) علاج الحرص: ۱۵

ایک جگہ مال ودولت کے ساتھ اور بھی کئی ایسی چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جن کی محبت وزینت انسان کی گھٹی میں ڈال دی گئی ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ(۱)

خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلا) عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے۔ نمبر (یعنی نشان) لگے ہوئے گھوڑے ہوئے (یا دوسرے) مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی (لیکن) یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

نفس مال ومعاش کی محبت وطلب انسان کی سرشت ہی میں اتنی شریک ہے کہ اس کے کسب وحصول کی ترغیب وتحسین کڑوے کریلے کو نیم چڑھانا ہوتا۔

حدیث میں اسی سرشت کو اس تمثیل سے واضح فرمادیا گیا:

لَوْكَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنَ الْمَالِ لَابْتَغٰى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَهٗ إِلَّا التُّرَابُ(۲)

ابن آدم کے پاس مال ودولت کی دو دو وادیاں بھری پڑی ہوں، پھر بھی وہ تیسری کی فکر وطلب میں لگا رہے گا اور اس کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہ بھر سکے گی۔

---

(۱) آل عمران:۱۴

(۲) بخاری: باب ما یتقی من فتنة المال، حدیث:۶۰۷۲

واقعی حریص کے پیٹ کو مٹی بھر سکتی ہے اور مرنے سے پہلے مال ومتاع کی کوئی بڑی مقدار اس کو قانع نہیں بنا سکتی۔

معاشیات کی اصل روح انفاق وایثار ہے:

دوسری طرف اسلامی یا معادی معاشیات کی اصل روح انفاق وانفاقیت یا ایثار وقربانی ہے، اس میں کسب کی گنجائش جو کچھ ہے بھی تو زیستن برائے خوردن کے لئے نہیں ؛ بلکہ ”خوردن برائے زیستن“ کے لئے اور ”زیستن“ بھر کے ”خوردن“ کی حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے ایک تو خود انسان کی فطرت میں کسب وحصول کا داعیہ اتنا قوی اور عقل معاش اس کو اتنی کافی عطا کر دی گئی ہے کہ معاش میں کسی غفلت واختلال کا احتمال نہیں۔

”کسب کے لئے قرآنی اصطلاح ”ابتغاء فضل اللّٰہ“ کا راز:

قرآن مجید میں دو چار جگہ کسب کی جو تعلیم ہے اس کیلئے بھی ”ابتغاء فضل“ کی اصطلاح استعمال فرمائی گئی ہے ” وَابْتَغُوْ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ “ اور خدا کا فضل وہی ہو سکتا ہے جس سے اس کی زیادہ سے زیادہ رضا حاصل ہو، بالفاظ دیگر جس سے معاد ہی کا معیار اونچا ہو؛ لیکن چونکہ ظاہری صورت طلب فضل کی بھی کسب ہوتی ہے؛ لہذا حکم یا تاکید کا عنوان، ”ابتغاء فضل“ کے لئے بھی نہیں اختیار فرمایا بس اجازت یا بہت سے بہت سے استحسان کا درجہ رکھا ہے، ارشاد ہے کہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو چکو تو اپنے اپنے رزقی مشاغل کی جگہوں میں پھیل کر خدا کا فضل تلاش کرو ”فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ“ جس کا مطلب یہ کوئی بھی نہیں لیتا اور نہ لے سکتا ہے کہ نماز جمعہ کے بعد کسی نہ کسی کاروبار یا معاشی دھندے میں لگنا فرض وواجب ہے؛ بلکہ مقصود یہ ہے کہ کھانے کمانے کے دھندے میں اتنا منہمک نہ ہو کہ نماز کھا جاؤ جیسے ہی نماز کی پکار (اذان) ہو سب کاروبار چھوڑ چھاڑ کے خدا کی یاد کے لئے دوڑ پڑو، اسی میں تمہاری حقیقی بھلائی اور بہبودی ہے:

”إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ

وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"(۱)

ہاں جب نماز ختم ہو چکے تو پھر اپنے معاشی کاموں یا کسبی مشاغل خدا کی رضا اور احکام کے تابع رہ کر لگ سکتے ہو کہ تب ہی یہ کسب "فضل اللہ" کا مصداق ہوگا ورنہ خدا کا فضل کیا الٹے خدا کا غضب خرید وگے، تاکید ہے تو اس کی نماز سے فارغ ہو کر بھی جب پیٹ یا دنیا کے دھندوں میں لگو تب بھی خدا کی یاد سے غفلت ہرگز نہ ہو برابر کثرت سے اس کی یاد بھی ساتھ ساتھ چلی جائے یعنی اس کے احکام سے معاشی و دنیوی کاموں کے دوران میں تجاوز و سرتابی قطعا نہ ہو کہ خدا کی حقیقی و عملی یاد یہی ہے، اور اسی پر دنیا و آخرت دونوں کی فلاح و بہبود منحصر ہے، "وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ "(۲) اسی طرح دوسری جگہ حکم ہے یہ کہ دیکھو "مسلمانو ایسا نہ ہونے پائے کہ تمہارے مال و دولت آل واولاد کے دنیوی بکھیڑے تم کو خدا کی یاد سے غافل و بے پرواہ کردیں، اور جو بھی ایسا کرے گا بالآخر دین و دنیا ہر اعتبار سے وہ گھاٹے ہی گھاٹے میں رہنے والے ہوں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ (۳)

معادی معاشیات والوں کی خاص پہچان:

ایک اور جگہ دینی یا معادی معاشیات والوں کی خاص پہچان یہ بتلائی کہ وہ ان لوگوں کی تجارت یا کاروبار اور خرید و فروخت کے مشاغل ان کو اللہ کی یاد اور (اس کے احکام، نماز، زکوۃ وغیرہ) سے غافل نہیں ہونے دیتے "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ "(۴) غافل نہ ہونے کا راز یہی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے معاشی مشاغل بالکلیہ معادی مصالح کے تابع کر رکھے ہیں اور ان مصرفیتوں کے دوران میں بھی وہ مواخذہ یا آخرت کے "يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصَارُ، لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا "(۵) (اس دن سے ڈرتے ہیں

---

(۱) سورۃ الجمعۃ: ۹ (۲) سورۃ الجمعۃ: ۱۰ (۳) المنافقون: ۹

(۴) النور: ۳۷ (۵) النور: ۳۷-۳۸

جس میں ایسے ڈرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ عطا فرمائے گا اور بدلہ کے ماسوا خاص اپنے فضل سے اور بھی بہت کچھ دے گا۔

اور چونکہ آدمی کاروباری یا معاشی کامیابیوں کو تمام تر اپنی تدبیری سرگرمیوں پر موقوف جانتا ہے اس لئے ساتھ ہی اس پر متنبہ فرمادیا کہ رزق و معاش کا دار و مدار در اصل اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے وہ جس کو چاہتا ہے (بلا تدبیر بھی) بیشمار دیدیتا ہے ”یَرْزُقُ مَن یَشَاءُ بِغَیْرِ حِسَاب“۔(۱)

کسب کے بجائے انفاق پر حرص و اصرار کا راز:

دین و اسلام کی قیمت و حقیقت خدا و آخرت پر نظر کے سوا آخر اور ہے ہی کیا، اس لئے اسلامی معاشیات میں نہ جاگیردار و زمیندار ہونا جرم ہوسکتا ہے نہ سرمایہ دار و مالدار ہونا، مسلمان اگر مسلمان ہے تو وہ جس محنت و مشقت سے مال و دولت پیدا کرے گا اس سے بہت زیادہ جوش و خروش اور خود اپنی خوشی و اختیار سے اس کو نیک راہوں میں لٹاتا اور خرچ کرتا رہے گا تو پھر حکومت و ریاست کو جاگیرداری و سرمایہ داری کو زور و جبر سے مٹانے کے لئے خود اس سے زور و جبر پر کروڑوں کا سرمایہ صرف کرنے کی ضرورت ہی کیا رہتی ہے، اس کام تو اپنا سارا زور دنیا طلبی اور خدا فراموشی کو مٹانے پر لگا دینا ہے، پھر تو مال یا دنیا جتنی بھی ہوگی سب عین دین بن کر رہے گی، فقراء صحابہ نے اغنیاء صحابہ کے جب اس فضل کو محسوس کیا تو حضور اکرم ﷺ ہی نے فرمایا کہ پھر یہ تو خدا کی دین ہے، اور خود بڑے بڑے سرمایہ دار و مالدار موجود تھے، اس کا اندازہ ”التجارۃ فی الاِسلام“ ہی سے منقول چند واقعات سے لگالیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور لاکھوں اشرفیاں چھوڑیں؛ مگر ساتھ یہ وصیت فرمائی کہ پانچ ہزار خدا کی راہ میں خرچ ہوں، باقی زندگی میں تو ہزاروں اونٹ گھوڑے اور نقد اسلام کی خدمت وحفاظت میں لگاتے رہے۔

---

(۱) البقرۃ: ۲۱۲

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زمین یا زمینداری کا ایک حصہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سات لاکھ درہم میں فروخت کیا اور ایک ہی رات میں تقسیم کر دیا، اس پر بھی بائیس لاکھ درہم دو لاکھ دینار (اشرفیاں) اور تین کروڑ درہم کی جائداد چھوڑی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں گیارہ لاکھ درہم ترکہ میں آئے اور یہ حصہ شرعی تقسیم کی رو سے پورے ترکہ کا صرف تیسواں جزء تھا، باون لاکھ جائیداد چھوڑ دی، ایک مکان چھ لاکھ درہم میں فروخت ہوا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے صرف نقد کی زکوۃ پانچ ہزار درہم نکلتی تھی اور ڈھائی لاکھ نقد چھوڑے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا صرف نقد ترکہ (۹۰) ہزار درھم تھا۔ (۱)

---

(۱) یہ سارا مضمون مولانا عبدالباری رحمہ اللہ کی کتاب ''تجدید معاشیات'' کی تلخیص ہے۔

کامیاب تجارت کے چند نبوی ہدایات

(۱) رزق کو حلال طریقے سے حاصل کیا جائے

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور پاک ﷺ کا یہ فرمان مبارک ہے کہ کسی حریص لالچی کے حرص سے اللہ پاک اس کی طرف رزق نہیں بھیجے گا اور نہ کسی مخالف کی دشمنی اور نہ چاہنے سے وہ رد ہوگا:

> ”فَاِنَّ رِزْقَ اللّٰهِ لَایَسُوْقُهُ اِلَیْكَ حِرْصُ حَرِیْصٍ وَلَایَرُدُّهٗ عَنْكَ كَرَاهِیَّةُ كُرْهٍ“(۱)

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو ہر وقت دنیا کی حرص ولالچ اور حاصل کرنے میں پڑا رہے، نہ شرع کو دیکھے نہ اپنی شرافت وراحت دیکھے، ہمہ وقت اسی کی ہائے ہائے میں پڑا رہے ایسوں کو رزق کوئی زیادہ نہیں ملتا ہے، رزق کا فیصلہ حکمت اور تقسیم خداوندی سے ہے، اسی طرح کوئی مخالف دشمنی اور حسد سے محروم کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا ہے۔

پس اے مال اور دنیا کمانے والو! حرص اور لالچ کی وجہ سے اعتدال وطمانیت نہ کھوؤ، عبادت اور راحت کا وقت نکال کر اسے شرافت وسکون سے حاصل کرو۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ اللہ پاک صبح میں پیدا کرتے ہیں اسے آسمان کے فرشتے جان لیتے ہیں اور جو کچھ زمین میں

---

(۱) مسند الفردوس، باب الألف، حدیث:۷۹۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں خالد بن عمری ہے جو وضع کے ساتھ متہم ہے، مجمع الزوائد، باب طلب ارزق من بابہ، حدیث:۶۲۹۱

اللہ پاک اس دن پیدا کرنا چاہتے ہیں، اور بندوں کے حق میں جو رزق ہو جاتا ہے، اگر انسان اور جنات سارے کے سارے جمع ہو کر کوشش کریں کہ اس کا رزق رک جائے نہ ملے تو ان کو اس کا اختیار نہیں۔

”مَاخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ صَبَاحٍ يَعْلَمُ مَلَكٌ مِنَ السَّمَاءِ وَلَافِي الْأَرْضِ بِمَا يَصْنَعُ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَهُ رِزْقُهُ فَلَوِاجْتَمَعَ عَلَيْهِ الثَّقَلَانِ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ اَنْ يَّصُدُّوْا عَنْهُ شَيْئاً مِنْ ذٰلِكَ مَااسْتَطَاعُوْا“(۱)

یعنی اللہ پاک نے جو رزق لکھدیا ہے وہ کسی طرح ملنا ہے، اور اس کے ملنے کا اللہ پاک ہی سبب بنادینگے دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی اور نہ ایک حبہ اس کے حصہ سے کم کرسکتی ہے؛ چونکہ اللہ کا فیصلہ اور مقدر کردہ کوئی روک نہیں سکتا؛ لہذا اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں ہماری روزی کو باندھ دیا ہے، روزی پر دشمن نے کچھ کرکے روک دیا ہے سو یہ عقیدہ اور بات بالکل غلط اور جہالت ہے، کسی کی روزی کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتا۔

پس اے مسلمانو، اللہ کا مقدر کردہ رزق مل کر رہیگا تو اس لئے ہرگز حرام سبب اختیار نہ کرو؛ بلکہ اسے حلال راستہ سے حاصل کرو، اور اپنے آپ کو پریشان مت کرو سبب اختیار کرکے انتظار کرو۔

(۲) آمدنی اور خرچ کی ترتیب ہونی چاہئے؟

صدقہ وخیرات کی کثرت بھی انسان کے نامہ اعمال میں نیکیوں کے اضافے، گناہوں کی معافی اور دوزخ کے عذاب سے بچاؤ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، قرآن وحدیث میں صدقے اور بھلائی کے کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کے بہت فضائل وارد

---

(۱) المعجم الأوسط، من اسمه الحسين، حديث: ۳۴۹۷، اس روایت کے بارے میں علامہ منذری فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے سند جید کے ساتھ اور ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا ہے، الترغيب: كتاب البيوع وغيره، حديث: ۲۶۳۸

ہوئے ہیں، قرآن وحدیث میں صدقے اور بھلائی کے کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کی بہت فضائل وارد ہوئے ہیں جن کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن سکتی ہے، اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ نے ''فضائل صدقات'' کے نام سے اس موضوع پر جو کتاب تحریر فرمائی ہے وہ اس موضوع پر بہت جامع کتاب ہے؛ قرآن وحدیث کے ذکر دہ فضائل کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں، تفصیل کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔

لیکن یہاں جس چیز کی جانب توجہ دلانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ صدقہ وخیرات کے فضائل حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ زیادہ پیسہ ہی خرچ کیا جائے؛ بلکہ ہر شخص اپنی مالی حیثیت کے مطابق صدقہ وخیرات کر کے یہ فضیلت حاصل کرسکتا ہے؛ اگر کسی شخص کے پاس ایک ہی روپیہ ہو اور وہ اس میں سے ایک پیسہ کسی نیک کام میں خرچ کردے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے ایک لاکھ روپیئے کا مالک ایک ہزار روپیئے صدقہ کرے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اصل قدر و قیمت اخلاص کی ہے، اخلاص کے ساتھ کم سے کم مقدار کا صدقہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے، حدیث شریف میں ہے: '' اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ'' (۱) (جہنم کی آگ سے بچو، خواہ ایک کھجور کے آدھے حصہ ہی کے ذریعے کیوں نہ ہو، اس حدیث سے پتہ چلا کہ جن کی مالی حالت کمزور ہے وہ بھی اپنے آپ کو صدقہ کے فضائل نہ محروم رکھیں؛ بلکہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق کم سے کم خرچ کر کے بھی اس سعادت میں حصہ دار بن سکتے ہیں، زکوۃ ادا کر کے مطمئن نہ ہونا چاہئے؛ بلکہ زکوۃ کے علاوہ بھی نیک مصارف میں خرچ کرتے رہنا چاہئے، اس غرض کے لئے بزرگان دین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنی آمدنی کا کچھ فی صد حصہ خیرات کے لئے مخصوص کرلیا کرتے تھے، اور جب کوئی آمدنی آتی اس کا اتنا حصہ الگ کر کے ایک تھیلے یا لفافے میں رکھتے تھے، حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ تو اپنی آمدنی کا پانچواں حصہ (بیس فیصد) ہمیشہ اس کام کے لئے الگ کرلیا کرتے تھے، بعض دوسرے بزرگ بھی

---

(۱) بخاری: باب اتقوا النار ولو بشق تمرة، حدیث:۱۳۵۱

بیسواں حصہ یا دسواں حصہ نکال کر الگ رکھ لیتے تھے، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی خیرات کا مصرف سامنے آتا ہے تو اس کے سوچنا نہیں پڑتا؛ بلکہ وہ لفافہ یاددہانی کرتا رہتا ہے کہ میرے لئے کوئی نیک مصرف تلاش کرو اور وقت پر خیرات کرنے کے لئے پیسہ کا انتظام کرنے میں تکلیف نہیں ہوتی۔

صدقہ وخیرات کی برکت اور اس اصول کی اہمیت وافادیت اور اس سے مال سے مال وتجارت اور منافع میں برکت اور بڑھوتری کا اندازہ ان احادیث وواقعات سے لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی ایک جنگل میں تھا کہ اس نے بادلوں سے ایک آواز سنی کہ فلاں باغ کو پانی لگا تو پھر ایک بادل ایک طرف چلا اور اس نے ایک پتھریلی زمین پر بارش برسائی اور وہاں نالیوں میں سے ایک نالی بھر گئی وہ آدمی برستے ہوئے پانی کے پیچھے پیچھے گیا اچانک اس نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے باغ میں کھڑا ہوا اپنی پھاوڑے سے پانی ادھر ادھر کر رہا ہے اس آدمی نے باغ والے آدمی سے کہا اے اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے اس نے کہا فلاں اور اس نے وہی نام بتایا کہ جو اس نے بادلوں میں سنا تھا پھر اس باغ والے آدمی نے اس سے کہا تو نے میرا نام کیوں پوچھا ہے اس نے کہا میں نے ان بادلوں میں سے جس سے یہ پانی برسا ہے ایک آواز سنی ہے کہ کوئی تیرا نام لے کر کہتا ہے کہ اس باغ کو سیراب کر، تم اس باغ میں کیا کرتے ہو اس نے کہا جب تو نے یہ کہا ہے کہ تو سنو میں اس باغ میں پیداوار پر نظر رکھتا ہوں اور اس میں سے ایک تہائی صدقہ خیرات کرتا ہوں اور ایک تہائی اس میں سے میں اور میرے گھر والے کھاتے ہیں جبکہ ایک تہائی میں اسی باغ میں لگا دیتا ہوں:

”أَمَّا إِذَا قُلْتَ هٰذَا فَإِنِّی أَنْظُرُ إِلَی مَا یَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَآكُلُ أَنَا وَعِیَالِی ثُلُثًا وَأَرُدُّ فِیهَا ثُلُثَهُ“(۱)

---

(۱) مسلم: باب الصدقة فی المساکین: حدیث: ۷۶۶۴

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت والد صاحب سے بارہا یہ واقعہ سنا کہ دیوبند میں ایک متقی بزرگ تھے، کچھ زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے؛ مگر حلال روزی اور تقوی کا بڑا اہتمام تھا، اس لئے اپنی معاش کی صورت یہ اختیار کر رکھی تھی کہ جنگل سے گھاس کھود کر لاتے اور بازار میں فروخت کر کے اس سے گذارہ کرتے تھے، کیوں کہ جنگل کی خود رو گھاس براہِ راست خداداد حلال رزق ہے، کسی انسان کا اس میں واسطہ نہیں، اس میں بھی اصول یہ بنایا ہوا تھا کہ صرف اتنی گھاس روزانہ لاتے تھے جو بازار میں آسانی کے ساتھ چھ پیسے میں فروخت ہو جائے، نہ اس سے کم لاتے نہ زیادہ، اور یہ کام جتنی دیر میں ہوتا اس کے علاوہ تمام اوقات عبادت اور ذکر اللہ میں گذارتے تھے۔

گھاس فروخت کرنے کے سلسلے میں بھی یہ اصول بنایا ہوا تھا کہ نہ چھ پیسے سے کم میں دیتے نہ زیادہ میں، کوئی زیادہ دینا بھی چاہتا تو نہ لیتے تھے، سب لوگ ان کی بزرگی کی وجہ سے احترام کرتے تھے۔

ایک دفعہ دیوبند کے تحصیل دار کا ایک چپراسی ان کو بلا کر لے گیا کہ تحصیل دار صاحب کے یہاں گھاس لے چلو، وہ چلے گئے، مگر چپراسی نے چھ پیسے کے بجائے ان کو چار پیسے دیئے، انہوں نے کہا: میری گھاس تو چھ پیسے کی ہے، اس نے ڈانٹ دیا، یہ بے چارے صبر کر کے واپس چلے آئے مگر ہوا یہ کہ جوں ہی گھوڑے نے گھاس کو منہ لگایا، اچانک اس کے درد شدید شروع ہوا اور گر کر تڑپنے لگا، تحصیل دار صاحب نے مویشی کے ڈاکٹر بلائے، کچھ نہ ہوا، پھر کچھ لوگوں نے تحصیل دار صاحب کو سمجھایا کہ یہ گھاس والے جن کی گھاس آپ کے یہاں دو پیسے کم کر کے رکھ لی گئی ہے، خدا رسیدہ بزرگ ہیں، ان پر ظلم کا یہ نتیجہ ہے، آپ ان کو راضی کر لیں تو گھوڑا اچھا ہوگا، اسی وقت نوکر دوڑے اور ان گھاس والے بزرگ کو بلا لائے، تحصیل دار نے معذرت کر کے ان کو دو پیسے کے بجائے دو روپیہ دینا چاہا، مگر ان بزرگ نے کہا کہ: میرے تو صرف دو پیسے ہیں، وہ دے دو، زیادہ نہ مجھے ضرورت ہے، نہ میں لوں گا، مجبور ہو کر دو پیسے دیئے گئے، وہ رخصت ہوئے

اور گھوڑا اچھا خاصا ہو کر کھڑا ہو گیا۔

یہ چھ پیسے جو اس متقی بزرگ کی روزانہ کی آمدنی تھی، اب اس کے خرچ کا انتظام سنئے، وہ اپنی اس آمدی میں چار پیسے تو روزانہ تو اپنے کھانے پینے اور دوسری ضروریات کے لئے رکھتے تھے، باقی ماندہ دو پیسے میں سے ایک پیسہ روزانہ اپنی شادی شدہ لڑکی کے لئے اور ایک پیسہ علماء وصلحاء کی دعوت کے لئے رکھتے تھے، جب دس بارہ پیسے ان دونوں مدوں میں جمع ہو جاتے تو لڑکی کا حق اس کو جا کر دیتے، اور علماء کی دعوت کے لئے پیسے دارالعلوم دیوبند کے اکابر مولانا محمد یعقوب صدر مدرس، مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم اور چند بزرگوں کے لئے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے حوالے کرتے تھے۔ اور سب حضرات ان کے حلال پیسوں کی بڑی قدر کرتے، اور ان کے دیئے ہوئے پیسوں سے جس قدر کھانا پک سکتا بڑے اہتمام سے پکاتے اور سب مل کر تھوڑا تھوڑا بڑی قدر کے ساتھ کھاتے تھے، اس شب میں عبادت میں گذارنے کے جذبات سب میں پیدا ہوتے۔(۱)

(۳) آمد وخرچ کا ایک اصول:

حضرت حکیم الامت فرمایا کرتے تھے کہ خرچ کرنا اپنے اختیار میں ہے اور آمدنی بڑھانا اپنے اختیار میں نہیں ہے، جو اختیار میں ہے یعنی خرچ کم کرنا اسے تو لوگ قابو میں لاتے نہیں ہیں اور جو قابو میں نہیں ہے یعنی آمدنی بڑھانا اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

(۴) تجارت کے مسائل کی جانکاری حاصل کرے:

اس لئے تجارت کے حرام وحلال کے مسائل کی جانکاری کا حکم دیا گیا۔ گرچہ تجارت کا پیشہ نہایت افضل پیشہ ہے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”لَا يَبِعْ فِيْ سُوْقِنَا هٰذَا مَنْ لَا تَفَقَّهَ فِيْ الدِّيْنِ“ (۲) جو خرید وفروخت کے مسائل کو نہ جانتا ہو وہ ہمارے بازار میں نہ بیٹھے۔

---

(۱) میرے والد ماجد اور ان کے مجرب عملیات، حضرت مفتی شفیع صاحب: ۷۹، ادارۃ المعارف کراچی

(۲) كنز العمال: آداب متفرقة، حديث: ۹۸۶۴

حضرت امام مالکؒ نے بھی اس شخص کو بازار سے نکلوادینے کا حکم فرمایا تھا جو احکام نہ جانتا ہو کہ مسائل نہ جاننے کیوجہ سے لوگوں کو سود نہ کھلا وے، تاتارخانیہ میں فتاوی سراجیہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص کا تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ بیع وشراء کے احکام کو نہ جان لے کہ کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے؟

امام محمدؒ سے ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تقویٰ کے بارے میں ایک کتاب لکھ دیں، انہوں نے فرمایا: میں نے ''بیوع'' (خرید وفروخت) کے بارے میں ایک کتاب لکھ دی ہے، اس کتاب کے مسائل کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب کوئی شخص خرید وفروخت کرے گا اور ناجائز اور حرام سے بچے گا تو متقی ہوگا، اس کا کسب حلال ہوگا اور عمل اچھا ہوگا۔ (۱)

مختصر یہ کہ تجارت کے افضل ہونے میں تو کوئی شک نہیں، لیکن تجارت کے مسائل کا جاننا بھی ضروری ہے، قرب قیامت میں مال ودولت کی حرص کی وجہ سے لوگوں میں حرام وحلال کی تمیز ختم ہوجائے گی اور ہر شخص کا مقصد زندگی صرف مال اکھٹا کرنا رہ جائے گا خواہ حلال طریقہ سے اکھٹا ہو یا حرام طریقہ سے، جب کہ اسلام نے مال کے کمانے اور خرچ کرنے دونوں پر پابندی لگائی ہے: ایک حدیث میں آیا ہے: ''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی اس بات کی کوئی پروانہیں کرے گا کہ وہ حلال طریقے سے مال کمارہا ہے یا حرام طریقے سے'' لَا يُبَالِيْ الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ'' (۲)

(۵) کاروبار میں بے برکتی کا علاج:

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے (وعظ کیلئے) اللہ کی تعریف کی اور فرمایا:

اے لوگو! میں تم کو اسی چیز کا حکم دیتا ہوں جس کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے، اور اسی

---

(۱) بلوغ الأماني :۸۲

(۲) بخاري: باس السهولة والسماحة في الشراء، حديث:۱۹۷۷

چیز سے تم کو منع کرتا ہوں جس سے اللہ پاک نے منع کیا ہے، تلاش رزق سنجیدگی سے حاصل کرو، جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے تمہارا رزق تم کو اسی طرح تلاش کرتا ہے، جس طرح موت، اگر تم پر رزق کی تنگی ہو جائے تو اللہ کی اطاعت وفرماں برداری سے حاصل کرو۔ (گناہ میں پڑ کر حاصل مت کرو)

”فَاجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِی الْقَاسِمِ بِیَدِہٖ اِنَّ أَحَدَکُمْ لَیَطْلُبُ رِزْقَهٗ کَمَا یَطْلُبُهٗ أَجَلُهٗ فَاِنْ تَعَسَّرَ عَلَیْکُمْ شَیْءٌ مِنْهُ فَاطْلُبُوْهُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ“(۱)

یعنی اللہ پاک نے بندے کو پیدا کیا تو اس کے ساتھ اس کے رزق کو بھی پیدا کیا؛ چونکہ رزق اللہ پاک نے اسباب میں چھپا رکھا ہے، اس لئے ہمیں اسباب اختیار کرنے کا حکم ہے، جس طرح موت یقینی ہے اسی طرح رزق یقینی ہے، اب کبھی رزق میں کچھ پریشانی اور تنگی ہو جاتی ہے، تو آدمی گھبرا کر ناجائز کام کرنے لگ جاتا ہے، گناہ کے کام میں لگ جاتا ہے، مثلاً امانت میں خیانت کرنا، دوسرے کا مال ہڑپ کر لینا وغیرہ۔

پس اے مسلمان تاجرو! دکاندارو، کبھی تجارت میں پریشانی ہو جائے تو اسباب کے ساتھ اللہ کی اطاعت اور عبادت وتلاوت واستغفار میں لگ جاؤ، فرائض وواجبات کو چھوڑ کر اس کے پیچھے پریشان ہو۔

(۶) جس علاقے وشہر میں رزق ملنے لگے وہیں رک جائے۔

☆ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام شہر اللہ کا شہر ہے تمام بندے اللہ کے بندے ہیں، پس جہاں بھی تم کو مال کی سہولت ہو وہاں ٹھہر جاؤ۔

”اَلْبِلَادُ بِلَادُ اللّٰهِ وَالْعِبَادُ عِبَادُاللّٰهِ فَحَیْثُ مَا أَصَبْتَ

---

(۱) مجمع الزوائد: باب طلب الرزق من بابه، حدیث: ۶۲۹۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اور اس میں عبدالرحمٰن بن عثمان الحاطبی ہے جس کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے۔

خَیرُ أَفَاقِمُ“(۱)

ف: اس دنیا کو اللہ پاک نے دارالاسباب بنایا ہے، رزق اسباب کے دائرے میں مقدر کیا ہے اور چھپا کر رکھا ہے، پس جس سبب سے اور جس مقام سے رزق مل رہا ہے تو اس سے پتہ چلا کہ اللہ پاک نے اس کے رزق کو اسی مقام سے وابستہ کیا ہے، بس اس جگہ قیام کر کے رزق حاصل کرتا رہے، ہاں مگر یہ کہ خود ہی اسباب میں فتور واقع ہو جائے، یا اور کوئی مانع اور رکاوٹ آ جائے تو پھر دوسری بات ہے، ہم جہاں سے کمائی ہو رہی ہے حتی الوسعت اسے بغیر کسی خاص سبب کے نہ چھوڑیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس کی ممانعت منقول ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک جب کسی طریقہ اور راستہ سے رزق دے رہا ہو اسے نہ چھوڑے تاوقتیکہ اس میں نمایاں تغیر اور خرابی واقع نہ ہو۔ ”حَتّی یَتَغَیَّرَ لَهُ أَوْ یَتَنَکَّرَ لَهُ“(۲)

(۷) جب رزق کسی دروازے سے مل رہا ہو تو اسے نہ چھوڑے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ پاک کسی سبب کے ذریعہ رزق دے رہا ہو تو اسے مت چھوڑو تاوقتیکہ وہ خود خراب نہ ہو جائے:

”إِذَا سَبَّبَ اللّٰهُ لِأَحَدِکُمْ رِزْقاً مِنْ وَجْهٍ فَلَایَدَعْهُ حَتّٰی یَتَغَیَّرَلَهُ“(۳)

---

(۱) مسند احمد: مسند زبیر بن العوام، حدیث: ۱۴۲۰، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اسکو احمد نے روایت کیا ہے، اس میں ایک جماعت جس کو میں نہیں جانتا، علامہ عراقی فرماتے ہیں: اس کو احمد اور طبرانی نے حضرت زبیر کی حدیث سندِ ضعیف کے ساتھ ذکر کی ہے۔

(۲) ابن ماجة: باب إذا قسم للرجل رزق من وجه، حدیث: ۲۱۴۸، بوصیری کہتے ہیں: اس کی سند میں کلام ہے، ابو عاصم کے والد جن کا نام مخلد بن ضحاک ہے یہ مختلف فیہ ہیں، عقیلی اور ساجی کہتے ہیں: ان کی حدیث کا کوئی متابع نہیں، ان کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، زبیر بن عبید کو ذہبی نے مجہول کہا ہے اور ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(۳) ابن ماجه: إذا قسم للرجل رزق من وجه، حدیث: ۲۱۴۸، محقق البانی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب آپ کوئی بھی کام کررہے ہوں اور اس سے آپ کا کام چل رہا ہو، اور مناسب نفع بھی مل رہا ہو، پھر آپ نے سوچا کہ دوسرا کام یا دوسرا طریقہ اختیار کرلیں، خواہ اس وجہ سے کہ فلاں کررہا ہے، خواہ اس وجہ سے کہ نفع اس میں زیادہ ہے، یا اس وجہ سے کہ یہ اس سے آسان ہے یا اور کوئی خاص سبب نہ ہو تو ہرگز پہلے سبب کو نہ چھوڑے، اسی طرح معمولی کوئی رنجش کی بات ہو تو تب بھی نہ چھوڑے کہ اس دروازے سے تو رزق مل رہا ہے کیا معلوم اسے چھوڑ دیگا تو دوسرا کام آئے گا کہ نہیں وہ سیٹ کریگا کہ نہیں، اس کا خیال صحیح ہوگا کہ نہیں، پہلا تو چھوڑ دیا دوسرا ابھی ملا نہیں تو پھر گذارہ اوقات کی پریشانی ہوجائے گی، اسی لئے کہا گیا ہے، لگا ہوا دروازہ نہ چھوڑے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس کا اہتمام کیا، حضرت نافع بن سمرہ کا بیان ہے میں شام اور مصر سامان بھیجا کرتا تھا اسے چھوڑ کر عراق بھیجنے لگا، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو میں نے بتایا کہ پہلے میں شام سے تجارت کرتا تھا اور اب میں نے عراق مال بھیجا ہے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، تم کو اور تمہاری تجارت کو کیا ہوگیا میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا اللہ پاک جب کسی طریقہ سے اور راستہ سے رزق دے رہا ہو تو اسے نہ چھوڑے تاوقتیکہ اس میں تغیر نہ واقع ہوجائے اور گڑبڑی نہ ہوجائے، یعنی بند ہوجائے یا نفع ختم ہوجائے۔

پس معلوم ہوا کہ لگی ہوئی روزی نہ چھوڑے یہ خدا کی نعمت کی ناشکری ہے، اور رزق کی توہین ہے بہت سی مرتبہ دیکھا گیا ہے کسی معمولی بات پر یا کسی معمولی وجہ سے بھی لگی ہوئی روزی خواہ ملازمت ہو یا اور کوئی سبب ہو تو آدمی چھوڑ دیتا ہے، تو دوسرا سیٹ نہیں ہوتا اور شدید پریشانی ہوجاتی ہے، نان شبینہ کا محتاج ہوجاتا ہے، یہ بے قدری کی سزا ملتی ہے، ہاں اگر خود ہی چھوٹ جائے، بند ہوجائے یا خلاف شرع ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا تو پریشان نہ ہوا انشاء اللہ دوسرا انتظام ہوگا، وہ مسبب الاسباب ہے، اس کی قدرت میں ہزاروں اسباب ہیں اس کے ہاتھ میں ہزاروں دروازے ہیں کسی بھی سبب کو کھول سکتا ہے سنجیدگی سے تلاش بھی کرتا رہے، اور دعاؤں میں بھی لگا رہے وہ رزّاق

ہے اور قادر ہے کوئی نہ کوئی دروازہ اپنی قدرت سے رزق کا کھولیگا، ایسی صورت میں بظاہر کوئی معمولی سا بھی سبب ملے تو قبول کرے، شاید اسی سے آگے ترقی ہو جائے۔

پس اے تاجرو، اور کمانے والو، لگی ہوئی روزی ہو اور کام چل رہا ہے تو اس کی ناقدری نہ کرو اسے نہ چھوڑو شاید کہ دوسرا کامیاب نہ ہو۔

(۸) تاجروں اور دکانداروں کے لئے صدقہ وخیرات کی تاکید۔

☆ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت تم بہت قسم کھایا کرتے ہو، پس اس کے ساتھ صدقہ خیرات ملالیا کرو:

"یَامَعْشَرَالتُّجَّارِ اِنَّکُمْ تُکْثِرُوْنَ الْحَلْفَ فَاخْلِطُوْبَیْعَکُمْ هَذَا بِالصَّدَقَةِ"(۱)

☆ حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت اس خرید وفروخت میں جھوٹ، قسم کی باتیں ہو جاتی ہیں، بس اس کی تلافی صدقہ خیرات سے کیا کرو۔

"یَا مَعْشَرَالتُّجَّارِ! إِنَّ هٰذَ الْبَیْعَ یَحْضُرُهُ الْکَذِبُ وَالْیَمِیْنُ فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ "(۲)

"عَنْ قَیْسٍ رضی اللہ عنہ یَامَعْشَرَالتُّجَّارِ اَنَّ الشَّیَاطِیْنَ وَالْاِثْمَ یَحْضُرَانِ الْبَیْعَ فَشُوْبُوْا بَیْعَکُمْ بِالصَّدَقَةِ"(۳)

یعنی سامان بیچنے والے اس وجہ سے کہ سامان گاہک لیلے اور ہمیں نفع مل جائے سامان کی تعریف میں اور دام کی کمی کے بارے میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے خلاف

---

(۱) مسند الرویانی، عمرو بن دینار، ۲۸۳/۱، مؤسسة قرطبة، قاهرة

(۲) ابوداؤد: باب فی التجارة یخالطها، حدیث: ۳۳۲۶، محقق شعیب الارنوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۳) ترمذی: التجار وتسمیة النبی ﷺ، حدیث: ۱۲۰۸، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

واقعہ بات بول دیتے ہیں، مثلاً یہ کہ یہ کسی کے پاس نہیں ملے گا سب کے پاس نقلی ہے۔ ہمارے پاس اصلی ہے، اسی طرح قیمت کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم بہت رعایت کررہے ہیں، دام کے دام دے رہے ہیں، وغیرہ تو ان باتوں سے گناہ ہوتا ہے، اور گناہ سے رزق کی کمی ہوجاتی ہے، برکت کم یا ختم ہوجاتی ہے، جسکی وجہ سے تجارت پر اثر پڑتا ہے، لہٰذا آپ نے اسکی تلافی کیلئے صدقہ خیرات کا حکم دیا، کہ اس سے گناہ کی بھی معافی، اور برکت غلط بیانی کی نحوست سے بھی پاکی اور نجات۔

اے تاجرو! کچھ صدقہ خیرات کرتے رہا کرو، نقد مال نہ ہوسکے تو اپنی تجارت ہی میں سے سہی تاکہ برکت اور گناہ کی بے برکتی سے نجات حاصل ہوتی رہے۔

(۹) تھوڑا بھی نفع ہو تو بیچ دے، زیادہ کی جستجو میں نہ رہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، تھوڑا نفع پر مت واپس کرو، ورنہ زیادہ نفع سے محروم رہوگے۔ ” لَاتُرَدُّوْا قَلِيْلَ الرِّبْحِ، فَتُحَرِّمُوْا كَثِيْرَةً“(۱)

یعنی مطلب یہ کہ اگر تھوڑا اور معمولی نفع ہوجائے تو اسے بیچ دو، روک کر مت رکھو ایسا ہوسکتا ہے کہ تھوڑے نفع کی وجہ سے نہ بیچا پھر وہ رک گیا اور نقصان ہوگیا، اس میں فتور یا کچھ کمی آجائے، تو بجائے نفع کے اصل مال جاتا رہے گا، دوسری بات یہ ہے تھوڑا نفع زیادہ بکری یہ بہتر ہے زیادہ نفع کم بکری سے اس سے خریدار کم ہوجائیں گے تو نفع کا تناسب کم ہوجائے گا، مزید کم ہوجائے گا، مزید کم نفع لینے میں مخلوق کی خیر خواہی اور رعایت بھی ہے جس کا ثواب ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو بڑے جلیل القدر نہایت ہی مالدار صحابہ میں ہیں ان سے پوچھا گیا آپ کی مالداری کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے کہا ۳؍ چیزیں ہیں:

۱) میں نے تھوڑے سے نفع پر کبھی واپس نہیں کیا۔

۲) میں نے کسی جاندار کی بیع میں تاخیر نہیں کی (جلدی بیچا چونکہ ہر دن کھانے کا صرفہ ہوتا ہے)۔

---

(۱) إحياء علوم الدين، كتاب آداب الكسب والمعاش: ۲/ ۸۰

(۳) اور ادھار نہیں بیچا دیکھئے یہ تجارت کے اصول میں ہے، جو اسے اپنائے گا وہ اچھا نفع اٹھائے گا۔

پس اے تاجرو! دکاندارو، سامان کو روک کر مت رکھو تھوڑا بھی نفع ہو تو اسے فروخت کردو، خریدار بڑھیں گے نفع کا تناسب بھی بڑھے گا، اور مخلوق کی رعایت کا ثواب بھی ملے گا۔

(۱۰) تجارت اور دوکانداری کے لئے صبح جانا بہتر

☆ حضرت صخر ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تھی، کہ اے اللہ ہماری امت کو دن کے اول حصہ میں برکت عطا فرما، آپ ﷺ جب کوئی جماعت یا لشکر روانہ فرماتے تو دن کے اول حصہ میں روانہ فرماتے، اور حضرت صخر ؓ (جو اس روایت کے نقل کرنے والے ہیں) تاجر تھے، جب تجارتی سامان بھیجتے تھے تو دن کے اول حصہ میں روانہ کرتے تھے تو اس سے نفع بہت ہوتا تھا اور مال زائد ملتا تھا:

"اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِىْ فِىْ بُكُوْرِهَا وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْجَيْشاً بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِراً فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ فَاثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ"(۱)

دیکھئے آپ ﷺ کی دعا کی وجہ سے یہ شروع دن میں تجارت کا سامان بھیجتے تھے، اور اس کو صبح میں روانہ کرتے تھے، خوب نفع ہوتا تھا، جس کی وجہ سے یہ مالدار ہو گئے، پس صبح میں برکت ہے، اس وقت کا کام اچھا ہوتا ہے، لہذا جب سفر کرنا اور کہیں جانا ہو تو شروع دن ہی میں جائے۔ پس اے تاجرو! اور بیچنے والو، نکلنا ہو جانا ہو تو صبح کے وقت نکل جاؤ بیچ دن میں اور شام کو نہ نکلو، برکت اور سہولت بھی رہے گی اور فراغت کے بعد واپسی میں بھی سہولت رہے گی جلد جانے سے کام جلد ہوگا دیر سے جانے سے کام دیر سے ہوگا۔

---

(۱) ترمذی: التکبیر فی التجارۃ، حدیث: ۱۲۱۲، منذری فرماتے ہیں: اس کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجۃ، ابن حبان نے روایت کیا ہے، ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " إِذَا صَلَّيْتُمُ الْفَجْرَ فَلَا تَنُوْمُوْا عَنْ طَلَبِ اَرْزَاقِكُمْ" (۱) (جب تم فجر پڑھ لو اپنے رزق کی جدوجہد کے بغیر نیند (آرام) کا نام نہ لو۔

(۱۱) بالکل صبح سویرے سے دیر رات تک دکانداری بہتر نہیں

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں میں مت ہو جاؤ جو سب سے پہلے بازار میں جاتے ہیں اور سب سے آخر میں بازار سے نکلتے ہیں، شیطان بازار میں انڈے دیتا ہے۔ (اپنی اولاد پیدا کرتا ہے):

" اَلّا تَكُنْ أَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوْقَ وَ آخِرُ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا فَفِيْهَا بَاضَ الشَّيْطَانُ"(۲)

دیکھئے اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے تاکید فرمائی ہے صبح ہوتے ہی بازار اور پھر رات تک بازار، گویا کہ ہر وقت دنیا اور مال کی فکر یہ اچھی بات نہیں گویا کہ اسے عبادت، ذکر تلاوت کا ذوق نہیں، آخرت جہاں جانا ہے وہاں کی فکر نہیں، مومن کی یہ شان نہیں، دن کا شروع وقت عبادت تلاوت ذکر فکر آخرت میں لگائے، اسی طرح شام یا رات کا وقت کچھ آرام راحت گھریلو کام پھر ذکر عبادت میں لگائے، دنیا کے لئے زیادہ تعب میں نہ ڈالے۔

پس اے دکاندارو! صبح کا اول وقت ذکر و عبادت میں لگا لو؛ تاکہ اس کی برکت دن میں باقی رہے اسی طرح رات میں دیر تک نہ لگے رہو، کچھ آرام راحت بھی کچھ عبادت و تلاوت بھی کر لو، کہ کل قیامت میں کام آئے۔

(۱۲) آپ ﷺ فجر کی نماز کے بعد رزق کی دعا مانگتے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فجر کی نماز کے بعد جب سلام پھیرے تو یہ دعا مانگتے۔ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا

---

(۱) کنز العمال: الفصل الثانی فی آداب الکسب، حدیث: ۹۲۹۹

(۲) مسلم: باب من فضائل ام سلمة، حدیث: ۶۴۶۹

وَرِزْقاً طَيِّباً" (۱) اے اللہ ہمیں نفع دینے والا علم اور قبول ہونے والا عمل اور پاک رزق عطا فرما۔

یعنی ان تینوں میں رزق حلال اصل اور بنیاد ہے، اگر رزق حلال اور پاکیزہ نہ ہوگا تو نہ علم نافع حاصل ہوگا اور نہ عمل مقبول ہوگا، علم نافع سے مراد وہ علم ہے جس سے آخرت کا فائدہ ہو اگر آخرت کا فائدہ نہ ہو تو وہ بدبختی کا ذریعہ ہوتا ہے اسی وجہ سے آپ نے علم نافع نہ ہو تو اس سے پناہ مانگی ہے، اور عمل مقبول نہ ہو تو سوائے مشقت عمل کے کچھ حاصل نہیں، اور رزق حلال نہ ہو تو دنیا اور دین دونوں کی بربادی، دینا ہی بے برکتی اور مصائب کا باعث اور آخرت میں جہنم کا باعث اسی وجہ سے آپ نے ان امور کی دعا مانگی ہے، صبح کے بعد رزق کی تقسیم کا وقت ہوتا ہے اسی وجہ سے آپ رزق طیب کی دعا صبح کی نماز کے بعد کیا کرتے تھے۔

پس اے لوگو! صبح کی نماز میں سلام کے بعد یہ دعا کرلیا کرو؛ تاکہ حلال اور پاکیزہ رزق مہیا ہو، اور اس کے اسباب پیدا ہوں۔

(۱۳) تجارت کے جائز و ناجائز کے مسائل کی معلومات حاصل کرے

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں دو مرتبہ فرمایا ہے "فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ" (۲)

☆ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا؟ لوگ میرے پاس آتے ہیں اور اس چیز کے خریدنے کا سوال کرتے ہیں جو میرے پاس نہیں ہوتا ہے تو میں اسے بازار سے خرید کرلا کر دیتا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اس کو مت بیچو:

---

(۱) ابن ماجة: باب ما يقال بعد التسليم، حديث: ۹۲۵، بوصیری فرماتے ہیں اس سند کے رجال ثقہ ہیں، سوائے مولی ام سلمہ کے کیوں کہ ان کے نام کا ذکر نہیں: مصباح الزجاجة، كتاب إقامة الصلاة: ۱/۱۴۴، دار الجنان، بیروت۔

(۲) النحل: ۴۳، الأنبياء: ۷

”يَـأتِيْنِىْ الرَّجُلُ فَيَسْأَلُنِىْ فِىْ الْبَيْعِ مَالَيْسَ عِنْدِىْ اَبْتَاعُ لَهُ مِنَ السُّوْقِ ثُمَّ اَبِيْعُهُ قَالَ لَاتَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ“(۱)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اس وقت بڑے تاجر تھے، تجارت میں بہت مشہور تھے لوگ ان کے پاس آکر کوئی چیز مانگتے تھے تو یہ بیع کر لیتے تھے پھر دوسری جگہ سے لاکر ان کو دیتے تھے اس کے متعلق انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا، تو آپ ﷺ نے اس طریقہ سے منع فرمایا، کہ جو چیز پاس میں نہیں ہے، اور قبضہ میں نہیں ہے تو اس کو نہیں بیچا جا سکتا ہے؛ چنانچہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو جب آپ ﷺ نے بتادیا تو وہ رک گئے، اگر وہ آپ سے معلوم نہ کرتے تو اسی غلط کام میں نادانی کی وجہ سے لگے رہتے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ جس کا جائز اور ناجائز ہونا واضح نہ ہوا سے اہل علم سے معلوم کرے؛ تاکہ گناہ کی نوبت نہ آئے۔

(۱۴) تاجر دنیا کی حد سے زیادہ حرص نہ کریں

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (زیادہ) جائیداد کے پیچھے مت پڑو کہ دنیا ہی میں لگے رہو: ”لَاتَتَّخِذُوْالضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِىْ الدُّنْيَا“(۲)

مطلب یہ ہے کہ زیادہ جائیداد (جس سے عیش کی زندگی ہو) کے جھمیلے میں نہ پڑو، اس سے دنیا میں زیادہ وقت لگے گا آخرت کے اعمال عبادات اور اس کے متعلقہ امور کا وقت نہیں ملے گا، زیادہ جائیداد رہے گی تو دنیا کی مشغولی زیادہ رہے گی، کبھی اس کا نظم کبھی اس جائیداد پر مصروفیت، نفلی عبادت تو کیا فرض عبادت کا بھی موقعہ نہ ملے گا، دنیا کی دولت چاہے پریشانیوں کے ساتھ ہی ہو۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے رزق کو مخلوق کے درمیان تقسیم فرمادیا ہے اللہ پاک دنیا سے اسے نوازتا ہے جس کو پسند

---

(۱) ترمذی: كراهية بيع ما ليس عندك، حدیث: ۱۲۳۲، علامہ زیلعی فرماتے ہیں: اس روایت کو چاروں نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے: نصب الراية: باب خيار الرؤية: ۱۲/۴۔

(۲) ترمذی: باب منه، حدیث: ۲۳۲۸، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن ہے۔

کرتا اور اسے بھی دیتا ہے جس کو پسند نہیں کرتا ناراض رہتا ہے، اور دین صرف اسی کو دیتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے پس جسے اللہ پاک نے دین سے نوازا ہے، (گو مال نہ ہو) اسے خدا نے پسند کیا ہے، اور اسے اپنا محبوب بنایا ہے: " فَمَنْ اَعُطَاءُهُ اللّٰهِ عزوجل الدِّيْنَ فَقَدْ اَحَبَّهٗ"(۱)

دیکھئے اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے کیسی بنیادی اور جڑ والی بات بتائی ہے، دنیا اور مال کا ہونا مال کی فراوانی اللہ کے خوش ہونے کی ہرگز علامت نہیں، اللہ پاک جس سے ناراض رہتا ہے اسے بھی دیتا ہے؛ چونکہ دنیا اور مال اللہ کے نزدیک قیمتی شئ نہیں ہے کہ مخالف اور دشمن سے روک لے، ہاں مگر دین کی دولت عمل صالح کی دولت، جنت کے اعمال کی توفیق خلاف شرع اور ناجائز امور سے بچنے اور پرہیز کرنے کا ذوق صرف اسی کو نوازتا ہے جس سے وہ خوش ہوتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے خواہ اس کے پاس مال نہ ہو۔

پس اے ایمان والو! جس کے پاس دنیا اور مال زیادہ ہے ہرگز مت سمجھو کہ اللہ پاک خوش ہے تب ہی تو دیا ہے، اور دین کی دولت دیکھو تو سمجھو کہ اللہ اس سے خوش ہے۔

(۱۵) تاجر دنیا کے لئے دین کو برباد نہ کریں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" مخلوق کو غضب الٰہی سے بچاتا رہتا ہے۔ (اللہ کی گرفت اور پکڑ اور برے فیصلہ سے) جب تک کہ وہ دنیا کے معاملہ کو ترجیح دے کر دین کو پیچھے نہ ڈالے:

" لَاتَزَالُ لَااِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ تَدْفَعُ عَنِ الْخَلْقِ سَخَطَ اللّٰهِ مَالَمْ يُؤْثِرُوْا صَفْقَةَ دُنْيَا هُمْ عَلَى آخِرَتِهِمْ"(۲)

مطلب یہ کہ اللہ کی گرفت اور پکڑ سے آدمی اس وقت تک بچا رہتا ہے، جب تک

---

(۱) مستدرك : كتاب الإيمان، حديث:۹۴، امام حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۲) شعب الإيمان، الحاوي والسبعون من شعب الإيمان، حديث:۱۰۴۹۷، علامہ عراقی فرماتے ہیں اس کو ابویعلی اور بیہقی نے سند ضعیف کے ساتھ ذکر کیا ہے (مغني عن حمل الأسفار، في بيان العدل: ۱/۴۲۴)۔

وہ دنیا کی وجہ سے دین کو پامال اور برباد نہ کرے، اگر دنیا کے نفع اور اس کے حاصل کرنے میں دین اور آخرت کی کوئی پرواہ نہ کرے، دنیا کے نفع کے خاطر آخرت کا گھاٹا برداشت کرے، جیسا کہ ناجائز تجارت میں خیانت کرنے میں دھوکا دے کر عیب دار سامان کے نکالنے، کسی کا مال لے کر کھا جانے میں دنیا کا تو کچھ فائدہ ہے، مگر آخرت کا خسارہ اور گھاٹا ہے، تو ایسی صورت میں وہ خدا کی مدد ونصرت اور برکت سے محروم کردیا جاتا ہے، خدا کے مواخذہ میں گرفت میں پریشان کن مصائب میں مال کے نظر آتے ہوئے سکون کے نہ پانے میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

پس اے لوگو! مال کو حاصل کرنے میں تجارت اور دکانداری میں آخرت کو برباد نہ کرو، (۶۰) سالہ (۷۰) سالہ زندگی کے لئے ہمیشہ رہنے والی راحت اور دولت کو پامال کرنا عقلمندی کی بات نہیں آخرت آباد رہے، اور دنیا کچھ کم ہے تو برداشت کرلو۔

(۱۶) جمعہ کی پہلی اذان کے ساتھ دوکانداری بند کردے۔

اللہ پاک جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے:

”یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلَاةِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ “(۱)

جب جمعہ کی اذان ہوجائے تو ذکر خدا، نماز کی طرف دوڑ پڑو، اور خرید فروخت کو چھوڑ دو، یعنی جب جمعہ کی نماز کی اذان ہوجائے تو تمام دنیاوی کاروبار، لین دین، دوکانداری فوراً چھوڑ دو، اور جمعہ کی نماز کی جانب چلدو، ویسے چاہئے تو یہ تھا کہ اذان سے قبل نہا دھوکر عمدہ صاف کپڑے پہن کر مسجد میں چلے جاتے؛ لیکن خدانخواستہ اگر اذان تک نہ جاسکے تو اب جیسے ہی اذان ہوجائے اور کان میں اذان کی آواز اللہ اکبر پڑے فوراً دنیاوی کام مت کرو، لہٰذا اللہ پاک کے اس حکم کی رو سے اذان کے بعد خرید فروخت ناجائز اور حرام ہے، بڑے افسوس اور رنج کی بات ہے کہ لوگ دنیا کے ایسے حریص اور ظاہری اسباب کے ایسے پیچھے پڑے ہیں، رزق دینے والے کی مخالفت کرتے ہوئے

---

(۱) الجمعة :۹

اذان کے بعد بھی دنیاوی کام کرتے رہتے ہیں۔

(۱۷) نفع کتنا لے

اقتصادی تنظیم، یا قوت عرض وطلب، بازار کے اتار چڑھاؤ کی اہمیت اسلام میں کچھ نہیں ہے، اللہ عزوجل نے قیمتوں کے اتار اور چڑھاؤ کو یہ فطرت سے جوڑ دیا ہے:

ارشاد باری عزوجل ہے:

"نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضاً سُخْرِيّاً "(۱)

دنیوی زندگی میں (تو) ان کو روزی ہم (ہی) نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (اور عالم کا انتظام قائم رہے)۔ اللہ عزوجل نے اس آیت مبارکہ میں رزق کی تقسیم کو اپنی جانب منسوب کیا ہے، تو اس سے پتہ چلا اقتصادی تنظیم یہ اللہ عزوجل کے حوالہ ہے، اللہ عزوجل نے کچھ فطری قوتیں پیدا کی ہیں جو لوگوں کے نظام معاش تنظیم وترتیب کرتی ہیں، انہیں فطری قوتوں کو ہم عرض وطلب کی قوت سے تعبیر کرتے ہیں، اللہ عزوجل نے ایک کی ضرورت کو دوسرے سے وابستہ کیا ہے، بیچنے والا خریدنے والے کا اور خریدنے والا بیچنے والے کا محتاج ہے، کسی کو بھی ایک دوسرے سے استغناء نہیں ہے۔

اسی طرح احادیث رسول اللہ ﷺ سے بھی اس کی تائید وتوثیق ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نرخ بہت بڑھ گئے ہیں آپ ہمارے واسطے قیمت مقرر فرما دیں: "غَلَا السِّعْرُ فَسَعِّرْ لَنَا" (۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالی ہی نرخ مقرر کرنے

---

(۱) الزخرف:۳۲

(۲) سنن أبوداؤد: باب في التسعير، حديث:۳۴۵۳، سبل السلام، التفريق بين الوالدة وولدها، حديث:۷۶۵، امیر عزالدین نے سبل السلام میں فرمایا ہے کہ: اس کو اس کو سوائے نسائی کے پانچوں نے ذکر کیا ہے اور اس کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

والے ہیں اور وہی رزق دینے والے ہیں اور بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی سے اس حالت میں ملوں کہ تم میں سے کوئی مجھ سے کسی خون یا مال کا مطالبہ نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ چیزوں کے نرخ مقرر کر دیجئے "یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ سَعِّرْ" نبی کریم ﷺ نے فرمایا نرخ مہنگے اور ارزاں اللہ ہی کرتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے اس حال میں ملوں کہ میری طرف کسی کا کوئی ظلم نہ ہو۔ (۱)

حضرت ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ کے دورِ باسعادت میں مہنگائی بڑھ گئی تو صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے نرخ مقرر فرما دیجئے، نبی ﷺ نے فرمایا قیمت مقرر کرنے اور نرخ مقرر کرنے والا اللہ ہی ہے "إِنَّ اللّٰہَ هُوَ الْمُقَوِّمُ وَالْمُسَعِّرُ"، میں چاہتا ہوں کہ جب میں تم سے جدا ہو کر جہاں تو تم میں سے کوئی اپنے مال یا جان پر کسی ظلم کا مجھ سے مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔ (۲)

ان تمام احادیث میں نبی کریم ﷺ نے قیمتوں کے اتار اور چڑھاؤ کو اللہ عزوجل کی جانب منسوب کیا ہے، تو اس سے پتہ چلا کہ حکومت کے منصوبوں سے قیمت کی تنظیم ممکن نہیں، یہ تو صرف اللہ عزوجل کے ذمہ ہے، قیمت پر حکومت کا کنٹرول یا تاجروں کا کنٹرول اس کو اسلام ظلم گردانتا ہے اس کو اس کی طبعی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔

اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ تمام اصحاب اموال کو بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ جو چاہیں کریں، اس آزادی کی وجہ سے بازار کا نظام بگڑ جائے گا۔

سود، جوے، اٹکل کی حرمت یہ اسی لئے ہے کہ اس سے دولت صرف مالدار لوگوں کے ہاتھوں میں اکٹھا ہو جاتی ہے، اسی لئے سرمایہ دار نظام نے ان تمام وسائل اور طریقوں سے تمام دولت کو اپنی مٹھی میں کر لیا اور وہ بازار پر قابض تھے۔

یونس بن عبید کے تعلق سے مروی ہے کہ ان کے یہاں مختلف اقسام کے کپڑے

---

(۱) حوالہ سابق

(۲) أبوداؤد: باب في التسعير، حدیث: ۳۴۲۵، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

تھے، کچھ تو چار سو کے اور کچھ دو سو کے، ایک دفعہ وہ نماز کے لئے گئے اور ان کا بھتیجا دوکان پر تھا، اس نے دو سو والے حلہ کو چار سو میں فروخت کر دیا، اور وہ دیہاتی اس کو بخوشی لے کر چلتا بنا، اس کی راستے میں یونس بن عبید سے ملاقات ہوئی، انہوں نے اس دیہاتی سے پوچھا: کتنے میں خریدا؟ اس نے کہا: چار سو میں، یونس نے کہا: یہ تو دو سو کا ہے، واپس جا کر دو سو درہم واپس کرلو، پھر انہوں نے اپنے بھتیجے کو ڈانٹ پلائی اور فرمایا: کیا تم اللہ سے حیاء نہیں کرتے، اللہ سے ڈرتے نہیں "أَمَا اِسْتَحْيَيْتَ وَأَمَا اتَّقَيْتَ اللّٰهَ تَرْبَحُ مِثْلَ الثَّمَنِ"۔ (۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا گیا آپ کی خوش حالی اور فارغ البالی کا راز کیا ہے: انہوں نے فرمایا: تین عادتیں اور خصلتیں، میں نے کبھی بھی نفع کو (گرچہ وہ تھوڑا ہو) رد نہیں کیا، نہ میں نے ادھار بیچا، جب بھی کسی نے جانور کی خرید وفروخت کو کہا تو میں نے اس کی خرید وفروخت کو نہ مؤخر کیا اور نہ میں نے اس کو ادھار بیچا، یہ روایت ہے کہ انہوں نے ہزار اونٹ فروخت کئے، صرف اس کے نکیل منافع میں پائے، ہر نکیل کو ایک درہم میں فروخت کیا تو اس سے ہزار درہم کا نفع ہو: "فَرَبِحَ فِيهَا أَلْفًا"۔ (۲)

اسلام نے ذخیرہ اندوزی کی ممانعت، تلقی جلب، بیع الحاضر للبادی (شہری کا دیہاتی کے لئے بیچنا) اور تمام فاسد اور باطل خرید وفروخت پر پابندی اس لئے لگائی ہے کہ اس سے بازار کی صورت حال بدل جاتی ہے، عرض وطلب کی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں، جس سے طبعی قوتیں مفلوج اور ناکارہ ہو جاتی ہیں۔

بزار، احمد، ابویعلی، طبرانی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص چالیس دن تک غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے:

"مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى

---

(۱) إحياء العلوم: الباب الرابع فی الإحسان فی المعاملة: ۷۹/۲، دار المعرفة، بیروت

(۲) إحياء العلوم: الباب الرابع فی الإحسان فی المعاملة: ۸۰/۲، دار المعرفة، بیروت

وَبَرِأَ اللّٰهُ مِنهُ“ (۱)

وہ اللہ سے بری ہے اور اللہ اس سے بری ہے اور جس خاندان میں ایک آدمی بھی بھوکا رہا ان سب سے اللہ کا ذمہ بری ہے۔

اس سلسلے میں اسلامی اقتصادی نظام نے تین طرح سے دخل اندازی کی ہے:

۱۔ دینی دخل اندازی: کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ غیر مشروع طریقے سے کمائی کرے، یعنی، سود، جوا، اٹکل یا تمام فاسد یا باطل معاملات کے ذریعے۔

۲۔ حکومت کی خلل اندازی: حکومت بھی بازار کی نرخ و بھاؤ میں اگر وہ طبعی اور فطری طور پر چل رہے ہوں تو اس کو دخل اندازی کی اجازت نہیں، ہاں البتہ اگر کوئی شخص بازار میں دخل اندازی کی کوشش کرے تو اس کو طبعی صورتحال پر واپس لانے کے لئے حکومت دخل اندازی کرسکتی ہے۔

حسنؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ بیمار ہو گئے عبید اللہ بن زیاد ان کی بیمار پرسی کے لیے آیا اور کہنے لگا کہ اے معقل کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے کسی کا خون بہایا ہے انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں ابن زیاد نے پوچھا کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کے نرخ میں کچھ دخل اندازی کی ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں مجھے اٹھا کر بٹھایا اور پھر فرمایا اے عبید اللہ سن۔ میں تجھ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے نبی ﷺ سے ایک دو مرتبہ نہیں سنی ہے میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے نرخ میں دخل اندازی کرتا ہے تو اللہ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اسے جہنم کے بڑے حصے میں بٹھائے: ”أَنْ يَّقْعُدَهُ بِعِظَمٍ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (۲)

---

(۱) المغني عن حمل الأسفار: في بيان العدل: ۴۲۲/۱، حدیث: ۱۶۰۰، علامہ عراقی فرماتے ہیں: اس کو احمد اور حاکم نے سند جید کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ابن عدی ابن عمر کی حدیث کے تعلق سے محفوظ نہیں ہیں۔

(۲) مسند احمد: حدیث معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۰۳۲۸، مؤسسۃ قرطبۃ قاہرۃ، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کے ایک راوی مرۃ ابو یعلی ہیں، ان کی سوانح حیات نہیں ملی، اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں۔

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہو کر گزرے اور وہ انگور بیچ رہے تھے بازار میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو تم نرخ بڑھا دو یا ہمارے بازار سے اٹھ جاؤ" إِمَّا أَنْ تَزِيْدَ فِي السِّعْرِ وَإِمَّا أَنْ تَرْفَعَ مِنْ سُوْقِنَا" (۱) اس سے پتہ چلا کہ اگر بازار کا فطری نظام بگڑ رہا ہو تو حکومت کو دخل اندازی کا اختیار رہے۔

۳۔ اخلاقی دخل اندازی: اسلام میں اخلاقی احکام کی بھی اہمیت ہے، بیشتر یا بہتر نفع کمانے یہ انسان کا اصل مقصود نہیں، اسی لئے اسلام لوگوں میں یہ جذبات ابھارتا ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ بہتر معاملہ کریں، وہ اپنی تنگی و تنگ دستی کے باوجود ان کو اپنے اوپر ترجیح دیں۔ ان میں خرچ اور انفاق کے جذبات کو ابھارتا ہے نہ یہ کہ وہ نفع اندوزی اور دولت و ثروت کے اکٹھا کرنے میں بازی لے جائیں، اس قسم کے بے شمار اخلاق خرید و فروخت کے باب میں یہ بازار کے نرخ اور اس کی قیمت کو برابر سرابر رکھنے میں ممد و معاون ہیں۔ (۲)

(۱۸) اقالہ کی فضیلت

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو شخصوں کے درمیان کسی چیز کی بیع کا معاملہ ہوا اور فریقین کی طرف سے بات بالکل ختم ہوگئی لین دین بھی ہوگیا، اس کے بعد کسی ایک نے اپنی مصلحت سے معاملہ فسخ کرنا چاہا مثلاً خریدار نے جو چیز خریدی تھی، اس کو واپس کرنا چاہا یا بیچنے والے نے اپنی چیز واپس لینی چاہی تو اگرچہ قانون شریعت کی رو سے دوسرا فریق مجبور نہیں ہے کہ اس کے لئے راضی ہو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاقی انداز میں اس کی اپیل کی ہے اور اس کو بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے، شریعت کی زبان میں اس کو ''اقالہ'' کہتے ہیں:

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مسلمان کے

---

(۱) موطامالك: الحكرة والتربص، حديث: ۲۳۹۹

(۲) فتح الملهم: ۱: ۳۱۳

بکے ہوئے سامان کو واپس کرلے کل قیامت کے دن اللہ پاک اس کے گناہ کو معاف فرمائے گا۔ ”مَنْ اَقَالَ مُسْلِماً اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“(۱)

یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جوش میں شوق میں سامان خرید لیتا ہے، پھر واپس کرنا چاہتا ہے، سامان کی ضرورت نہیں سمجھتا یا روپیہ کی ضرورت معلوم ہوتی ہے وغیرہ، تو اگر بکا ہوا سامان صحیح حالت میں ہے، اس میں کوئی خرابی یا کمی پیدا نہ ہوئی ہو تو اسے واپس کرلے اس کا بڑا ثواب ہے، یہ غیر مسلموں کا عمل ہے کہ بکا ہوا سامان واپس لینا اچھا نہیں سمجھتے۔

پس اے دکاندارو! اگر مال ٹھیک ہو تو واپس لے کر اس کا روپیہ دیدو، کل قیامت میں تمہارے گناہوں کے مٹانے کا ذریعہ ہوگا۔

☆ اور ایک روایت میں ہے کہ: ”مَنْ أَقَالَ نَادِمًا بَيْعَتَهُ أَقَالَ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“(۲) جو شخص بیع پر نادم ہونے والے شخص سے کیا جانے والا معاہدہ ختم کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشات سے درگذر کریں گے۔

☆ ابوشریح رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے بھائی کی خریدی ہوئی چیز کو واپس کرے قیامت کے دن اللہ پاک اس کے گناہ کو واپس یعنی معاف کردیگا: ”مَنْ اَقَالَ اَخَاهُ بَيْعًا اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“(۳)

پس اے تاجرو! اے دکاندارو! یہ نہ کہو کہ خریدنے کے بعد واپس نہ ہوگا، اور نہ لکھ کر دکان میں لگاؤ، کہ یہ ہماری شریعت میں پسندیدہ بات نہیں۔

(۱۹) ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

جس طرح ہمارے زمانے میں بہت سے تاجر غلہ وغیرہ ضروریاتِ زندگی کی

---

(۱) ابوداؤد: باب فضل الإقامة، حدیث:۳۴۶۲، علامہ منذری فرماتے ہیں: اس کو ابوداؤد، ابن ماجۃ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کی ہے اور حاکم نے اس صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۲) كشف الخفاء، حدیث:۲۳۸۳

(۳) المعجم الاوسط: أول الكتاب، حدیث:۸۸۹، منذری ترغیب میں کہتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں یہی کہا ہے۔

ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلت پیدا کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں مہنگائی اور گرانی بڑھ جاتی ہے اور عام صارفین پر بوجھ پڑتا ہے اور ان کے لئے گزارہ دشوار ہو جاتا ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی کچھ تاجر ایسا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس کو سختی سے منع فرمایا: اس کو عربی زبان میں ’’احتکار‘‘ کہتے ہیں:

حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو تاجر احتکار کرے (یعنی غلہ وغیرہ ضروریات زندگی کا ذخیرہ عوام کی ضروریات کے باوجود مہنگائی کے لئے محفوظ رکھے) وہ خطا کار گنہگار ہے ”مَنِ احتَکَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ“ (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جالب (غلہ وغیرہ باہر سے لا کر بیچنے والا تاجر) مرزوق ہے (یعنی اللہ تعالی اسکے رزق کا کفیل ہے) اور ”محتکر“ یعنی مہنگائی کے لئے ذخیرہ اندوزی کرنے والا) ملعون ہے (یعنی اللہ کی طرف سے پھٹکار اور اس کی رحمت و برکت سے محرومی ہے۔ (۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول کریم ﷺ یہ فرماتے تھے کہ جو شخص غلہ روک کر گراں نرخ پر مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اللہ تعالی اسے جذام وافلاس میں مبتلا کر دیتا ہے: ”ضَرَبَهُ اللّٰهُ بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاسِ“ (۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو غلہ کو روک کر رکھے (تا کہ نہ ملنے پر گراں قیمت میں فروخت کرے پھر اگر پونجی نفع کے ساتھ بھی صدقہ خیرات کریگا تو جو گناہ ہوا ہے، اس کا کفارہ نہ ہوگا: ” مَنِ احْتَكَرَ طَعَاماً ثُمَّ تَصَدَّقَ بِرَاسِ مَالِهِ وَالرِّبحِ لَمْ يُكَفِّرْ عَنْهُ“ (۴)

---

(۱) مسلم: باب تحریم الاحتکار فی الأقوات، حدیث: ۱۶۰۵

(۲) ابن ماجه، باب الحکرة والجلب، حدیث: ۲۱۵۳، علامہ حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں: اس کو ابن ماجۃ اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے، اسی طرح علامہ بوصیری مصباح الزجاجۃ: ۲؍۴ میں فرماتے ہیں: اس کی سند علی بن یزید بن جدعان کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۳) ابن ماجه: باب الحکرة والجلب، حدیث: ۲۱۵۵، علامہ ابن حجر فتح الباری میں اس روایت کی سند کو حسن قرار دیتے ہیں۔

(۴) مصنف ابن ابی شیبه، فی احتکار الطعام، حدیث: ۲۰۳۹۱

یعنی ایک عام مخلوق پر جسے خدا نے اپنا عیال بیان کیا ہے حق تلفی اور ظلم ہے، اللہ پاک نے اسے آسمان کے پانی زمین کی مٹی سے پیدا کیا؛ تا کہ مخلوق کھائے اور اس سے فائدہ اٹھائے اور یہ اللہ کا بندہ مخلوق پر اس کو روک رہا ہے اور اسے روک کر رکھ رہا ہے اپنے فائدہ کے لئے خدا کا عام کرنا اور ادھر اس کا رد کرنا ایسا ظلم ہے جس کی تلافی سب غلہ کے صدقہ سے جو روک کر رکھا ہے اس سے بھی نہیں ہوگی، اس لئے اس سے پہلے جو مخلوق پریشان ہو چکی ہے اس کی تلافی تو ہو نہیں سکتی۔

پس ایسا ظلم ہے جو صدقہ کرنے سے بھی معاف نہیں، خیال رہے یہ وعید اس وقت ہے، جب بازار میں بالکل نہ مل رہا ہو مخلوق پریشان اور یہ روکے ہوئے ہے اور اگر بازار میں مل رہا ہے اور یہ رکھے ہوئے اسٹاک کئے ہے تب گناہ نہیں ہے اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ یہ سزا مخلوق کی پریشانی پر ہے۔

اے تاجرو ہرگز غلہ اور کھانے پینے کی چیزوں کو دام بڑھنے کے لئے مت روکو، اور مخلوق کو پریشان مت کرو۔

فروخ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں مسجد جانے کے لیے گھر سے نکلے، راستے میں انہیں جگہ جگہ غلہ نظر آیا، انہوں نے پوچھا یہ غلہ کیسا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ درآمد کیا گیا ہے، فرمایا اللہ اس میں برکت دے اور اس شخص کو بھی جس نے اسے درآمد کیا ہے، لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین ! یہ تو ذخیرہ اندوزی کا مال ہے، پوچھا کس نے ذخیرہ کر کے رکھا ہوا تھا؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غلام فروخ اور آپ کے فلاں غلام نے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو بلوا بھیجا اور فرمایا کہ تم نے مسلمانوں کی غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی کیوں کی؟ انہوں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین ! ہم اپنے پیسوں سے خریدتے اور بیچتے ہیں (اس لئے ہمیں اپنی چیز پر اختیار رہے، جب مرضی بیچیں) فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، اللہ تعالی اسے تنگدستی اور کوڑھ کے مرض میں مبتلا کر دیتا ہے۔ فروخ تو

یہ سن کر اسی وقت کہا امیر المومنین ! میں اللہ سے اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام اپنی اسی بات پر اڑا رہا کہ ہم اپنے پیسوں سے خریدتے اور بیچتے ہیں (اس لئے ہمیں اختیار ہونا چاہیے) ابو یحیی کہتے ہیں کہ بعد میں جب میں نے اسے دیکھا تو وہ کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو چکا تھا: ”فَلَقَدْ رَأَيْتُ مَوْلَى عُمَر مَجْزُوْمًا“ (۱)

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک احتکار صرف غذائی اشیاء میں ہے لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک احتکار کی حرمت صرف غذائی اشیاء میں نہیں ہے؛ بلکہ ہر وہ شی جس سے عامۃ الناس کو ضرر پہنچے اس کا چند لوگوں میں سمٹ جانا اور اس کا روک رکھنا احتکار ہے، اور حرام ہے (۲) امام شوکانی نے لکھا ہے کہ اس شی ء کا روک رکھنا احتکار کہلاتا ہے جس سے انسانوں اور جانوروں کو تکلیف پہنچے۔

احتکار اور اکتناز قریبا ایک معنی ہیں، لیکن فقہ کی اصطلاح میں احتکار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص غلہ وغیرہ کو بڑی مقدار میں خرید کر لے اور جب بازار میں غلہ گراں ہو جائے اور عوام میں اس کی طلب اور مانگ کا مرکز صرف وہی بن جائے اور عوام اس کے بھاؤ پر لینے پر مجبور ہو جائیں اور وہ اپنی مرضی کے موافق مہنگائی کے ساتھ بیچے۔

(۲۰) غلہ کو روکنے کے بجائے ہر دن بھاؤ سے بیچنا ثواب کا باعث

☆ آپ ﷺ سے مروی ہے کہ جو غلہ لا کر (جمع نہ کرے روکے نہیں) اسی دن کے بھاؤ میں فروخت کر دیا کرے تو اس کو صدقہ کا ثواب ملے گا: ” مَنْ جَلَبَ طَعَاماً فَبَاعَهُ بِسِعْرِ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِهِ“ (۲)

مطلب یہ ہے کہ ذخیرہ بنا کر روک نہ رکھے کہ جب ملنے پر دام بڑھے گا تو فروخت کر لیں گے؛ بلکہ لوگوں کے ہر دن کی ضرورت کے پیش نظر روزانہ فروخت کرتا

---

(۱) مسند احمد (۲) رد المحتار: ۲۸۲/۵

(۲) إحياء علوم الدين، كتاب آداب الكسب والمعاش: ۷۳/۲

رہے، جس سے عام لوگوں کو پریشانی نہ ہو تو اس کو صدقہ کا ثواب ملے گا؛ چونکہ اس نے لوگوں کی ضرورتوں کا خیال رکھا، اور روک کر رکھنے کے نفع کو قربان کر دیا لوگوں کی سہولت کی وجہ سے پس لوگوں کو اس سے فائدہ پہونچا، اس کا ثواب اسے ملے گا، اس کے مقابلہ میں جو روک کر غلہ اس نیت سے رکھے گا کہ نہ ملنے پر لوگ مجبوراً دام بڑھا کر لیں گے تو اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہوگی۔

حدیث پاک میں ایسے شخص کو ملعون فرمایا گیا ہے، اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر یہ تمام روکے ہوئے غلہ کو صدقہ خیرات بھی کر دے تب بھی اس گناہ کی تلافی نہ ہوگی۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی علاقے سے مسلمانوں کے علاقہ میں غلہ لے جائے اور اسے روزانہ ملنے کے بھاؤ سے بیچ دے، (روک کر زیادہ قیمت کے لئے نہ رکھے) تو اسے اللہ کے نزدیک شہید کا ثواب ملے گا، پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور دوسرے لوگ سفر کرتے ہیں، اللہ کے فضل رزق کو تلاش کرتے ہیں اور دوسرے لوگ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں:

”وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِيْ الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ
وَآخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ“(۱)

مطلب یہ ہے کہ غلہ کو روک کر نہ رکھ کر روزانہ کے بھاؤ میں بیچنے والا شہید کا ثواب پائے گا اس وجہ سے کہ روک کر رکھتا تو کچھ دنیاوی نفع ملتا، اس نے لوگوں کی رعایت میں اور ان کی خیر خواہی میں اپنا نفع قربان کر دیا، اور لوگوں کی روزانہ ضرورت کا خیال رکھا، اس کی وجہ سے یہ ثواب عظیم پائے گا۔

پس اے غلہ کی تجارت کرنے والو! روک کر رکھنے کے بجائے روزانہ کے بھاؤ میں روز بیچا کرو اور شہید کا ثواب پاؤ۔

احیاء العلوم میں اس سلسلے میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ جو واسط میں

---

(۱) إحياء علوم الدين، كتاب آداب الكسب والمعاش، ۷۳/۲

رہتے تھے انہوں نے گیہوں کی کشتی تیار کی اور اسے بصرہ بھیجا، اور اپنے وکیل کو لکھ بھیجا کہ جس دن کشتی بصرہ آئے اسی دن یہ غلہ بیچ دینا، دوسرے دن کے لئے مؤخر نہ کرنا، اس نے مناسب قیمت پائی، لیکن اس سے وہاں کے تاجروں نے کہا: اگر تم اسے جمعہ تک مؤخر کرلوگے تو دوگنا پاؤگے، چنانچہ اس نے اس کو جمعہ تک مؤخر کیا تو اس کو دوگنا نفع ہوا، اس نے ان بزرگ کو اس بارے میں لکھ بھیجا تو انہوں نے وکیل کو لکھ بھیجا کہ "يَا هَذَا إِنَّا كُنَّا قَنَعْنَا بِرِبْحٍ يَسِيْرٍ مَعَ سَلَامَةِ دِيْنِنَا" اے شخص ہم ہمارے دین کی سلامتی کے ساتھ تھوڑے سے نفع پر راضی ہوتے ہیں، تم نے ہماری بات کی مخالفت کی اور دینداری کے جاتے ہوئے ہم نے زیادہ نفع کیا، تم نے تو یہ جرم کیا، میرا خط جب تمہارے پاس پہنچے تو اس تمام مال کو بصرہ کے فقراء پر تقسیم کردینا۔ (۱)

(۲۱) دھوکہ دہی اور مبیع کے عیب کو ظاہر نہ کرنے کی ممانعت

ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غلہ کے ایک ڈھیر پر سے گزرے آپ ﷺ نے اس میں اپنا مبارک ہاتھ ڈالا تو انگلیاں تر ہوگئیں، آپ ﷺ نے غلہ کے مالک سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ بارش کی وجہ سے بھیگ گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ تر حصہ اوپر نہیں کرسکتے تھے کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے پھر فرمایا جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ سے نہیں۔ "مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا" (۲)

طبرانی نے معجم کبیر ومعجم صغیر میں یہی واقعہ حضرت ابو مسعود ؓ سے روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ ہے "وَالْمَكْرُ وَالْخِدَاعُ فِي النَّارِ" (۳)

حضرت واثلہ بن اسقع ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا جس نے عیب دار چیز عیب ظاہر کئے بغیر فروخت کی وہ مسلسل اللہ کی ناراضگی

---

(۱) تفسیر القرطبی، سورة المزمل: ۵۶/۱۹، دار الكتب المصرية، القاهرة

(۲) ترمذی: كراهية الغش في البيوع، حدیث: ۱۳۱۵، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

(۳) صحیح ابن حبان: باب الصحبة والمجالسة، حدیث: ۵۶۷، محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ اس طرح کی دغابازی اور دھوکہ دہی کا انجام جہنم ہے۔

میں رہے گا اور فرشتے مسلسل اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔ ”لَمْ یَزَلْ فِیْ مَقْتِ اللّٰہِ أَوْ لَمْ تَزَلِ الْمَلاَئِکَۃُ تَلْعَنُہُ“ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قافلہ سے آگے جا کر نہ ملو جو آگے جا کر ملا اور اس سے مال خرید لیا جب مالک بازار آیا تو اس کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔ یعنی اگر اس کو نقصان معلوم ہوگیا تو: ”فَإِذَا أَتٰی سَیِّدُہُ فَھُوَ بِالْخِیَارِ“ (۲)

دور رسالت میں یوں ہوا کرتا تھا کہ لوگ دیہاتوں سے چھوٹے چھوٹے قافلوں کی شکل میں غلہ لاتے تھے ان کو ”جلب“ کہا جاتا تھا، چالاک تاجران قافلہ والوں کو بازار اور منڈی پہنچنے سے پہلے ہی ان کا مال خرید لیتے، وہ بازار کا بھاؤ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ان کو کم قیمت پر بیچ دیتے، پھر یہ عام لوگوں سے زیادہ قیمت پر بیچتے، یہاں حضور ﷺ نے قافلہ والوں کو معاملہ کو فسخ کرنے کا اختیار دیا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ قافلہ والوں سے آگے جا کر نہ ملو اور نہ تم میں سے بعض بعض کی بیع پر بیع کرے نجش نہ کرو (کسی سودے کے نمائشی خریدار بن کر اس کی قیمت بڑھانے کا کام کرو) اور نہ شہری دیہاتی کے ہاتھ بیچے اور نہ بکریوں کے تھن میں دودھ روکے رکھو اور جو شخص اس کو خریدے تو دوھنے کے بعد اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو اسے روک رکھے اور اگر ناپسند ہو تو وہ جانور اور ایک صاع کھجور واپس کردے۔ ”وَإِنْ سَخِطَھَا رَدَّھَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ“ (۳)

---

(۱) ابن ماجہ، باب من باع عیبا فلیبینہ، حدیث: ۲۲۴۷، علامہ بوصیری مصباح الزجاجۃ: ۲/ ۱۷ میں فرماتے ہیں: یہ سند بقیۃ بن الولید کی وجہ سے ضعیف ہے اور ان کو ان کے شیخ نے ضعیف کہا ہے، میں کہتا ہوں: اس کو ابوبکر بن شیبہ نے طویل زیادتی کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ میں زوائد المسانید العشرۃ میں ابو سباغ عن واثلہ بن الأسقع کی روایت سے نقل کیا ہے۔

(۲) مسلم: باب تحریم تلقی الجلب: حدیث: ۱۵۱۹

(۳) مسلم: باب تحریم بیع الرجل علی بیع أخیہ، حدیث: ۱۵۱۵

یہاں اس حدیث میں چند ایک آداب بتائے گئے:

۱) باہر کے تجارتی قافلوں سے بازار اور منڈی میں پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں جاکر ان سے مال نہ خریدا جائے۔

۲) اگر کوئی خریدار دکاندار سے کوئی چیز خرید رہا ہے تو دوسرا دوکاندار معاملہ میں مداخلت کرکے کہے یہی چیز تم مجھ سے خریدلو۔

۳) یعنی کوئی شخص دکاندار سے کوئی چیز خرید کر رہا ہو تو کوئی اور صاحب صرف نمائشی خریدار بن کر کھڑے ہوجائے اور زیادہ قیمت لگائے۔

۴) نہ شہری دیہاتی کے ہاتھ بیچے یعنی شہری غلہ کو اپنے پاس اس ارادہ سے رکھیں کہ قیمت زیادہ ملنے پر فروخت کریں گے، بلکہ دیہاتی جب بھی لائیں فروخت ہوجانا چاہئے؛ تاکہ وہ پھر لائیں۔

۵) کوئی ایسا نہ کرے کہ اپنا دودھ دینے والا جانور ایک دو وقت اس کا دودھ دوہنا چھوڑ دے تاکہ خریدار اس کے بھرے ہوئے تھنوں کو دیکھ کر سمجھے کہ بہت دودھ دینے والا ہے۔

☆ مبیع کے تمام ظاہری اور پوشیدہ عیوب کا اظہار کرے، مبیع کے عیوب کا چھپانا یہ ظلم، دھوکہ دہی ہے اور یہ حرام ہے، مثلا کپڑا کا اچھا حصہ ظاہر کرے اور خراب حصہ چھپائے، یا مبیع کو اندھیرے میں فروخت کرے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کے ایک ڈھیر پر سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا مبارک ہاتھ ڈالا تو انگلیاں تر ہوگئیں، "فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ فَرَأَى بَلَلًا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کے مالک سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ بارش کی وجہ سے بھیگ گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ تر حصہ اوپر نہیں کرسکتے تھے کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے پھر فرمایا جس نے دھوکہ دیا ہو مجھ سے نہیں۔ (۱)

ابوسباع کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت واثلہ کے گھر سے ایک اونٹنی

---

(۱) أبوداؤد: باب النهى عن الغش، حديث: ۳۴۵۲

خریدی میں جب اس اونٹنی کو لے کر نکلنے لگا تو مجھے حضرت واثلہ مل گئے وہ اپنی چادر کھینچتے ہوئے چلے آ رہے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے کیا تم نے اسے خرید لیا ہے میں نے کہا جی ہاں انہوں نے پوچھا کیا انہوں نے تمہیں اس کے متعلق سب کچھ بتایا ہے میں نے کہا کہ سب کچھ سے کیا مراد ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ خوب صحت مند جو نظر بھی آ رہا ہے یہ بتاؤ کیا تم اس پر سفر کرنا چاہتے ہو یا ذبح کر کے گوشت حاصل کرنا چاہتے ہو میں نے عرض کیا میں اس پر حج کے لیے جانا چاہتا ہوں وہ کہنے لگے کہ پھر اس کے کھر میں ایک سوراخ ہے اس پر اونٹنی کا مالک کہنے لگا اللہ آپ کے حال پر رحم کرے کیا آپ میرا سودا خراب کرنا چاہتے ہیں "رَحِمَكَ اللّٰهُ أَفْسَدتَّ عَلَيَّ بَيْعِيْ" انہوں نے فرمایا میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کسی آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ کسی چیز کو بیچے اور اس میں عیب بیان نہ کرے اور جو اس عیب کو جانتا ہو اس کے لیے بھی حلال نہیں ہے کہ اسے بیان نہ کرے۔ (۱)

عیوب کو چھپا کر خرید و فروخت کرنا یہ رزق میں اضافہ کا سبب نہیں؛ بلکہ برکت کے ختم ہونے کا ذریعہ ہے، ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک گائے تھی جس کا دودھ وہ دوہا کرتا اور اس میں پانی ملا کر بیچا کرتا، ایک دفعہ سیلاب آیا جس میں اس کی گائے بہہ گئی تو اس کے لڑکے نے کہا: "تِلْكَ الْمُتَفَرِّقَةُ الَّتِيْ صَبَبْنَاهَا فِيْ اللَّبَنِ اِجْتَمَعَتْ دَفْعَةً وَاحِدَةً وَأَخَذَتِ الْبَقَرَةُ" جس پانی کو ہم نے دودھ میں ملایا وہ اکٹھا ہو کر دفعۃً گائے کو لے کر چلا گیا۔

ابن سیرینؒ نے بکری فروخت کی، اور خریدنے والے سے فرمایا: میں اس میں موجود ہر عیب سے بری ہوں، یہ اپنے پیر سے چارہ کو الٹ پلٹ کرتی ہے "أَنَّهَا تُقَلِّبُ الْعَلَفَ بِرِجْلِهَا" (۲)

☆ فروخت کی جانے والی چیز کی مقدار کو نہ چھپائے، برابر تولے، اللہ تعالیٰ کا ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے تعلق سے ارشاد ہے: "وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ"

---

(۱) مسند احمد (۲) احیاء العلوم: کتاب آداب الکسب والمعاش: ۲/۷۷

(ہلاکت ہو ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے)(۱) ناپ تول میں کمی سے اسی وقت محفوظ رہا جا سکتا ہے جب دے تو جھکتا ہوا تولے اور لے تو کم، بعض بزرگ یوں کہا کرتے تھے، میں غلہ کے ایک دانہ کے بدلہ اللہ کی تباہی کو خریدنا نہیں چاہتا، جب وہ لیتے تو آدھے دانہ کم لیتے اور دیتے تو ایک دانہ زائد دیتے، اور وہ یوں کہا کرتے: اس کے لئے تباہی ہے جو ایک حبہ کے بدلے آسمانوں اور زمین کی وسعت کی مقدار جنت فروخت کردے۔

☆ موجودہ قیمت کے تعلق سے سچ بیانی سے کام لے، یعنی صحیح اور موجودہ قیمت بتلائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ شہر کی طرف آنے والے تاجروں سے راستہ ہی میں مل کر اپنی مرضی کے بھاؤ سودا خرید لیا جائے یا کوئی شہری کسی دیہاتی کی طرف سے خرید و فروخت کرے "وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ"۔(۲)

یعنی شہری دیہاتی کے پاس آئے جو اس سامان کو جلد بیچنا چاہتا ہو یا اس سے کہے کہ اسے میرے پاس چھوڑ دو میں اسے دام بڑھنے پر بیچ دوں گا، یہ حرام ہے۔

(۲۲) کسی عیب و کمی کو چھپانا حرام ہے کہ اگر خریدار جان لیتا تو خریدتا؟

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے سامان کے کسی ایسی بات کو چھپائے کہ وہ جان لیتا تو نہ خریدتا چھوڑ دیتا۔

"اَلْمُسْلِمُ اَخُوالْمُسْلِمِ لَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُّغَيِّبَ مَا بِسِلْعَتِهٖ عَنْ اَخِيْهِ اِنْ عَلِمَ بِهَا تَرَكَهَا"(۳)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب

---

(۱) المطففین:۱ (۲) بخاری: باب من کره أن يبيع حاضر لباد بأجر، حدیث:۲۰۵۱

(۳) مسند احمد: حدیث عقبۃ بن عامر، حدیث: ۱۷۴۵، محقق شعیب الارنوط فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے، اس کی سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کے توابع موجود ہیں اور اس سند کے باقی رجال ثقہ صحیح کے رجال ہیں۔

تم کوئی سامان بیچو تو اس میں کوئی عیب ہو تو اسے مت چھپاؤ۔ (۱)

ف: عام طور پر بیچنے والا کوئی کمی یا نقص سامان میں ہوتا ہے جس سے اسے اندیشہ ہوتا ہے، کہ اگر اس کو پتہ چل جائے گا تو نہ لے گا، اور ہمارا سامان پڑا رہے گا، تو اسے چھپا دیتا ہے ظاہر نہیں کرتا، گویا کہ دھوکا دے رہا ہے، یہ حرام ہے، اسے عیب بتا دو ظاہر کر دو، جاننے کے بعد خواہ کم دام میں سہی خریدے تو یہ جائز ہے، بتانے کے بعد دھوکے کا گناہ نہ ہوگا۔

اے خرید فروخت کرنے والو! بکنے والے سامان میں کوئی کمی ہو نقص ہو تو اسے ظاہر کر دو، دھوکا دے کر بیچنا جائز نہیں ایسا نفع اور آمدنی حرام ہے حرام سے دنیا میں کوئی برکت نہیں اور آخرت میں جہنم کی سزا ملے گی۔

اگر چاہو تو جس سے خرید واس کو واپس لینے کا اختیار دیدو سنت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی شخص کو بیچنے کے بعد اسے واپسی کا اختیار دیا تھا۔ "اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم خَیَّرَ أَعْرَابِیًّا بَعْدَ الْبُیْعِ "(۲)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی شخص سے اونٹ خریدا تھا، اس کو آپ نے یہ فرما دیا تھا اگر تمہارا من چاہے کہ اونٹ واپس لے لو، تو تم کو اختیار ہے واپس لے لینا میں واپس کر دوں گا، یعنی یہ افسوس کرنا کہ اچھا اونٹ ہاتھ سے نکل گیا۔

جب دونوں جانب سے بات طے ہو کر خرید طے اور مکمل ہو جائے تو پھر اختیار ختم ہو جاتا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچنے والے کو واپس لے لینے کا اختیار از راہ اخلاق دیا تھا، اس کا بڑا ثواب ہے، اس طرح خریدنے کے بعد کوئی شخص کسی وجہ سے واپس کرنا چاہئے ہے تو واپس کر دینا چاہئے، یہ کہنا بہتر نہیں کہ واپس نہیں ہوگا، اس کا بڑا ثواب ہے، اس میں رعایت ہے اور اللہ پاک اپنے بندوں کے ساتھ رعایت سے بہت خوش ہوتے ہیں۔

---

(۱) مجمع الزوائد: باب بیان العیب، حدیث: ۶۳۵۲، ان دونوں کی سندوں میں ابن لہیعہ ہے، اور اس میں کلام ہے اور ان کی حدیث حسن ہے اور اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(۲) ترمذی: باب، حدیث: ۱۲۴۹، امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

کسی نیک شخص نے اپنے نوکروں کو ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ لوگوں کو سامان میں عیب ہو تو بتلا دیں، اگر عیب ہوتا تو وہ بتلا دیتے، ایک دفعہ ایک یہودی عیب زدہ کپڑا لے کر چلا گیا، دکان والے صاحب اس وقت موجود نہ تھے، انہیں آنے پر پتہ چلا تو پوچھا کہ وہ کپڑا تو عیب دار تھا کیا تم نے عیب کے متعلق اطلاع دی تھی؟ اس نوکر نے کہا: نہیں تو وہ اس یہودی کی تلاش میں ایک قافلہ کے ساتھ چلے گئے اور انہوں نے قافلہ کو تین دن کے بعد پا لیا، اس یہودی سے مل کر عیب زدہ کپڑے کی خریدار کے متعلق پوچھا اور اس سے کہا: یہ تمہارے درہم لے لو اور میرا کپڑا واپس کر دو۔

یہودی نے کہا: تم یہ کپڑا واپس لینے کیوں آئے؟ تو اس آدمی نے کہا اسلام اور رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ ”مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا“ (جو دھوکہ دے ہم میں سے نہیں) اس کی خاطر میں یہاں چلا آیا۔

یہودی نے کہا: میں نے جو دراہم تم کو دیئے تھے وہ کھوٹے تھے، اس کے بدلے تین ہزار صحیح درہم لے لو اور اس سے مزید یہ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں“ (۱)

(۲۳) پھلوں کی فصل تیاری سے پہلے نہ بیچی، نہ خریدی جائے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ اس کا قابل انتفاع ہونا ظاہر ہو جائے اور بائع (بیچنے والا) مشتری (خریدنے والا) دونوں کو آپ ﷺ نے منع فرمایا: ”نَهي الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ“ (۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کی بیع سے منع کیا یہاں تک کہ وہ سرخ یا زرد ہو جائیں اور بالیوں کے سفید ہونے سے پہلے بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ آفات سے محفوظ ہو جائیں ”وَیَأمَنُ الْعَاهَةَ“ (۳)

---

(۱) موسوعة الأخلاق والزهد والرقاق: الورع: ۱۴۶/۱، مؤسسة اقراء فسطاط

(۲) بخاری: باب بیع الثمار قبل أن یبدو صلاحها، حدیث: ۲۰۸۲

(۳) مسلم: باب النهی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحها، حدیث: ۱۵۳۵

دور رسالت میں بھی ہمارے یہاں آم کے باغوں کی فصل آم کے تیار ہونے سے پہلے فروخت کی جاتی ہے، اسی طرح کا رواج تھا، کھیتوں میں تیار ہونے والے غلہ کو انگور اور کھجور کے باغات اور درختوں کے پھلوں کو اس کی تیاری سے پہلے فروخت کر دیا جاتا رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی، کیوں کہ اس میں خطرہ ہے کہ فصل پر کوئی آفت آ جائے مثلاً تیز آندھیاں یا آسمان سے گرنے والے اولے غلہ کو یا پھلوں کو ضائع کر دیں یا ان میں کوئی خرابی یا بیماری پیدا ہو جائے تو بے چارے خریدنے والے کو نقصان ہو۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کے بیچنے سے جب تک کہ زرد نہ ہو جائے منع فرمایا پوچھا گیا زرد ہونا کیا ہے کہا یہاں تک کہ سرخ ہو جائے پھر فرمایا اچھا بتاؤ جب اللہ نے پھل کو روک لیا تو کس چیز کے عوض تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کھائے گا: " بِمَا يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ " (۱)

(۲۴) غلط قسم کھا کر مال فروخت کرنے والا خدا کی رحمت سے محروم۔

☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (۳) لوگ ایسے ہیں، جن سے اللہ پاک قیامت کے دن نہ بات کرینگے نہ ان کی جانب نگاہ کرم فرمائیں گے اور نہ ان کے نفس کو صاف فرمائیں گے کہ (وہ جنت میں داخل ہوں) ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا، یہ لوگ بڑے گھاٹے اور خسارے میں ہونگے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ ٹخنے سے نیچے لباس لٹکانے والے، احسان کر کے جتلانے والے اور وہ لوگ جو اپنے سامان کو نکالنے کیلئے جھوٹی قسمیں کھانے والے ہوں گے۔ "وَالْمُنفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ" (۲)

مطلب یہ ہے کہ سامان بک جائے رک نہ جائے یا کم دام میں نہ بکے اس کی

---

(۱) بخاری: باب إذا باع الثمار قبل أن يبدو، حديث: ۲۰۸۶

(۲) مسلم: باب بيان غلظ تحريم اسبال، حديث: ۳۰۶

جھوٹی تعریف کر کے خریدار کو راغب کر لیتے ہیں، اور اس پر قسم بھی کھا بیٹھتے ہیں، عموماً آپ قصائی کو اور بعض کپڑے والے کو دیکھیں گے کیسا ہی ناپسند گوشت ہو اس کی تعریف پر قسم کھا بیٹھتے ہیں، کپڑا پسند نہیں بھی ہوتا ہے تو خلاف واقعہ قسم کھا بیٹھتے ہیں؛ تا کہ مال نہ رکے، اور تجارت پر نفع کا سلسلہ قائم رہے۔

اے تاجرو! قسم کھا کر مال مت نکالو، صحیح بات بتا دو، خلاف واقعہ قسم کھا کر اپنا سامان مت نکالو، سن لو! اگر اس طرح مال نکل بھی جائیگا تو برکت نہ ہوگی، اس نفع سے حقیقۃً تم فائدہ مقصودہ حاصل نہ کرو گے، خدا کے نگاہ کرم سے محروم رہو گے، سخت سزا الگ پاؤ گے۔

(۲۵) سامان کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرے

اگر سامان کی تعریف اس انداز سے کرتا ہے جو اس میں نہیں تو یہ جھوٹ ہے، اگر خریدار اس کے باوجود خرید لیتا ہے تو یہ جھوٹ کے ساتھ ظلم بھی ہے، بس سامان کی اتنی ہی تعریف کرے جتنی خوبی کہ اس میں موجود ہے اور قسم کھانے سے پرہیز کرے، حدیث میں ہے " وَيْلٌ لِلتَّاجِرِ مِنْ بَلَى وَاللّٰهِ وَلَا وَاللّٰهِ" (اس تاجر کے لئے ہلاکت اور بربادی ہے جو اللہ کی قسم، اللہ کی قسم کہے) اور ایک روایت میں ہے: تین اشخاص ایسے ہیں جن کی جانب اللہ عز وجل نظر نہ کریں گے: ایک تکبر کرنے والا، دوسرا دے کر احسان جتانے والا، تیسرا اپنے سامان کو قسم کے ذریعے بیچنے والا) " وَمُنَفِّقٌ بِسِلْعَتِهٖ بِيَمِيْنِهٖ" بخاری کے الفاظ ہیں " اَلْحَلْفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ" (۱) قسم سامان کو بیچنے والی اور برکت کو ختم کرنے والی ہے)۔

(۲۶) غیر موجود چیز کی خرید و فروخت کی ممانعت

کاروباری دنیا میں حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی یہ ہوتا تھا اور ہمارے زمانہ میں بھی ہوتا ہے کہ تاجر کے پاس ایک چیز موجود نہیں ہے؛ لیکن اس کے طالب خریدار سے وہ اس کا سودا اس امید پر کر لیتا ہے کہ میں کہیں سے خرید کر اس کو دے دوں گا، رسول اللہ ﷺ

---

(۱) بخاری: باب السهولة والسماحة فی الشراء، حدیث: ۱۹۸۱

نے اس طرح کی بیع سے بھی منع فرمایا ہے، کیوں کہ امکان ہے کہ وہ چیز فراہم نہ ہو سکے یا فراہم ہو جائے مگر خریدار اس کو پسند نہ کرے، اس صورت میں فریقین میں نزاع اور جھگڑا ہو سکتا ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس سے منع فرمایا کہ جو چیز میرے پاس نہیں ہے میں اس کی بیع فروخت کا کسی سے معاملہ نہ کروں: "أَنْ أَبِيْعَ مَا لَيْسَ عِنْدِيْ"(۱)

(۲۷) خرید و فروخت میں فسخ کا اختیار

خرید و فروخت کے معاملہ میں دونوں فریق (بیچنے والے اور خریدنے والے) یا دونوں میں سے کوئی ایک یہ شرط کرلے کہ ایک دن یا دو تین دن تک مجھے اختیار ہوگا کہ میں چاہوں تو اس معاملہ کو فسخ کردوں تو شرعاً جائز ہے، اور شرط کرنے والے فریق کو فسخ کردینے کا اختیار ہوگا، فقہ اور شریعت کی اصطلاح میں اس کو "خیار شرط" کہا جاتا ہے، اس کا حدیث میں صراحتہً ذکر ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے، امام شافعیؒ اور بعض دوسرے ائمہ کے نزدیک اس طرح کی شرط اور قرارداد کے بغیر بھی فریقین کو معاملہ فسخ کرنے کا اس وقت تک اختیار رہتا ہے جب تک وہ دونوں اسی جگہ رہیں جہاں سودا طئے ہوا، لیکن اگر کوئی ایک بھی اس جگہ سے ہٹ جائے تو یہ اختیار ختم ہو جائے گا، اس کو فقہ کی زبان میں "خیار مجلس" کہا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے ائمہ اس "خیار مجلس" کے قائل نہیں ہیں، اس بارے میں ان کا مسلک یہ ہے کہ خرید و فروخت کی بات جب فریقین کی طرف سے بالکل طئے ہوگئی اور سودا پکا ہو گیا اور لین دین بھی ہو گیا تو اگر پہلے سے کسی فریق نے بھی فسخ کے اختیار کی شرط نہیں لگائی ہے تو اب کوئی فریق بھی یک طرفہ طور پر معاملہ فسخ نہیں کر سکتا، ہاں باہمی رضامندی سے معاملہ فسخ کیا جا سکتا ہے، جس کو شریعت کی اصطلاح میں "اقالہ" کہتے ہیں۔

---

(۱) ترمذی: كراهية بيع ما ليس عندك، حديث: ۱۲۳۵، محقق البانی نے اس روایت کو صحیح اور محقق شعیب الارنوط نے صحیح لغیرہ کہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدنے والا) ہر دو کو اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہوں (بدنی اعتبار سے نہیں بلکہ معاملاتی اور قولی علاحدگی مراد ہے) مگر یہ کہ اختیار کی بیع ہو: "إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ"(۱)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ جدائی تک بیچنے اور خریدنے والے کو اختیار ہے البتہ اگر بیع میں خیار کی شرط لگائی ہو تو بعد میں بھی اختیار باقی رہتا ہے پھر ان میں سے کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ دوسرے سے اس لیے جلدی جدائی اختیار کرے کہ کہیں وہ بیع فسخ نہ کردے: "أَنْ يُّفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَّسْتَقِيلَهُ"(۲)

(۲۸) خیار عیب کی وجہ سے معاملہ کو فسخ کرنا

خرید وفروخت کا معاملہ فسخ کرنے کی اختیار کی دوصورتوں کا ذکر ہو چکا، ایک "خیار شرط" دوسرے "خیار مجلس" ایک تیسری شکل یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز میں کوئی عیب معلوم ہو جائے جو پہلے معلوم نہیں تھا، اس صورت میں بھی خریدار کو معاملہ فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، اس کی ایک مثال وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مندرجہ ذیل روایت میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے غلام خریدا اسے کام میں لگایا پھر اس میں عیب دیکھا تو واپس کردیا۔ فروختک رنے والے نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے میرے غلام کو کام میں لگا کر فائدہ اٹھایا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا نفع ضمان کے ساتھ مربوط ہے: "اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ" (۳) "یعنی نفع کا مستحق وہی ہے جو نقصان کا ضامن ہے"۔

---

(۱) بخاری: باب إذا كان البائع بالخيار هل يجوز، حديث:۲۰۰۷

(۲) ترمذی: البيعين بالخيار مالم يتفرقا، حديث:۱۲۴۷، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

(۳) ترمذی: فيمن يشترى العبد ويستغله، حديث:۱۲۸۵، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

(۲۹) خیار رُؤیت

اگر کوئی چیز بغیر دیکھے خریدے تو اس کو خیار رویت حاصل ہوگا اگر دیکھ کر چاہے تو خرید لے یا رد کردے، اور یہ خیار رد کرنے سے رد نہ ہوگا، بلکہ دیکھنے کے بعد پسند اور ناپسند کی صوابدید پر موقوف ہوگا۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی سامان خریدا اور اسے دیکھا نہیں تھا تو اسے دیکھنے کے بعد اختیار رہے گا (پسند ہو تو رکھ لے ورنہ واپس کردے)" مَنِ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِذَا رَآهُ "(۱)

مطلب یہ ہے کہ خریدار نے جلدی میں یا کسی وجہ سے دیکھا نہیں پھر خریدنے کے بعد اس نے دیکھا کہ کمی ہے یا ایسی بات پائی جس سے وہ راضی نہیں تو اس کو واپس کرنے کا حق ہوگا، اور دکاندار کو چاہئے کہ وہ واپس کرلے یہ نہیں کہے کہ بکنے کے بعد واپس نہیں ہوگا، شریعت نے واپسی کا حق دیا ہے، اس کے حق کو پامال اور ضائع نہ کرو، ہاں اگر وہ سامان پیک تھا، اور اوپر میں سامان کی نوعیت اور اس کی پوری تفصیل لکھی تھی اس نے پڑھ لیا پھر لیا تو دیکھنے کے حکم میں ہے، اس طرح بند سامان تھا اسے کھول دیا یا سیل کو توڑ دیا تو واپسی کا اختیار نہ ہوگا کہ اس میں بائع کا ضرر اور نقصان ہے، اسی طرح اگر سامان خراب کردیا، کچھ کردیا جس کی وجہ سے اس کی قیمت پر اثر پڑا تو بھی بیچنے والے کو حق ہے کہ واپس نہ لے۔

پس اے تاجرو! کسی نے بغیر دیکھے سمجھے سامان خرید لیا اور سامان اسی طرح ہے، جیسا خریدا تھا تو واپس کرلو یہ نہ کہو کہ بکنے کے بعد واپس نہ ہوگا، مذہب اسلام میں ایسا نہیں ہے۔

(۳۰) شرکت کے آداب

شراکت کہتے ہیں کہ دو یا دو سے زیادہ افراد کسی کاروبار میں متعین سرمایہ کے نفع

---

(۱) دارقطنی، کتاب البیوع، حدیث: ۸، دارقطنی کہتے ہیں: یہ مرسل ہے اور ابوبکر بن ابی مریم یہ ضعیف ہیں۔

کے حصول کے لئے اکھٹے ہوں اور کاروبار کے نفع نقصان میں پہلے سے طئے شدہ نسبتوں کے ساتھ شریک ہوں۔

ضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں دو شریکوں کے درمیان ایک تیسرا نگہبان ہوں جب تک کہ ان میں سے کوئی اپنے دوسرے شریک کے ساتھ خیانت نہیں کرتا۔ اور جب وہ خیانت وبددیانتی پر اتر آتے ہیں تو میں ان کے درمیان سے ہٹ جاتا ہوں "فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا" (۱)

یہ حدیث قدسی سے اس سے تجارت اور کاروبار میں شرکت کا جواز؛ بلکہ باعث برکت بھی ہونا معلوم ہوتا ہے، البتہ شراکت میں خیانت اور بددیانتی سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ایسی حدیث کو حدیث قدسی کہتے ہیں، گویا کہ یہ قرآن کی طرح ہے، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں، دو آدمی جب کوئی تجارت دکانداری یا کوئی بھی پیشہ کاروبار مل کرتا ہے تو اس میں برکت ہوتی ہے، خدا کی نصرت ہوتی ہے، اور اللہ پاک کی غیبی مدد رہتی ہے، کاروبار تیزی سے بڑھتا پھولتا ہے، دونوں کو خوب نفع ہوتا ہے، اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، پھر جب ان میں سے کوئی ایک خیانت کرنے لگ جاتا ہے بلا بتلائے کھانے اور نکالنے لگ جاتا ہے، اپنے حق میں زیادہ خرچہ کرلیتا ہے اور بتاتا نہیں یہاں تک کہ اس سے چرا کر سامان اور روپیہ نکالنے لگ جاتا ہے، تو پھر کاروبار میں خدا کی نصرت ختم ہوجاتی ہے، برکت چلی جاتی ہے، اس لئے کہ خیانت سے مال بڑھتا نہیں گھٹتا ہے، اس کے برخلاف صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا بڑھتا ہے: "اَلْخِيَانَةُ لَا تَزِيدُ فِي

---

(۱) ابوداؤد: باب في الشركة، حديث: ۳۳۸۵، بوصیری نے البدرالمنیر :۶/۷۲۱ میں اس روایت کو جیدالاسناد کہا ہے، ابوداؤد: باب في الشركة، حديث: ۳۳۸۳، حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، اسی طرح ابن الملقن نے بدرالمنیر میں اس روایت کو جیدالاسناد کہا ہے۔

الْمَالِ وَالصَّدَقَةُ لَاتَنْقُصُ“

شرکت میں اگر خیانت ہونے لگے تو کاروبار الگ کرلے، کہ خیانت کی وجہ سے برکت سے محرومی ہوگی۔

اے مل کر کاروبار کرنے والو! ہرگز تم میں سے کوئی ساتھی اپنے ساتھی کو بلا بتائے کوئی کام نہ کرے، روپیہ میں مال میں کوئی گڑبڑی نہ کرے، چوری چھپے کچھ نہ کھائے پیئے جو طے ہوگیا ہے اسی کے مطابق کرے خدا کی برکت ہوگی اور دن بدن ترقی ہوگی، نہیں تو پھر گھاٹا اور خسارہ ہوگا۔

اپنی تجارت میں غیر مسلم کو شریک نہ کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ساتھ یہودی نصرانی آتش پرست کو شریک نہ کرو، آپ سے پوچھا گیا، ایسا کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس وجہ سے کہ وہ سودی کاروبار کریں گے اور سود حلال نہیں

” لَاتُشَارِكْ يَهُودِياً وَلَانَصْرَانِياً وَلَامَجُوسِيّاً قِيلَ وَلِمَ قَالَ لِاَنَّهُمْ يَرْبُوْنَ وَالرِّبَالَايَحِلُّ “(۱)

ظاہر ہے کہ غیر مسلم خواہ کسی مسلک والا ہو وہ تجارت میں ہماری شریعت میں جو ناجائز ہے، اس کی رعایت تو کریگا نہیں، نہ وہ سود کا لحاظ کرے گا، نہ اس چیز کا جو ہماری شریعت میں ناجائز ہے، اس کا لحاظ کرے گا۔

مثلاً وہ غیر موجود کا بھاؤ کرلے گا، وہ ملاوٹ کرلے گا، آمدنی کو شرکیہ امور میں خرچ کرے گا، وہ شراب سے آمدنی حاصل کرے گا؛ بہر حال مال کے حاصل کرنے میں ہماری شریعت کے ناجائز امور کی رعایت نہ کرے گا، جس کی وجہ سے مال حرام میں یہ مسلمان شریک ہوگا جو گناہ کبیرہ ہے، یہی حکم اس مسلمان کا ہے جو برائے نام کا مسلمان ہے جو تجارت اور دکانداری میں جائز ناجائز کی پرواہ نہیں کرتا، مردار کھال مردار چربی بیچ لیتا ہے، شراب بیچ لیتا ہے، شرک اور گناہ کی پرواہ نہیں کرتا ایسوں کے ساتھ شریک ہوکر

---

(۱) کنز العمال: باب فی الربا وأحکامه، حدیث:۱۰۱۱۶

بھی کاروبار کرنا درست نہیں؛ چونکہ اللہ پاک نے کمائی سے کھانے کو کہا ہے، ہاں ان سے خریدنے اور بیچنے میں کوئی حرج نہیں، پس اے مل کر شرکت کرکے کاروبار کرنے والو! غیر مسلم اور جائز ناجائز کی پرواہ نہ کرنے والے مسلمان سے مل کر بھی کاروبار نہ کرو۔

معاملات کی شرکت میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے:

”لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُوَالِ نَعْجَتِكَ إِلٰى نِعَاجِهٖ“ (١) داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اس نے جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کی ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کیا ہے، یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فقرہ صرف مدعی کی بات سن کر ارشاد فرما دیا، مدعا علیہ کا بیان نہیں سنا۔ اس پر بعض حضرات نے تو یہ کہا ہے کہ وہ لغزش جس پر آپ نے استغفار فرمایا، یہی لغزش تھی۔ لیکن دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ درحقیقت یہاں مقدمہ کی پوری تفصیلات بیان نہیں ہو رہی ہیں، صرف ضروری باتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یقیناً مدعا علیہ سے اس کا موقف سنا ہوگا؛ لیکن اسے یہاں اس لئے بیان نہیں کیا گیا کہ فیصلوں کا معروف طریقہ یہی ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہاں مدعا علیہ سے پوچھنے کا جزو محذوف ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس لغزش کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ مقدمہ کے دونوں فریق دیوار پھاند کر داخل ہوئے، اور طرزِ تخاطب بھی انتہائی گستاخانہ اختیار کیا کہ شروع ہی میں حضرت داؤد علیہ السلام کو انصاف کرنے اور ظلم نہ کرنے کی نصیحتیں شروع کیں، اس انداز تخاطب کی بناء پر کوئی عام آدمی ہوتا تو انہیں جواب دینے کے بجائے الٹی سزا دیتا، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ امتحان فرمایا کہ وہ بھی غصہ میں آکر انہیں سزا دیتے ہیں، یا پیغمبرانہ عفو وتحمل سے کام لے کر ان کی بات سنتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام اس امتحان میں پورے اترے؛ لیکن اتنی فروگذاشت ہوگئی کہ فیصلہ سناتے وقت ظالم کو مخاطب کرنے کے بجائے مظلوم کو مخاطب فرمایا، جس سے ایک گونہ جانبداری نمایاں ہوتی تھی۔

---

(١) ص: ٢٤

نیز یہ بھی ہے کہ اگرچہ آنے والوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے عدالتی فیصلہ طلب کیا تھا، لیکن نہ وہ وقت عدالت کا تھا، نہ مجلس قضا کی تھی، نہ وہاں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے کے وسائل جمع تھے۔ اس لئے حضرت داؤد علیہ السلام نے قاضی کی حیثیت میں نہیں بلکہ مفتی کی حیثیت میں فتوی دیا۔ اور مفتی کا کام واقعہ کی تحقیق کرنا نہیں ہوتا، بلکہ جیسا سوال ہو اسی کے مطابق جواب دینا ہوتا ہے۔ (۱)

شرکت میں منافع ونقصانات کی تقسیم:

۱۔ نفع کی تقسیم فریقین کے مابین طئے شدہ نسبتوں کے حساب سے ہوگی اور ہر فریق کا حصہ فیصد یا نسبت کی صورت میں متعین کیا جائے گا اور کسی فریق کے لئے نفع میں کوئی رقم پہلے سے متعین نہیں کی جائے گی۔

۲۔ مساوی سرمایہ کاری کے باوجود نفع کی نسبتیں مختلف ہوسکتی ہیں۔

۳۔ حسابات کرتے وقت پہلے اصل سرمایہ علاحدہ کیا جائے گا، اس کے بعد فاضل رقم کو دیکھا جائے گا، اگر رقم بچی تو منافع اور اصل سرمایہ اگر پورا نہ ہوا تو نقصان۔

۴۔ مسلسل جاری کاروبار میں نقصانات کا ازالہ آئندہ ہونے والے منافع سے کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ کاروبار کے نفع کے حق دار اور نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصل سرمایہ مالکان سرمایہ کو واپس مل جائے، مالکان کا اپنے سرمایہ پر قبضہ عملاً بھی ہوسکتا ہے اور قانوناً بھی۔

۶۔ فقہاء کے نزدیک نقصان ہمیشہ کاروبار میں لگے ہوئے سرمایہ کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا، کوئی صاحب سرمایہ اپنے نسبتی حصہ کے نقصان کی ذمہ داری سے نہیں بچ سکتا۔

۷۔ جس فریق نے کاروبار میں سرمایہ نہ لگایا ہو اس کو نقصان برداشت نہیں کرنا ہوگا جیسا کہ مضاربت میں ہوتا ہے۔

---

(۱) معارف القرآن: ۷/۵۰۰، ادارۃ المعارف، کراچی

۸۔ مسلسل ہونے والے نقصان کو آئندہ ہونے والے منافع سے بتدریج ختم کیا جاسکتا ہے اور اس طریقہ سے نقصان کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔

(۳۱) مضاربت کے احکام

اپنے سرمایہ کو نفع بخش اور کاروبار اور تجارت میں لگانے کی ایک شکل مضاربت ہے، مضاربت کا لفظ ''ضرب'' سے مشتق ہے جس کے معنی سفر کے ہیں، تجارت میں عموما سفر درپیش ہوتا ہے۔

اس کی تعریف فقہاء کے نزدیک یہ ہے کہ مالک اپنے سرمایہ کو کسی کاروباری شخص کے سپرد کردے، صاحب سرمایہ صرف سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا کاروباری فریق اس سرمایہ کے ذریعہ کاروبار چلاتا ہے، یہ مضاربت کی سادہ ترین شکل ہے، جس میں ایک شریک صرف سرمایہ فراہم کرتا ہے جب کہ دوسرا فریق صرف کاروباری جدوجہد کرتا ہے۔

۱) سرکار دو عالم ﷺ نے نبوت کے اعلان سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کے ساتھ مضاربت کے تحت تجارت کی۔

۲) سیدنا عباس رضی اللہ عنہ مخصوص شرائط کے ساتھ مضاربت پر کاروبار کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا: ''فبلغ رسول الله ﷺ ذلك فاستحسنه'' (۱)

۳) سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ انہی شرائط کے ساتھ مضاربت کرتے تھے ''وكان حكيم بن حزام إذا دفع مالا مضاربة شرط مثل هذا'' (۲)

۴) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی مضاربت کیا کرتے تھے (۳)۔

۵) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرید بن خلیدہ کے ساتھ مضاربت کی۔ (۴)

۶) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے بھی مضاربت کے اصولوں پر کاروبار کے لئے رقم دی۔

---

(۱) المبسوط: کتاب المضاربة: ۱۷/۲۲، دارالمعرفة، بیروت

(۲) حوالہ سابق (۳) حوالہ سابق (۴) حوالہ سابق

۷) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے عبد اللہ اور عبید اللہ فوجی خدمات کے سلسلہ میں عراق گئے، واپسی پر بصرہ کے گورنر ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے انہیں کچھ رقم دی جو مدینہ پہنچ کر امیر المؤمنین کے حوالے کرنی تھی، اس رقم سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں نے مال تجارت خریدا اور مدینہ طیبہ پہنچ کر نفع پر فروخت کیا اور اصل رقم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع کرادی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اسی طرح تمام سپاہیوں کو رقم دی گئی تھی یا صرف تمہیں دی گئی کیوں کہ خلیفہ کے بیٹے تھے؟ انہوں نے کہا: صرف ہمیں دی گئی، آپ نے ان کو تمام رقم نفع سمیت بیت المال میں جمع کروانے کا حکم دیا، سیدنا عبید اللہ نے کہا کہ اگر یہ رقم ان سے گم ہو جاتی تو پھر انہیں تمام رقم بیت المال میں جمع کروانا پڑتی؟ وہیں پر موجود ایک شخص نے کہا: یہ مضاربت کی شکل ہے، اس لئے نصف نفع بیت المال میں جمع ہو اور نصف دونوں مضارب کو دی جائے، اس کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبول فرمایا۔ (۱)

مضاربت میں نفع ونقصان کی تقسیم:

مضاربت میں نفع ونقصان کے احکام کچھ یوں ہیں:

۱۔ شراکت میں نقصان سرمایہ کے تناسب سے سرمایہ کے مالکان کو برداشت کرنا ہوتا ہے؛ چونکہ مضاربت میں سرمایہ ایک فریق کا ہوتا ہے اور عملی جدوجہد دوسرے فریق کی ہوتی ہے؛ لہٰذا نقصان کی ذمہ داری بھی اسی صاحب سرمایہ پر ہوتی ہے، یعنی کاروبار میں جو بھی نقصان ہوگا وہ صاحب سرمایہ کو پورا کرنا ہوگا۔

۲۔ نفع کی تقسیم مضاربت کے معاہدہ میں طئے شدہ نسبتوں سے ہوگی، کسی بھی فریق کے لئے کوئی متعین رقم پیشگی کے نہیں دی جاسکتی۔

۳۔ حنفی فقہ کے مطابق سرمایہ صاحب سرمایہ کے حوالہ کرنے سے پہلے منافع کی تقسیم درست نہیں۔

۴۔ مسلسل کاروبار میں نقصانات کی تلافی نفع سے کی جاتی رہے گی یہاں تک کہ

---

(۱) حوالہ سابق

کاروبار ختم کرکے حسابات کرلئے جائیں۔

۵۔ فریقین کے نفع ونقصان کی مقداروں کی تعیین کاروبار ختم ہونے پر ہی کی جائے گی۔

۶۔ کاروبار میں نفع کے حق دار اور نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصل سرمایہ صاحب سرمایہ کو واپس مل جائے۔

۷۔ نفع میں سرمایہ کا اضافہ کا باعث ہوگا، حقیقی منافع نہ ہونے کی صورت میں مضاربت کی محنت کا ازالہ ضروری ہے۔

(۳۲) نبی کریم ﷺ کی ایک مشفقانہ ہدایت:

مکان، باغ یا کاشت کی زمین جیسی غیر منقولہ چیزوں کی خصوصیت یہ ہے کہ نہ ان کو کوئی چرا سکتا ہے نہ ان پر اس طرح کے دوسرے حادثے آسکتے ہیں جو اموالِ منقولہ پر آتے ہیں، دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر کسی خاص ضرورت ومصلحت کے ان چیزوں کو فروخت نہ کیا جائے اور اگر فروخت کیا جائے تو بہتر یہ ہوگا کہ اس قیمت سے کوئی غیر منقولہ جائیداد ہی خریدی جائے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جو گھر فروخت کرے اور اس کی قیمت دوسرا گھر وغیرہ خریدنے میں صرف نہ کرے تو اس کے لیے برکت نہ ہوگی: "اَنْ لَا يُبَارَكُ لَهُ إِلَّا أَنْ يَّجْعَلَهُ فِيْ مِثْلِهِ" (۱)

(۳۳) ناپ تول میں کمی ایک عظیم گناہ:

تجارت میں ایک بڑا گناہ اور معصیت، کم ناپنا اور کم تولنا ہے، یعنی جب کوئی چیز کسی کو بیچی جائے تو جتنا اس خریدنے والے کا حق ہے اس سے کم تول کر دے، عربی میں کم ناپنے اور تولنے کو "تَطْفِيْف" کہا جاتا ہے اور یہ "تطفیف" صرف تجارت اور لین دین کے لئے مخصوص نہیں؛ بلکہ "تطفیف" کا مفہوم بہت وسیع ہے، وہ یہ کہ دوسرے کا جو بھی حق ہمارے ذمہ واجب ہے اس کو اگر اس کا حق کم کرکے دیں تو یہ "تطفیف" کے اندر داخل ہے۔

---

(۱) ابن ماجۃ: باب من باع عقارا ولم یجعل ثمنہ، حدیث: ۲۴۹۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ،الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ،وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُوْنَ ،أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ،لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ،يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ“(۱)

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، جن کا یہ حال ہے کہ جب وہ لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ کر لیتے ہیں تو پوری پوری لیتے ہیں اور جب وہ کسی کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں، کیا یہ لوگ سوچتے نہیں کہ انہیں ایک بڑے زبردست دن میں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

☆ فروخت کی جانے والی چیز کی مقدار کو نہ چھپائے، برابر تولے، اللہ تعالیٰ کا ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے تعلق سے ارشاد ہے: ”وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ“ (ہلاکت ہو ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے) (۲) ناپ تول میں کمی سے اسی وقت محفوظ رہا جا سکتا ہے جب دے تو جھکتا ہوا تولے اور لے تو کم، بعض بزرگ یوں کہا کرتے تھے، میں غلہ کے ایک دانہ کے بدلہ اللہ کی تباہی کو خریدنا نہیں چاہتا، جب وہ لیتے تو آدھے دانہ کم لیتے اور دیتے تو ایک دانہ زائد دیتے، اور وہ یوں کہا کرتے: اس کے لئے تباہی ہے جو ایک حبہ کے بدلے آسمانوں اور زمین کی وسعت کی مقدار جنت فروخت کر دے۔(۳)

(۳۴) جھکتا ہوا تولے:

☆ حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وزن کرنے والے

---

(۱) المطففین: ۱-۶ (۲) المطففین: ۱

(۲) احیاء العلوم: کتاب آداب الکسب والمعاش: ۲/۷۷

سے فرمایا کہ وزن کرو تو ذرا جھکتا وزن کرو: ”یَا وَازِنُ زِنُ وَارْجِحْ“ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سوید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے پائے جامہ کا بھاؤ کیا، ہم نے اسے آپ کو فروخت کر دیا، ایک شخص جو اجرت سے وزن کر رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا، ناپو اور جھکتا تولو: ” زِنْ وَارْجِحْ“ (۲)

عموماً ناپ و تول میں ذرا کم ناپنے اور نفس اور شیطان اپنا فائدہ دکھا کر کہ اتنا مال بچے گا، اس مذموم حرکت کی جانب ابھارتا ہے، سبزی اور غلہ والے جو امانت دار اور دیانت دار نہیں ہوتے ہیں ایسا کر کے اپنے گمان میں فائدہ سمجھتے ہیں؛ حالانکہ یہ ظلم، خیانت و دھوکہ چوری ہے اور گو فائدہ معلوم ہوتا ہے مگر اس میں ایک تو خیانت کا احتمال نہیں رہتا دوسرا یہ کہ ذرا زائد جھکتا تولنے کی وجہ سے برکت ہوتی ہے اور لوگوں کو بھی یہ پسند ہوتا ہے، جس کی وجہ سے لوگ ان سے معاملہ کریں گے۔

پس جھکتا تولنا سنت اور باعث برکت ہے، اے تاجرو اور دکاندارو! جھکتا تولا کرو، اس سے برکت ہوگی گاہک زیادہ تمہارے پاس آئیں گے تم پر اعتماد کی وجہ سے بکری زائد ہوگی بکری زائد ہوگی تو نفع زائد ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے مجھے اونٹ کی قیمت تول کر دیا، اور جھکتا تول کر دیا: ”وَوَزَنَ لِیْ ثَمَنَ الْبَعِیْرِ فَارْجَحَ لِیْ“ (۳)

یعنی ذرا جھکتا تول کر دینا سنت ہے اور کم وزن ہونے کی جو سخت وعید اور سزا ہے اس سے حفاظت ہے، خدائے پاک نے کم تول پر سزا ”ویل“ سنائی ہے گو تھوڑا ہی کم ہو اس پر ہے، ویل کے متعلق مختلف تفسیر ہے ایک یہ کہ جہنم کا کنواں ہے امام غزالیؒ نے لکھا ہے جھکتا تولنے والے، ذرا سی کمی کی وجہ سے ویل کی سزا نہیں پائنگے۔ ویل جہنم کی ایک

---

(۱) المعجم الکبیر، سوید بن قیس العبدی، حدیث: ٦٤٦٦

(۲) ترمذی: باب الرجحان فی الوزن، حدیث: ۱۳۰۵، امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) مسلم: باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ، حدیث: ۷۱۵

وادی ہے، یا پیپ کی ایک وادی ہے۔(۱)

پس اے وزن اور تول کر کے بیچنے والو ذرا جھکتا ہی تولو کہ ذرا بھی کمی ہوگئی تو جہنم کے ویل میں کنویں میں جانا ہوگا۔

تولنے میں عجلت نہ کرے۔(۲)

ہر دن ترازو کو صاف کرلے اور باٹ وغیرہ کی کمی پوری کرلے تاکہ "ویل للمطففین" کی وعید میں شامل نہ ہو(۳)

(۳۵) معاملات میں دوسروں کے ساتھ نرمی برتی جائے:

خرید وفروخت اور قرض وغیرہ کے لین دین کے معاملات میں بھی رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو مختلف عنوانات سے اس کی ہدایت اور ترغیب دی کہ ہر فریق دوسرے کی رعایت اور خیر خواہی کرے، جس پر کسی کا حق ہے وہ اس کو ادا کرنے کی کوشش کرے، اور جس کا کسی دوسرے پر حق ہے وہ اس کے وصول کرنے میں فراخ دلی، نرمی اور فیاضی سے کام لے اور سخت اور بے لچک رویہ اختیار نہ کرے، آپ ﷺ نے بتلایا کہ جو بندے ایسا کریں گے وہ ارحم الراحمین کی خاص الخاص رحمت کے مستحق ہوں گے، اس سلسلے میں حضور ﷺ کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دعا کی، اللہ پاک اس بندے پر رحم فرمائے، جو بیچے تو نرمی اور درگذر کا معاملہ کرے، خریدے تو نرمی اور درگذر کا معاملہ کرے، جب (قرض وغیرہ کا) تقاضا کرے تو نرمی اور سہولت اختیار کرے:

"رَحِمَ اللّٰهُ عَبدًا سَمْحًا اِذَابَاعَ سُمْحًا اِذَااشْتَرَى سَمُحًا اِذَا اقْتَضَى"(۴)

---

(۱) روح المعانی: ۶۸/۳۰ (۲) الأدب فی الدین: ۴۳

(۳) الأدب فی الدین: ۴۴

(۴) صحیح ابن حیان، کتاب البیوع، حدیث: ۴۹۰۳، محقق شعیب الارنوط اس روایت کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ: اس کی سند صحیح کی شرط پر صحیح ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہر ایک شخص دکاندار اور خریدار اپنا معاملہ نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ انجام دے، سختی ترش روئی سخت زبانی سخت کلام سے پیش نہ آئے، مثلاً کوئی خریدار قیمت بھاؤ پوچھے، کون اچھا رہے گا کون خراب رہے گا، فلاں جگہ تو اتنے کا مل رہا ہے، اتنے کا دوگے تو دکاندار اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے، کہ چلو چلو جاؤ، بھاگ جاؤ ہماری دکان سے اب یہاں مت آنا، خریدنا ہے، کہ نہیں خالی بھاؤ کرتے ہو وغیرہ نہ کہے، اسی طرح خریدنے والا بھی ایسا سخت جملہ نہ کہے جس سے تکلیف ہو اسی طرح اپنا حق اور قرضہ وصول کرے تو سختی نہ کرے سخت لہجہ استعمال نہ کرے، نرمی اور سنجیدگی سے کہے، اس طرح معاملہ کرنے پر خدا کی رحمت اترتی ہے، ہاں اگر بلا سخت لہجہ میں کہے کام نہ چلتا ہو تو پھر دوسری بات ہے۔

اے تاجرو دکاندارو! لین دین میں نرمی اور سہولت اختیار کرو، رحمت بھی ہوگی اور لوگ مانوس ہونگے تو دکانداری زیادہ ہوگی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں (یعنی گزشتہ امتوں میں) سے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ جب اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کوئی نیک کام کیا ہو اس سے پھر کہا گیا کہ اچھی طرح سوچ لے اس نے کہا کہ مجھے قطعاً یاد نہیں آ رہا ہے ہاں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں دنیا میں جب لوگوں سے خرید وفروخت کے معاملات کیا کرتا تھا تو تقاضہ کے وقت یعنی مطالبات کی وصولی میں ان پر احسان کیا کرتا تھا بایں طور کہ مستطیع لوگوں کو تو مہلت دے دیتا تھا اور جو نادار ہوتے ان کو معاف کر دیتا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اسی عمل سے خوش ہو کر اس کو جنت میں داخل کر دیا ”فَأَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ“ (۱)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دے دیا کرتا تھا اور اپنے غلام سے کہہ دیا کرتا تھا کہ جب تو

---

(۱) بخاری: باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث: ۳۲۶۶

تقاضا کے لئے کسی تنگ دست کے پاس جائے تو اس سے درگزر کرنا شاید اللہ تعالی ہم سے درگزر کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر وہ (مرنے کے بعد) اللہ تعالی سے ملا تو اللہ نے اس سے درگزر فرمایا۔ ”فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ“(۱)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندہ نے کسی غریب تنگ دست کو مہلت دی یا (اپنا مطالبہ کل یا اس کا جز) معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے اس بندہ کو نجات عطا فرمائے گا” أَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ“ (۲)

حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس شخص کا کسی دوسرے پر کوئی حق ہو اور وہ اسے مہلت دے دے تو حقدار کو روزانہ صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے: ” فَمَنْ أَخَّرَهُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ“ (۳)

(۳۶) مجبوری کا فائدہ اٹھانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مجبور و پریشان حال کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے: ” قَدْ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ“(۴)

مطلب یہ ہے کہ کسی کی مجبوری سے نامناسب فائدہ اٹھانا یہ ظلم ہے، اور اس کا تعاون کرنا چاہئے اور اس کی اعانت کرنی چاہئے نہ کہ اس سے اینٹھنا چاہئے، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص سخت مجبوری کی وجہ سے مثلاً علاج کے لئے کسی پریشانی میں پھنس گیا ہے اس کی رہائی کے لئے کوئی جائیداد اور سامان بیچ رہا ہے تو اس سے اتنی کم قیمت میں

---

(۱) بخاری: باب أم حسبت أن أصحاب الكهف، حدیث: ۳۲۹۳

(۲) مسلم: باب فضل إنظار العسر، حدیث: ۱۵۶۳

(۳) مسند احمد: حديث عمران بن حصين، حدیث: ۱۹۹۹۱، محقق شعیب الارنوط اور بوصیری نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۴) ابوداؤد: باب في بيع المضظر، حدیث: ۳۳۸۲، محقق البانی فرماتے ہیں: یہ روایت ضعیف ہے۔

خریدنا جسے مجبور ہو کر قبول کر رہا ہو جائز نہیں گناہ کی بات ہے۔

اسی طرح سامان کی اشد ضرورت ہو لوگوں کی ضرورت اور توجہ کو دیکھ کر سامان کے دام کو بڑھا دینا کہ شدت ضرورت کی وجہ سے لوگ زیادہ دام دینے پر مجبور ہو جائیں، جیسے بعض تہوار کے موقعہ پر چیزوں کا دام بڑھا دینا، موسم برسات میں سوکھی لکڑی کا دام بڑھا دینا رمضان کے موقعہ پر چنا اور پھلوں کا دام بڑھا دینا، بیاہ شادی کے موسم میں کرایہ بڑھا دینا یہ سب اسی زمرہ میں آتا ہے، جو ظلم ہے،

پس اے لوگو! وقت کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر صرف اپنا فائدہ مت سوچو تم کو بھی کبھی مجبوری پیش آسکتی ہے، جو دوسروں کا خیال کرتا ہے، قدرت اس کا خیال کرتی ہے۔

(۳۷) حرام سے بچنا

حدیث وفقہ میں کسب واکل کے جو ابواب واحکام ہیں اور جو دراصل قرآن ہی کے اصول وکلیات کی تفصیلات واستنباطات ہیں ان میں بھی نفس کسب کی ترغیب وتعلیم کے بجائے یا تو مال ومعاش کے کسب وطلب کو حلال وطیب صورتوں کے اندر محدود کر دیا گیا ہے یا اس سے بھی زیادہ حرام راہوں کی نفی ونہی پر زور دیا گیا ہے، حدیث کی کوئی کتاب اٹھا لو تو کسب مال یا پیدائش دولت کا جو سب سے بڑا ذریعہ بیع وشراء یا تجارت ہے اس کے بارے میں کتاب البیوع میں کثرت سے روایات نہی وممانعت کی ملیں گی، سب سے زیادہ پڑھا پڑھایا جانے والا مقبول ومشہور مجموعہ احادیث مشکاۃ ہے، اس میں کتاب البیوع کے تحت پہلے باب کا عنوان ہی کسب اور طلب حلال ہے، اس کی روایات کا ماحصل نفس کسب کی ترغیب وتوسیع یا معیار معاش کی بلندی نہیں؛ بلکہ طیب وحلال کے اندر اس کی تحدید ہے، یا کسب کے حرام وممنوع طریقوں کی تفصیل اور ان کی نہی وممانعت، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ خود پاک ہے وہ قبول نہیں فرماتا مگر صرف پاک وطیب چیزوں کو اور اللہ نے مسلمانوں کو صرف انہی چیزوں کے اکل وکسب کا حکم دیا ہے جن کا پیغمبروں کو' اور ظاہر ہے کہ پیغمبروں کو صرف حلال وطیب ہی چیزوں کے کھانے کا حکم ہوتا ہے چنانچہ اسی کی سند اور شہادت

میں خود حضور اقدس ﷺ نے یہ دو آیات تلاوت فرمائیں: "يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا" (۱) (اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو) اور "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ" (۲) پھر اسی روایت میں حضور اقدس ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو مثلاً حج وغیرہ کسی نیک عمل کے لئے دور دراز سفر کی اتنی مشقت اٹھاتا ہے کہ بال پریشان اور جسم گرد وغبار سے اٹا ہے اتنی محنت ومشقت کے باوجود جب آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور آہ وزاری کے ساتھ، اے پروردگار کہہ کر دعا کرتا ہے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا بھی اگر کھانا پینا حرام کا ہے اور اس کی پرورش حرام سے ہوئی ہے تو اس کی دعا کیا قبول ہوسکتی ہے؟

حلال وحرام سے لاپرواہی:

مطلب یہ ہوا کہ دینی واسلامی یا خدا سے تعلق رکھنے والی معاشی زندگی کا اہم سوال کسب نہیں، کسب حلال ہے، جس کے بغیر حج وغیرہ کے جیسے پر مشقت اور خالص دینی اعمال وعبادات تک اپنے ثمرات وبرکات سے خالی رہتے ہیں اور جو عبادت کا مغز یا عبدیت وبندگی کی جان ہے وہ بھی اللہ کی نگاہ میں لائق توجہ وقبول نہیں رہتی۔

اس کے بعد بخاری شریف کی ایک روایت منقول ہے کہ ایک زمانہ ایسا آجائے گا کہ آدمی کھانے کمانے میں حلال وحرام کی بالکل پرواہ نہ کرے گا، کیا دور حاضر کی کسبی ومعاشی جدوجہد کی سب سے بڑی خصوصیت یہی نہیں اور روز بروز بڑھتی ہی جارہی ہے کہ مقصود جائز وناجائز حلال وحرام کی فکر تمیز مال ودولت کا محض کسب وحصول یا معاشی معیار بلند کرنا رہ گیا ہے، معاشی بلند معیاری کے ان بے تمیزیوں کے بجائے اسلامی معاشیات کا سارا زور کسب میں حلال وحرام کی تمیز ہے۔

مشتبہ چیزوں تک پرہیز:

حلال بھی کھلا ہوا ہے اور حرام بھی ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں (جن کا حلال وحرام ہونا قطعیت کے ساتھ نہیں بتلایا گیا اور اس نہ بتلانے میں تقوی کی

---

(۱) المؤمنون: ۵۱ (۲) البقرۃ: ۱۷۲

تربیت وترقی کی حکمت تھی، پس جس نے ان مشتبہ چیزوں کے معاملہ میں تقوی سے کام لیا (یعنی ان سے بچا رہا) اس نے اپنے دین کو (خدا کی نظر میں) اور اپنی آبرو کو لوگوں کی نظر میں (اس حرف گیری سے کہ یہ حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتا) بچالیا اور (جس نے اس کی پرواہ نہ کی بلکہ) مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا اور تو (سمجھ لو کہ) جیسے وہ چرواہا جو (ممنوعہ) چراگاہ کے بالکل کنارے چراتا ہے، اندیشہ (اور قوی احتمال ہے کہ ایک نہ ایک دن) ممنوعہ حدود میں جا پڑے، یاد رکھو کہ ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے، اسی طرح یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی ممنوع چراگاہ اس کے محارم ہیں (یعنی جن چیزوں کو اس نے حرام ناجائز بنادیا ہے۔

کسب کی نبوی منفی تعلیم

اسلامی معاشیات کی نوعی حقیقت کسب کی ایجابی نہیں منفی تعلیم یا کسب امر کے بجائے اس کی نہی ونفی، یعنی کسب کی ایسی راہوں سے روکنا ہے جن سے دل کا بگاڑ یا آخرت کی بربادی ہو چنانچہ مشکوۃ ہی میں آگے جو روایات درج کی گئی ہیں ان سب کا حاصل یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں چیز کی قیمت یا اس کے کسب کو خبیث یا پلید ٹھہرایا، فلاں چیز کی قیمت کی نہیں وممانعت فلاں چیز کی آمدنی یا کھانے پر لعنت فلاں چیز کی بیع وتجارت کو حرام قرار دیا۔

مثلا: آپ ﷺ نے کتے کی قیمت کو خبیث کہا، زنا کی خرچی کو خبیث کہا، حجام (یا پچھنے لگانے والے، کے کسب کو بھی خبیث کہا، اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے کتے کی قیمت، زنا کے مہر اور کاہن کی اجرت سے نہی فرمائی، چوتھی حدیث ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی، مردار کی سور کی اور بتوں کی بیع یا تجارت حرام فرمائی اس پر لوگوں نے دریافت کیا کہ مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (اس سے تو بہت کام نکلتے ہیں) مثلا کشتیوں پر ملی جاتی ہے کھالیں اس سے چرب کی جاتی ہیں، چولہوں میں جلائی جاتی ہے، آپ نے فرمایا کہ نہیں (باوجود ان کاموں میں آنے کے) وہ بھی حرام ہے۔

حرام مال سے خیر وخیرات بھی قبول نہیں:

اسی طرح اور بھی آگے جو حدیثیں منقول ہیں، ان میں بھی سارا زور کسب پر نہیں کسب حرام سے ممانعت واحتیاط ہی پر ہے، یہاں تک کہ حرام کمائی کو اگر صدقہ کردے یعنی کسی کار خیر میں دیدے تو وہ بھی قبول نہیں۔

کوئی شخص حرام مال کماتا ہو پھر اس کو صدقہ کرتا ہو تو ایسا صدقہ قبول نہیں ہوتا اور نہ ایسے مال کو (خود اپنے اوپر) خرچ کرنے میں برکت ہو اور اگر ایسے مال کو ترکہ میں چھوڑا تو وہ اس کے حق میں دوزخ کا توشہ بن جاتا ہے، کیونکہ خدا برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا ہے، بلکہ بھلائی سے برائی کو مٹاتا ہے۔

اسکے بعد کی روایت ہے کہ جس گوشت کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو وہ جنت میں نہ داخل ہوگا، جو گوشت حرام مال سے پلا ہو وہ دوزخ ہی کے زیادہ لائق ہے: ”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّىَ بَالْحَرَامِ“(۱)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی روایات ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے معاملے میں دس شخصوں پر لعنت فرمائی، شراب بنانے والے پر (خواہ اپنے لئے یا دوسروں کے لئے) اور پلانے والے پر اور جس کے حق کے پاس اکٹھا کرلیا جائے، اور پلانے والے پر اور بیچنے والے پر خواہ اپنے لئے خریدے یا تجارت کے لئے) اور جس کے لئے خریدی گئی ہو اس پر: ” وَآكِلُ ثَمَنِهَا، وَالْمُشْتَرِی لَهَا وَالْمُشْتَرَاةُ لَهُ“ (۲)

یہ شراب اور اس کے سلسلہ کے کاروباری مشاغل آج دنیا میں کسب معاش کا اتنا بڑا ذریعہ بنے ہوئے ہیں کہ حکومتوں کو آبکاری کے صرف محصول سے کروڑوں کی آمدنی ہوتی ہے حتی کہ جو حکومتیں اصولاً شراب کو بند کرنا چاہتی ہیں وہ بھی آمدنی کے اتنے بڑے دروازہ کو بند کرتے ہچکچاتی ہیں، لیکن آپ نے دیکھا کہ اسلام نے کسب کے اس بڑے

---

(۱) الترغیب والترھیب، الترغیب فی الاکتساب، حدیث:۲۶۸۰، منذری فرماتے ہیں: اس کو ابو یعلی، بزار، طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور ان میں سے بعض کی سندیں حسن درجہ کی ہیں۔

(۲) ترمذی: باب النہی أن یتخذ الخمر خلا، حدیث:۱۲۹۵

وسیع ذریعہ پر کتنا سخت پہرہ بٹھا رکھا ہے۔

اور ان حدیثوں کو نقل کیا ہے جن میں گانے بجانے کے پیشوں اور ان کی اجرتوں کو حرام وممنوع کیا گیا ہے اور اس کی سند میں خود قرآن کی آیت ”وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِی“ (۱) کو خود حضور ﷺ نے پیش فرما کر اس کی حرمت کو قرآنی حکم بنا دیا۔

صحابہ کی اسلامی معاشی مزاج شناسی

اس کے بعد وہ مشہور حدیث ملتی ہے کہ ”كَسْبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ“ (۲) اس میں بھی نفس کسب نہیں کسب حلال کی اہمیت اور لازما کسب کی حرام راہوں سے ممانعت ہی مقصود ہے، حضرات اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اسلام کے اس معاشی مزاج کو خوب پہچان گئے تھے، کہ وہ نفسِ کسب کی تعلیم وتاکید کے لئے نہیں؛ بلکہ اس کو کسب کے حلال وطیب پاک وپاکیزہ وسائل تک محدود کرنے کے لئے آیا ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ سے کسی نے سوال کیا کہ سب سے زیادہ پاک (اطیب) کونسی کمائی یا کسب ہے؟ ارشاد ہوا کہ دستکاری، کاشتکاری۔

تجارت کی ترغیب کے بجائے اس کے مفاسد سے ترہیب:

اسی کتاب البیوع کی ایک فصل میں خاص طور پر تاجروں کے بارے میں کچھ روایات نقل کی گئی ہیں، ان میں نفس تجارت کی کوئی ترغیب وتحریص نہیں بلکہ اس کے مفاسد سے ڈرایا گیا ہے، مثلاً فرمایا کہ: ”تاجروں کا حشر فاسقوں، فاجروں یا جھوٹوں اور دغابازوں کے ساتھ ہوگا، بجز ان کے جنہوں نے (جھوٹ فریب وغیرہ کی بدعنوانیوں سے) پرہیز رکھا۔

ایک روایت جس میں تاجروں کا ذکر مدح کے ساتھ ہے، وہ بھی نفس تاجر ہونے کی بناء پر نہیں؛ بلکہ تجارت میں راست بازی اور امانت داری کا اہتمام چونکہ نہایت دشوار

---

(۱) لقمان:٦

(۲) شعب الإيمان للبيهقي: باب كسب الرجل وعمله بيديه، حديث:١١٤٧٥، بیہقی نے عباد بن کثیر کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ہے اس لئے ’’صادق امین‘‘ تاجروں کا اجر بھی اتنا ہی عظیم رکھا گیا ہے کہ فرمایا: ان کا حشر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا، پھر بھی تجارت چونکہ ہے ہی ایسی چیز کہ امانت وصداقت کا اہتمام رکھنے والوں کا بھی لغزشوں سے بچنا آسان نہیں ہوتا؛ اس لئے خطاب خاص میں کچھ نہ کچھ بیہودہ باتوں اور قسم کھانے کا گناہ تو ہو ہی جاتا ہے لہٰذا اس کے کفارہ کے لئے کچھ نہ کچھ صدقہ بھی کرتے رہا کرو۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّباً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (۱)

لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں، وہی کھاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ لگ جاؤ وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

وَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّهُ حَلاَلاً طَيِّباً وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِيَ أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ (۲)

اور اللہ نے جو حلال اور پاکیزہ رزق تمہیں کھانے کو دیا ہے اسے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (۳)

اے پیغمبروں کی جماعت پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو جو کچھ تم کرتے رہے ہو میں اسے خوب جانتا ہوں

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ (۴)

ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

ان آیات میں حلال اور طیب ہر دو اصول کا تذکرہ کرتے ہوئے سخت تاکید کی گئی کہ شیطان کے قدموں کی پیروی نہیں کرنی چاہئے۔

---

(۱) البقرة: ۱۶۸
(۲) سورة المائدة: ۸۸
(۳) سورة المؤمنون: ۵۱
(۴) سورة الأعراف: ۱۵۷

مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے، پہننے اور اشیاء کے استعمال میں نیز تمام وسائل آمدنی میں ''اسلامی نظام معیشت'' کی روح یہ ہے کہ ایک ''مسلم'' کو ایسی تمام اشیاء سے بچنا چاہئے جن کی ترکیب ان عناصر سے کی گئی جو جسمانی امراض کا مبدا بننے اور اس کو فاسد کرنے میں ''سَمِّیَت'' کا کام کرتے ہوں، یا قوائے حیوانی کو ابھارتے ہوں اور ان کو اعتدال سے نکال کر امراض روحانی واخلاقی کا باعث ہوتے ہوں اور ان اشیاء سے بھی احتراز ضروری ہے جو غرور، خود نمائی، بیجا تعیش، اور جابرانہ نخوت کا سبب بن کر مساوات، اخوت اور مساواتِ باہمی کے رشتوں کو قطع کرتے ہوں اور خود غرضی، ظلم اور بداخلاقی کی جانب دعوت دیتے ہوں۔

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ جو شیء اپنی معیشت کے لئے حاصل کی گئی ہو وہ اپنی ذات میں بھی اور حصول کے طریقوں میں بھی نفس کو پاک رکھتی اور خبائث نفس سے بچاتی ہو، نیز اس سے دوسرے افرادِ امت کے لئے معاشی ضیق (تنگی) نہ پیدا ہوتی ہو اور ظلم وسرکشی اور معاشی دست وبرد کے وہ جراثیم نہ پھیلتے ہوں کہ جن سے مذموم سرمایہ داری فروغ پاتی اور عام انسانی دنیا کو لذت ومسکنت کے قعر ہلاکت میں ڈالتی ہو۔

علامہ رشید رضا مصری نے ''حلالا طیبا'' میں طیب کی تفسیر کی ہے، علامہ فرماتے ہیں:

> ''طیب سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کے ساتھ غیر کا حق متعلق نہ ہو اس کے لئے نصِ قرآنی نے جن اشیاء کو حرام کیا ہے ان کی حرمت تو ذاتی ہے اور اس کے لئے مضطر کے علاوہ کسی حالت میں کسی کے لئے ان کا استعمال درست نہیں اور ان کے علاوہ جن اشیاء کی حرمت اس شیء کی حقیقت اور ذات میں نہیں پائی جاتی؛ بلکہ باہر کے اسباب سے حرمت آتی ہے، ان کی ممانعت ''طیب'' کہہ کر دی گئی۔
>
> پس جو ناحق لی گئی اور صحیح طریق کار سے حاصل نہیں کی گئی، بلکہ ربوا، رشوت، جوا، ظلم، غصب، دھوکہ، خیانت اور چوری جیسے ناپاک ذرائع

> سے حاصل کی گئی وہ بھی حرام ہے، اس لئے کہ ”طیب“ نہیں ہے، پس ہر خبیث شیء حرام ہے خواہ وہ خبث باہر کے اسباب وذرائع سے اس میں آیا ہو اور خواہ اس کے اندر موجود ہو، جیسا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں سڑ کر بو آنا (اور امراض جسمانی کا سبب بننا)(۱)

کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جو حرام مال کمائے اور اس میں سے خرچ کرے پھر اس میں برکت بھی ہو جائے یا وہ صدقہ خیرات کرے تو وہ قبول بھی ہو جائے اور وہ اپنے پیچھے جو کچھ بھی چھوڑ کر جائے گا اس سے جہنم کی آگ میں مزید اضافہ ہوگا، اللہ تعالیٰ گناہ کو گناہ سے نہیں مٹاتا، وہ تو گناہ کو اچھائی اور نیکی سے مٹاتا ہے، گندگی سے گندگی نہیں دور ہوتی: ”إِنَّ الْخَبِيثَ لَا يَمْحُوا الْخَبِيثَ“ (۲)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا اللہ نے فرمایا اے رسولو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں اور فرمایا اے ایمان والو ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں سے کھاؤ پھر ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے پریشان بال جسم گرد آلود اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے اے رب اے رب ! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پہننا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟۔ ” وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟“ (۳)

☆ ابو ہریرہ ؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ حلال یا حرام کس ذریعے سے اس نے مال حاصل کیا ہے۔ ” ما أخذه من الحلال أم من الحرام“(۴)

---

(۱) المنار: ۱/۸۷، طبع القاہرۃ

(۲) مسند احمد: مسند عبد الله بن مسعود، حدیث:۳۶۷۲

(۳) مسلم: باب قبول الصدقة من الكسب الطيب، حديث:۱۰۱۵

(۴) بخاری

☆ ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''جو شخص دس درہم میں کپڑا خریدے، اور اس کی قیمت میں ایک درہم حرام کا ہو، تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر ہوگا اس کی نماز قبول نہ ہوگی'' لَمْ يُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ مَا كَانَ عَلَيْهِ'' پھر انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ڈالی اور فرمایا: اگر میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا میں بہرا ہوتا۔(۱)

ف: حرام خبیث اور غلیظ مال ہے، یہ مثل سنکھیا اور زہر کے ہے، زہر کا تھوڑا بھی ہلاکت کے لئے کافی ہے، اسی طرح حرام بھی گو تھوڑا ہی ہو اپنا اثر دکھانے کے لئے کافی ہے، اگر دسواں حصہ دس میں ایک حصہ بھی حرام مال شامل ہوگا تو سب کو گندہ کردے گا، چنانچہ ایسی عبادت میں حرام شیٔ کی آمیزش شامل ہوگی تو مقبول نہ ہوگی، اگر کپڑے میں جائیداد میں تھوڑا بھی ناجائز مل گیا تو اس کی برکت جاتی رہے گی اور اس کے ذریعہ سے کی گئی عبادت قبول نہ ہوگی، اے لوگو! پس اپنے مال میں جائیداد میں، اپنے استعمال والی چیزوں میں ناجائز مال شامل مت کرو۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو ایک لقمہ حرام کھائے اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کی جائیگی، اور نہ چالیس دن کی دعا قبول کی جائیگی جس گوشت کی پرورش حرام سے ہوئی ہو وہ جہنم کے زیادہ لائق ہے ''وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ الْحَرَامِ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهِ''، حرام کے ایک لقمہ سے بھی گوشت بن جاتا ہے۔(۲)

اللہ اللہ کس قدر سخت وعید! حرام کا ایک لقمہ اسکی یہ نحوست اور خباثت کہ چالیس

---

(۱) مسند احمد: حديث عبد الله بن عمر بن الخطاب، حدیث:۵۷۳۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو امام احمد نے ہاشم عن ابن عمر کی سند سے روایت کیا ہے اور ہاشم کو میں نہیں جانتا، اس کے باقی رجال ثقہ ہیں؛ مگر بقیہ مدلس ہیں: مجمع الزوائد: باب فيمن أكل حلالا أو حراما، حدیث:۱۸۱۰۵۔

(۲) مسند الفردوس للديلمي، باب الميم، حدیث:۵۸۵۳، علامہ عراقی نے اس روایت کو منکر کہا ہے: مغني عن حمل الأسفار، في فضيلة طلب الحلال، حدیث:۱۶۵۵، مکتبہ طبریہ ریاض۔

دن کی نماز اور نہ چالیس دن کی دعا قبول، اور جہنم کی آگ کا لقمہ۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک لقمہ کا اثر جسم میں چالیس دن تک رہتا ہے، اس لئے چالیس دن تک اسکی نحوست رہتی ہے، اللہ کے بندو، جب ایک کا یہ حال ہے تو پھر جس کا سارا کھانا ہی حرام یا اکثر تو اس کی خباثت کا کیا حال ہوگا۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا قسم خدا کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے ایک بھی حرام لقمہ جو اپنے پیٹ میں ڈالیگا اس کی وجہ سے چالیس دن تک کوئی نیک عمل قبول نہ ہوگا۔(۱)

اللہ اللہ کس قدر حرام مال کی خباثت ہے! ایک لقمہ حرام ہو جائے تو چالیس دن کی نیکیاں قبول نہیں ہوتیں، جس کا پورا کھانا حرام ہو اسکا کیا حال ہوگا، اس کا پورا جسم اس حرام کی سزا میں جہنم میں ڈالا جائیگا، اللہ کے بندو کیا فائدہ حرام سے جس کی ایسی مصیبت کہ دنیا میں برکت نہیں آخرت میں نیکیوں کا صلہ نہیں یعنی اس کی وجہ سے نیکیاں اکارت۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے مال حرام جمع کیا، تم نے اس کا صدقہ کیا تو اس پر کوئی ثواب نہیں ملیگا اور اس پر اسے گناہ ہی ملے گا:

”وَمَنْ جَمَعَ مَالًا حَرَاماً ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ يَكُنْ لَّهُ فِيهِ اَجْراً، وَكَانَ اِصْرَهُ عَلَيْهِ“(۲)

☆ حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے حرام طریقہ سے مال حاصل کیا اس نے غلام آزاد کیا، یا کسی کی نیکی بھلائی پر اسے خرچ کیا تو

---

(۱) مجمع الزوائد: باب من أكل حلالا أو حراما، حدیث:۱۸۱۰۱، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے روایت ہے اور اس میں ایک ایسا شخص ہے جس کو میں نہیں جانتا۔

(۲) صحیح ابن حبان : باب جمع المال من حله وما يتعلق به، حدیث:۳۲۱۶، محقق شعیب الارنؤط نے اس روایت کو حسن کہا ہے اور علامہ منذری کہتے ہیں، اس کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے: الترغیب: الترغیب فی أداء الزکاۃ، حدیث:۱۱۲۴۔

اس پراسے گناہ ہوگا۔ ”مَنْ كَسَبَ مَالًا مِنْ حَرَامٍ فَاعْتَقَ مِنْهُ وَوَصَلَ مِنْهُ رَحِمَهُ كَانَ ذٰلِكَ اِصْراً عَلَيْهِ“ (۱)

مطلب یہ ہے کہ جو مال ناجائز اور حرام ہو مثلاً چوری کا، سود کا، رشوت کا، یا ناجائز راستہ سے حاصل کیا ہوگا، مثلاً دھوکا دے کر، شراب لاد کر شراب کی کمپنی میں شرکت حاصل کر کے، سود کا حساب لکھ کر وغیرہ غیرہ اس قسم کا مال اللہ پاک کے نزدیک ایسا خبیث ہے کہ اگر اس کو خدا کے راستہ اور نیکی کے راستہ میں خرچ بھی کریگا تو کوئی ثواب نہیں اور خرچ پر گناہ ہی ہوگا، اللہ پاک ہے پاک ہی مال کو قبول کرتا ہے اور پاک ہی مال پر آخرت کا ثواب دیتا ہے۔

ناجائز خبیث مال خبیث ہے اللہ پاک نے فرمایا ہے خبیث مال خبیث ”شیطان“ جہنم کیلئے ہے، اللہ پاک نے حرام کو صدقہ کرنے سے منع فرمایا ہے، تو پھر اس پر ثواب کہاں؟ پس یہاں (۲) اہم اور بڑے گناہ کا ارتکاب ہوا، (۱) ناجائز اور حرام مال حاصل کرنے کا (۲) ناجائز مال کو خدا کے راستے میں لگانے یعنی صدقہ خیرات کرنے کا۔

ناجائز مال کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس کے مالک کو معلوم ہے، مثلاً جس کا چرایا ہے جسے دھوکہ دے کر لیا ہے، اس کو واپس کرنا اور لوٹانا ضروری ہے یہی اس گناہ کا کفارہ ہے، اگر مالک کو معلوم نہیں ہے، تو پھر بلا ثواب کی نیت سے اس کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔

پس اے لوگو! کیا فائدہ ناجائز اور حرام مال حاصل کرنے سے کہ اس کا صدقہ خیرات بھی مردود الٹے گناہ۔

☆ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ حلال امور سے بچتا ہے، (اور اسے اختیار نہیں کرتا ہے) تو اسے اللہ حرام میں آزمائش کیلئے مبتلا کردیتا ہے: ”مَا مِنْ عَبْدٍ اِسْتَحْيَا مِنَ الْحَلَالِ اِلَّا اِبْتَلَاهُ اللّٰهُ الْحَرَامَ“ (۲)

---

(۱) مجمع الزوائد، باب فيمن أكل حلالا أو حراما، حدیث: ۱۸۱۰۶، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں محمد بن ابان جعفی ضعیف ہیں۔

(۲) تاريخ دمشق لابن عساكر، مامون بن احمد بن على السلمى: ۴/۵۷، دار الفکر، بیروت

مطلب یہ ہے کہ اسباب رزق ہے، مگر اس سے وہ مطمئن نہیں ہوتا اس میں آمدنی کم معلوم ہوتی ہے اس کے بجائے حرام میں مبتلا ہوتا ہے، ظاہر ہے جب حلال نہیں اختیار کریگا تو حرام کی جانب جائیگا مثلاً کھیت ہے دکان ہے اس میں من نہیں لگتا ہے، چوری ڈکیتی میں رشوت خوری من لگتا ہے تو اللہ پاک اسی کا اس کو موقعہ دیدیتے ہیں اس طرح وہ سزا کا مستحق ہو جاتا ہے، حلال کمائی سے بے پرواہی مت برتو ورنہ حرام میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

مشتبہات سے بھی پرہیز کیا جائے۔

☆ حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی شخص اس وقت تک پرہیزگاروں میں شامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ ضرررساں اشیا سے بچنے کے لئے بےضرر چیزوں کو نہ چھوڑے: "حَتّٰى يَدَعُ مَا لَا بَأسَ بِهِ حَذْرًا لِمَا بِهِ بَأْسٌ" (١)

حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا حلال ظاہر ہے حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے لہٰذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک ومحفوظ کرلیا (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کو نہ تو دین میں کسی خرابی کا خوف رہیگا اور نہ کوئی اس پر طعن وتشنیع کرے گا اور جو شخص مشتبہ چیزیں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہوگیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔ جان لو ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور یاد رکھو اللہ تعالی کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزیں ہیں اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے یعنی جب وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے تو اعمال خیر اور حسن اخلاق واحوال کی وجہ سے پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے

---

(١) ترمذی: باب، حدیث: ٢٤٥١، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔

اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے یادرکھو گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے "أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ" (۱)

ورع کے واقعات:

محمد بن واسع بلخ کے بازار میں ایک گھوڑا بیچنے گئے تو ان سے ایک آدمی نے کہا: کیا یہ گھوڑا میرے لئے اچھا رہے گا تو انہوں نے فرمایا: "لَوْ رَضِيتُهُ لَمْ أَبِعْهُ" اگر یہ گھوڑا میرے لئے اچھا ہوتا تو میں اسے نہ بیچتا

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں: "لَأَنْ يَلْبَسَ أَحَدُكُمْ أَلْوَانًا شَتّى، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْتَدِيْنَ مَا لَيْسَ عِنْدَ قَضَائِهِ" (تم میں سے کوئی رنگ برنگے (پیوندزدہ) کپڑے پہنے یہ اس سے بہتر ہے کہ جس قرض کی ادائیگی نہ کرسکتا ہو وہ قرض لے۔ (۲)

(۳۸) اسراف اور فضول خرچی سے اجتناب کرے:

قرآن کریم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا" (۳)

کھاؤ اور پیو اعتدال سے تجاوز نہ کرو۔

"وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيراً، إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُوْرًا" (۴)

بے شبہ اخراجات میں حد سے تجاوز کرنے والے شیطانوں کے بھائی (ہم پلہ) ہیں۔

ان دو آیتوں میں اپنی جائز اور حلال کمائی کے صرف کرنے کو دو شرطوں کے ساتھ مشروط کیا ہے، ایک یہ کہ "اسراف" نہ ہو اور دوسری یہ کہ "تبذیر" نہ ہو، علامہ ماوری

---

(۱) بخاری: باب فضل من استبرأ لدينه، حديث:۵۲

(۲) شعب الإيمان، فصل في التسديد في الدين، حديث:۵۵۴۷

(۳) سورة الأعراف:۳۱ (۴) سورہ بنی اسرائیل:۲۶-۲۷

اسراف اور تبذیر کے باہمی فرق پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کمیت یعنی مقدار خروج میں حد سے تجاوز کرنا اسراف ہے اور یہ ثبوت ہے ان عائد شدہ حقوق کی مقدار سے جہالت کا جو اس کے ذمہ ہیں اور کیفیت یعنی مواقع صرف وخرچ میں حد سے تجاوز کا نام ''تبذیر'' ہے اور یہ شہادت ہے ان مواقع صرف سے ناداں بننے کی جو صحیح اور حق مواقع ہیں۔ (۱)

اور علامہ شبیر احمد عثمانی فوائد القرآن میں ''تبذیر'' کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اور خدا کا دیا ہوا مال فضول بے موقع مت اڑاؤ، فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کر دے جو آگے چل کر تفویت حقوق (حقوق کا پورا نہ کرنا) اور ارتکابِ حرام کا سبب بنے''۔

اور صاحب روح المعانی آیت ''كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ'' (۲) کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

اور ''ولا تطغوا فیه'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جو رزق عطا فرمایا ہے، اس میں سرکشی نہ کرو یعنی ناشکری نہ کرو اور مال کو اسراف، غرور اور خدا کے احکام کی خلاف ورزی اور حقوق واجبہ کے تلف کا ذریعہ نہ بناؤ۔ (۳)

(۳۹) خرچ میں میانہ روی اختیار کی جائے:

صرف وخرچ میں اسراف اور تبذیر معیشت فاسدہ کی علامات ہیں، اس لئے ''اقتصاد'' اور میانہ روی اختیار کرنا ضروری ہے، مثلاً عام حالات میں یہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ خرچ آمدنی سے بڑھ جائے اور پھر حاجت کے وقت دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے؛ بلکہ حتی الامکان اس کی سعی کرنی چاہئے کہ ان تمام اجتماعی حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ جو غنی ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کئے ہیں، اپنی

---

(۱) روح المعانی: ۶۱/۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت (۲) طٰہٰ: ۸۱

(۳) روح المعانی: ۵۵۰/۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

اور اپنے اہل وعیال کی حاجات وضروریات کے لئے کچھ پس انداز ہو، نیز یہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ بخل اور تقتیر کو کام میں لائے اور خود اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے عطاء الٰہی کے باوجود معیشت کو تنگ کرے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (آمد وصرف میں) میانہ روی معاشی زندگی کی خوشگواری کا نصف حصہ ہے "اَلْـاِقْتِـصَادُ فِیْ النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِیْشَةِ" (۱) معاشی زندگی کی خوشگواری کا نصف حصہ ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (جب میں نے اپنے کل مال کو صدقہ کردینے کا ارادہ کیا تو) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے مال میں سے کچھ بچالو یہ تمہارے حق میں بہتر رہے گا، تب میں نے عرض کیا: خیبر کی زمین میں جو میرا حصہ ہے وہ میں نے بچالیا ہے۔

"أَنْ تَـدَعْ وَرَثَتَكَ أَغْـنِیَـاءَ خَیْـرٌ لَّكَ مِـنْ أَنْ تَدْعُهُمْ عَالَةً یَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِیْ اَیْدِیْهِمْ" (۲)

اپنے ورثاء کو صاحب مال چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ وہ محتاج رہ جائیں اور بھیک مانگتے پھریں۔

حافظ عماد الدین بن کثیر اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جب "انفاق" (خرچ کرنے) کا حکم دیا تو "اسراف" سے منع فرمادیا اور میانہ روی کی تلقین فرمائی جیسا کہ دوسری آیت میں بہت صراحت کے ساتھ اس کا حکم فرمایا ہے، ارشاد ہے:

"وَالَّذِیْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْ" (۳)

اور ایمان والے وہ لوگ ہیں کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف

---

(۱) شعب الإیمان، الثانی والأربعون من شعب الإیمان، حدیث: ۶۵۶۸، اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں مخیس بن تمیم حفص بن عمر سے روایت کرتے ہیں، ذہبی کہتے ہیں: یہ دونوں مجہول ہیں۔

(۲) بخاری: باب فضل النفقة علی الأهل، حدیث: ۵۰۳۹

(۳) الفرقان: ۶۷

کرتے ہیں اور نہ بخل اختیار کرتے ہیں۔

پھر تبذیر سے نفرت دلاتے ہوئے مبذر کو شیطان کا ہمسر بنایا اور اسی قسم کی اور بھی آیات ممانعت تبذیر میں نازل ہوئی ہیں، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حق کے خلاف ہر قسم کے صرف وخرچ کا نام "تبذیر" ہے اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حق کی طرف سب کچھ خرچ کر ڈالا تو یہ اسراف نہیں اور اگر اپنا تھوڑا سا مال بھی ناحق صرف کر دیا تو یہ تبذیر ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: تبذیر مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ناحق اور فساد کے مواقع میں صرف کرے اور امام احمد رحمہ اللہ بروایت ہاشم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بنی تمیم کا ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بہت مالدار ہوں اور میرے اہل وعیال بھی ہیں اور مہمانداری بھی خاصی ہوتی رہتی ہے تو آپ مجھے یہ بتائیے کہ میں کس طرح خرچ کروں اور اس معاملے میں کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مال سے پہلے زکوۃ نکال اگر وہ زکوۃ کی مقدار کو پہنچتا ہے اس لئے کہ زکوۃ مال کو خباثت سے پاک کر دیتی ہے، اور پھر اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی کر اور سائل پردیسی اور مسکین کے حقوق کی نگہداشت کر، اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس تمام تفصیل کو جامع اور مختصر الفاظ میں فرما دیجئے (کہ میں اس کو دستورِ زندگی بنالوں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی: "وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا" (۱) پس ادا کر قرابت والوں کو ان کا حق اور مسکین کا اور مسافر کا اور ناحق ہرگز خرچ نہ کرو، سائل نے یہ سن کر عرض کیا کہ بس یہ میرے لئے کافی ہے۔(۲)

(۴۰) ربا (سود) کی ممانعت:

تجارتی معاملات کی ایک بڑی قبیح چیز سودی لین دین ہے، ہمارے یہاں رائج سود کے مثل دورِ رسالت میں بھی کچھ سرمایہ کار تھے جو ضرورت مند لوگوں کو قرض دیتے،

---

(۱) بنی اسرائیل: ۲۶ (۲) تفسیر ابن کثیر، سورۃ الفرقان: ۳۹۶/۳

طئے ہوتا کہ وہ یہ رقم فلاں وقت تک اتنے اضافے کے ساتھ ادا کریں گے، پھر اگر مقررہ وقت پر قرض لینے والا ادا نہ کرتا تو مزید مہلت لے لیتا اور اس مہلت کے حساب میں سود کی رقم میں اضافہ طئے ہوجاتا، اس طرح غریب قرض داروں کا بوجھ بڑھتا رہتا اور سود خور ان کا خون چوستے رہتے، ظاہر ہے کہ یہ چیز اسلام کی روح اور اس کے تجارتی لین دین کے مزاج کے بالکل خلاف تھی، اسلام کی تعلیم اور ہدایت تو اس کے بالکل برعکس یہ ہے کہ غریبوں کی مدد کی جائے، کمزوروں کو سہارا دیا جائے اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی جائے اور لوگوں کو ادائیگی میں مہلت دی جائے۔

قرآن کی سورہ بقرۃ کی ۲۷۵ سے ۲۸۰ کی وہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں واضح طور پر ربو (سود) کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے یعنی "اَلَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ الرِّبَا" سے لے کر "وَأَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ إِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"(۱)

ان آیتوں میں یہ بھی صراحت کردی گئی اگر پچھلے لین دین کے سلسلے میں کسی کی کوئی سودی رقم کسی مقروض کے ذمے باقی ہے تو وہ بھی اب نہیں لی دی جائے گی، انہی آیتوں میں آخر میں یہ بھی اعلان فرمادیا گیا کہ سودی کاروبار کی حرمت کے اس اعلان کے بعد بھی جو لوگ باز نہ آئیں اور خداوندی قانون کی نافرمانی کریں ان کے خلاف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے "فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" اللہ کی پناہ!۔

یہ وعید (یعنی اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ کی وعید) سودی کاروبار کے سوا زنا شراب، خون ناحق وغیرہ کسی بھی بڑے سے بڑے گناہ کے بارے میں قرآن مجید میں وارد نہیں ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں یہ گناہ دوسرے سب گناہوں سے زیادہ شدید وغلیظ ہے، آگے درج ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے سود خوری کو انتہائی درجہ کے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے اور سود لینے والوں کے ساتھ اس کے دینے والوں یہاں تک کہ سودی

---

(۱) البقرۃ: ۲۷۵-۲۸۰

دستاویز لکھنے والوں اور سودی معاملے کے گواہ بننے والوں کو بھی مستحق لعنت قرار دیا ہے اور بعض روایات میں سود کا گناہ زنا سے ستر گنا زیادہ بتلایا گیا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور رہو۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کونسی باتیں ہیں فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور اس جان کا ناحق مارنا جس کو اللہ تعالی نے حرام کیا ہے اور سود کھانا، اور یتیم کا مال کھانا، اور جہاد سے فرار یعنی بھاگنا اور پاک دامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا: ”وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ“(١)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جس شب مجھے معراج اور سیر کرائی گئی میں ایک جماعت کے پاس سے گزرا جن کے پیٹ کمروں کی مانند تھے ان میں بہت سے سانپ پیٹوں کے باہر سے دکھائی دے رہے تھے میں نے کہا جبرائیل ! یہ کون لوگ ہیں؟ کہنے لگے یہ سود خور ہیں: ”قَالَ هٰؤُلَاءِ أَكَلَةُ الرِّبَا“(٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود خوری کے ستر حصے ہیں ان میں سے ادنی اور معمولی ایسا ہے کہ جیسے اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرنا” أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّه“ (٣)

---

(١) مسلم: باب بيان الكبائر وأكبرها، حدیث:٨٩

(٢) ابن ماجة: باب التغليظ في الربا، حدیث:٢٢٧٣، علامہ بوصیری مصباح الزجاجۃ:٢/٢٠ اور اتحاف الخیر المهرة میں فرماتے ہیں: یہ سند ضعیف ہے علی بن زید کے ضعف کی وجہ سے اس کو احمد نے اپنی مسند میں اور اصبہانی دونوں نے علی بن زید کی سند سے نقل کیا ہے۔

(٣) ابن ماجه: باب التغليظ في الربا، حدیث:٢٢٧٤، حاکم نے مستدرک میں اس کی روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے، علامہ ذہبی نے ان کی تائید کی ہے، علامہ منذری الترغیب میں فرماتے ہیں: اس کو ابن ماجۃ اور بیہقی نے ابی معشر سے نقل کیا ہے اور ان کی سعید مقبری سے روایات کی توثیق کی گئی ہے اور ابن ابی الدنیا نے عبد اللہ بن سعد سے نقل کیا ہے اور یہ وہی ہیں جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے، سود لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ سب گناہ میں برابر شریک ہیں۔” وقال هم سواء“ (۱)

حضرت عمر بن خطاب ؓ فرماتے ہیں (معاملات میں) سب سے آخر میں سود کی آیت نازل ہوئی (اس لئے وہ منسوخ نہیں) اور اللہ کے رسول ﷺ کا وصال ہو گیا اور آپ اس آیت کی پوری تفسیر نہ فرما سکے اس لئے سود کو چھوڑ دو اور جس میں سود کا شبہ ہو اسے بھی چھوڑ دو: ”فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّيبَةَ“ (۲)

حضرت ابن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سود کھانے والے، کھلانے والے، سودی معاملے پر گواہ بننے والے اور اسے تحریر کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہو، نیز یہ کہ جس قوم میں سود اور زنا کا غلبہ ہو جائے، وہ لوگ اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کر لیتے ہیں: ”إلا أحلوا بأنفسهم عقاب الله عز وجل“ (۳)

حضرت عبداللہ بن حنظلہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سود کا وہ ایک درہم جو انسان جانتے بوجھتے کھاتا ہے ۳۶ مرتبہ بدکاری سے زیادہ سخت گناہ ہے: ”أَشَدَّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً“ (۴)

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا سود (میں) ستر گناہ ہیں سب سے ہلکا گناہ ایسے ہے جیسے مرد اپنی ماں سے زنا کرے ” أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ “ (۵)

حضرت ابن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا سود جتنا مرضی

---

(۱) مسلم: باب لعن آكل الربا ومؤكله، حديث: ۱۵۹۸

(۲) ابن ماجه: باب التغليظ فى الربا، حديث: ۲۲۷۶، علامہ بوصیری فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۳) مسند احمد: مسند عبد الله بن مسعود، حديث: ۳۸۰۹

(۴) مسند احمد، حديث عبد الله بن حنظلة بن الراهب، حديث: ۲۲۰۰۷

(۵) ابن ماجه: باب التغليظ فى الربا، حديث: ۲۲۷۴، محقق البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

بڑھتا جائے اس کا انجام ہمیشہ قلت کی طرف ہوتا ہے۔ "فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصِيرُ إِلَى قِلٍّ" (۱) اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ" (۲) ربا اور سود کی کمائی ہوئی دولت کو اللہ تعالیٰ برکت سے محروم رکھتا ہے اور اس پر دیر سویر بربادی آتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ کوئی شخص سود کھائے بغیر نہ رہے گا اور اگر وہ سود نہ بھی کھائے گا تو اس کے دھوئیں سے تو بچا نہ رہیگا۔ ابن عیسی کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ اس کے غبار سے تو بچا نہ رہے گا "أَصَابَهُ مِنْ غُبَارِهِ" (۳)

حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ راستہ میں گری ہوئی کھجور کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ شاید یہ صدقہ کی ہو تو میں اسے کھالیتا، "لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا" (۴)

یہ حدیث حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی دینی احتیاط اور ان کے کمال تقوی کی واضح مثال ہے کہ انہیں جیسے ہی معلوم ہوا کہ ان کے پیٹ میں ایک چیز ایسی چلی گئی ہے جو ایک حرام سلسلے میں حاصل ہوئی تھی تو انہوں نے فوراً قے کر کے اسے باہر نکال دیا بلکہ وہ چیز چونکہ کہانت اور اس کے ساتھ ہی فریب کی آمیزش کی وجہ سے بڑی شدید حرمت کی حامل تھی اس لئے انہوں نے قے کر کے صرف اسی چیز کو نکال دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر اس چیز کو نکالنا ضروری سمجھا جو پیٹ کے اندر اس کے علاوہ تھی کیونکہ انہیں خوف تھا کہ اس چیز کے کسی بھی جز نے پیٹ میں دوسری چیزوں کو بھی ملوث کر دیا ہوگا۔

---

(۱) مسند احمد: مسند عبد الله بن مسعود، حدیث: ۳۷۵۴، حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے

(۲) البقرۃ: ۲۷۶

(۳) ابوداؤد: باب في اجتناب الشبهات، حدیث: ۳۳۳۳، حاکم نے کہا ہے کہ ہمارے ائمہ کے مابین حسن کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماعت میں اختلاف ہے، اگر حسن کا سماع حضرت ابو ہریرہ سے ثابت ہے تو یہ حدیث صحیح ہے، ذہبی نے تلخیص میں حسن کے حضرت ابو ہریرہ سے سماعت کی صورت میں اس روایت کو صحیح مانا ہے۔

(۴) بخاری: باب إذا وجد تمرة في الطريق، حدیث: ۲۲۹۹

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے حضرت امام شافعیؒ نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی حرام چیز کھالی ہو اور وہ اس نے اس کی حرمت کے علم کے باوجود کھائی یا لاعلمی میں کھائی ہو اور بعد میں اسے معلوم ہوا کہ وہ حرام چیز تھی تو اس پر لازم ہے کہ فورا قے کر کے اس چیز کو پیٹ سے نکال دے۔

حضرت امام غزالیؒ نے منہاج العابدین میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل ورع یعنی تقوی و پرہیزگاری کی قسم سے ہے نیز انہوں نے لکھا ہے کہ ورع کا حکم یہ ہے کہ تم کسی سے کوئی چیز اس وقت تک نہ لو جب تک کہ اس کے بارے میں پوری تحقیق نہ کرلو پھر تحقیق کے بعد یہ یقین بھی حاصل کرلو کہ اس چیز میں کسی بھی درجے کا کوئی اشتباہ نہیں ہے اگر اس چیز کے بارے میں پوری تحقیق اور یہ یقین حاصل نہ ہو سکے تو اس چیز کو نہ لو اور اگر لے لی ہو تو اسے واپس کردو۔

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں ایک دن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دودھ نوش فرمایا تو انہیں بہت اچھا لگا جس شخص نے انہیں دودھ پلایا تھا اس سے انہوں نے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں کا ہے؟ اس نے انہیں بتایا کہ ایک پانی پر یعنی نام لے کر بتایا کہ فلاں جگہ جہاں پانی تھا میں گیا، وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ زکوۃ کے بہت سے اونٹ موجود ہیں اور انہیں پانی پلایا جا رہا ہے پھر اونٹ والوں نے اونٹوں کا تھوڑا سا دودھ نکالا اس میں سے تھوڑا سا دودھ میں بھی لے کر اپنی مشک میں ڈال لیا یہ وہی دودھ ہے یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور قے کردی۔ ”فَاسْتَقَاءَہٗ“(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل کمال تقوی اور انتہائی ورع کی بنا پر تھا ورنہ تو جہاں تک مسئلے کی بات ہے یہ تو بتایا جا چکا ہے کہ اگر مستحق زکوۃ کے مال کا مالک ہو جانے کے بعد اسے کسی غیر مستحق زکوۃ کو ہبہ کردے یا اسے تحفہ کے طور پر دے دے تو اسے استعمال میں لانا اور اسے کھانا جائز ہے چنانچہ ابھی گزشتہ صفحات میں بریرہ رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ گزرا ہے اس

---

(۱) شعب الإیمان، الفصل الثالث: فی طیب المطعم والملبس، حدیث: ۵۷۷۱، موطا مالک: ماجاء فی أخذ الصدقات والتشدید فیہا، حدیث: ۹۲۴۔

میں آنحضرت ﷺ نے اس مسئلہ کے جواز ہی کو بیان فرمایا تھا۔

امام غزالیؒ نے محمد بن المُنکَدِر کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان کے کچھ کپڑے کے ٹکڑے تھے، ان میں سے کچھ پانچ درہم کے تھے اور کچھ دس کے، ان کی عدم موجودگی میں ان کے غلام نے پانچ درہم کے کپڑے کو دس میں بیچ دیا، جب ابن المنکدر واپس آئے اور ان کو معلوم ہوا تو دن بھر اس دیہاتی خریدار کو ڈھونڈتے رہے، اس سے ملاقات ہوئی تو اس کہا کہ میرے غلام نے تم کو پانچ درہم کے کپڑے دس میں بیچ دیا، دیہاتی نے کہا: میں دس پر راضی ہوں، ابن المنکدر نے کہا ہم تمہارے لئے اسی پر راضی ہیں جس پر ہم اپنے لئے راضی ہیں، تین کاموں میں ایک کرنا ہوگا، یا تو تم تمہارے دراہم کے عوض دس والا کپڑا لے لو، یا پانچ درہم واپس لے لو، یا ہمارا کپڑا واپس کردو اور اپنے دراہم واپس لے لو " وَإِمَّا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْكَ خَمْسَةً، وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ شُقَّتَنَا، وَتَأْخُذَ دَرَاهِمَكَ" اس کو پانچ درہم واپس دیئے۔(۱)

(۴۱) جوا کی حرمت:

اس آیت کریمہ میں سود کے تعلق سے سخت تنبیہ اور اسلوب اختیار کیا گیا ہے:

> يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ، إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُونَ (۲)

> اے ایمان والو! یہ شراب، اور یہ جوا، یہ آستانے، اور پانسے، سب گندے شیطانی کام ہیں؛ لہٰذا ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاسکو۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے

---

(۱) إحياء علوم الدين، كتاب آداب الكسب والمعاش، حديث:۸۰/۲

(۲) المائدة:۹۰-۹۱

درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز
سے روک دے تو کیا تم باز آتے ہو؟

اس آیت شریفہ میں اللہ رب العزت نے شراب، جوا اور بت اور پانسے (جوئے کے تیر) چار چیزوں کی حرمت بیان فرماتے ہوئے ان چار چیزوں کو ''رجس'' قرار دیا ہے اور ''رجس'' عربی زبان میں ایسی گندگی کو کہا جاتا ہے جس سے انسان کی طبیعت کو گھن اور نفرت پیدا ہو، تو مطلب یہ ہوا کہ یہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر انسان ذرا بھی عقل سلیم اور طبع سلیم رکھتا ہو تو خود بخود ان چیزوں سے اس کو گھن اور نفرت ہوگی۔ (۱)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ
وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا (۲)

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی لوگوں کو اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں:

میسر مصدر ہے اور اصل لغت میں اس کے معنی تقسیم کرنے کے ہیں یاسر تقسیم کرنیوالے کو کہا جاتا ہے جاہلیت عرب میں مختلف قسم کے جوئے رائج تھے جن میں ایک قسم یہ بھی تھی کہ اونٹ ذبح کر کے اس کے حصے تقسیم کرنے میں جوا کھیلا جاتا تھا بعض کو ایک یا زیادہ حصے ملتے بعض محروم رہتے تھے محروم رہنے والے کو پورے اونٹ کی قیمت ادا کرنا پڑتی تھی گوشت سب فقرا میں تقسیم کیا جاتا خود استعمال نہ کرتے تھے۔

اس خاص جوئے میں چونکہ فقرا کا فائدہ اور جوا کھیلنے والوں کی سخاوت بھی تھی اسی لئے اس کھیل کو باعث فخر سمجھتے تھے جو اس میں شریک نہ ہوتا اس کو کنجوس اور منحوس کہتے تھے۔

---

(۱) معارف القرآن: ۳/۴۲۴، ۳۳۵

(۲) سورة البقرة: ۲۱۹

تقسیم کی مناسبت سے قمار کو میسر کہا جاتا ہے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین اس پر متفق ہیں کہ میسر میں قمار یعنی جوئے کی تمام صورتیں داخل اور سب حرام ہیں ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور جصاص نے احکام القرآن میں نقل کیا ہے کہ مفسر القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس اور ابن عمر اور قتادہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور معاویہ بن صالح اور عطا اور طاؤس نے فرمایا:

"اَلْمَیْسِرُ الْقِمَارُ حَتّٰی لَعِبَ الصِّبْیَانُ بِالْکِعَابِ وَالْجَوْزِ"۔ یعنی ہر قسم کا قمار میسر ہے یہاں تک کہ بچوں کو کھیل لکڑی کے گٹکوں اور اخروٹ وغیرہ کے ساتھ۔

اور ابن عباس نے فرمایا المخاطر من القمار یعنی مخاطرہ قمار میں سے ہے (جصاص)

ابن سیرین نے فرمایا جس کام میں مخاطرہ ہو وہ میسر میں داخل ہے۔ (روح البیان)

مخاطرہ کے معنی ہیں کہ ایسا معاملہ کیا جائے جو نفع وضرر کے درمیان دائر ہو یعنی یہ بھی احتمال ہو کہ بہت سا مال مل جائے اور یہ بھی کہ کچھ نہ ملے جیسے آجکل کی لاٹری کے مختلف طریقوں میں پایا جاتا ہے یہ سب قسمیں قمار اور میسر میں داخل اور حرام ہیں اس لئے میسر یا قمار کی تعریف یہ ہے کہ جس معاملہ میں کسی مال کا مالک بنانے کو ایسی شرط پر موقوف رکھا جائے جس کے وجود وعدم کی دونوں جانب مساوی ہوں اور اسی بنا پر نفع خالص یا تاوان خالص برداشت کرنے کی دونوں جانبیں بھی برابر ہوں (۱) مثلاً یہ بھی احتمال ہے کہ زید پر تاوان پڑ جائے اور یہ بھی ہے کہ عمر پر پڑ جائے اس کی جتنی قسمیں اور صورتیں پہلے زمانے میں رائج تھیں یا آج رائج ہیں یا آئندہ پیدا ہوں وہ سب میسر اور قمار اور جوا کہلائے گا معمے حل کرنے کا چلتا ہوا کاروبار اور تجارتی لاٹری کی عام صورتیں سب اس میں داخل ہیں ہاں اگر صرف ایک جانب سے انعام مقرر کیا جائے کہ جو شخص فلاں کام کرے گا اس کو یہ انعام ملے گا اس میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس شخص سے کوئی فیس وصول نہ کی جائے کیونکہ اس میں معاملہ نفع وضرر کے درمیان دائر نہیں بلکہ نفع اور عدم نفع کے درمیان دائر ہے۔ (۲)

---

(۱) شامی : کتاب الخطر والاباحۃ

(۲) تفسیر ابن کثیر

اسی لئے احادیث صحیحہ میں شطرنج اور چوسر وغیرہ کو حرام قرار دیا گیا ہے جن میں مال کی ہار جیت پائی جاتی ہے تاش پر اگر روپیہ کی ہار جیت ہو تو وہ بھی میسر میں داخل ہے۔

صحیح مسلم میں بروایت بریدہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نردشیر (چوسر) کھیلتا ہے وہ گویا خنزیر کے گوشت اور خون میں اپنے ہاتھ رنگتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ شطرنج میسر یعنی جوئے میں داخل ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا شطرنج تو نردشیر سے بھی زیادہ بری ہے۔

ابتدا اسلام میں شراب کی طرح قمار بھی حلال تھا مکہ میں جب سورہ روم کی آیات غُلِبَتِ الروم نازل ہوئی اور قرآن نے خبر دی کہ اس وقت روم اگرچہ اپنے حریف کسری سے مغلوب ہو گئے لیکن چند سال بعد پھر رومی غالب آ جائیں گے اور مشرکین مکہ نے اس کا انکار کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے اسی طرح قمار کی شرط ٹھرائی کہ اگر اتنے سال میں رومی غالب آ گئے تو اتنا مال تمہیں دینا پڑیگا یہ شرط مان لی گئی اور واقعہ قرآن کی خبر کے مطابق پیش آیا تو ابوبکر نے یہ مال وصول کیا آنحضرت ﷺ کے پاس لائے آپ نے اس واقعہ پر اظہار مسرت فرمایا مگر مال کو صدقہ کرنے کا حکم دیدیا۔

کیونکہ جو چیز آئندہ حرام ہونے والی تھی اللہ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو حلال ہونے کے زمانے میں بھی محفوظ فرمادیا تھا اسی لئے شراب اور قمار سے ہمیشہ آپ نے اجتناب کیا اور خاص خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ان چیزوں سے ہمیشہ محفوظ رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ اللہ تعالی کے نزدیک جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی چار خصلتیں زیادہ محبوب ہیں آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ میں وہ چار خصلتیں کیا ہیں عرض کیا کہ میں نے اس کا اظہار اب تک کسی سے نہیں کیا تھا مگر جب کہ آپ کو اللہ تعالی نے خبر دیدی تو عرض کرتا ہوں کہ وہ چار خصلتیں یہ ہیں کہ میں نے دیکھا کہ شراب عقل کو زائل کر دیتی ہے اس لئے میں کبھی اس کے پاس نہیں گیا اور میں نے بتوں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں کسی کا نفع وضرر نہیں اس لئے جاہلیت میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی اور مجھے چونکہ اپنی بیوی

اور لڑکیوں کے معاملہ میں سخت غیرت ہے اس لئے میں نے کبھی زنا نہیں کیا اور میں نے دیکھا کہ جھوٹ بولنا دنائت اور رذالت کی بات ہے اس لئے کبھی جہالت میں بھی جھوٹ نہیں بولا۔ (روح البیان)(۱)

جوے کی مذمت احادیث میں:

جوا کے متعلق احادیث میں بھی بڑی مذمت آئی ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: "مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ : تَعَالَ أُقَامِرُكَ فَلْيَتَصَدَّقْ" (۲) (جو شخص اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ! تمہارے ساتھ جوا کھیلوں تو اسے صدقہ دینا چاہئے۔

اس حدیث مبارک میں نہ صرف جوا کھیلنے؛ بلکہ اس کی دعوت دینے کے عمل کو بھی اس قدر بدتر قرار دیا ہے کہ انسان کو اس کے بدلہ گناہوں سے معافی کے لئے صدقہ دینا چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سفید، سبز اور سرخ مٹکے کے بارے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کے متعلق نبی ﷺ سے سب سے پہلے بنو عبد القیس کے وفد نے سوال کیا تھا، انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں یہ تلچھٹ حاصل ہوتا ہے، ہمارے لیے کون سے برتن حلال ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دبائی، مزفت، نقیر اور حنتم میں کچھ بھی نہ پیو، البتہ مشکیزوں میں پی سکتے ہو، پھر فرمایا کہ اللہ نے شراب، جوا اور کوبہ کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح ہر نشہ آور چیز حرام ہے، سفیان کہتے ہیں کہ میں نے علی بن بذیمہ سے کوبہ کا معنی پوچھا تو انہوں نے اس کا معنی طبل بتایا۔

حضور اکرم ﷺ نے ان تمام تجارتی معاملات کو ممنوع بتایا ہے جس میں جوا اور قمار پایا جاتا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "وَنَهَى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ" (۳) "حضور اکرم ﷺ نے جوا اور شراب سے منع فرمایا ہے"۔

---

(۱) معارف القرآن: ۷۳۵/۱، ادارۃ المعارف، کراچی

(۲) بخاری: کتاب التفسیر، حدیث: ۴۸۶۰

(۳) ابوداؤد: باب النهی عن المسکر، حدیث: ۳۶۸۷

مسند احمد اور مسلم میں روایت ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ شِيرٍ فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ" (۱) جو نردشیر (قمار کی ایک قسم) کھیلتا ہے، گویا وہ خنزیر کے گوشت اور خون میں ہاتھ رنگتا ہے۔

اور ایک روایت میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: "مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ" (۲) "جس نے نردشیر کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی"۔

جوا اس لئے بھی حرام ہے کہ یہ دھوکہ اور غش میں داخل ہے اور نبی کریم ﷺ نے دھوکہ اور غش سے منع فرمایا ہے۔

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ پانچ جہنمیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی ذکر فرمایا: وہ آدمی جو صبح وشام صرف تمہیں تمہارے اہل خانہ اور مال کے متعلق دھوکہ دیتا رہتا ہو "وَهُوَ يُخَادِعُكَ عَنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ" (۳)

اور ایک روایت میں دھوکہ دہی کی مذمت یوں بیان فرمائی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بدگمانی سے بچو اس لئے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور کسی کے عیوب کی جستجو نہ کرو اور نہ اس کی ٹوہ میں لگے رہو اور (بیع میں) ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو "وَلَا تَنَاجَشُوا" اور نہ حسد کرو اور نہ بغض رکھو اور نہ کسی کی غیبت کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔ (۴)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا فریب

---

(۱) مسلم: باب تحريم اللعب بالنردشير

(۲) أبوداؤد: باب في النهي عن اللعب بالنرد، حدیث: ۴۹۴۰، ابن الملقن نے البدر المنیر: ۶۳۱/۹ میں فرمایا ہے، یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) مسلم: باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا، حدیث: ۲۸۶۵

(۴) بخاری: باب يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا، حدیث: ۵۷۱۹

کرنیوالا، بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوں گے'' خَبٌّ وَلَا مَنَّانٌ وَلَا بَخِيلٌ ''(۱)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مومن کو تکلیف دیتا ہے یا دھوکہ دے وہ ملعون ہے: ''مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا أَوْ مَكَرَ بِهِ فَهُوَ مَلْعُونٌ ''(۲)

اور نبی کریم ﷺ نے بیع غرر (دھوکہ دہی کی بیع اور خرید وفروخت) سے بھی منع فرمایا: '' عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ '' (۳)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بے شمار خرید وفروخت کو صرف اس میں دھوکہ دہی کی وجہ سے منع فرمایا، جس میں ''بیعتین فی بیعة'' (دوسرے کی بیع میں بیع) بیع حصاة (سامان پر کنکری مارنے سے سامان کی تعیین کی بیع) بیع ملامسۃ (چھونے کی بیع) بیع منابذۃ (پھینکنے کی بیع) بیع مضامین، فحل کے صلب میں موجود نطفہ کی بیع، ملاقیح (یعنی اناث کی پیٹ کے بچے) کی بیع، بیع مزابنہ (کھجور پر موجود کھجور کی بیع تولے ہوئے کھجور سے بیع) بیع محاقلہ (تولے ہوئے غلے کی بیع کھیت میں بالی پر موجود غلے کی بیع) بدو صلاح سے پہلے پھل کی بیع وغیرہ یہ سارے بیع غرر ہیں۔

اس کے علاوہ قمار اور جوے کی حرمت پر صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور فقہاء ومحدثین کا اتفاق ہے، چنانچہ ابوبکر جصاص رازی فرماتے ہیں: ''ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار، وأن المخاطرة من القمار''(۱) جوے کی حرمت کے تعلق سے اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور ''مخاطر'' (یعنی جس معاملہ میں ہار جیت دونوں کا امکان ہو) وہ بھی جوا ہے۔

---

(۱) ترمذی: البخیل، حدیث:۱۹۶۳، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔

(۲) ترمذی: الخیانة والغش، حدیث:۱۹۴۱، امام ترمذی نے اس روایت کو غریب کہا ہے۔

(۳) مسلم: باب بطلان بیع الحصاة والبیع الذی فیه، حدیث:۱۵۱۳

(۴) أحكام القرآن للجصاص: باب تحريم الميسر: ۳۹۸/۱

جوے کی شکلیں:

۱۔ تمام وہ معاملات اور خرید وفروخت جو خطر پر ہوں، یعنی ان کا وقوع یا عدم وقوع، ان سے منافع کا حصول اور عدم حصول موہوم ہو، امام جصاص کہتے ہیں:

جوے کی حقیقت مال کا خطرے کے ساتھ مالک ہونا، مثلا صدقات، خرید وفروخت کے معاملات یا ہبہ وغیرہ کو خطر پر موقوف رکھے جیسے یوں کہے: میں تم کو بیچوں گا جب زید آئے گا" بِعتُكَ إِذَا قَدِمَ زَيْدٌ" میں اس کو ہبہ کروں گا عمرو کے نکلنے پر "وَهَبْتُهُ إِذَا خَرَجَ عَمْرٌو" ۔(۱)

۲۔ ہر وہ کھیل جو مال کے ساتھ مشروط ہو۔

۳۔ جن عقود میں دھوکہ اور غرر ہو وہ بھی قمار اور جوے میں داخل ہیں۔

قمار کے سماجی اور اجتماعی نقصانات:

قمار یعنی جوئے کے متعلق بھی قرآن کریم نے وہی ارشاد فرمایا جو شراب کے متعلق آیا ہے کہ اس میں کچھ منافع بھی نہیں مگر نفع سے اس کا نقصان وضرر بڑھا ہوا ہے اس کے منافع کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ جیت جائے تو بیٹھے بیٹھے ایک فقیر و بدحال آدمی ایک ہی دن میں مالدار اور سرمایہ دار بن سکتا ہے مگر اس کی معاشی، اجتماعی، سماجی اور روحانی خرابیاں اور مفاسد بہت کم لوگ جانتے ہیں:

۱۔ اس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ جوئے کا کھیل سارا اس پر دائر ہے کہ ایک شخص کا نفع دوسرے کے ضرر پر موقوف ہے جیتنے والے کا نفع ہی نفع ہارنے والے کا نقصان ہی نقصان اس کا نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ اس کاروبار سے کوئی دولت بڑھتی نہیں وہ اسی طرح منجمد حالت میں رہتی ہے اس کھیل کے ذریعے ایک کی دولت سلب ہو کر دوسرے کے پاس پہنچ جاتی ہے اس لئے قمار مجموعی حیثیت سے قوم کی تباہی اور انسانی اخلاق کی موت ہے کہ جس انسان کو نفع رسانی خلق اور ایثار و ہمدردی کا پیکر ہونا چاہئے وہ ایک خونخوار درندہ کی خاصیت اختیار کر لے کہ دوسرے بھائی

---

(۱) أحكام القرآن للجصاص: نهى عن هذا فقال إنما نهى عنه للعوز في ذلك: ۱۲۷/۴

کی موت میں اپنی زندگی اس کی مصیبت میں اپنی راحت اس کے نقصان میں اپنا نفع سمجھنے لگے اور اپنی پوری قابلیت اس خودغرضی پر صرف کرے بخلاف تجارت اور بیع وشرا کی جائز صورتوں کے ان میں طرفین کا فائدہ ہوتا ہے اور بذریعہ تجارت اموال کے تبادلہ سے دولت بڑھتی ہے اور خریدنے والا اور بیچنے والا دونوں اس کا فائدہ محسوس کرتے ہیں۔

۲- ایک بھاری نقصان جوئے میں یہ ہے کہ اس کا عادی اصل کمائی اور کسب سے آدمی محروم ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی خواہش یہی رہتی ہے کہ بیٹھے بٹھائے ایک شرط لگا کر دوسرے کا مال چند منٹ میں حاصل کرے جس میں نہ کوئی محنت ہے نہ مشقت بعض حضرات نے جوئے کا نام میسر رکھنے کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ اس کے ذریعہ آسانی سے دوسرے کا مال اپنا بن جاتا ہے جوئے کا معاملہ اگر دو چار آدمیوں کے درمیان دائر ہو تو اس میں بھی مذکورہ مضرتیں بالکل نمایاں نظر آتی ہیں لیکن اس نئے دور میں جس کو بعض سطحی نظر والے انسان عاقبت نا اندیشی سے ترقی کا دور کہتے ہیں جیسے شراب کی نئی نئی قسمیں اور نئے نئے نام رکھ لئے گئے سود کی نئی نئی قسمیں اور نئے نئے اجتماعی طریقے بنکنگ کے نام سے ایجاد کر لئے گئے ہیں اسی طرح قمار اور جوئے کی بھی ہزاروں قسمیں چل گئیں جن میں بہت سی قسمیں ایسی اجتماعی ہیں کہ قوم کا تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع ہوتا ہے اور جو نقصان ہوتا ہے وہ ان سب پر تقسیم ہو کر نمایاں نہیں رہتا اور جس کو یہ رقم ملتی ہے اس کا فائدہ نمایاں ہوتا ہے اس لئے بہت سے لوگ اس کے شخصی نفع کو دیکھتے ہیں لیکن قوم کے اجتماعی نقصان پر دھیان نہیں دیتے اس لئے ان کا خیال ان نئی قسموں کے جواز کی طرف چلا جاتا ہے حالانکہ اس میں وہ سب مضرتیں موجود ہیں جو دو چار آدمیوں کے جوئے میں پائی جاتی ہیں اور ایک حیثیت سے اس کا ضرر اس قدیم قسم کے قمار سے بہت زیادہ اور اس کے خراب اثرات دوررس اور پوری قوم کی بربادی کا سامان ہیں کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پوری قوم کی دولت سمٹ کر

محدود افراد اور محدود خاندانوں میں مرتکز ہوجائے گی جس کا مشاہدہ سٹہ بازار اور قمار کی دوسری قسموں میں روزمرہ ہوتا رہتا ہے اور اسلامی معاشیات کا اہم اصول یہ ہے کہ ہر ایسے معاملے کو حرام قرار دیا جس کے ذریعے دولت پوری ملت سے سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے حوال ہوسکے، قرآن کریم نے اس کا اعلان خود تقسیم دولت کا اصول بیان کرتے ہوئے اس طرح فرمادیا ہے " كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ " (۱) یعنی مال فئے کی تقسیم مختلف طبقوں میں کرنے کا جو اصول قرآن نے مقرر کیا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ دولت سمٹ کر صرف سرمایہ داروں میں جمع نہ ہوجائے۔

۳- قمار یعنی جوئے کی خرابی یہ بھی ہے کہ شراب کی طرح قمار بھی آپس میں لڑائی جھگڑے اور فتنہ وفساد کا سبب ہوتا ہے ہارنے والے کو طبعی طور پر جیت جانے والے سے نفرت اور عداوت پیدا ہوتی ہے اور یہ تمدن ومعاشرت کے لئے سخت مہلک چیز ہے اسی لئے قرآن حکیم نے خاص طور پر اس مفسدہ کو ذکر فرمایا ہے۔

> "إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِيْ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةَ" (۲)
>
> شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض ونفرت پیدا کردے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔

۴- اسی طرح قمار کا ایک لازمی اثر یہ ہے کہ شراب کی طرح آدمی اس میں مست ہوکر ذکر اللہ اور نماز سے غافل ہوجاتا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے شراب اور قمار کو ایک ہی جگہ ایک ہی انداز سے ذکر فرمایا ہے کہ معنوی طور پر قمار کا بھی ایک نشہ ہوتا ہے جو آدمی کو اس کے بھلے برے کی فکر سے غافل کردیتا ہے۔ مذکورہ آیت میں بھی ان دونوں چیزوں کو جمع کرکے دونوں کے یہ مفاسد ذکر

---

(۱) الحشر:۷ (۲) المائدۃ:۹۱

فرمائے ہیں کہ وہ آپس کی عداوت و بغض کا سبب بنتی ہیں اور ذکر اللہ اور نماز سے مانع بن جاتی ہیں۔

۵- قمار کی ایک اصولی خرابی یہ بھی ہے کہ یہ باطل طریقہ پر دوسرے لوگوں کا مال ہضم کرنے کا ایک طریقہ ہے کہ بغیر کسی معقول معاوضہ کے دوسرے بھائی کا مال لے لیا جاتا ہے اسی کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں منع فرمایا ہے:

”وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ“(۱)

لوگوں کے مال باطل طریقہ پر مت کھاؤ

۶- قمار میں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ دفعۃً بہت سے گھر برباد ہو جاتے ہیں لکھ پتی آدمی فقیر بن جاتا ہے جس سے صرف یہی شخص متاثر نہیں ہوتا جس نے جرم قمار کا ارتکاب کیا ہے بلکہ اس کا پورا گھرانہ اور خاندان مصیبت میں پڑ جاتا ہے اور اگر غور کیا جائے تو پوری قوم اس سے متاثر ہوتی ہے کیونکہ جن لوگوں نے اس کے مالی سکھ کو دیکھ کر اس سے معاہدے اور معاملات کئے ہوئے ہیں یا قرض دیئے ہوئے ہیں وہ اب دیوالیہ ہو جائے گا تو ان سب پر اسکی بربادی کا اثر پڑنا لازمی ہے۔

۷- قمار میں ایک مفسدہ یہ بھی ہے کہ اس سے انسان کی قوتِ عمل سست ہو کر وہمی منافع پر لگ جاتی ہے اور وہ بجائے اس کے کہ اپنے ہاتھ یا دماغ کی محنت سے کوئی دولت بڑھاتا رہے اس کی فکر اس بات میں محصور ہو کر رہ جاتی ہے کہ کسی طرح دوسرے کی کمائی پر اپنا قبضہ جمائے۔

۸- جوے کی ایک خرابی یہ ہے کہ انسان میں سے اخلاق حمیدہ نکل جاتے ہیں اور اخلاق رذیلہ اس میں در آتے ہیں، شفقت، رحمت انسانی دل و دماغ سے رخصت ہو جاتی ہے، دل میں حسد، کینہ، بغض جیسی قبیح عادات پیدا ہو جاتی ہیں، دھوکہ دہی، جعل سازی پر انسان اتر آتا ہے۔

---

(۱) البقرۃ:۱۸۸

۹- انسان زندگی کے قیمتی وقت کا زیاں شروع کر دیتا ہے، ایسے کھیل میں اپنے قیمتی اوقات کو صرف کرتا ہے جس میں نفع کم نقصان زیادہ ہوتا ہے، اور بسا اوقات انسان اس میں مگن ہو کر اپنے فرائض اور ادائیگی حقوق کا بھی اس کو خیال نہیں رہتا۔

۱۰- اسکے علاوہ جوا باز نفسیاتی اور اعصابی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے، اس کے قلب و دماغ و ذہن اور صحت پر اس کے اثرات پڑتے ہیں، اموال کثیرہ کے ضیاع کی وجہ سے ان کو دل کے دورے بھی پڑتے ہیں۔

۱۱- اس کے علاوہ جوابازوں کی مجالس بری اور فحش باتوں سے بھری پڑی ہوتی ہیں، تہمت بازی اور دشنام طرازی اور گالی گلوچ ان کا شیوہ اور طرہ ہوتا ہے۔ نوبت بسا اوقات گالی گلوچ سے بڑھ کر مار پیٹ اور ظلم و زیادتی تک آجاتی ہے۔

یہ مختصر فہرست ہے قمار کے مفاسد کی جن سے نہ صرف اس جرم کا مرتکب متاثر ہوتا ہے بلکہ اس کے سب متعلقین اہل وعیال اور پوری قوم متاثر ہوتی ہے اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا: "وَاِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا" یعنی شراب وقمار کے مفاسد ان کے منافع سے بڑھ کر ہیں۔

قرض کے لین دین کے احکام

(۴۲) قرض دینے کی فضیلت

قرض کے لین دین کا ثبوت قرآن سے بھی ہے اور حدیث سے بھی اور اس پر اجماع ہے اور مصلحتِ انسانی کا تقاضا ہے، قرآنِ مجید نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں انفاق کو ''قرضِ حسن'' قرار دیا ہے۔ (۱)

اس میں قرض کے جائز؛ بلکہ مستحب اور مطلوب ہونے کی طرف واضح اشارہ ہے، اور ایک جگہ ''دَین'' کے ساتھ مدت لکھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے: (۲)

دَین کا لفظ عام ہے اور قرض بھی اس کے دائرہ میں آتا ہے۔

قرض لینا گو مباح ہے، لیکن قرض دینا مستحب ہے، کیوں کہ یہ نیکی اور بھلائی میں تعاون ہے۔ (۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ: ایک آدمی جنت میں داخل ہوا تو اس نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا اجر و ثواب دس گنا ہے، اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا "اَلصَّدَقَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ" (۴)

---

(۱) البقرۃ: ۲۴۵ (۲) البقرۃ: ۲۸۲ (۳) الشرح الصغیر: ۲۹۲/۲

(۴) ابن ماجة: باب القرض، حدیث: ۲۴۳۱، بوصیری کہتے ہیں کہ: اس کی سند ضعیف ہے، ،خالد بن یزید بن عبدالرحمٰن بن ابی مالک ابوہاشم الھمد انی الدمشقی ان کی احمد، ابن معین، ابوداؤد، نسائی، ابوزرعۃ، ابن جارود، ساجی، عقیلی، دارقطنی وغیرہ نے تضعیف کی اور احمد بن صالح المعری، ابوزرعہ الدمشقی، نے ان کی توثیق کی ہے، ابن حبان نے کہا ہے کہ: یہ شام کے فقہاء میں سے روایت میں صدوق ہیں، لیکن ان سے بہت زیادہ خطا ہوئی ہے اور ان کے والد دمشق کے فقیہ اور مفتی تھے۔ (مصباح الزجاجة: کتاب الصدقات: ۴۳/۲)

اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ: میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ: قرض میں کیا خاص بات ہے کہ وہ صدقہ سے افضل ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ سائل (جس کو صدقہ دیا جاتا ہے) اس حالت میں بھی سوال کرتا اور صدقہ لے لیتا ہے جبکہ اس کے پاس کچھ ہوتا ہے اور قرض مانگنے والا قرض جب ہی مانگتا ہے جب وہ محتاج اور ضرورت مند ہوتا ہے، "وَالْمُسْتَقْرِضُ لَا یَسْتَقْرِضُ اِلَّا مِنْ حَاجَةٍ "(۱)

نیز حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: یہ بات کہ میں دو دینار قرض دوں پھر وہ واپس آجائیں اور میں ان کو کسی کو قرض دوں، یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان کو صدقہ کر دوں۔ (۲)

ضروری تنبیہ: لیکن یہ سمجھ کر کہ قرض میں ثواب صدقہ سے زیادہ ہوتا ہے، یہ نہ کرے کہ صدقہ کی جگہ قرض ہی دینے لگے، یا صدقہ سے بے رغبت ہو جائے اور اس میں نقصان سمجھے، اصل بات یہ ہے کہ مختلف احکام مختلف حیثیتوں کے ہوتے ہیں، سو ایک حیثیت سے جس کا ذکر ہوا قرض کا ثواب زیادہ ہے، مگر دوسری حیثیت سے صدقہ کا ثواب قرض سے بھی زیادہ ہوتا ہے، مثلاً قرض میں واپسی ہوتی ہے اور صدقہ میں واپسی نہیں ہوتی اور اس وجہ سے صدقہ لینے والے کے دل پر بار نہیں ہوتا اور قرض لینے والے کے دل پر بار رہتا ہے۔ (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ: کسی چیز کو قرض میں دینا اس کو صدقہ کرنے سے بہتر ہے " قَرْضُ الشَّیْئِ خَیْرٌ مِنْ صَدَقَتِهٖ "(۴)

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

---

(۱) ابن ماجة: باب القرض، حدیث: ۲۴۳۱، اس کی سند پر بحث پچھلی حدیث میں گذر چکی ہے۔

(۲) المغنی: ۴/۲۷

(۳) رشوت، جوا، قرض: ۴۵، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

(۴) السنن الکبری للبیہقی: باب ماجاء فی فضل الاقراض، حدیث: ۱۰۷۳۶

جس آدمی کا کسی دوسرے بھائی پر کوئی حق (قرضہ وغیرہ) واجب الاداء ہو اور وہ اُس مقروض کو ادا کرنے کیلئے دیر تک مہلت دیدے تو اس کو ہر دن کے عوض صدقہ کا ثواب ملے گا " فَمَنْ أَخَّرهُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ "(۱)

قرض لینا مباح ہے

خود آپ ﷺ سے قرض لینا ثابت ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ جائز مقصد کیلئے قرض لیا جائے۔

ابن ماجہ کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ قرض لینے والے کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ادا نہ کرے، سوائے اس کے کہ کسی ایسے مقصد کیلئے دَین حاصل کرے جو اللہ کو ناپسند ہو، " كَانَ اللّٰهُ مَعَ الدَّائِنِ حَتّٰى يَقْضِىَ دَيْنَهُ، مَالَمْ يَكُنْ فِيمَا يَكْرَهُ اللّٰهُ "(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: حضور اکرم ﷺ کے پاس جب کوئی جنازہ لایا جاتا تو آپ ﷺ اس آدمی کے عمل کے بارے میں دریافت نہیں فرماتے ؛ بلکہ اس کے قرض کے متعلق پوچھتے، اگر یہ کہا جاتا کہ اس پر قرض ہے تو اس کی نماز نہ پڑھاتے اور اگر یہ کہا جاتا کہ اس پر قرض نہیں ہے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے " وَاِنْ قِيلَ لَيْسَ عَلَيْهِ دَيْنٌ صَلّٰى عَلَيْهِ " (۳)

ابن حیان سے مروی ہے کہ: حضرت لقمان نے فرمایا: میں نے چٹانوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا اور لوہے کو اٹھایا، میں نے قرض سے زیادہ بھاری بوجھ کسی میں نہ پایا" ما رأيت أثقل من الدين "(۴)

اسی لئے احادیث میں قرض سے پناہ مانگنے کی تاکید آئی ہے اور اس سلسلہ کی

---

(۱) مسند احمد: حدیث عمران بن حصین، حدیث: ۱۹۹۹۱، محقق شعیب الارنؤ ط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

(۲) ابن ماجه، باب من أداء الدين، حدیث: ۲۴۰۹، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ابن ماجہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ: اس کی سند صحیح ہے اور اس کے شواہد موجود ہیں: الترغیب: کتاب البیوع وغیرھا، حدیث: ۲۷۸۴۔

(۳) قصص العرب: ۱/۶۷ (۴) قصص العرب: ۱/۶۷

دعائیں بھی منقول ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نماز میں یہ دعا مانگتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاثَمِ وَالْمَغْرَمِ (۱) اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا فرماتے: "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْكُفْرِ وَالدَّيْنِ" (۲) اے اللہ! میں کفر اور قرضہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ قرض کو کفر کے برابر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ذکر کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ قرض خدا کا جھنڈا ہے زمین میں، وہ جب کسی بندہ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اس کی گردن پر قرض کا بوجھ رکھ دیتا ہے "فَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَذِلَّ عَبْدًا وَضَعَهَا فِيْ عُنُقِهِ"(۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ان کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ نے سختی سے منع فرمایا ہے جیسے (شرک اور زنا وغیرہ) سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اس حال میں مرے کہ اس پر قرض ہو اور اس کی ادائیگی کا سامان چھوڑ نہ گیا ہو "أَنْ يَمُوْتَ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ لَا يَدَعُ لَهُ قَضَاءٌ"(۴)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر کوئی آدمی راہِ خدا میں یعنی جہاد میں شہید ہو، اور اس کے بعد پھر زندہ ہو جائے اور پھر راہِ خدا میں شہید ہو، اور پھر زندہ ہو، اور اُس کے ذمہ قرض ہو تو وہ

---

(۱) بخاری: باب الدعاء قبل السلام، حدیث: ۸۳۲

(۲) سنن النسائی: الاستعاذة من الدین، حدیث: ۵۳۷۸

(۳) مستدرك حاکم، حدیث اسماعیل بن جعفر، حدیث: ۲۲۱۰، حاکم نے اس کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۴) ابوداؤد: باب فی التشدید فی الدین، حدیث: ۳۳۴۲

جنت میں اس وقت تک نہ جاسکے گا جب تک کہ اُس کا قرض ادا نہ ہوجائے" مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حتّٰی يُقْضٰی دَيْنُه "(۱)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا؛ تاکہ آپ ﷺ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا اس میت پر کسی کا قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر دوسری میت لائی گئی، اس کے بارے میں بھی یوں دریافت کیا تو اس کے ذمہ قرض ہونے کی بات کہی گئی، تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم لوگ اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس کا قرض میں اپنے ذمہ لے لیا تو آپ ﷺ نے اس کی بھی نمازِ جنازہ پڑھادی " فَصَلّٰی عَلَيْهِ"(۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتّٰی يُقْضٰی عَنْهُ" (مسلمان کی جان اپنے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کیا جائے")(۳)

ان سب وعیدوں کا تعلق اُس صورت سے ہے جب کہ قرضہ ادا نہ کرنے میں بدنیتی، غفلت، لاپرواہی کا دخل ہو، اگر ادائیگی کی نیت تھی، لیکن قدرت نہ ہونے کی وجہ سے ادا نہ کرسکا تو امید ہے کہ اللہ اس کو معاف کردے۔

قرض کی ادائیگی میں نیت درست ہو

اگر قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں آدمی کی نیت درست ہو اور وہ ادائیگیٔ قرض کیلئے کوشاں ہو تو اللہ عز وجل اس کا قرض ادا کریں گے، اور اس کے قرض کی ادائیگی کی شکلیں

---

(۱) مسند احمد: حدیث محمد بن عبد اللہ بن حجش، حدیث: ۲۲۵۴۶، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو نسائی، طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے: الترغیب: کتاب البیوع وغیرھا، حدیث: ۲۷۷۸۔

(۲) بخاری: باب من تکفّل عن میت، حدیث: ۲۲۹۵

(۳) ترمذی: باب ما جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۱۰۷۸

اور صورتیں پیدا فرمادیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی لوگوں سے (قرض اُدھار) مال لے اور اس کی نیت اور ارادہ ادا کرنے کا ہو تو اللہ عزوجل اس سے ادا کردے گا، (یعنی ادائیگی میں اس کی مدد کرے گا اور اگر زندگی میں وہ ادا نہ کرسکا تو آخرت میں اُس کی طرف سے ادا فرما کر اس کو اس سے سبکدوش کردے گا) اور جو کوئی کسی سے (قرض اُدھار) لے اور اس کا ارادہ ہی مار لینے کا ہو تو اللہ عزوجل اس کو تلف اور تباہ کردے گا (یعنی دنیا میں بھی وہ اس بدنیت آدمی کو ادائیگی کی توفیق نہ ہوگی اور وہ آخرت میں بھی عذاب کا مستحق ہوگا) ”وَمَنْ أَخَذَ يُرِيْدُ اِتلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ“ (۱)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہیں یہاں تک کہ وہ اپنا قرضہ ادا کرے، بشرطیکہ یہ قرض کسی ایسے کام کے لئے نہ لیا گیا ہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، ”اِنَّ اللّٰـهَ مَعَ الدَّائِنِ حَتّٰى يَقْضِىَ دَيْنَهٗ مَا لَمْ يَكُنْ فِيْمَا يَكْرَهٗ“ (۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا قرض لیتیں، تو ان سے کہا گیا: ام المؤمنین! آپ قرض لیتی ہیں حالانکہ اس کو ادا کرنے کی سکت آپ میں نہیں ہوتی، تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص قرض لے اور وہ اس کو ادا کرنا چاہتا ہو تو اللہ عزوجل اس کی اعانت اور مدد فرماتے ہیں ”مَنْ أَخَذَ دَيْنًا وَهُوَ يُرِيْدُ أَنْ يُؤَدِّيَهٗ أَعَانَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ“ (۳)

قرض لینے کے سلسلے میں عام کوتاہی:

قرض کے سلسلے میں کئی قسم کی بدپرہیزیاں (یعنی کوتاہیاں) ہوتی ہیں:

---

(۱) بخاری: باب من أخذ أموال النّاس، حدیث: ۲۲۵۷

(۲) ابن ماجه، باب من أدانَ دينار وهو ينوى قضاء ه، حدیث: ۲۴۰۹، بوصیری کہتے ہیں کہ: اس کی سند صحیح ہے: مصباح الزجاجۃ: کتاب الصدقات: ۲/۳۹، دار الجنان، بیروت۔

(۳) سنن النسائی: التسهيل فيه، حدیث: ۴۶۸۷

پہلا: بلاضرورت کسی کا مقروض ہو جانا، عموما ایسا ہی ہوتا ہے کہ فضول کاموں کے لئے (مثلا بیاہ شادی کی رسموں کے لئے) قرض لیا جاتا ہے، بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے جو مصیبت کی وجہ سے قرض لیتے ہوں اور مصیبت زدوں کو ملتا کب ہے؟ اکثر مالداروں اور جائیداد والوں کو ملتا ہے، تو بتلایئے اس پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے کہ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھلائے قرضدار ہو گئے اور قرضدار بھی یا تو کسی شادی میں (پیسہ) برباد کرنے کے لئے یا کوئی عالیشان محل تیار کرنے کو یا غمی کی رسموں میں اڑانے کو جو اکثر خلافِ عقل اور خلاف شرع ہیں۔ (۱)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قرض لینے کے تعلق سے فرماتے ہیں:

’’قرض لینا سخت مجبوری کے وقت میں جائز ہے، جیسے جہاد کے لئے، کفن کے لئے یا کپڑے پھٹ گئے ہوں، چھپا ہوا بدن ظاہر ہونے لگے اور اس کے چھپانے کے لئے اور اس جیسی ضرورتوں، مجبوریوں کے لئے ایسے شخص کے حق تعالیٰ قرض ادا ہو جانے کے ذمہ دار ہیں۔ (۲)

قرض کی ادائیگی بہترین طریقے پر ہو

بہتر مال اور بہتر بدل سے قرض کی ادائیگی کی کوشش کرے، حضورِ اکرم ﷺ کا بھی یہی معمول تھا، چونکہ یہ اپنی خوشی سے دینا ہے شرط اور معاہدہ کی بناء پر دینا نہیں ہے، اس لئے یہ سود نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا رسول اللہ ﷺ پر کچھ قرض تھا تو آپ ﷺ نے جب وہ ادا فرمایا تو (میرا واجبی رقم سے) زیادہ عطا فرمایا ”فَقَضٰی لِیُ وَزَادَنِیُ“ (۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اونٹ قرض لیا، پھر آپ ﷺ نے قرض کی ادائیگی میں اس سے بڑی عمر والی اونٹنی عطا فرمائی اور پھر ارشاد

---

(۱) رشوت، جوا، قرض: ۵۰، مکتبۂ زکریا، کراچی (۲) حوالہ سابق: ۵۲

(۳) بخاری: باب حسن القضاء، حدیث: ۲۲۶۴

فرمایا: تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو قرض کی ادائیگی میں بہتر ہوں " خِيَارُكُمْ مَحَاسِنُكُمْ قَضَاءً "(۱)

☆ کسی سے قرض لے تو ادائیگی کے وقت اسے دعا بھی دے " بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ "(اللہ عزوجل تمہارے اہل ومال میں برکت عطا فرمائے۔ (۲)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص پر احسان کیا گیا اور اس نے احسان کرنے والے کو "جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا " (اللہ تم کو اس کا بہتر بدل عطا فرمائیں) کہا تو اس نے (اس دعا کے ذریعہ) پوری تعریف کی اور شکریہ ادا کردیا " فَقَدْ أَبْلَغَ فِيْ الثَّنَاءِ "(۳)

قرض سے نفع حاصل نہ کیا جائے:

اس کو فرمایا: " كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبَا " ہر وہ قرض جس سے نفع حاصل کیا جائے تو وہ ربا اور سود ہے۔ (۴)

قرض دہندہ کو قرض پر نفع حاصل کرنا اور شرط لگانا کہ مقروض اسے اضافے کے ساتھ واپس کرے حرام ہے، اور سود میں داخل ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے قرض پر نفع حاصل کرنے سے منع فرمایا ہے اور بعض روایتوں میں اسے سود قرار دیا گیا ہے "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبَا"(۵) اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

---

(۱) مسلم: باب جواز اقتراض الجيران، حديث:۴۱۱۱

(۲) النسائي: الاستقراض، حديث:۴۶۸۳

(۳) ترمذی: باب المتشبع بما لم يعطه، حديث:۲۰۳۵، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن جید کہا ہے۔

(۴) السنن الكبرى للبيهقي: باب كل قرض جر منفعة، حديث:۱۰۷۱۵، اتحاف الخيرة المهرة: باب انما جزاء السلف: ۳۸۰/۳، دارالوطن للنشر، الرياض، بوصیری کہتے ہیں کہ: اس کی سند ضعیف ہے سوار بن مصعب ہمدانی کے ضعف کی وجہ سے، اور اس کا ایک شاہد بھی فضالۃ بن عبید کی حدیث سے موجود ہے، جس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں " فهو وجه من وجوه الربا " اس کو حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن الکبری میں نقل کیا ہے۔

(۵) التلخيص الحبير: ۳۴/۳

مقدار میں اضافہ تو حرام ہے ہی، کیفیت میں عمدگی کی شرط لگانا بھی جائز نہیں، مثلاً معمولی چیز دی اور شرط لگائی کہ اس کے بدلے میں بہتر چیز واپس کرے، یہ بھی درست نہیں۔ (۱)

اگر قرض دہندہ نے شرط تو نہ لگائی، لیکن مقروض نے بذاتِ خود عمدہ چیز واپس کی یا زیادہ مقدار کے ساتھ واپس کی، تو ایسا کرنا جائز ہے۔

آج کل بعض ادارے قرض جاری کرتے ہیں اور قرض کے تناسب سے مقروض سے ماہانہ فیس رکنیت وصول کرتے ہیں، یہ صورت بھی جائز نہیں، اور یہ بھی سود میں آتا ہے، ایسے قرض کو غیر سودی قرض کہنا محض دھوکہ ہے۔

فقہاءؒ نے نہ صرف یہ کہ قرض پر اضافہ کو ناجائز قرار دیا اور اس کو نفع اٹھانے کا ذریعہ بنانے سے منع فرمایا ہے بلکہ بالواسطہ طریقہ پر قرض سے نفع حاصل کرنے کا راستہ بھی بند کر دیا، مثلاً قرض دہندہ مقروض آدمی کو کوئی معمولی چیز گراں قیمت میں بیچے، یہ بھی مکروہ ہے۔ (۲)

اسی طرح یہ بھی صورت مکروہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص قرض لینے کیلئے آئے تو قرض دہندہ ساٹھ روپیہ تو اسے قرض کے دیدے اور بیس روپیہ کی چیز اسے چالیس روپیہ میں فروخت کر دے؛ تاکہ مقروض کے یہاں اس کے سو روپیہ ہو جائیں گے؟ حالانکہ یہ مقروض کو اسی کا ہی روپیہ حاصل ہوگا۔ (۳)

اسی بناء پر فقہاء نے مقروض کے ہدایا اور دعوتوں میں احتیاط کا حکم دیا ہے، حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جو لوگ پہلے سے دعوت نہ دیتے رہے ہوں یا ہدایا و تحائف کا معمول نہ رہا ہو تو ایسی دعوت و تحفوں کا قبول کرنا جائز نہیں، ہاں معاملۂ قرض سے پہلے اس طرح کا معمول رہا تو اب جائز ہے۔ (۴)

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۲۰۲/۳

(۲) الدر المختار مع الرد المحتار: ۱۹۵/۴

(۳) رد المحتار: ۱۹۵/۴ (۴) الفتاوی الهندية: ۲۰۳/۳

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ آپ ؓ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو قرض دے اور وہ تم کو کوئی ہدیہ دے تو اسے قبول نہ کرے اور اس کو اپنی سواری یا جانور پر سوار کرے تو سوار نہ ہو؛ البتہ یہ کہ ان کے درمیان ہدایا کے تبادلہ اور اس طرح آپسی احسان وسلوک کا معاملہ پہلے ہی سے ہو" اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ جَرٰی بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ قَبْلَ ذٰلِکَ " (۱)

قرض کی ادائیگی کی دعائیں:

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں آکر ایک شخص نے آپ ﷺ سے اپنے قرضے کے اونٹ کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: دے دو، لوگوں نے (دیکھ کر) کہا: ہمارے پاس بطور قرض لئے ہوئے اونٹ سے زیادہ اچھی عمر کا ہے (یعنی جو اونٹ قرض پر لیا تھا یہ اس سے عمدہ ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیدو، اس نے وصول کر کے کہا: " اَوْفَیْتَنِیْ اَوْفَ اللّٰہُ لَکَ " (۲) آپ نے مجھے پورا پورا حق دیا، خدا آپ کو بھی پورا حق دے۔

حضرت علی ؓ کے پاس ایک مکاتب غلام آیا اور کہنے لگا: میں مکاتبت کی رقم ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں، میری امداد کیجئے، فرمایا: میں تجھ کو چند کلمات (دعائیہ) نہ بتلادوں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتلائے ہیں، اگر تیرے اوپر کوہِ ثبیر کے برابر بھی قرض ہوگا تو حق تعالی شانہ ادا فرمادیں گے، یوں کہا کرو:

"اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَاغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ" (۳)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت

---

(۱) ابن ماجة: باب القرض، حدیث: ۲۴۳۲، بوصیری نے کہا کہ: اس کی سند میں کلام ہے: مصباح الزجاجة: کتاب الصدقات: ۴۶/۲، دار الجنان، بیروت۔

(۲) بخاری: باب حسن القضاء، حدیث: ۲۲۶۳

(۳) ترمذی: باب، حدیث: ۳۵۶۳، امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: میں تمہیں ایسی دعا نہ بتلاؤں کہ اگر تمہارے اوپر پہاڑ کے برابر قرض ہو تو اس کو بھی حق تعالی ادا کر دیں گے، یوں کہا کرو:

”اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ، رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا تُعْطِيْهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَمْنَعُ مَنْ تَشَاءُ ارْحَمْنِیْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِیْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ“(۱)

قرض اور ادھار کے لئے اقرار نامہ لکھنے کی ہدایت اور متعلقہ احکام:

آیات مذکورہ میں قانونِ معاملات جن کو آجکل کے قانون میں معاہدات کہا جاتا ہے اس کے اہم اصول کا بیان ہے اور اس کے بعد ضابطہ شہادت کے خاص اصول کا ذکر ہے۔

آج کل تو زمانہ لکھنے لکھانے کا ہے اور تحریر ہی انسان کی زبان کی قائم مقام بن گئی ہے لیکن آپ چودہ سو سال پہلے زمانہ کی طرف مڑ کر دیکھئے تو اس وقت دنیا کا سب کاروبار صرف زبانی ہوتا تھا لکھنے لکھانے اور دستاویز مہیا کرنے کا اصول نہ تھا سب سے پہلے قرآن نے اس طرف توجہ دلائی اور فرمایا:

یعنی جب تم آپس میں ادھار کا معاملہ کیا کرو کسی معین مدت کے لئے تو اس کو لکھ لیا کرو۔

اس میں ایک اصول تو یہ بتلا دیا کہ ادھار کے معاملات کی دستاویز لکھنی چاہیے تاکہ بھول چوک یا انکار کے وقت کام آئے۔

دوسرا مسئلہ یہ بیان فرمایا گیا کہ ادھار کا معاملہ جب کیا جائے تو اس کی میعاد ضرور مقرر کی جائے غیر معین مدت کے لئے ادھار دینا لینا جائز نہیں کیونکہ اس سے جھگڑے

---

(۱) المعجم الصغير للطبراني: من اسمه علي، حديث: ۵۵۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

فساد کا دروازہ کھلتا ہے اسی وجہ سے فقہا نے فرمایا کہ میعاد بھی ایسی مقرر ہونا چاہئے جس میں کوئی ابہام نہ ہو مہینہ اور تاریخ کے ساتھ معین کی جائے کوئی مبہم میعاد نہ رکھیں، جیسے کھیتی کٹنے کے وقت کیونکہ وہ موسم کے اختلاف سے آگے پیچھے ہوسکتا ہے اور چونکہ لکھنا اس زمانے میں عام نہ تھا اور آج بھی عام ہونے کے بعد دنیا کی بیشتر آبادی وہی ہے جو لکھنا نہیں جانتی تو یہ ممکن تھا کہ لکھنے والا کچھ کا کچھ لکھ دے جس سے کسی کا نفع اور کسی کا نقصان ہو جائے اس لئے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

”وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ“ **یعنی** یہ ضروری ہے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھے۔

اس میں ایک تو اس طرف ہدایت کی گئی کہ کاتب کسی فریق کا مخصوص آدمی نہ ہو بلکہ غیر جانبدار ہو تاکہ کسی کو شبہ اور خلجان نہ رہے، دوسرے کاتب کو ہدایت کی گئی کہ انصاف کے ساتھ لکھے دوسرے کے فانی نفع کے لئے اپنا دائمی نقصان نہ کرے اس کے بعد کاتب کو اس کی ہدایت کی گئی کہ اللہ تعالی نے اس کو یہ ہنر دیا ہے کہ وہ لکھ سکتا ہے اس کا شکرانہ یہ ہے کہ وہ لکھنے سے انکار نہ کرے۔

اس کے بعد یہ بتلایا گیا کہ دستاویز کی کتابت کس کی طرف سے ہو تو فرمایا:

”وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ“ **یعنی** لکھوا دے وہ آدمی جس کے ذمہ حق ہے مثلا سودا خریدا اور قیمت کا ادھار کیا تو جس کے ذمہ ادھار ہے وہ دستاویز کا مضمون لکھوا دے کیونکہ یہ اس کی طرف سے اقرار نامہ ہوگا، اور لکھوانے میں بھی یہ احتمال تھا کہ کوئی کمی بیشی کر دے اس لئے فرمایا: ”وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا“ **یعنی** اللہ تعالی سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور حق کے لکھوانے میں ذرہ برابر کمی نہ کرے معاملات میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس شخص پر حق عائد ہو وہ خفیف العقل یا سٹھیا یا ہوا بوڑھا یا نابالغ بچہ یا گونگا ہو یا کوئی دوسری زبان بولنے والا ہو جس کو کاتب نہیں سمجھتا اس لئے دستاویز لکھوانے پر اس کو قدرت نہیں ہوتی اس لئے اس کے بعد فرمایا کہ اگر ایسی صورت پیش آئے تو ان کی طرف سے ان کا ولی لکھوا دے مجنون اور نابالغ کی طرف سے تو ولی کا ہونا

ظاہر ہے کہ ان کے سارے معاملات ولی ہی کی معرفت ہوا کرتے ہیں اور گونگے یا دوسری زبان بولنے والے کا ولی بھی یہ کام کرسکتا ہے اور اگر وہ کسی کو اپنا وکیل بنا دے تو بھی ہوسکتا ہے۔ قرآن میں اس جگہ لفظ ولی دونوں معنے پر حاوی ہے۔

(۴۳) ضابطہ شہادت کے چند اہم اصول:

یہاں تک معاملات میں دستاویز لکھنے اور لکھوانے کے اہم اصول کا بیان تھا۔ آگے یہ بتلایا گیا کہ دستاویز کی صرف تحریر کو کافی نہ سمجھیں بلکہ اس پر گواہ بھی بنالیں کہ اگر کسی وقت باہمی نزاع پیش آجائے تو عدالت میں ان گواہوں کی گواہی سے فیصلہ ہوسکے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء رحمہم اللہ تعالی نے فرمایا کہ محض تحریر حجت شرعی نہیں جب تک کہ اس پر شہادت شرعی موجود نہ ہو خالی تحریر پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، آج کل کی عام عدالتوں کا بھی یہی دستور ہے کہ تحریر پر زبانی تصدیق وشہادت کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتیں۔

گواہی کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونا ضروری ہیں:

اس کے بعد ضابطہ شہادت کے چند اہم اصول بتلائے گئے مثلا (۱) گواہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہونا ضروری ہیں ایک اکیلا مرد یا صرف دو عورتیں عام معاملات کی گواہی کے لئے کافی نہیں۔

گواہوں کی شرائط:

(۲) دوسرے یہ کہ گواہ مسلمان ہوں، لفظ "مِنْ رِجَالِكُمْ" میں اس کی طرف ہدایت کی گئی ہے (۳) تیسرے یہ کہ گواہ ثقہ اور عادل ہوں جن کے قول پر اعتماد کیا جاسکے فاسق وفاجر نہ ہوں "مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ" میں یہ حکم مذکور ہے۔

گواہی دینے سے بلا عذر شرعی انکار کرنا گناہ ہے:

اس کے بعد لوگوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ جب ان کو کسی معاملہ میں گواہ بنانے کے لئے بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کریں کیونکہ شہادت ہی احیائے حق کا ذریعہ اور جھگڑے چکانے کا طریقہ ہے اس لئے اس کو اہم قومی خدمت سمجھ کر تکلیف برداشت کریں اس کے بعد پھر معاملات کی دستاویز لکھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ معاملہ

چھوٹا ہو یا بڑا سب کو لکھنا چاہیئے اس میں اکتائیں نہیں کیونکہ معاملات کا قلم بند کر لینا انصاف کو قائم رکھنے اور صحیح لین دین اور شک وشبہ سے بچنے کے لئے بہترین ذریعہ ہے، ہاں اگر کوئی معاملہ دست بدست ہو ادھار نہ ہو اس کو اگر نہ لکھیں تب بھی کچھ حرج نہیں مگر اتنا اس میں بھی کیا جائے کہ معاملہ پر گواہ بنالیں کہ شاید کسی وقت فریقین میں کوئی نزاع واختلاف پیش آجائے۔ مثلاً بائع کہے کہ قیمت وصول نہیں ہوئی یا مشتری کہے کہ مجھے مبیع پوری وصول نہیں ہوئی تو اس جھگڑے کے فیصلہ میں شہادت کام آئے گی۔

اسلام میں عدل وانصاف قائم کرنے کا اہم اصول کہ گواہوں کو کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہونچے:

آیت کے شروع میں لکھنے والوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ لکھنے یا شاہد بننے سے انکار نہ کریں تو یہاں یہ احتمال تھا کہ لوگ ان کو پریشان کریں گے اس لئے آخر آیت میں فرمایا: ”وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيْدٌ “یعنی کسی لکھنے والے یا گواہی دینے والے کو نقصان نہ پہنچایا جائے یعنی ایسا نہ کریں کہ اپنی مصلحت اور فائدہ کے لئے ان کی مصلحت اور فائدہ میں خلل ڈالیں۔ پھر فرمایا: ”وَإِنْ تَفْعَلُوْا فَإِنَّهٗ فُسُوْقٌ بِكُمْ“ یعنی اگر تم نے لکھنے والے یا گواہ کو نقصان پہنچایا تو اس میں تم کو گناہ ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ لکھنے والے یا گواہ کو نقصان پہنچانا حرام ہے، اسی لئے فقہا نے فرمایا کہ اگر لکھنے والا اپنے لکھنے کی مزدوری مانگے یا گواہ اپنی آمد ورفت کا ضروری خرچ طلب کرے تو یہ اس کا حق ہے اس کو ادا نہ کرنا بھی اس کو نقصان پہنچانے میں داخل اور ناجائز ہے، اسلام نے اپنے نظامِ عدالت میں جس طرح گواہ کو گواہی دینے پر مجبور کیا ہے اور گواہی چھپانے کو سخت گناہ قرار دیا ہے اسی طرح اس کا بھی انتظام کیا کہ لوگ گواہی سے بچنے پر مجبور نہ ہو جائیں اسی دوطرفہ احتیاط کا یہ اثر تھا کہ ہر معاملہ میں سچے بیغرض گواہ مل جاتے اور فیصلے جلد اور آسان حق کے مطابق ہو جاتے۔ آج کی دنیا نے اس قرآنی اصول کو نظر انداز کر دیا ہے تو سارا نظام عدالت برباد ہو گیا۔ واقعہ کے اصلی اور سچے گواہ ملنا تقریبا مفقود ہو گیا ہر شخص گواہی سے جان چرانے پر مجبور ہو گیا، وجہ یہ کہ جس کا نام گواہی

میں آ گیا اگر معاملہ پولیس اور فوجداری کا ہے تو روزانہ وقت بیوقت تھانیدار صاحب اس کو بلا بھیجتے ہیں اور بعض اوقات گھنٹوں بٹھائے رکھتے ہیں، دیوانی عدالتوں میں بھی گواہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاتا ہے جیسے یہ کوئی مجرم ہے پھر روز روز مقدمہ کی پیشیاں بدلتی ہیں تاریخیں لگتی ہیں گواہ بیچارہ اپنا کاروبار اور مزدوری اور ضروریات چھوڑ کر آنے پر مجبور ہے ورنہ وارنٹ کے ذریعہ گرفتار کیا جائے اس لئے کوئی شریف کاروباری آدمی کسی معاملہ کا گواہ بننا اپنے لئے ایک عذاب سمجھنے اور مقدور بھر اس سے بچنے پر مجبور کر دیا گیا صرف پیشہ ور گواہ ملتے ہیں جن کے ہاں جھوٹ سچ میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم نے ان بنیادی ضروریات کو اہمیت کے ساتھ بتلا کر ان تمام خرابیوں کا انسداد فرمایا۔ آیت کے آخر میں ارشاد ہے: ”وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ“ یعنی ڈرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اصولِ صحیحہ کی تعلیم دیتا ہے (یہ اس کا احسان ہے) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے چونکہ اس آیت میں بہت سے احکام آئے ہیں بعض فقہا نے بیس اہم مسائل فقہی اس آیت سے نکالے ہیں اور قرآن کریم کی عام عادت ہے کہ قانون بیان کرنے سے آگے اور پیچھے خوفِ خدا اور خوف روز جزا دلا کر لوگوں کے ذہنوں کو تعمیل حکم کے لئے آمادہ کرتا ہے، اسی طریقہ کے مطابق اس آیت کا خاتمہ خوف خداوندی پر کیا اور یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں اگر تم کسی ناجائز حیلہ سے بھی کوئی خلاف ورزی کرو گے تو خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

مزدوروں کے حقوق

کسی کو اجرت اور مزدوری دے کر اپنا کام کرانا، یا استعمال کے لئے کسی کو اپنی چیز دے کر اس کا کرایہ لینا، شریعت اور فقہ کی زبان میں اس کو ''اجارہ'' کہتے ہیں، اجیر (مزدور) و مُـــوجِـر کے احکام بھی اسلام نے بتلائے ہیں، مزدوری میں لینے والے پر مزدور کے کچھ حقوق ہیں اور مزدور اجرت پر لینے والے کے کچھ حقوق ہیں۔

☆ اسلام نے مزدوروں کو بلند اور عظیم مقام عطا کیا ہے اور عام طور پر اس طبقہ کو جو حقیر اور کمتر سمجھا جاتا ہے، اس کی نفی کی ہے۔

۱۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال یا دس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس مزدوری کی:

''اَنَّ مُوسٰی اٰجَرَ نَفْسَهٗ ثَمَانِیَ سِنِیْنَ اَوْ عَشَرًا، عَلٰی عِفَّةِ فَرْجِهٖ، وَطَعَامِ بَطْنِهٖ'' (۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کیا آپ ﷺ بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہاں میں مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط میں چرایا کرتا تھا۔ ''کُنْتُ أَرْعیٰ عَلٰی قَرَارِیْطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ'' (۲)

---

(۱) ابن ماجه: باب اجارة الأجير، حديث: ۲۴۴۴، علامہ بوصیری مصباح الزجاجۃ میں فرماتے ہیں: اس روایت کی سند بقیہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۲) بخاری: باب رعی الغنم علی قراریط، حدیث: ۲۱۴۳

۲- چھوٹے بچوں، اہل وعیال، ماں باپ اور خود اپنی کفالت کیلئے دوڑ دھوپ اور سعی کرنے کو آپ ﷺ نے اللہ کی راہ میں جدو جہد بتلایا:

"مَنْ سَعٰى عَلٰى وَالِدَيْهِ فَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَنْ سَعٰى عَلٰى عِيَالِهِ فَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَنْ سَعٰى عَلٰى نَفْسِهِ لِيُعِفَّهَا فَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" (۱)

۳- آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے پاکیزہ عمل یہ ہے کہ آدمی خود اپنے ہاتھوں سے کمائے "عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ"(۲)

اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں ہی کی کمائی سے کھاتے تھے

"اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ" (۳)

۴- اللہ تعالیٰ ایسے مومن بندہ کو پسند کرتا ہے جو صنعت وحرفت سے واقف ہو اور اس سے کام لیتا ہو "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ"(۴)

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "خَيْرُ الْكَسْبِ كَسْبُ الْعَامِلِ إِذَا نَصَحَ" (۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ

---

(۱) المعجم الصغير : من اسمه محمد، حدیث: ۴۹۰، ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو بزار، طبرانی نے اوسط میں نقل کیا ہے اور اس میں رباح بن عمر ہیں ان کی ابوحاتم نے توثیق کی ہے اور اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد: باب منہ فی البر، حدیث: ۱۳۴۱۶۔

(۲) مجمع الزوائد : باب أى الكسب أفضل، حدیث: ۶۲۱۰، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو احمد، بزار، طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں مسعودی ہیں اور یہ ثقہ ہیں؛ لیکن ان کو اختلاط ہو گیا تھا اور احمد کے بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

(۳) بخاری: باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، حدیث: ۱۹۶۶

(۴) مجمع الزوائد: باب الكسب والتجارة ومجبتهما والحث على طلب الرزق، حدیث: ۶۲۳۱، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں عاصم بن عبید اللہ یہ ضعیف ہیں۔

(۵) مسند احمد: مسند أبى هريره، حدیث: ۸۳۹۳، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

خیر خواہی اور بھلائی کے ساتھ کام انجام دے۔

☆ جس کو اجرت پر رکھے یہ خیال ضرور رہے کہ اس کو اتنی اجرت دے کہ اس کی تمام ضروریاتِ زندگی کی تکمیل ہو سکے۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ربیعہ! کیا تم نکاح نہیں کرو گے؟ میں نے کہا: نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نکاح کرنا نہیں چاہتا، نہ تو میرے پاس بیوی کی ضروریات کی تکمیل کی سکت ہے اور نہ ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز میں مشغول ہونا چاہتا ہوں، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اس بات سے مجھ سے اعراض فرمایا، پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کرو گے؟ میں نے کہا: نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نکاح کرنا نہیں چاہتا، نہ تو میرے پاس بیوی کی ضروریات کی تکمیل کی سکت ہے اور نہ ہی میں آپ کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز میں مشغول ہونا چاہتا ہوں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر مجھ سے اعراض فرمایا، کہتے ہیں کہ: پھر میں نے اپنے نفس سے رجوع کیا، پھر میں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری دنیا اور آخرت کی مصلحت کو زیادہ جاننے والے ہیں، کہتے ہیں: میں نے اپنے دل میں کہا اگر تیسری دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے دریافت کریں تو میں کہوں گا: ہاں، کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تیسری دفعہ کہا: اے ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کرو گے؟ کہتے ہیں: میں نے کہا: ضرور، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں، اور جو کچھ آپ کی مرضی ہو، فرمایا: انصار کی بستی میں فلاں کے اہل کے پاس جاؤ "اِنْطَلِقْ اِلیٰ اٰلِ فَلَانٍ اِلٰی حَیٍّ مِنَ الْاَنْصَارِ" (۱)

بلکہ روایتوں میں تو ملازموں کو مالکین کے مساوی اور یکساں زندگی گذارنے کے مطابق اُجرت دینے کا حکم دیا گیا ہے، ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: وہ تمہارے بھائی ہیں، جن کو خدا نے تمہارے ماتحت رکھا ہے؛ لہٰذا خدا نے جس کے ماتحت اس کے بھائی کو رکھا ہے، اس کو چاہیے کہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھائے، جو خود پہنے

---

(۱) المستدرك: كتاب النكاح: حديث: ۲۷۱۸، حاکم کہتے ہیں کہ: یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

وہی پہنائے ، اس کو ایسے کام کی تکلیف نہ دے جو اس کیلئے دشوار ہو اور اگر ایسے کام کی ذمہ داری سونپ دی تو پھر اس کی مدد کرے:

" فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِينُوهُمْ " (۱)

☆ اجرت کی مقدار کی تعیین پہلے ہی کر دے، اجرت کو مبہم نہ رکھے:

رسول اللہ ﷺ نے کسی مزدور سے کام لینے سے منع فرمایا یہاں تک کہ اس کی اجرت واضح کر دی جائے، "نَهٰى عَنْ اِسْتِجَارَةِ الْأَجِيرِ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُ أَجْرَهُ" (۲)

حضور ﷺ نے مزدور کو اس کی محنت اور مشقت کے مطابق بغیر کسی ظلم یا ٹال مٹول کے اجرت دینے کا حکم کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: " أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ "(۳)

آپ ﷺ نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا دشمن ہوں گا، ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو کسی مزدور کو اجرت پر رکھے، اس سے پورا کام لے اور اسے اجرت نہ دے:

"رَجُلٌ اِسْتَأْجَرَ اَجِيرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ "(۴)

---

(۱) بخاری: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم العبید اخوانکم فاطعموھم مما تأکلون، حدیث: ۴۲۰۷

(۲) مسند احمد : مسند ابی سعید الخدری ، حدیث: ۱۱۶۹۴، محقق شعیب الارنوط نے اس کی سند کے انقطاع کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۳) ابن ماجۃ: باب أجر الأجراء، حدیث: ۲۴۴۳، علامہ منذری کہتے ہیں کہ: اس روایت کو ابن ماجہ نے عبدالرحمٰن بن اسلم سے روایت کیا ہے اور ان کی توثیق کی گئی ہے، ابن عدی نے کہا ہے کہ: ان کی احادیث حسن درجہ کی ہیں اور لوگوں کو ان کے سلسلے میں شبہ ہوا ہے، بعض نے ان کو صدوق کہا ہے اور بعض نے ان کی تکذیب کی ہے: الترغیب: باب الترھیب من منع الأجیر أجرہ والأمر بتعجیل اعطائہ: ۲۸۹۱۔

(۴) بخاری : باب اثم من باع حرًا، حدیث: ۲۱۱۴

بعض لوگ اجرت تو متعین کر دیتے ہیں، لیکن ادائیگی میں من مانی رکاوٹ پریشان کن ترکیبیں اور جبر وظلم کے طریقے اختیار کرتے ہیں، اور مزدور کو وقت پر اس کا معمولی حق محنت بھی نہیں دیتے، اس لئے فرمایا اجرت کی ادائیگی میں ٹال مٹول نہ کرے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مالدار کا مالداری کے باوجود دوسرے کے ادائے حق میں تاخیر کرنا ظلم ہے: ”مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ“(۱)

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ: اجرت ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں: یا تو خود آجر کام سے پہلے اجرت دیدے، یا مزدور نے پیشگی مزدوری دینے کی شرط لگادی ہو، تو اس کو کام سے پہلے مزدوری دینی ہوگی، یا مزدور اپنے کام کی تکمیل کردے تو کام کی تکمیل پر اجرت ادا کرنی ہوگی۔

یہاں ہم ایسی حدیث نقل کئے دیتے ہیں جس سے مزدور کی مزدوری کی اہمیت، اسے وقت پر مزدور کا کسی عذر قید وبند، بیماری، سفر رکاوٹ وغیرہ کی وجہ سے وصول نہ کرسکنا، آجر (مزدور سے کام لینے والے) کا مزدور کی اس اجرت سے سرمایہ کاری کرنے اور یوں اجرت کے مال کو بڑھنے اور اس کی آمد اور مطالبہ پر آجر کا اجرت کو اس کے اضافہ اور منافع کے ساتھ واپس کرنے کو ایک بہت بڑا کار خیر، دعاؤں کی قبول ہونے کا ذریعہ اور بلاؤں اور مصائب کے دور ہونے کا وسیلہ بنایا گیا ہے۔

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تین آدمی سفر پر تھے، راستہ میں باد وباراں نے انہیں آن گھیرا، انہوں نے ایک پہاڑ کی تنگ غار میں پناہ لی، ہوا کے تھپیڑوں سے ایک پتھر گرا جو اس غار کے منہ پر آگرا اور وہ غار میں محصور ہوگئے، تینوں نے اپنے نیک اعمال جو صرف رب کریم کی رضا کے لئے کئے تھے، کو یاد کرکے دعائیں کی، پہلے نے رات بھر جاگ کر والدین کو دودھ پلانے، مگر ان کو بے آرامی سے بچانے کے لئے نہ جگانے مگر خود بیداری کی تکلیف اٹھانے کا وسیلہ بنا کر دعا کی تو ایک حصہ پتھر کا ہٹ گیا، دوسرے نے بڑی تگ ودو سے ایک حسین وجمیل عورت کو برائی کے لئے آمادہ کیا مگر اس کے صرف یہ

---

(۱) بخاری: باب مطل الغنی ظلم، حدیث: ۲۲۷۰

کہنے پر کہ اللہ سے ڈر، گناہ سے باز رہا، گناہ کو ترک کرنے کو وسیلہ بنا کر دعا کیا تو دوسرا حصہ بھی غار کے منہ سے ہٹ گیا، اب تیسرے نے کہا: اے اللہ! میں نے مزدوروں کو اجرت پر رکھا، میں نے ان سب کی مزدوری ادا کردی، مگر ان میں سے ایک کسی وجہ سے اپنی مزدوری لئے بغیر چلا گیا، میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو سرمایہ کاری میں لگا دیا اور اس سے بہت سارے مال بڑھ گئے، وہ ایک زمانہ کے بعد میرے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے بندے! میری اجرت دے دے، میں نے کہا: یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے سارا تیری مزدوری (کا بڑھا ہوا مال) ہے، یہ اونٹ، یہ گائیں، یہ بکریاں بھیڑیں یہ غلام (سب تمہارے ہیں) اس نے (تعجب سے) کہا: اللہ کے بندے! مجھ سے مزاح نہ کر، میں نے عرض کیا: میں تجھ سے مزاح نہیں کر رہا، لہٰذا وہ سارے کا سارا لے گیا اور اس نے (میرے پاس) کچھ بھی نہ چھوڑا، اے اللہ! اگر میں نے یہ سب کچھ محض تیری رضا کے لئے کیا تو ہمیں اس تنگی سے نکال دے، جس میں ہم مبتلا ہیں، پتھر ہٹ گیا اور وہ پاؤں چلتے ہوئے باہر آ گئے "فَخَرَجُوا يَمْشُونَ" (۱)

☆اس کے ساتھ ساتھ کام کی مقدار کا بھی تعین ہو :

آپ ﷺ نے فرمایا: غلام سے کوئی ایسا کام نہ لو جو ان کی طاقت اور قوت سے باہر ہو۔ (۲)

مثلاً اصولِ صحت کے اعتبار سے جن کاموں کو روزانہ چھ گھنٹے کیا جا سکتا ہے ان کے چھ گھنٹے اور جن کاموں کو آٹھ گھنٹے کیا جا سکتا ہے ان ملازمین کو آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی ہوگی، بعض لوگ کم عمر بچوں اور بوڑھوں سے ان کی طاقت اور قوت سے زیادہ کام لیتے ہیں، یہ قانوناً جرم ہے، مستقل ملازمین کیلئے ہفتہ میں ایک دن تعطیل، بیماری اور رشتہ داروں سے ملاقات کیلئے بھی رخصت ہونا چاہئے۔ (۳)

---

(۱) بخاری: باب من استأجر أجيرا فترك أجره فعمل، حديث:۲۱۵۲

(۲) مؤطا مالک

(۳) رد المحتار :۸۰/۳۰

امام ابن حزم رحمہ اللہ مزدور سے کام (جسمانی یا ذہنی) لینے کا ایک حکیمانہ اصول بتاتے ہیں:

"ولیستعملهما فیما یحسّانه ویطیقانه بلا إضرار بهما" کام لینے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ (آزاد یا غلام) دونوں قسم کے اجیروں سے اس حد تک کام لیں کہ وہ اچھی طرح اس کا کام انجام دے سکیں اور بقدرِ طاقت کام لینا چاہئے اور یہ نہ ہو کہ ان کو اتنی محنت کرنی پڑے کہ ان کی صحت وغیرہ کو نقصان ہو۔

☆ مزدوروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کیا جائے:

حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: مزدور تمہارے بھائی ہیں " أَنَّهُمْ اِخْوَانُکُمْ " (۱)

قرآنِ کریم نے حضرت شعیب علیہ السلام کے بحیثیتِ آجر (ملازمت پر رکھنے والے) کی یہ صفتیں بیان کی ہیں "مَآ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْکَ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ" (۲) میں تم کو تکلیف دینا نہیں چاہتا، انشاء اللہ تم مجھ کو صالح اور نیک لوگوں میں پاؤ گے۔

☆ خادم کو مار پیٹ نہ کرے، خادم کو مار پیٹ کرنا یہ اس کے ساتھ بدسلوکی اور اس کے حق خدمت کے خلاف ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے ایک غلام کو مارا، تو میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی، اے ابو مسعود! "اِنَّ اللّٰـهَ اَقْدَرُ مِنْكَ عَلَیْكَ" اللہ کو تم پر تمہاری اس پر قدرت اور طاقت سے زیادہ طاقت حاصل ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے پیچھے مڑکر دیکھا تو وہ حضور ﷺ تھے، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ اللہ کیلئے آزاد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا نہ کیا ہوتا تو تم کو جہنم کی آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ (۳)

---

(۱) ابوداؤد: باب فی حق المملوک، حدیث: ۵۱۵۷، علامہ بوصیری فرماتے ہیں کہ: اس کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں اور ابو عارم الھانی ان کا نام عبداللہ بن غابر ہے۔ (۲) القصص: ۲۷

(۳) مسلم: کتاب الایمان، باب صحبة المماليك و كفارة من لطم عبده، حدیث: ۱۶۵۹

اس حوالے سے حضور ﷺ کا خادموں اور نوکروں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''مَا ضَرَبَ ﷺ رَسُوْلُ اللّٰہِ شَیْئًا قَطُّ بِیَدِہٖ وَلَا اِمْرَأَۃً وَلَا خَادِمًا'' حضور ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا نہ اپنی بیوی کو اور نہ ہی خادم کو۔(۱)

حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ اس حوالے سے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اخلاق والے تھے، حضور ﷺ نے ایک دفعہ مجھے کسی ضرورت سے بھیجا، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میرا اِرادہ حضور ﷺ کے بتلائے ہوئے کام کیلئے جانے کا تھا، کہتے ہیں: میں گھر سے نکل کر بچوں کے پاس سے گذرا وہ بازار میں کھیل رہے تھے، حضور ﷺ نے میرے پیچھے آکر میری گدی کو پکڑا، میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ مسکرانے لگے، اور فرمایا: اے انس! میں نے جس کام کیلئے بھیجا تھا اس کیلئے جاؤ ''اِذْھَبْ حَیْثُ أَمَرْتُكَ'' میں نے کہا: ہاں، اے اللہ کے رسول ﷺ! میں جاؤں گا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے حضور اکرم ﷺ کی سات سال یا نو سال خدمت کی حضور ﷺ نے کبھی کسی کام کے متعلق یوں کہا ہو کہ: تم نے ایسا ایسا کیوں کیا؟ اور نہ ہی میرے کسی کام کے نہ کرنے پر یوں کہا ہو کہ تم نے ایسا ایسا کیوں نہیں کیا؟ ''ھَلَّا فَعَلْتَ کَذَا وَکَذَا؟''(۲)

☆ کام میں اس کا ہاتھ بٹائے، پورے کام کا بوجھ اسی پر نہ ڈالے، مثلاً وہ کسی بوجھ کو اٹھا رہا ہے اور اس کے اٹھانے میں اس کو کافی مشقت ہو رہی ہے تو تھوڑا ہاتھ خود بھی لگائے، آپ ﷺ نے خادم کے کام میں ہاتھ بٹانے پر اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے، ارشادِ نبوی ہے ''مَا خَفَّفْتَ عَنْ خَادِمِكَ مِنْ عَمَلِهٖ كَانَ لَكَ أَجْرًا فِیْ مَوَازِیْنِكَ''(۳)

---

(۱) مسلم: کتاب الفضائل، باب مباعدته للاثام، حدیث: ۲۳۲۸

(۲) مسلم: کتاب الفضائل: باب کان رسول الله أحسن الناس خلقا، حدیث: ۲۳۱۰

(۳) شعب الایمان: الاحسان الی المماليك، حدیث: ۸۲۲۶

☆ اس کے ساتھ یکساں سلوک کرے اس کو نیچ یا کمتر نہ سمجھے حضور ﷺ نے اپنی امت کے خادموں کے ساتھ بھی تواضع اور انکساری کا حکم کرتے ہوئے فرمایا: ”مَا اسْتَکْبَرَ مَنْ أَکَلَ مَعَهُ خَادِمُهُ، وَرَکِبَ الْحِمَارَ بِالْاَسْوَاقِ وَاعْتَقَلَ الشَّاةَ فَحَلَبَهَا“ وہ شخص کبر سے بری ہے جو اپنے خادم کے ساتھ کھائے، اور گدھے پر سوار ہو کر بازار جائے، اور بکری کو باندھ کر اس کا دودھ دوھے۔ (۱)

☆ ملازم کو بھی امانت اور قوت کی صفت سے متصف ہونا چاہئے جو کہ کسی بھی عمل کے انجام دہی کیلئے ضروری ہوتے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس بنیاد پر اپنا ملازم متعین کیا، وہ ان کی صاحبزادی کی یہ اطلاع تھی ” یَآ اَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ “(۲) ابا جان! ان کو مزدور رکھ لیجئے، بہترین مزدور جسے آپ رکھیں گے وہ ہوگا جو طاقتور اور امانت دار ہو۔

یہاں اچھے مزدور کی دو صفات بیان ہوئی ہیں: ایک تو وہ قوت وصلاحیت کا حامل ہو چنانچہ، غیر اہل کو کسی کام کی ذمہ داری سونپی نہ جائے۔

دوسرے یہ کہ وہ اپنے کام کو بحسن وخوبی اور پوری احساسِ ذمہ داری کے ساتھ، متعینہ وقت پر پوری دیانت داری کے ساتھ ادا کرے۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”عدل کے ساتھ وزن کرو“ میں یہ بھی داخل ہے کہ ملازمین اپنے اوقاتِ ملازمت کا پورا پورا خیال رکھیں۔

امانت میں یہ بھی داخل ہے کہ اپنے مفوضہ کام کی ادائیگی میں رشوت اور الگ سے پیسہ نہ لے، چونکہ رشوت خوری کا یہ عمل شریعت کی نگاہ میں بڑا بھیانک اور دخولِ جہنم کا موجب عمل ہے ”اَلرَّاشِیُ وَالْمُرْتَشِیُ کِلَاهُمَا فِیُ النَّارِ “(۳)

---

(۱) الأدب المفرد: باب الکبر، حدیث:۵۵۰ (۲) القصص:۲۶

(۳) ترمذی: الراشی والمرتشی فی الحکم، حدیث:۱۳۳۶، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

☆ ناجائز ملازمت نہ کرے یا ایسی ملازمت جو گناہ اور معصیت کی وجہ اور سبب بنتی ہو اس سے بھی پرہیز کرے، گناہ کا سبب بننا خود یہ گناہ کرنے کے درجہ میں ہے اس لئے فقہاء نے لکھا ہے: "لَا يَجُوزُ الِاسْتِئْجَارُ عَلٰى شَيْئٍ مِنَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ وَالْمَزَامِيرِ وَلَا أَجْرَ لَهُمْ" (۱)

مزامیر، نوحہ خوانی اور گانے بجانے وغیرہ کے کاموں پر کسی کو اجیر رکھنا درست نہیں اور وہ اجرت کے حقدار نہیں ہوتے۔

اسی حکم میں سینما ہال کی ملازمت، گانے بجانے کے کام، انشورنس کی ایجنسی اور انشورنس اور بنک کی ایسی ملازمتیں ہیں جن میں سودی کاروبار لکھنا پڑے یا اس میں سود کا لین دین ہو۔

مالک کے حقوق:

کام وہی ذمہ میں وہی لینا چاہئے جس کا وقت اور قابلیت اور بوجھ اٹھانے کی آدمی طاقت رکھتا ہو اور جب بوجھ لے لے تو پھر نبھانا بھی چاہئے، نبی پاک ﷺ نے معراج کی رات میں ایک شخص کو دیکھا جو لکڑیوں کا گٹھر جمع کرتا ہے؛ لیکن اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا، یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ جھوٹی میڈیکل سرٹیفکٹ لگا کر نوکری پر ناغہ کیا جائے، جی لگا کر کام کرنا چاہئے، جب آدمی مالک کا اعتماد جیت لیتا ہے تو پھر اس کے ساتھ خصوصی معاملہ بھی کیا جاتا ہے۔

حکومت کا کارندہ ہو، یا کسی کمپنی کا، یا کسی کے پاس نوکر، یا خادم، یا روزانہ کی اجرت پر کام کررہا ہوں، اس کو بھی چاہئے کہ وہ مندرجہ مالک کے حقوق کی رعایت کرے۔

جہاں مزدور اور ملازمین کے یہ حقوق ہیں وہیں ان کی ذمہ داریاں اور فرائض بھی بہت اہم ہیں، جن کی طرف قرآن مجید نے دو مختصر لفظوں میں اشارہ کردیا ہے، حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسی علیہ السلام کو جس بنیاد پر اپنا ملازم متعین کیا وہ ان کی صاحبزادی کی یہ اطلاع تھی کہ:

---

(۱) المبسوط للسرخسی، باب الاجارۃ الفاسدۃ: ۳۸/۱۶، دارالمعرفۃ، بیروت

”يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ “(۱)
ابا جان! ان کو مزدور رکھ لیجئے، بہتر مزدور جسے آپ رکھیں گے وہ ہوگا جو طاقتور اور امانت دار ہو۔

یہاں اچھے مزدور کی دو صفات بیان کی گئی ہیں، ایک قوت وصلاحیت اور دوسری امانت ودیانت، اس سے معلوم ہوا کہ اہلیت کے بغیر کسی کام کی ذمہ داری نہ لے، اس لئے فقہاء نے کم عقل اور نا تجربہ کار حکیم وڈاکٹر کو علاج سے روک دینے کا حکم دیا ہے۔(۲)

دوسرے یہ کہ وہ اپنے کام، ذمہ داریوں اور سونپی گئی اشیاء کے معاملہ میں امانت دار اور دیانت دار ہو، اگر مفوضہ کام میں وہ قصدا کوئی نقص رہنے دے یا متعینہ وقت کا اپنی ذمہ داریوں کے لئے پورا پورا استعمال نہ کرے تو یہ بات دیانت کے خلاف ہوگی، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ عدل وانصاف کے ساتھ وزن کرو میں یہ بھی داخل ہے کہ ملازمین اپنے اوقاتِ ملازمت کا پورا پورا خیال رکھیں۔(۳)

۱- نہایت اچھے طریقے سے کام کو انجام دے

چونکہ ارشاد باری عزوجل ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا“(۴)
بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم بھی اس کا اجر ضائع نہیں کریں گے جس نے اچھے کام کئے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: ”إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُتْقِنَهُ“(۵) (بیشک اللہ تعالی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کو انجام دے تو اس کو اچھے طریقے سے

---

(۱) سورة القصص: ۲۶
(۲) الأشباه والنظائر لابن نجيم: ۱۴۳
(۳) معارف القرآن: ۵/۴۸۰
(۴) الكهف: ۳۰
(۵) المعجم الاوسط، حديث أبي امامة، حديث: ۸۹۷

انجام دے)۔

لہٰذا مزدور کو چاہئے نہایت اخلاص، دیانتداری اور پختگی کے ساتھ کام انجام دے، اپنے کام کے ذریعے مخلوق کی خدمت کی نیت کر لے۔

۲- وقت کی پابندی کرے:

مزدور کو چاہئے کہ وقتِ مقررہ کی پابندی کرے، اور وقتِ مقررہ میں مفوضہ کام کو انجام دینے کی کوشش کرے، وقت کو یوں ہی ضائع نہ کرے، آج کے کام کو کل پر نہ ڈالے، فراغت کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو نہایت امانداری کے ساتھ کام میں مشغول کرے، چونکہ حدیث شریف میں آیا ہے: ”نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ“۔ (۱)

۳- نہایت محنت اور چستی کے ساتھ کام انجام، سستی اور کاہلی سے کام نہ لے، اچھا

مزدور وہ ہوتا ہے جو پھرتی اور چستی کے ساتھ مفوضہ کام انجام دیتا ہے، سست اور کاہل شخص پسندیدہ نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ نے سستی اور کاہلی سے پناہ مانگی ہے:

” اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ“ (۲) اے اللہ! میں عاجزی، سستی اور کاہلی سے پناہ چاہتا ہوں۔

۴- کام میں اللہ کا دھیان رہے:

اور کام اور مزدوری کے تعلق سے اللہ کا دھیان ہمیشہ پیش نظر رکھے جو کام وہ انجام دے رہا ہے، مالک اور باس تو نہیں دیکھ رہا، لیکن اس کی امانت اور خیانت پر اللہ تو گواہ ہے وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ“ (۳) اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

---

(۱) بخاری: باب ماجاء فی الصحة والفراغ، حدیث:۶۰۴۹

(۲) بخاری: باب ما یتعوذ من الجبن، حدیث:۲۶۶۸ (۳) الحدید: ۴

۵- ناجائز اور حرام امور سے بچے:

الف: مثلاً حکومت، یا کمپنی، یا جس کے پاس کام کر رہا ہے ان کی چیزوں کو ناحق نہ لے:

کیوں کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے: ”لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ، إِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (۱) اللہ کی قسم تم میں سے جو شخص کوئی چیز ناحق لے گا تو قیامت کے دن اللہ سے اس طرح ملے گا کہ وہ چیز اس پر سوار ہوگی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: ” مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ“ (۲) حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم نے جس کو بھی کسی کام پر مامور کیا تو اس کا وظیفہ اور تنخواہ مقرر کی ہے پھر اس کے بعد جو کچھ وہ اس سے زائد حاصل کرے وہ چوری اور خیانت ہے۔

اور ایک روایت میں ہے:

حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! تم میں سے جو شخص ہمارے لیے کوئی کام کرتا ہے اور ہم سے ایک دھاگہ یا اس سے معمولی چیز چھپاتا ہے تو وہ خیانت ہے جس کے ساتھ وہ قیامت کے دن آئے گا، یہ سن کر ایک پکے رنگ کا انصاری کھڑا ہوا، وہ انصاری اب بھی میری نظروں کے سامنے ہے، اور کہنے لگا یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ نے میرے ذمے جو کام سپرد فرمایا تھا، وہ ذمہ داری مجھ سے واپس لے لیجئے، نبی ﷺ نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے آپ کو اس اس طرح کہتے ہوئے سنا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا تو میں اب یہ کہتا ہوں کہ جس شخص کو ہم کسی ذمہ داری پر فائز کریں وہ تھوڑا اور زیادہ سب ہمارے پاس لے کر

---

(۱) بخاری: باب احتيال العامل ليهدى له، حديث:۶۵۷۸

(۲) أبوداؤد: باب فى أرزاق العمال، حديث:۲۹۴۳، اس روایت کو حاکم نے صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

آئے، پھر اس میں سے جو اسے دیا جائے گا وہ لے لے اور جس سے روکا جائے، اس سے رک جائے: ”فَمَا أُوتِیَ مِنْهُ أَخَذَ، وَمَا نُهِیَ عَنْهُ انْتَهَى“(۱)

ب- پابندی سے کام کو جائے، کسی شرعی یا قانونی معذوری کی وجہ سے نہ جاسکے تو کوئی حرج نہیں۔

ج- رشوت نہ لے:

ہدیہ لینا تو مستحب ہے، کسی گورنمنٹ اور حکومت کے کارند کے لوگوں کے کاموں کی انجام دہی کے لئے رشوت لینا صحیح نہیں۔

احادیث میں رشوت کی ممانعت وارد ہوئی ہے، رشوت یہ کبیرہ گناہ، امانت میں خیانت اور حرام کمائی میں داخل ہے” حضرت ابن عمرو ﷺ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہو: ”لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ“(۲)

د- اپنے کام پر دوسرے پر رکھ کر خود فارغ نہ کرے:

کیوں کہ کام میں سب یکساں اور برابر نہیں ہوتے، جس اللہ عزوجل نے یوں بیان فرمایا ہے:

> ”وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ“ (۳)
>
> اور اللہ ایک اور مثال دو آدمیوں کی بیان فرماتا ہے ایک ان میں سے گونگا ہے کچھ بھی نہیں کرسکتا اور اپنے آقا پر ایک بوجھ ہے جہاں کہیں اسے بھیجے اس سے کوئی خوبی کی بات بن نہ آئے کیا یہ اور وہ

---

(۱) مسلم: باب تحریم هدايا العمال، حدیث:۱۸۳۳

(۲) سنن ابن ماجة : باب التغليظ فی الحيف والرشوة، حدیث:۲۳۱۳

(۳) النحل: ۷۶

برابر ہے جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ خود بھی سیدھے راستے پر قائم ہے۔

د- کام کو نہایت امانتداری کے ساتھ انجام دے، کام کے اوقات میں بیکاری اور اخبارات کے مطالعہ یا بات چیت وغیرہ میں صرف نہ کرے:

حدیث شریف میں ہے: "لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَه" (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں کوئی خطبہ ایسا نہیں دیا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ اس شخص کا ایمان نہیں جس کے پاس امانت داری نہ ہو اور اس شخص کا دین نہیں جس کے پاس وعدہ کی پاسداری نہ ہو۔

ہ- ایک دوسرے کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئے:

چونکہ حدیث شریف میں ہے: "إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا" (تم میں بہتر وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو)۔ (۲)

و- ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور حسن سلوک کا معاملہ کرے:

چونکہ ارشاد باری عزوجل ہے: "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَاب" (۳) آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری پر مدد کرو اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے: "وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ" اللہ عزوجل بندے کی مدد میں ہوتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔ (۴)

---

(۱) مسند احمد، مسند انس بن مالک، حدیث: ۱۲۴۰۶

(۲) بخاری، باب صفة النبی صلی اللہ علیه وسلم، حدیث: ۳۳۶۶

(۳) المائدة: ۲

(۴) صحیح مسلم: باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن، حدیث: ۲۶۹۹

عورت کا تجارت یا ملازمت کرنا

اسلام نے عورت کے لئے کام کا میدان فراہم کیا ہے، عورت کا خرید و فروخت کرنا، یا یہ کہ وہ طبیبہ ہو، مدرّسہ یا مربیہ اس میں کوئی حرج نہیں، اسلامی معاشرے میں ماضی میں ایسی خواتین گذری ہیں جنھوں نے مختلف پیشوں کو اپنایا ہے جیسے تجارت، سوت کاتنا، کپڑا بننا، بیچنے کے لئے کھانا بنانا وغیرہ۔

۱۔ ابوحازم بن دینار روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ سہل بن سعد ساعدی کے پاس آئے اور وہ اختلاف کر رہے تھے منبر کے متعلق، کہ اس کی لکڑی کس درخت کی تھی، تو ان لوگوں نے ان (سہل بن سعد ساعدی) سے اس کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے جواب دیا کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ منبر کس درخت کی لکڑی کا تھا، اور واللہ میں نے پہلے ہی دن اس کو دیکھا، وہ رکھا گیا تھا اور سب سے پہلے دن جب اس پر رسول اللہ ﷺ بیٹھے، رسول اللہ ﷺ نے انصار کی فلاں عورت کا نام سہل نے بیان بھی کیا، کے پاس کہلا بھیجا کہ تم اپنے بڑھئی لڑکے کو حکم دو کہ وہ میرے واسطے ایسی لکڑیاں بنا دے کہ جب میں لوگوں سے مخاطب ہوں، تو اس پر بیٹھوں: ”مُرِیْ غُلَامَكِ النَّجَّارِ أَنْ يَّعْمَلَ لِیْ أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ“ چنانچہ اس عورت نے اس لڑکے کو اس کے بنانے کا حکم دیا، تو غابہ کے جھاکے درخت کا بنایا، پھر اس عورت کے پاس لے کر آیا تو اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کو بھیج دیا آپ ﷺ نے حکم دیا تو وہاں رکھا گیا، پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اور تکبیر کہی، پھر اسی پر

رکوع بھی کیا بعد ازاں الٹے پاؤں پھرے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا، پھر واپس اپنی جگہ پر گئے، جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے لوگو میں نے ایسا اس لئے کیا کہ تم میری اقتدا کرو اور میری نماز سیکھ لو۔ (۱)

اس سے پتہ چلا کہ عورت کا پیشوں کو اختیار کرنا اور عورتوں کی جانب سے خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔

۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس حضرت بریرہ آئی اور کہا کہ میرے مالکوں نے مجھے نو اوقیہ نو سالوں میں ہر سال میں ایک اوقیہ ادا کرنے پر مکاتب بنایا ہے آپ (رضی اللہ عنہا) میری مدد کریں تو میں نے اس سے کہا اگر تیرے مالک چاہیں تو میں ان کو یہ بدل کتابت ایک ہی دفعہ ادا کروں اور تجھے آزاد کردوں اور ولا میرے لئے ہو جائے گا تو بریرہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اپنے مالکوں سے ذکر کیا انہوں نے انکار کر دیا سوائے اس کے کہ ولا ان کے لئے ہو وہ میرے پاس آئیں اور اس کا ذکر کیا تو میں نے اسے جھڑکا تو اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم ایسا نہیں جب اس نے یہ کہا تو رسول اللہ ﷺ نے سنا اور مجھ سے پوچھا تو میں نے آپ ﷺ کو خبر دی آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کو خرید اور آزاد کرا اور ولا کی شرط انہیں کے لئے کرلے "اَلْوِلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ"۔ (۲)

اس حدیث میں "اِشْتَرِیْ وَاَعْتِقِیْ" کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عورت کو بیچنے اور خریدنے کا حکم دیا ہے۔ امام بخاری نے بھی اس پر یہ عنوان باندھا ہے "البیع والشراء مع النساء" (عورتوں کے ساتھ خرید وفروخت) اور علامہ ابن حجرؒ نے شرح حدیث میں فرمایا ہے: "وَإِنَّ الْمَرْأَةَ الرَّشِیْدَةَ تَتَصَرَّفُ لِنَفْسِهَا فِیْ الْبَیْعِ وَغَیْرِهِ وَلَوْ کَانَتْ مُزَوَّجَةً" (۳)

---

(۱) بخاری: باب الخطبة علی المنبر، **حدیث:۸۷۵**

(۲) بخاری: باب البیع والشراء مع النساء، **حدیث:۲۰۴۷**

(۳) فتح الباری : باب استعانة المکاتب وسؤاله الناس: **۱۹۲/۵، دارالمعرفة، بیروت**

۳۔ سہل بن سعد ساعدی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم میں ایک عورت تھی جو اپنے کھیت میں نہر کے کنارے چقندر بویا کرتی ہیں، جب جمعہ کا دن آتا تو چقندر کی جڑوں کو اکھاڑتی اور اسے ہانڈی میں پکاتی، پھر جو کا آٹا پیس کر اس ہانڈی میں ڈالتی، تو چقندر کی جڑیں گویا اس کی بوٹیاں ہو جاتیں، اور ہم جمعہ کی نماز سے فارغ ہوتے تو اس کے پاس جا کر اسے سلام کرتے، وہ کھانا ہمارے پاس لا کر رکھ دیتی اور ہم اسے چاٹتے تھے، اور ہم لوگوں کو اس کے اس کھانے کے سبب سے جمعہ کے دن کی تمنا ہوتی تھی: ”وَكُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ“ (۱)

۴۔ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جوام المساکین کے نام سے جانی جاتی ہیں، ان کا نام ہی اس لئے پڑا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اون کاتتی تھیں، چمڑے کو دباغت دیتیں، لڑیاں پروتیں اور اس کو بازار میں فروخت کرتیں اور اس کی قیمت کو مساکین پر صدقہ کرتیں ”وَصَنَّاعًا تُصَدِّقُ بِذَالِكَ كُلِّهِ عَلي الْمَسَاكِيْنِ“ (۲)

۵۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ جو ان کے ہاتھ سونے کی چین تھی۔

روایت ہے کہ جو رسول کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے فرمایا فاطمہ جو کہ ھبیرہ کی لڑکی تھیں ایک دن خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھ میں بڑے بڑے موٹے چھلے تھے رسول کریم ﷺ نے ان کے ہاتھ پر مارنا شروع کیا۔ وہ حضرت فاطمہ کی خدمت میں پہنچیں جو کہ رسول کریم ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور انہوں نے ان سے شکوہ کیا رسول کریم ﷺ کا۔ حضرت فاطمہ نے یہ سن کر اپنے گلے کا ہار نکال دیا جو کہ سونے کا تھا اور کہا یہ مجھ کو ابو الحسن نے تحفہ بخشا ہے (ابو الحسن یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے)۔ اس دوران میں رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور وہ ہار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ! کیا تم پسند کرتی ہو کہ لوگ کہیں کہ رسول کریم ﷺ

---

(۱) بخاری: كتاب الجمعة، باب قوله تعالي، فإذا قضيت الصلاة، حديث: ۹۳۸

(۲) االإصابة: زينت بنت جحش: ۱۵۴/۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کی صاحبزادی کے ہاتھ میں ایک آگ کی زنجیر ہے پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور قیام نہیں کیا۔ حضرت فاطمہ نے وہ زنجیر بازار میں بھیج دی اور اس کو فروخت کر کے ایک غلام خریدا پھر اس کو آزاد کر دیا۔ رسول کریم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی آپ ﷺ نے فرمایا خداوند قدوس کا شکر و احسان ہے کہ جس نے (حضرت) فاطمہ کو دوزخ کی آگ سے نجات عطا فرمائی۔ "اَلْحمدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَجّی فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ"(۱)

ان دونوں قصوں سے پتہ چلا کہ خرید و فروخت میں، غلام و باندی کی آزادی میں عورت کو مکمل اختیار ہے۔

فقہاء کے اقوال:

۱۔ ابن عابدین کہتے ہیں: لِلْوَالِدِ دَفْعُ اِبْنَتِهِ إِلٰى اِمْرَأَةٍ تُعَلِّمُهَا حِرْفَةً كَالتَّطْرِيْزِ وَالْخِيَاطَةِ وَبِذٰلِكَ تَعُوْلُ نَفْسَهَا مِنْ كَسْبِهَا عِنْدَ الْحَاجَةِ" **والد اپنے لڑکے کو ایسی عورت کے حوالہ کر سکتا ہے جو اس کو کوئی پیشہ نقش و نگاری یا ٹیلرنگ وغیرہ سکھائے؛ تاکہ وہ اس کی کمائی سے ضرورت کے وقت میں اپنے عیال و اولاد کی پرورش کر سکے"** (۲)

علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں:" وَبَيْعُ الْمَرْأَةِ مُذْ تَبْلُغُ ، وَالْبِكْرُ ذَاتُ الْأَبِ، وَغَيْرُ ذَاتِ الْأَبِ، وَالثَّيِّبُ ذَاتُ الزَّوْجِ وَالَّتِيْ لَا زَوْجَ لَهَا جَائِزٌ وَابْتِيَاعُهَا كَذٰلِكَ"(۳) **عورت کا بالغ ہونے کے بعد خرید و فروخت کرنا، اسی طرح باپ والی لڑکی اور یتیم اور شوہر والی ثیبہ اور جس کا شوہر نہ ہو ان کا خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔**

شوہر یا ولی کو عورت کے گھر کے اندر کام کی ممانعت کا کتنا حق ہے؟

سابقہ احادیث و فقہی عبارات کی روشنی میں اس بات کا پتہ چلا کہ عورت کا کمانا

---

(۱) السنن الكبرى للبيهقي: باب سياق أخبار تدل على تحريم، حدیث: ۷۸۰۶، علامہ منذری ترغیب میں فرماتے ہیں: اس کو نسائی نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۲) حاشیہ رد المحتار: ۵۱۲/۳ (۳) المحلی بالآثار: ۱۴۰/۷، دار الفکر

اورکسب ومعاش کی جدوجہد مشروع ہے، اگر عورت کا گھر کا کام ہے تب تو یہ بالکل مشروع اور غیر ممنوع کام ہے، بغیر کسی دلیل اور وجہ کے اس کو گھر کے کام سے منع کرنا درست نہیں، جب تک کہ اس کے کام سے کسی کو نقصان نہ پہنچتا ہو۔

چنانچہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

> ”وقالوا هنا له أن يمنع امرأته من الغزل، كذا في الظهيرية، وينبغي عدم تخصيص الغزل، بل له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب، لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه، وكذا من العمل تبرعا لأجنبي بالأولى“(۱)

ان لوگوں نے اس کو اپنے بیوی کو سوت کاتنے سے منع کرنا جائز ہے، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے، صرف سوت کاتنے کی ممانعت کے ساتھ مخصوص نہیں؛ بلکہ اس کو کمائی کے تمام کاموں سے منع کیا جائے گا، چونکہ وہ شوہر کے اس کے لئے کفایت کرنے کی وجہ سے کمائی سے مستغنی ہے، تو بطور تبرع کے کسی اجنبی کے لئے کام کرنا تو بدرجہ اولی منع ہوگا۔

اور ابن عابدین ممانعت کے قول پر فرماتے ہیں:

> ”ثم إن قولهم منعها من الغزل يشمل غزلها لنفسها، فإن كانت العلة فيها السهر والتعب المنقص لجمالها، فله منعها عما يؤدي إلى ذلك، لا ما دونه، وإن كانت العلة استغنائها عن الكسب كما مر، ففيه: أنها قد تحتاج إلى ما لا يلزم الزوج شرائها لها، والذي ينبغي تحريره أن يكون منعها عن كل عمل يؤدي إلى تنقيص حقه أو ضرره، أو إلى خروجها من بيته، أما العمل الذي لا ضرر له فيه، فلا وجه لمنعها عنه

---

(۱) البحر الرائق: باب النفقة في اللغة الإنسان على عياله: ۲۱۳/۴، دار المعرفة، بيروت

خصوصا فی حال غیبته من بیته، أما العمل الذی لا ضرر له فیه، فلا وجه لمنعها عنه خصوصا فی حال غیبته من بیته، فإن ترک المرأة بلا عمل فی بیتها یؤدی إلی وساوس النفس والشیطان، أو الاشتغال بما لا یعنی مع الأجانب والجیران"(۱)

بہرحال علامہ ابن عابدین شامی کی اس بات عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ اگر عورت کے کام کی وجہ سے اس کے حق زوجیت کی ادائیگی میں کچھ کمی کوتاہی ہوسکتی ہو تو جیسے جاگنے کی وجہ سے اس کے کمزور ہوجانے یا تھک جانے کا اندیشہ ہو جس کا سلبی اور منفی اثر اس کے خوبصورتی وحسن وجمال پر پڑتا ہو یا تھکاوٹ اور کمزوری کی وجہ سے شوہر کے حق زوجیت کی ادائیگی میں نقص کا اندیشہ ہو تو شوہر عورت کو گھر میں کام کرنے سے منع کرسکتا ہے۔

۲۔ صرف اس وجہ سے عورت کو کسب ومعاش سے روکنا کہ شوہر خود اس کی کفایت کرسکتا ہے تو علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ شوہر کو اس کا حق نہیں، چونکہ کبھی عورت کو ایسی اشیاء کی ضرورت درپیش ہوسکتی ہے جو شوہر کے ذمہ واجب نان ونفقہ کے تحت نہ آتی ہوں تو اس ضرورت کے پورا کرنے کے لئے بیوی کسب اور عمل کرسکتی ہے، ہاں یہ ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے شوہر کے حقوق زوجیت پر اثر نہ پڑتا ہو، یا شخصی یا گھریلو منافع پر اس کا اثر نہ پڑتا ہو، خصوصا اگر شوہر موجود نہیں ہے تو وہ کمائی کرسکتی ہے اور فرماتے ہیں کہ: بیکاری کی وجہ سے کبھی عورت نفس وشیطان کے بہکاوے میں آسکتی ہے۔

یہی رائے شوافع میں ابن صلاح اور مالکیہ حطاب (۲) کی ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی یہ صناع عورت تھی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس مال نہیں تھا، وہ عبداللہ بن مسعود اور ان کے لڑکے پر خرچ اپنی کاریگری کے پیسے

---

(۱) رد المحتار: ۶۰۳/۳ (۲) مواهب الجليل: ۱۶۸/۴

خرچ کرتی تھی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ کیا مجھے اس میں اجر ملے گا؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”أَنْفِقِي عَلَيْهِمْ فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ “ (خروج کرتی رہو تم کو ان پر خرچ کرنے کا ثواب ملے گا) اور ایک روایت میں ہے: ہاں اس کے لئے دو اجر ہیں ایک تو رشتہ دار کا اجر اور دوسرے صدقہ کا اجر۔ (۱)

عورت کا گھر کے باہر کام کرنا:

یعنی عورت کا گورنمنٹ محکموں یا کسی بھی میدان میں گھر کے باہر باتنخواہ کام کرنا تو یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ یہ عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں۔

۱۔ ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے جو ضرورت کی وجہ سے گھر سے نکلتی ہیں، خود اپنی اور اپنے آل واولاد کی آسائش اور راحت اور ان کی معیشت کو بلند کرنا ان کا مقصود ہوتا ہے، وہ زندگی میں اپنے شریک حیات کا ہاتھ بٹانا چاہتی ہیں، اکثر وبیشتر عورتیں اسی قسم کی ہیں۔

۲۔ دوسری قسم عورتوں کی وہ ہے جو حاجت اور ضرورت کی وجہ سے نہیں، بلکہ اپنی خواہش سے نکلتے ہیں، وہ گھر میں بیٹھے رہنے کو اپنی شخصیت کے لئے نقص باور کرتی ہیں اور اس کو صلاحیتوں کو کمزور کرنے والا عمل گردانتی ہیں۔

۳۔ عورتوں کی تیسری قسم وہ ہے جو عام وطنی مصالح کے پیش نظر گھر سے باہر نکلتی ہیں، وہ اپنی معاشرے میں ذمہ داری ادا کرنا اور اپنا نسوانی دائرے کار میں تدریس یا طبابت اور ڈاکٹری کے ذریعہ حصہ ادا کرنا چاہتی ہیں۔

عورت کے گھر کے باہر کام کرنے کا حکم:

تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے اللہ تعالی کے ارشاد کی وجہ سے ” وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ “ (۲) اس آیت سے پتہ چلا کہ مرد پر اپنی اس مطلقہ بیوی کا نفقہ واجب ہے جو اس کے بچے کو

---

(۱) بخاری: كتاب الزكاة، باب الزكاة على الزوج والأيتام في الحجر، حديث:۱۴۶۶،۱۴۶۷

(۲) سورة البقرة: ۲۳۳

دودھ پلارہی ہو۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "وَلَهُنَّ عَلَيْكُم رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" (تم پر ان کا رزق اور کپڑا معروف طریقے سے واجب ہے)۔(۱)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: "وَانْعَقَدَ الْأَجْمَاعُ عَلَي الْوُجُوبِ"(۲)

اگر چہ بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے؛ لیکن اسلام اپنی دوربین نگاہی اور حکیمانہ نظریہ دیکھتا ہے کہ اگر کسی حاجت اور ضرورت سے عورت کو کام کرنا پڑے، یا اس کے کام کرنے میں امت کے لئے مصلحت ہو، تو اسلام اس کے کام کرنے کو منع نہیں کرتا، چونکہ اسلام آسان دین ہے اور اس نے بندوں پر سے حرج اور مشقت کو دور کیا ہے، ارشاد باری عزوجل ہے: " فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ " (۳) قرآن کریم سے اشارۃ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت ضرورت کے وقت کام کے لئے گھر کے باہر جاسکتی ہے، اسی طرح احادیث سے بھی ضرورت کے وقت عورت کا گھر کے باہر کام کے لئے جانے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

قرآن کریم کے دلائل:

۱- موسی علیہ السلام کا واقعہ جب وہ مصر سے نکلے تھے، ان کی ملاقات اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام کے ساتھ ہوئی تھی، جس کو اللہ عزوجل نے یوں فرمایا:

"قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ،فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ"(۴)

اس آیت سے پتہ چلا کہ اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے دونوں لڑکیوں کو گھر کے باہر بکریوں کو چرانے اور مدین کے کنویں پر پانی پلانے کے لئے بھیجا تھا۔ چونکہ حضرت شعیب علیہ السلام بوڑھاپے کی وجہ سے یہ کام انجام نہیں

---

(۱) مسلم : باب حجة النبی ﷺ، حدیث:۲۹۲۲ (۲) فتح الباری: ۵۰۰/۹

(۳) البقرة: ۱۷۳ (۴) القصص: ۲۳-۲۴

دے سکتے تھے، اگر وہ یہ کام خود کر سکتے تو خود کر لیتے، لڑکیوں کو ضرورت کے وقت اس کی اجازت دی۔

احادیث نبوی کے دلائل:

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری خالہ کو طلاق دی گئی اس نے اپنی کھجوروں کو کاٹنا چاہا تو اسے ایک آدمی نے ڈانٹ دیا کہ وہ نکل جائے وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیوں نہیں تو اپنی کھجور کاٹ کیونکہ قریب ہے کہ تو صدقہ یا اور کوئی نیکی کا کام کرے گی: "عَسٰی أَنْ تَصَدَّقِی أَوْ تَفْعَلِی مَعْرُوْفًا" (۱)

حضرت اسماء سے مروی ہے کہ جس وقت حضرت زبیر سے میرا نکاح ہوا روئے زمین پر ان کے گھوڑے کے علاوہ کوئی مال یا غلام یا کوئی اور چیز ان کی ملکیت میں نہ تھی میں ان کے گھوڑے کا چارہ تیار کرتی تھی اس کی ضروریات مہیا کرتی تھی اور اس کی دیکھ بھال کرتی تھی اسی طرح ان کے اونٹ کے لئے گٹھلیاں کوٹتی تھی اس کا چارہ بناتی تھی، اسے پانی پلاتی تھی، ان کے ڈول کو سیتی تھی، آٹا گوندھتی تھی، میں روٹی اچھی طرح نہیں پکا سکتی تھی، اس لئے میری کچھ انصاری پڑوسی خواتین مجھے روٹی پکا دیتی تھیں، وہ سچی سہیلیاں تھیں، یاد رہے کہ میں گٹھلیاں حضرت زبیر کی اس زمین سے لایا کرتی تھی جو بعد میں نبی علیہ السلام نے انہیں بطور جاگیر کے دیدی تھی، میں نے انہیں اپنے سر پر رکھا ہوتا تھا اور وہ زمین ہمارے گھر سے ایک فرسخ کے دو تہائی کے قریب بنتی تھی۔ ایک دن میں وہاں سے آ رہی تھی اور گٹھلیوں کی گٹھڑی میرے سر پر تھی کہ راستے میں نبی علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی، نبی علیہ السلام کے ساتھ کچھ صحابہ بھی تھے، نبی علیہ السلام نے مجھے پکارا اور مجھے اپنے پیچھے سوار کرنے کے لئے اونٹ کو بٹھانے لگے لیکن مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور مجھے زبیر اور ان کی غیرت یاد آ گئی کیونکہ وہ بڑے باغیرت آدمی تھے، نبی علیہ السلام یہ بھانپ گئے کہ مجھے شرم آ رہی ہے لہٰذا نبی علیہ السلام آگے چل

---

(۱) مسلم : باب جواز خروج المعتدة، حدیث: ۳۷۱۴

پڑے، میں گھر پہنچی تو زبیر سے ذکر کیا کہ آج مجھے نبی علیہ السلام ملے تھے، میرے سر پر کھجوروں کی گٹھلیاں تھیں، نبی علیہ السلام کے ساتھ کچھ صحابہ بھی تھے، نبی علیہ السلام نے اپنے اونٹ کو بٹھایا تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں لیکن مجھے حیا آئی، اور آپ کی غیرت کا بھی خیال آیا، انہوں نے فرمایا واللہ تمہارا نبی علیہ السلام کے ساتھ سوار ہونے کی نسبت گٹھلیاں لاد کر لانا مجھ پر اس سے زیادہ شاق گزرتا ہے بالآخر حضرت صدیق اکبر نے اس کے کچھ ہی عرصے بعد میرے پاس ایک خادم بھیج دیا اور گھوڑے کی دیکھ بھال سے میں بری الذمہ ہوگئی اور ایسا لگا کہ جیسے انہوں نے مجھے آزاد کر دیا ہو۔(۱)

کیا شوہر شادی کے بعد کام کرنے والی عورت کو باہر جانے سے روک سکتا ہے؟

اگر کوئی شخص کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو عقد نکاح کے وقت کوئی کام کرتی ہو تو شوہر کو اس کو کام سے روکنے کا حق ہے، اور اگر شوہر اس کو کام سے نہ روکے اور اس سے شادی کر لے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر اس کے اس عمل اور کام سے راضی ہے، اور وہ اپنی بیوی کو مکمل طور روکے رکھنے کے حق سے دستبردار ہو رہا ہے۔

اسی کو بحر الرائق میں یوں فرمایا:

> ”یجوز للرجل أن یأذن لها بالخروج إلی سبعة مواضع: زیارة الأبوین، ورعایتهما وتعزیتهما، أو أحدهما، وزیارة المحارم، فإن کانت قابلة أو غسالة أو کان لها“ (۲)

یعنی جو عورت شادی سے پہلے ہی قابلہ اور دایہ یا مردوں کے غسل دینے کا کام کرتی ہو تو اگر شوہر نے شادی کے وقت منع نہ کیا ہو پھر بعد میں منع کرے تو وہ شوہر کی اجازت کے بغیر بھی اپنے کام سے جا سکتی ہے، چونکہ یہ کام مصلحت عامہ سے متعلق ہیں۔

---

(۱) بخاری: کتاب النکاح، باب الغیرة، حدیث:۱۱۴۸

(۲) البحر الرائق:۲۱۲/۴

عورتیں جن میدانوں میں کام کرسکتی ہے؟

۱- دعوۃ إلی اللہ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، جیسے عورتوں میں وعظ وبیان کرنا اوران کے اصلاح کے لئے کام کرنا۔

خولہ بنت حکیم نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو راستے میں نصیحت کی تھی تو حضرت عمران کی بات کو سننے کے لئے کھڑے ہوگئے تھے۔(۱)

۲- گھریلو کام کرسکتی ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ اور اسماء بنت ابی بکر گھریلو کام کاج کرتی تھیں۔

۳- جہاد اور غزوات میں وہ کام کرسکتی ہیں جو ان کی انوثیت اوران کی فطرت کے مطابق ہوں، زخموں کے علاج ومعالجہ، مجاہدین کو پانی پلانا، ان کا کھانا بنانا اس طرح کے دیگر کا کام۔

۴- ہاتھ کے کام جیسے نقش ونگاری، ٹیلرنگ وغیرہ۔

۵- تعلیم وتدریس کے تمام مراحل میں یہ خدمات انجام دے سکتی ہے جب کہ وہ عورتوں میں یہ کام انجام دے، ہاں اگر بہت زیادہ ضرورت درپیش ہو اور باپردہ ہوں اور فتنہ سے امن ہو تو پھر مردوں میں بھی یہ خدمت انجام دے سکتی ہے۔

۶- طب وعلاج کے میدان میں: وہ نرس اور علاج ومعالجہ کا کام انجام دے سکتی ہے، اورعورتوں سے متعلق امراض میں خصوصا کام کرسکتی ہے کہ مسلمان عورتوں کو کسی اجنبی عورت کے سامنے بے پردہ نہ ہونا پڑے۔

۷- عورت کے دائرہ کار میں سماجی خدمات انجام دے سکتی ہے، جیسے بوڑھی عورتوں کی دیکھ ریکھ، یتیم بچیوں کی پرورش وپرداخت وغیرہ۔

۸- اسلامی بنکوں میں عورتوں کے شعبہ میں کام کرنا۔

عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کے شروط وضوابط:

۱- گھر سے کام کے لئے نکلنا یہ ولی یا شوہر کی اجازت سے ہو، اس سلسلے میں ارشاد

---

(۱) اخبار عمر، علی الطنطاوی: ۳۳۰

باری عزوجل ہے:"اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ" (۱) جب مسجد میں جانے کے لئے عورت کا اپنی ولی سے اجازت لینا ہے نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی کی وجہ سے "إِذَا اسْتَأْذَنَتْ الْمَرْأَةُ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْنَعْهَا" (۲)

۲- وہی کام کرے جو اس کی جسمانیت ونسوانیت کے ہم آہنگ ہو، اس کی طبیعت وفطرت سے میل کھاتے ہو، مشقت انگیز کام، تعمیری، لوہے، چوکیداری کہ یہ مردوں کے مناسب ہیں، فقہاء نے اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے محنت ومشقت مرد کو کرنا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

"فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ" (۳)

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے "فتشقی" فرمایا ہے "فتشقیا" نہیں فرمایا۔

۳- عورت مردانہ اختلاط اور میل جول سے پرہیز کرے، چونکہ اس کیوجہ سے مفاسد جنم لے سکتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:"لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ"(۴)

"اور حضرت ابواسید انصاری ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن رسول اکرم ﷺ کو اس وقت جب کہ آپ مسجد سے نکل رہے تھے لوگوں سے دینی ہدایات و احکام شرعی مسائل بیان کرتے ہوئے سنا پھر راستہ میں مرد عورتوں سے مل گئے یعنی مرد اور عورتیں مخلوط ہو کر راستہ میں چلنے لگے آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر عورتوں سے فرمایا کہ تم مردوں کے پیچھے چلو اور ان سے الگ رہو کیونکہ تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم راستہ کے کنارے پر چلا کرو۔ چنانچہ عورتوں نے آنحضرت ﷺ کے اس حکم پر اس طرح عمل کیا

---

(۱) النساء: ۳۴

(۲) البخاری، کتاب الأذان، باب استئذان المرأة زوجها بالخروج إلى المسجد، حدیث: ۸۷۳ (۳) طہ: ۱۱۷

(۴) مسلم: باب سفر المرأة مع محرم إلى الحج وغيره، حدیث: ۳۲۵۱

کہ وہ راستہ چلتیں تو دیواروں سے لگ کر چلا کرتیں یہاں تک کہ بعض اوقات ان کا کپڑا دیوار سے اٹک جاتا تھا" حَتّٰی إِنَّ ثَوْبَهَا لِيَتَعَلَّقَ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوقِهَا بِهِ" (۱)

آج کل کمپنیوں، دفتروں وغیرہ میں اختلاط اور مردانہ وزنانہ اختلاط عام ہو گیا ہے جس کی اجازت ہر گز نہیں دی جاسکتی۔

۴- لباس، خوشبو اور کلام اور راستے میں چلنے یا کام کی جگہوں میں فتنہ سے اجتناب کے تمام ذرائع سے اجتناب کرے، بالکل چست اور مکمل ساتر لباس کے ساتھ جائے، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ"(۲)

اور راستے چلنے میں بھی اپنی نسوانیت کا اظہار نہ کریں "وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ"(۳)

۵- عورت کے باہر کے کام کی وجہ سے اس کی گھریلو ذمہ داریوں پر حرج اور خلل واقع نہ ہو، گھر کے تقاضوں اور کام کی ذمہ داریوں میں توازن برقرار رہے۔

عورتوں کا چرخہ کاتنا

۱- عبداللہ بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے لڑکوں کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ اور مسلمان عورت کا گھر بیٹھے بہترین مشغلہ چرخہ ہے:

" عَلِّمُوا اَبْنَائَكُمُ السِّبَاحَةَ وَالرِّمَايَةَ ، وَنِعْمَ لَهْوُ الْمُؤْمِنَةِ فِيْ بَيْتِهَا الْمِغْزَلُ"(۴)

---

(۱) سنن أبوداؤد: باب فی مشی النساء، حدیث:۵۲۷۲

(۲) الاحزاب: ۵۹ (۳) النور :۳۱

(۴) معرفة الصحابة، بکر بن عبد الله بن ربیع الأنصاری: ۴۴۱/۱،دارالوطن للنشر، ریاض

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت کا بہترین مشغلہ چرخہ ہے'' '' نعم لهو المرأة مغزلها''(۱)

۳- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں سے نیک آدمیوں کا کام سینا ہے اور عورتوں میں سے نیک بیبیوں کا کام چرخہ کاتنا ہے۔
'' عَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنَ الرِّجَالِ الْخِيَاطَةُ وَعَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنَ النَّسَاءِ الْغَزْلُ ''(۲)

۴- خطیب بغدادی اپنی کتاب تاریخ بغداد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کی مجلسوں کو چرخہ سے زینت دو ''زَيِّنُوا مَجَالِسَ نِسَاءِ كُمْ بِالْمَغْزَلِ''(۳)

۵- ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ ان کے سامنے ایک چرخہ رکھا ہوا ہے اور وہ کات رہی ہیں، میں نے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جب کبھی آپ کے پاس آتا ہوں تو آپ کے سامنے چرخہ دیکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ چرخہ شیطان کو دفع کرتا ہے اور دوسرے یہ کہ مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیادہ ثواب والی عورت وہ ہے جس کا طاقہ زیادہ لانبا ہو ''إِنَّ أَعْظَمُكُنَّ أَجْرًا أَطْوَلُكُنَّ طَاقَةً'' طاقہ دراصل بٹے ہوئے ڈورے یا رسی کے ایک تار کو کہتے ہیں)(۴) اور حدیث میں اس سے چرخہ کا تار مراد ہے۔(۵)

---

(۱) مسند الفردوس بمأثور الخطاب: باب الميم، حديث:٦٧٨٦

(۲) تاريخ دمشق لابن عساكر، محمد بن عبد الله بن سليمان :٣٤٩/٥٣، دار الفكر، بيروت لبنان، مسند الفردوس بمأثور الخطاب: باب الظاء، حديث:٤٠٩٧

(۳) تاریخ بغداد: محمد بن زیاد، ۳۵۲/۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۴) لسان العرب

(۵) تاريخ دمشق : موسى بن عمران: ٨٧/٦١، مسند الفردوس بمأثور الخطاب: باب الالف، حديث:١٧٢٥

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چرخہ شیطان کو دفع کرتا ہے اور برے وسوسوں کو دور کرتا ہے، وجہ یہ ہے کہ انسان کے نفس کو خاصہ ہے کہ جب تک وہ کسی دھندہ میں لگا رہے تو اس کے خیالات منتشر نہیں ہوتے اور جہاں اسے فرصت ملی اس کے خیالات بلند ہونا شروع ہوئے اور چونکہ انسان کا طبعی میلان گناہوں کی طرف ہے اس لئے بیکار ہونے کی حالت میں خواہ مخواہ انسان گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے، بعض بزرگوں نے فرمایا ہے "اِشْغَلْ نَفْسَكَ فَإِنْ لَمْ تُشْغِلْهُ اِشْتَغَلْتُكَ" نفس کو تم اپنے کاموں میں مشغول رکھو ورنہ وہ تمہیں اپنے میں مشغول کر لے گا (جو شر کے سوا کچھ نہیں) اور عورتوں کے لئے بہترین مشغلہ چرخہ ہے وہ اگر اور کاموں سے فرصت پا کر اس کی طرف لگ جائیں تو انشاء اللہ تعالی بہت سے ان گناہوں سے جن میں وہ مبتلا ہیں بچ جائیں۔

۵- ابن عساکر کی ایک دوسری روایت میں ہے:

زیادہ ابن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت مہلب ابن ابی صفرۃ کی بیٹی ہندہ کے پاس گیا جو حجاج حاکم عراق کے نکاح میں تھی، میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں چرخہ ہے اور وہ کات رہی ہیں، میں نے کہا: آپ بادشاہ کی بیگم ہو کر کاتتی ہیں، انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے باپ (یعنی حضرت مہلب ابن ابی صفرۃ) سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کا تار زیادہ لانبا ہوگا وہی ثواب زیادہ پانے والی ہے اور چرخہ شیطان کو دفع کرتا ہے اور نفس کے وسوسہ کو دور کرتا ہے:

"أَطْوَلُكُنَّ طَاقَةً أَعْظَمُكُنَّ أَجْرًا وَهُوَ يَطْرُدُ الشَّيْطَانَ وَيَذْهَبُ حَدِيثَ النَّفْسِ"(۱)

فائدہ: ان احادیث سے پتہ چلا کہ سید الانبیاء کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ اور ایک زبردست گورنر کی بیوی ہندہ کی عزت کو خیال کریں اور پھر اپنی عزت کا اس سے

---

(۱) حوالہ سابق

مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ واللہ اگر تمام دنیا کی عورتوں کی عزتیں ایک پلہ میں رکھی جائیں اور فقط ام سلمہ یا ہندہ کی عزت ایک پلہ میں تو یقیناً ان کی عزت کا پلہ جھک جائے گا۔

۶- حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کو بالاخانوں میں نہ رکھو اور ان کو لکھنا نہ سکھاؤ؛ بلکہ چرخہ کاتنا سکھاؤ اور قرآن مجید میں سورہ نور ان کو خصوصیت کے ساتھ پڑھاؤ

”لَا تُسَاكِنُوهُنَّ الْغُرَفَ وَلَا تُعَلِّمُوهُنَّ الْكِتَابَةَ وَعَلِّمُوْا الْمِغْزَلَ وَسُوْرَةَ النُّوْرِ“(۱)

⁂

---

(۱) المستدرك: المجلد الثانی، حدیث:۳۵۷۱، شعب الإیمان، ذکر سورة الكهف، حدیث: ۲۲۲۷، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس میں محمد بن ابراہیم شامی ہیں اور انہیں دار قطنی نے کذاب کہا ہے۔

فہرست مراجع

قرآن وتفسیر

القرآن الكريم	
احكام القرآن للجصاص	دار الكتب العلمية، بيروت
تفسير القرطبى، للقرطبى	دار الكتب المصرية، القاهرة
روح المعانى للآلوسى	دار احياء التراث العربى،
تفسير ابن كثير	دار الفكر بيروت
درِ منثور للسيوطى مركز هجرة للبحوث	والدراسات العربية، بيروت
بيان القرآن	مولانا اشرف على تهانوى

کتبِ حدیث وشروحِ حدیث

بخارى محمد بن اسماعيل البخارى	دار ابن كثير بيروت
مسلم: لمسلم بن الحجاج القشيرى	دار احياء التراث العربى
ترمذى محمد بن عيسى الترمذى	دار احياء التراث العربى
ابو داؤد: لسليمان بن اشعث	دار الفكر بيروت
نسائى لاحمد بن شعيب	مكتبة المطبوعات الاسلامية
ابن ماجة احمد بن يزيد القزوينى	دارالفكر بيروت
مؤطا مالك للامام مالك بن انس	مؤسسة زائد بن سلطان
مسند احمد للامام احمد بن حنبل	مؤسسة قرطبة القاهرة

مسند ابويعلى احمد بن على	دارالمأمون للتراث، دمشق
مسند الشافعى محمد بن ادريس الشافعى	دارالكتب العلمية بيروت
مسند البزار احمد بن عمر البزار	دار الكتب العلمية بيروت
دار قطنى لعلى بن عمر	دار المعرفة بيروت
مصنف ابن أبى شيبه ، ابوبكر ابن شيبة	دارالفكر بيروت
المعجم الكبير	ابوالقاسم سليمان بن احمد مكتبه العلوم والحكم والموصل
المعجم الاوسط	ابو القاسم سليمان بن احمد دار الحرمين القاهرة
السنن الكبرى، احمد بن حسين البيهقى	دائرة المعارف حيدرآباد
شعب الايمان، احمد بن حسين البيهقى	دارالكتب العلمية بيروت
المستدرك، ابو عبد الله حاكم نيشافورى	دارالكتب العلمية بيروت
الترغيب والترهيب، عبد العظيم المنذرى	دارالكتب العلمية بيروت
كنز العمّال، على بن حسام الدين المتقى	مؤسسة الرسالة بيروت
مسند الفردوس، ابو شجاع الديلمى	دار الكتب العلمية ، بيرت
الطبقات الكبرىٰ ، محمد بن سعد بن منيع	دار صلاء بيروت
مجمع الزوائد للهيثمى	دار الفكر بيروت
الأدب المفرد، محمد بن اسماعيل بخارى	دارالبشائر الاسلامية بيروت
المستدرك ، ابو عبد الله محمد بن عبد العظيم	دار الكتب العلمية، بيروت
حجة الله البالغة، شاه ولى الله محدث الدهلوى	دارالجيل، بيروت
عمدة القارى للعلامة العينى	مطبعة المنيرية، القاهرة
فتح البارى، احمد بن حجر عسقلانى	دار الفكر بيروت

بغية الباحث من زوائد مسند الحارث	مركز خدمة السنة والسيرة، المدينة المنورة
حلية الأولياء،ابو نعيم الاصفهانى	دار الكتاب العربى، بيروت
سنن الدارمى، ابو محمد الدارمى	دار الكتاب العربى، بيروت
مرقاة المفاتيح ، على بن سلطان القارى	دارالفكر بيروت
الزهد لامام احمد بن حنبل	دار الريان للتراث القاهرة
عون المعبود، محمد أشرف العظيم آبادى	دار الكتب العلمية، بيروت
كتاب الأم للإمام الشافعى	دار المعرفة، بيروت
مسند الرويانى	مؤسسة قرطبة، قاهرة

کتب تخریج حدیث

تذكرة الموضوعات، محمد بن طاهر الفتنى	ادارة الطباعة المنيرية
مصباح الزجاجة ، شهاب الدين البوصيرى	دارالجنان بيروت
فيض القدير ، عبد الرؤف المناوى	المكتبة التجارية ، مصر
التلخيص الحبير، على بن حجر عسقلانى	دارالكتب العلمية بيروت
تحفة المحتاج، عمر بن علي	دار حراء، مكة المكرمة
كشف الخفاء ، اسماعيل بن محمد الجراحى	دار احياء التراث العلمى
البدر المنير ابن الملقن سراج الدين	دار الهجرة للنشر
المغنى عن حمل الأسفار، ابوالفضل العراقى	مكتبه طبريه رياض
اتحاف المهرة الخيرة احمد بن أبى بكر اسماعيل البوصيرى	دار الوطن للنشر الرياض
البدر المنير ابن الملقن سراج الدين	دار الهجرة للنشر
الترغيب والترهيب للمنذرى	دار الكتب العلمية ـ بيروت
نصب الراية، جمال الدين الزيعلى	مؤسسة الريان بيروت

کتب فقہ

رد المحتار	مكتبة زكريا ديوبند
ابن عابدين محمد بن امين الدمشقى	دار الكتب العلمية بيروت
الفتاوى الهندية ، نظام الدين واصحابه	مكتبة دار الفكر بيروت
البحر الرائق ، زين الدين ابن نجيم المصرى	دارالمعرفة بيروت
بدائع الصنائع ، علاء الدين الكاسانى	دارالكتب العربى بيروت
المدخل لابن الحاج	دار الفكر، بيروت
الأحكام السلطانية، الماوردى	دار الحديث ، القاهرة
التراتيب الإدارية، الشيخ عبد الحى الكتانى	دارالكتاب العربى
الحث علي التجارة والصناعة	دار البشائر، بيروت
إصلاح المال لابن أبى الدنيا	مؤسسة الكتب الثقافية ، بيروت
الأفكار الاقتصادية عند محمد الكسب، عبد الهادى،	دمشق
الخراج، للإمام أبى يوسف	المكتبة الأزهرية، القاهرة
المبسوط، محمد بن أحمد شمس الأئمة السرخسى	دار المعرفة ، بيروت
فتح الملهم، مفتى تقى عثمانى	دار إحياء التراث العربى، بيروت
فقه البيوع، مفتى تقى عثمانى	مكتبة معارف القرآن ، كراچى
مدخل إلي فقه المهن، د، عطيه فياض،	منتدى إقرا الثقافى
أبعاد إدارية واقتصادية، عبد العزير العمرى	مكتبة الفهد الوطنية.

ما يحل وما يحرم من المهن والظائف، الشيخ محى الدين الميس، مجمع فقهاء الشريعة بأمريكا۔

أعمال المرأة الكسبية وأحكامها، د عيسى صالح العمرى

الإدارة فی عصر الرسول، احمد عروج الكرمی   دار السلام للطباعة والتوزيع والترجمة.

التوبة من المكاسب المحرمة، د۔ خالد بن عبد الله الملصح

القمار حقيقته وأحكامه، الدكتور سليمان بن احمد الملحم، دار كنوز اشبيليا للنشر والتوزيع۔

الكسب : حقيقته ، حكمه، ضوابطه، مقاصده، على بن إبراهيم القصير۔ مجلة   جامعة الملك سعود

احاديث تعظيم الربا علي الزنا، على بن عبد الله الصياح   دار ابن الجوزی، بيرت

استيفاء الديون، مزيد بن صالح   دار ابن الجوزی ، بيروت

سیرت، تاریخ اور رِجال

الاستيعاب فی معرفة الأصحاب،   دار الجيل، بيروت

سير اعلام النبلاء، الذهبی   مؤسسة الرسالة، بيروت

الترتيب المدارك، قاضی عياض   مطبعة فضالة المحمدية المغرب

الانساب، المزوری   دائرة المعارف العثمانية، بيروت

العبر للذهبی   دار الكتب العلمية، بيروت

اصلاح المال، لابن أبی الدنيا   مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت

التمثيل والمحاضرة، عبد الفتاح الحلو   الدار العربية للكتاب

الإصابة للعسقلانی   دار الجيل، بيروت

الاشتقاق، لابن دريد   مكتبة الخانجی، القاهرة، مصرصس

أدب الإملاء والاستملاء، المزوری   دار الكتب العلمية، بيروت

المعارف لابن قتيبة الدينوری   الهيئة المصرية العامة للكتاب، القاهرة

تاريخ بغداد، احمد بن علی ابوبكر   دارالكتب العلمية بيروت

الخطیب البغدادی

طبقات الحنابلة، محمد حامد القفی   دار المعرفة ، بیروت

کتب اخلاقیات

زاد المعاد ، محمد بن ابوبکر ابن قیم   مؤسسة لرسالة بیروت

احیاء علوم الدین   دارالمعرفة بیروت

اتحاف سادة المتقین   دار الکتب العلمیة ، بیروت

أبو حامد محمد بن احمد الغزالی

مکارم الاخلاق، سلیمان بن احمد لطبرانی   دارالکتب العلمیة بیروت

جامع الآداب ، ابن القیم الجوزیة   دار الوفاء للطباعة والنشر

کتاب الورع،الإمام ابوبکر احمد

بن محمد بن الحجاج المروزی   مکتبة المعارف للنشر والتوزیع

کتاب الورع ، ابوبکر عبد الله

بن محمد بن أبی الدنیا   دار ابن حزم، بیروت

موسوعة الاخلاق، خالد بن

جمعة بن عثمان الخرّاز   مکتبة اهل الاثر، کویت

اُردو کتابیں

معارف القرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

معارف الحدیث، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب   دار الاشاعت، کراچی

آداب المعاشرت، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی الامین کتابستان، دیوبند

حقوق المال: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی   ادارہ افادات اشرفیہ ہردوئی

احکام المال حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی   دارہ افادات اشرفیہ ہردوئی

جواہر الفقہ ، مفتی محمد شفیع صاحب   مکتبہ دار العلوم کراچی

مجالس مفتی اعظم، مولانا عبدالرؤف سکھروی: ۴۶۱ ادارالمعارف کراچی
آسان نیکیاں، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر لاہور، پاکستان۔
فضائل صدقات، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ صاحب ایم عاشقین اینڈ کمپنی۔
منتخب احادیث، حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلوی
اسلامی معاشیات، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی دارالاشاعت، کراچی۔
تجدید معاشیات، حضرت مولانا عبدالباری ندوی المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور
اسلام اور ہماری زندگی، مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
سیرت النعمان، علامہ شبلی نعمانی دارالمصنفین اکیڈمی، اعظم گڈھ
سنن وآداب قرآن وحدیث کی روشنی میں، ابوبکر بن مصطفیٰ پٹنی دارالصدیق ڈابھیل، گجرات
مسنون معاشرت، از مفتی ابوبکر جابر قاسمی ومفتی رفیع الدین حنیف قاسمی مکتبۃ فیصل دہلی
مسائل تجارت، اسلام الحق اسعدی مظاہری مکتبۃ الاسعدی، سہارنپور
پیغمبر اسلام اور تجارت، حکیم محمود احمد ظفر اریب پبلی کیشنز
سود، رشوت، جوا، قرض کے شرعی احکام، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
ہر شعبہ اور طبقہ میں علماء، مولانا عبداللہ مبارک پوری القمر کمپیوٹر نواردہ مبارک پور۔
سیرت النعمان، علامہ شبلی نعمانی
اصلاحی مجالس، مفتی رفیع عثمانی صاحب
جوئے کی مروجہ شکلیں - احکام ومسائل، مفتی محمد عبداللہ سلیمان مظاہری، حیدرآباد
تاجر وجنت میں کیسے جاؤ گے؟ مولانا ارشاد صاحب بھاگلپوری
شرکت، احکام وتطبیقات، ابوعبیدہ قاسمی، ہدایہ کنسلٹنسی سروس، حیدرآباد
مضاربت، احکام وطبیقات، آفتاب غازی قاسمی، المعہد العالی الاِسلامی، حیدرآباد
تاجروں کے لئے نبوی ہدایات، مولانا کلیم اللہ صدیقی فرید بک ڈپو، دہلی۔